خطباتِ قرآن و حدیث

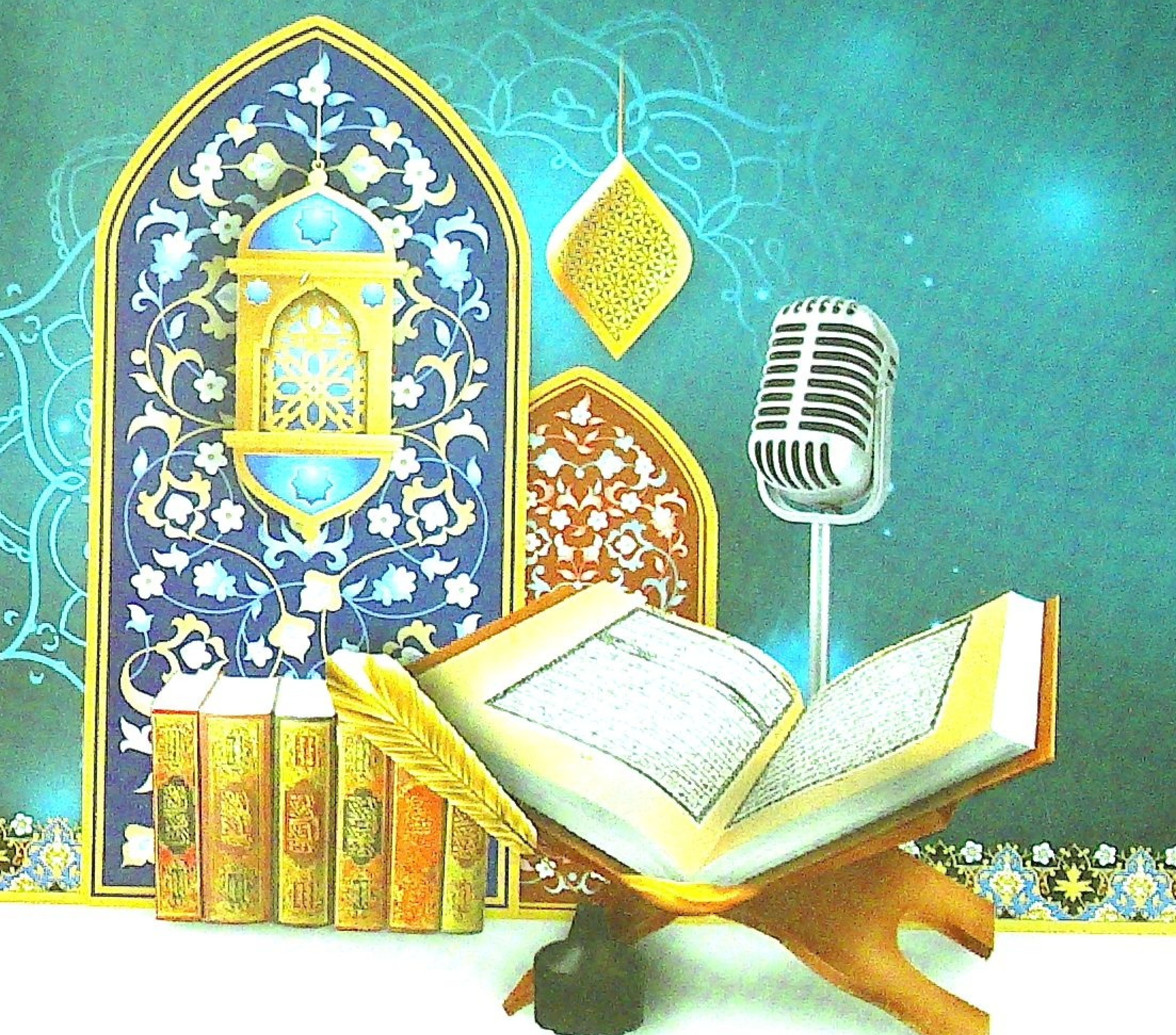

www.KitaboSunnat.com

تالیف
حافظ عبدالوحید روپڑی حفظہ اللہ

مکتبہ قدوسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

خطباتِ قرآن و حدیث

تالیف

حافظ عبدالوحید روپڑی حفظہ اللہ

جمع و ترتیب

اشفاق احمد حفظہ اللہ

مکتبہ قدوسیہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت

کی

نشر و اشاعت

کے لیے

کوشاں

اس کتاب کے جملہ حقوق اشاعت
بحق مصنف محفوظ ہیں

اہتمام طباعت

ابوبکر قدوسی

اشاعت ——— ۲۰۲۰ء

مکتبہ قدوسیہ

قدوسیہ اسلامک پریس

رحمان مارکیٹ ⊙ غزنی سٹریٹ ⊙ اردو بازار ⊙ لاہور پاکستان

Tel: +92-42-37230585 , 0321-4460487
maktaba_quddusia@yahoo.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

- خطباتِ قرآن وحدیث کی نمایاں خصوصیات 27
  - خطبات کی زبان 28
  - آیات اور احادیث کی نشاندہی 28
  - حواشی کا اہتمام 28
  - حالات حاضرہ پر تبصرہ 29
  - جدید تاریخ پر گہری نظر 29
  - فرقہ واریت سے گریز 29
  - ناصحانہ انداز 29
  - عقلی وسائنسی حقائق سے استدلال 29
  - قرآنی خطبات 30
  - ترغیب عمل 30
- حافظ عبدالوحید روپڑی رحمہ اللہ ...... مختصر حالات زندگی 31
  - ولادت اور تعلیم وتربیت 31
  - کاروباری سرگرمیاں 33
  - جامعہ رحمانیہ کے قیام وانصرام میں کردار 34
  - بحیثیت سرپرست جماعت اہل حدیث 34

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- نرینہ اولاد 35
- دعوت وتبلیغ 35
- بیرونی ملکوں کے سفر 38
- مطالعہ کتب کا ذوق 39
- اخلاق وکردار 39

شانِ رب العالمین

- اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم 41
- سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا انحرافی روّیہ 42
- ہمارا طرزِ عمل 47
- ہماری شادیاں اور اسلام 47
- ہماری روش اور حکم الٰہی 48
- وفات پر ہمارا روّیہ 49
- ہمارا مجموعی المیہ 51
- اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ 53
- یہودی طرزِ فکر اور ہم 55
- ہمارے قول وفعل کا تضاد 58
- کلمہ اور اُس کے تقاضے 59

اللہ ہی مشکل کشا ہے

- واقعہ معراج 61
- اہل ایمان کی تصدیق 62

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❁ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی سیر 62
❁ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا رفع آسمانی 62
❁ اخراج روح کی مثال 63
❁ دعوت نبوی اور قریش کی مخالفت 63
❁ مکہ سے باہر دعوت نبوی 64
❁ اصنام پرستی کی توجیہ 64
❁ ہندوؤں کا تصورِ بت پرستی 64
❁ اسلام کا تصور توحید 66
❁ اللہ تعالیٰ ہی فریاد رس ہے 66
❁ مشرکین کے ایک غلط نظریے کا رد 66
❁ آسمانی سیر 67
❁ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق 68
❁ واقعہ معراج کی عقلی توضیح 69
❁ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی مثال 69
❁ جدید ٹیکنالوجی سے استدلال 70
❁ کرہ ہوائی سے باہر سفر کی مشکلات 71
❁ انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں 73
❁ سیدنا عزیر علیہ السلام کا واقعہ اور زندگی کی تشکیل کا تصور 73
❁ منکرین معراج کا رد 74
❁ دیگر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات 74
❁ روح کی حقیقت 75
❁ عالم برزخ کا معاملہ 76

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- حق تعالیٰ سے ملاقات 77
- آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کی تاکید 79

اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری

- سیدنا یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں سے عہد 81
- سننے کا مفہوم کیا ہے؟ 82
- ہمارے قول وفعل کا تضاد 83
- اطاعتِ رسول ﷺ، اطاعتِ الٰہی ہے 84
- کلامِ نبوی اذنِ الٰہی سے تھا 84
- اطاعتِ رسول ﷺ اور ہمارا رویہ 85
- ریاکاری ثواب کو زائل کرتی ہے 86
- غزوۂ تبوک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا چندہ 87
- ایک غریب صحابی رضی اللہ عنہ کی مٹھی بھر کھجوروں کی قدردانی 87
- انفاق فی سبیل اللہ اور خلوصِ نیت 88
- منافقین کا طرزِ عمل 89
- مومن اور منافق کی ذہنی حالت کا فرق 90
- صدقہ کی فضیلت 91

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا وبال

- سستی وکاہلی بدعملی کی محرک ہے 95
- امر بالمعروف سے پہلوتہی کی سزا 95
- یہودیوں کا طرزِ عمل اور اُس کی سزا 96

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عزیر علیہ السلام اور تباہ شدہ شہر کی آبادی 96
وقت کا تغیر اور فرد و قوم کا عروج و زوال 97
یہودیوں کا دین سے انحراف اور سزا 98
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور یہود کا موازنہ 99
یہودیوں کی ذلت و رسوائی 100
ہمارا طرزِ عمل یہود کے نقش قدم پر 103
حقیقت تک رسائی کیسے ممکن ہے؟ 104
فرقہ بندی سے کیسے نکلیں 105

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے 108
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انسانی دنیا کی حالتِ زار 108
اسلامی انقلاب 109
سانحۂ پشاور 110
عہدِ جاہلیت میں دختر کشی 110
غلاموں کے حقوق 111
رومیوں کا غلاموں سے سلوک 112
عیسائیت کے عقائدِ باطلہ اور اُن کا ردّ 113
افغانستان پر روسی حملہ 115
نپولین کا روس پر حملہ 116
ہٹلر کی روس پر یلغار 118
روسی سامراج کا مسلم علاقوں پر قبضہ 120

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- بھارت کی غنڈہ گردی 121
- مشرکین اور عقیدۂ آخرت 121
- مذاہب کی بنیاد پر دنیا کی آبادی 122
- یہودی اور دنیا کی معیشت 122
- پہلی وحی اور اہمیتِ علم 123
- عالم اسلام کی بے بسی 125
- مسلمان کی عزت وآبرو اور جان کی حرمت 126
- حج کی فضیلت 126
- برتری کا معیار صرف تقویٰ 127
- اسلام میں غلاموں کا مقام ومرتبہ 127
- ایک گمراہ کن طرزِ عمل 128
- قانون ہاتھ میں نہ لیا جائے 129
- قصاص زندگی ہے 130
- اسلام کا تصورِ امانت 131
- انصاف ریاست دلائے گی 131
- نام نہاد جہادیوں کا تصورِ جہاد 132
- ملاوٹ ...... ہمارا طرزِ عمل اور اہل مغرب کا عمدہ کردار 133
- کتاب وسنت سے تمسک 133
- مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا ذکر 134
- ذاتِ نبوی۔ اہل ایمان کے لیے عظیم احسان 134
- حجیت حدیث 135

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیرت النبی ﷺ

- خاندانِ ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ 137
- سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا رویہ 139
- بنی اسرائیل کے انبیائے کرام علیہم السلام پر اتہامات 141
- سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے قوم کا رویہ اور رفع آسمانی 142
- نبی کریم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری 142
- یہودی تصورات اور اُن کا ردّ 144
- یہودیوں کی بدبختی 145
- سیدنا عزیر علیہ السلام اور یروشلم کی بربادی و آبادی 146
- یہودیوں کی ذلت ورسوائی 147
- فلسطین کی فتح 148
- یہودیوں کی قسمت کی محرومی 149
- انصار کی خوش نصیبی 150
- توحید کا انقلاب 150
- یہودیوں کو بدعہدی کی سزا 151
- آپ ﷺ کی صداقت کا اعتراف 152
- یہودیوں کی اسلام دشمنی 153
- بنو قریظہ کو بدعہدی کی سزا 153
- حیی بن اخطب کا اعتراف 154
- ہماری بے کسی 155
- یہودیوں کی سرشت 155

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- اسرائیلی حکومت کیوں قائم ہے؟ 156
- یہودی ذہنیت کا شاخسانہ 156
- یہود و ہنود کی اسلام دشمنی 157
- نبوی انقلاب اور عالمی جنگوں کا موازنہ 159
- سیرت کیا ہے؟ 160

نبی اکرم ﷺ کے آنے کا مقصد

- غلبۂ اسلام 162
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محاسن وصفات کا تذکرہ 162
- دعوتِ اسلامی کا ابتدائی دور 164
- مدنی دور کی ابتدائی مشکلات 165
- حق و باطل کی کش مکش 166
- آپ ﷺ کی ہجرتِ مدینہ 166
- سراقہ بن مالک کا تعاقب 167
- معرکۂ بدر 169
- لشکرِ کفر کی شکست 171
- غزوۂ اُحد 173
- تیرانداز دستے کی غلطی 174
- آپ ﷺ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی جاں نثاری 175
- نبی کریم ﷺ زخمی ہو گئے 177
- اہلِ ایمان پر سکینت طاری رہی 179
- نبی کریم ﷺ کی شجاعت 179

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اُس کے اثرات 180
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ 182
- خلفائے اسلام کی شہادتیں 182
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی انصاف پسندی 183
- بیت المقدس کی بربادی اور آبادی 184
- انبیائے کرام علیہم السلام کی شہادتیں 184
- بیت المقدس کی بازیابی 185
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و محاسن 186

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

- قریش کی مخالفت اسلام 188
- سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت 189
- کفارِ مکہ کا انکارِ آخرت اور اِس کا رَدّ 190
- تخلیق انسانی 191
- واقعہ معراج 193
- قربِ قیامت دجال کی آمد 195
- آسمان پر دیگر انبیاء سے ملاقاتیں 196
- تحفۂ معراج 197
- اولادِ ابراہیم علیہ السلام اور سلسلۂ نبوت 198
- معراج کی غرض و غایت 198
- نظامِ شمسی اور جدید سائنسی تصورات 199
- آسمان کی وسعت 200

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❁ آسمانوں کی سیر اور مشاہدات 201
❁ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور واقعۂ معراج کی تصدیق 203
❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جگہ موجودگی کا عقیدہ اور اُس کا ردّ 205
❁ بالآخر اسلام کا غلبہ 206

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم

❁ عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم 208
❁ خوشنودی رب تعالیٰ کی ایک مثال 209
❁ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی 210
❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بہادری 211
❁ ولی عہدیٔ یزید سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف 212
❁ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت 212
❁ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی 215
❁ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بغاوتوں کا استیصال 215
❁ روم وایران سے نبرد آزمائی اور نئے خلیفہ کا تعین 216
❁ شام۔سرزمین محشر 217
❁ انبیائے کرام علیہم السلام اور نزول کتب 217
❁ حفاظت قرآن 218
❁ تدوین قرآن 219
❁ اسلامی سلطنت کی وسعت 219
❁ صحابہ رضی اللہ عنہم کا استخفاف بے دینی ہے 220

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پاکیزگی کردار 221

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی امامت 224
یہود کی ذلت ومسکنت 225
عیسائیت اور اُس کے عقائد کی تشکیل نو 225
مسلم امہ کی امامتِ کبریٰ 227
یہود ونصاریٰ کا اپنے انبیاء علیہم السلام سے سلوک 229
امامتِ ابراہیمی علیہ السلام 231
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تابع کون؟ 231
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فرماں برداری اور ہمارا طرزِ عمل 233
کفرو اسلام کی معرکہ آرائی 234
اوصافِ صحابہ رضی اللہ عنہم 235
آغاز دعوتِ اسلام 236
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بے مثال شجاعت 237
عہدِ فاروقی میں اسلامی سلطنت کی وسعت 237
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آزمائش 238
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ ظرفی 239
سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت 239
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پس پردہ محرکات 241
اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال 243

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- اسلام کی برق رفتار نشر واشاعت 243
- غیر قوموں کی نقالی 246
- شرک کی نحوست 247

تزکیہ نفس اور صحابہ رضی اللہ عنہم

- بنی اسرائیل کی نافرمانی 250
- فرشتوں کی ذمہ داریاں 251
- عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم 252
- ایک مشرک کی کارستانی 253
- ہمارا المیہ 254
- ہماری بے حسی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل 254
- صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذوق عبادت 256
- ناقدین صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں 256
- سیدنا آدم علیہ السلام کی بھول 257
- انسانی ہدایت کا الٰہی بندوبست 258
- تبلیغ دین اور علمائے کرام 258
- جہنمیوں کی پکار 259
- اکلِ حلال اور انبیاء علیہم السلام کا طرز عمل 260
- شان صحابہ رضی اللہ عنہم 261
- مسلمانوں کی خوش قسمتی 261
- مقصدِ زندگی 262
- نظامِ کائنات کی حیرت انگیزی 262

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- فرشتوں کی تعداد 263
- ہر چیز اللہ کی حمد کرتی ہے 264
- چیونٹی کی گفتگو 264
- ہدہد کا مکالمہ 265
- صحابہ رضی اللہ عنہم کی رفعت 266
- آتش دوزخ کی شدت 267

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات 269
- فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم 269
- عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم 270
- عشرہ مبشرہ کی فضیلت 271
- سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت 271
- غلبۂ اسلام 273
- مسلمانوں کے خلاف سازش کی ایک وجہ 274
- روم وایران کی فتح کا منصوبہ 275
- رومی مقبوضات کی فتح 276
- غزوۂ احد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی جاں نثاری 279
- ایران پر قبضہ 281
- سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات (ایک غلط فہمی کا ازالہ) 282
- رومی عیسائیوں کا مطالبہ 283
- موجودہ مسلمانوں کی بے بسی 283

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- نبی کریم ﷺ کی ایک پیش گوئی 285
- یہودیوں کی خوش فہمی 286
- یہودی ذہنیت اور ہمارا طرزِ عمل 286
- رومی اور ایرانی شہنشاہیت کا خاتمہ 288
- یہودی، عیسائی اور مجوسی گٹھ جوڑ 289
- دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ کی فتوحات 292
- سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر الزامات اور اُن کی حقیقت 293
- سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا باغیوں سے خطاب 295
- جمل وصفین کی جنگیں 296
- سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں گہری مماثلت 297
- سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی عظمت و کردار 297

غلبۂ اسلام

- پہلی وحی 300
- اپنے خاندان کو دعوتِ اسلام 300
- دعوتِ عام 301
- سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے 302
- کفار کے مظالم 302
- ہجرتِ حبشہ 303
- قریشی وفد کی حبشہ آمد 303
- نجاشی کے دربار میں سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی تقریر 304
- نجاشی کا ایمان افروز بیان 305

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- قریشی وفد کی ایک اور چال 305
- قرآن کی فصاحت و بلاغت 306
- عزت کا حقیقی راستہ 306
- نجاشی کا اعترافِ حق 307
- نبی کریم ﷺ کی ایک پیش گوئی 308
- غلبۂ اسلام کی پیش گوئی 308
- صلیبی جنگیں 309
- مسلمانوں کی بے بسی 309
- مایوسی کی کوئی وجہ نہیں 310
- مسلمانوں کی بدعملی کی ایک مثال 310
- پنجاب کی سکھ حکومت کے مظالم 310
- کیمونسٹ روس کے مظالم 311
- دورِ غلامی 313
- آپس کی ناچاکی 314
- بھارتی ظلم وتشدد 314
- ہماری دینی صورتِ حال 314
- اصحاب الاخدود کا واقعہ 315
- افغانستان میں امریکیوں کی بربریت 316

دینِ اسلام

- عظیم احسان 317
- اپنے گھرانے کو دعوت اسلام 318

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- ابولہب کی مخالفت 318
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تائید 320
- قوم کی غلط فہمی اور اس کا رد 321
- سعادت مند افراد 321
- دعوتِ عام 321
- اللہ تعالیٰ کی امانت 322
- سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اصل دین 323
- ابولہب کی پھر مخالفت 323
- مشرکین کی ایک فکری غلطی 323
- قریش کا وفد ابو طالب کی خدمت میں 324
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قریشی وفد سے گفتگو 325
- ابوجہل کی تاویل 326
- بتوں کے خودساختہ اختیارات 326
- مشرکین مکہ کی حیرانی کی اصل وجہ 326
- دین اسلام کی برتری 327
- ہجرت حبشہ 327
- ہجرت مدینہ 328
- نظریہ پاکستان سے غداری 329

تاریخِ اسلام

- حکم الٰہی پر عمل کریں 331
- اللہ تعالیٰ کی مدد و استعانت 332

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- اہل کفر کا اسلام سے خوف 332
- عیسائیت کے خودساختہ عقائد 333
- اصحاب الاخدود پر مظالم 334
- اہل ایمان کا قصور کیا تھا؟ 336
- ہجرت حبشہ 336
- سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر 337
- قرآن کی اثر انگیزی 338
- قریشی سفیروں کی ناکام چال 340
- ہماری عملی حالت اور کفر کی سازشیں 341

سیرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دعوت ابراہیمی 343
- یہود ونصاریٰ کے دعوے 343
- مسلمان کون؟ 345
- اسلام کی تکمیل اور اس کی عمومیت 345
- یہودیت کا نسلی فلسفہ 345
- عیسائیوں کا دین سے انحراف 346
- مرکز انبیاء اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی سرگزشت 346
- انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں 348
- عصمت انبیاء علیہم السلام 348
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ 350
- اعجاز القرآن 351

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❁ قرآن کا چیلنج 351

❁ قرآن کی فصاحت و بلاغت 352

❁ قرآن کریم کا معجزہ 352

❁ قرآن جیسا کلام بنانے کی ناکام کوشش 353

❁ فتنہ خلق قرآن کا پس منظر 354

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ایک معتزلی سے مناظرہ 359

❁ سائنسی ترقی کی حقیقت 360

❁ وسعت کائنات اور انسانی علم کی بے بسی 363

❁ اسلام۔ دین فطرت 364

❁ نظریۂ ارتقاء کی موت 364

بنی اسرائیل سے عہد

❁ حقوقِ والدین 369

❁ قرابت داروں کے حقوق 369

❁ یتیموں کے حقوق 370

❁ مسکینوں کے حقوق 370

❁ اللہ تعالیٰ سے عہد کی پاسداری کریں 370

❁ اسلام اور دہشت گردی 371

❁ یہودیوں کا دوغلا پن 372

❁ ہماری غفلت و بدعملی کا نمونہ 373

❁ اللہ تعالیٰ کی کائنات کی وسعت 374

❁ عہدِ الٰہی کی خلاف ورزی کا نتیجہ 375

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- بنی اسرائیل کو عہد شکنی کی سزا 376
- بنی اسرائیل کے لیے ایک اور موقع 377
- آزادی کی نعمت اور ہمارا رویہ 379
- یہود و نصاریٰ اور ہم 380
- یہودیوں کی دوسری تباہی 380
- عہدِ اسلامی میں یہودی سازشیں اور اُن کا خمیازہ 381
- پاکستان اور اسرائیل دو نظریاتی ملک 382
- یہودیوں کی خوش فہمیاں 383
- عالم اسلام کی حالتِ زار 384
- ملتِ کفر کا اتفاق 386
- قربِ قیامت یہودیوں کا قتل عام 387
- یہودیوں نے تیسرا موقع ضائع کر دیا 387

بیت المقدس (اسلامی اور یہودی تاریخ کے آئینے میں)

- سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور قوم یہود 389
- یہودیت کی ابتداء 390
- بیت المقدس یہودی تسلط میں 391
- امریکی سرپرستی 391
- بیت اللہ اور بیت المقدس کی ابتدائی تاریخ 391
- بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف 393
- معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم 394
- واقعہ معراج اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ 395

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❁ واقعہ معراج کی عقلی توجیہ 396
❁ سیدنا سلیمان علیہ السلام اور تعمیر بیت المقدس 397
❁ فلسطین کی فتح اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ 397
❁ بیت المقدس کی تباہی اور سیدنا عزیر علیہ السلام 399
❁ یہودی ذہن کی خباثت 401
❁ حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام 401
❁ بیت المقدس عیسائیوں کے قبضے میں 402
❁ اسرائیلی ریاست کا قیام 402

روزے کی فضیلت

❁ روزے کی فرضیت اور مقصد 404
❁ بیمار اور مسافر کے لیے رخصت 405
❁ آج کی سفری سہولتیں اور روزہ 406
❁ فدیہ اور اس کی منسوخی 407
❁ روزے کا اجر و ثواب 407
❁ رمضان اور قرآن 408
❁ نزول قرآن کی مدت 408
❁ لیلۃ القدر کی تلاش 408
❁ قرآن — سراپا ہدایت 409
❁ اعجاز القرآن 409
❁ قرآن کا چیلنج 410
❁ انسانوں اور جنوں کی تخلیق 410

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- جن شریعت کے مکلف ہیں 411
- روزہ ضروری ہے 412
- روزے کی رخصت کن کے لیے ہے 412
- حجیت حدیث 413
- قرآن کا معجزہ 414
- آمد رمضان 415
- کامیاب کون؟ 415
- دنیا کی زندگی کی حقیقت 416
- اہل جہنم کی بے بسی 417
- جہنم سے آزادی کے دِن 417
- دخول جہنم کا سبب 417
- جہنمیوں کے ترلے 418
- موت کا خاتمہ 419
- جہنم کی ہولناکیاں 420
- شفاعت کا غلط تصور 421
- جنت کی مہمانی 422
- اپنے رب سے عہد کریں 422

مساجد کی شان وعظمت

- سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متبع کون؟ مسلمان یا یہود ونصاریٰ 424
- سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سرگزشتِ حیات 425
- لفظ ''مسلمان'' کا معنی اور اُس کے تقاضے 426

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❁ موجودہ مسلمانوں کی بے حسی 427

❁ تعمیر کعبۃ اللہ اور دعائے خلیل علیہ السلام 428

❁ اہلِ کتاب کی نماز 429

❁ رکوع وسجود اللہ کے لیے مخصوص ہیں 429

❁ تکمیل دین 430

❁ مسجد نبوی کی حیثیت 431

❁ غزوۂ تبوک کے لیے چندہ کی اپیل 431

❁ مسجدِ نبوی ﷺ کی اہمیت 432

❁ سیدنا ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کی سچی توبہ 432

❁ مسجدِ نبوی ﷺ میں ایران پر فوج کشی کا فیصلہ 434

❁ اسلام سے دُوری کا نتیجہ 436

❁ جنگِ احزاب میں مسلمانوں کی کیفیت 437

❁ کلمہ توحید۔ نجات کی ضمانت 437

❁ کیا ہم نے عہد کی پاسداری کی 438

❁ مسجدِ نبوی ﷺ کے اہم فیصلے 439

❁ مقاصدِ جہاد 439

❁ مسلمانوں کا جوشِ جہاد 439

❁ جہاد سے پہلوتہی اور رسوائی 440

❁ ''مسلمان'' کا مطلب اور ہمارے روّیے 441

❁ عصر حاضر میں ہماری تذلیل 441

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

توبہ وانابت الی اللہ

❁ ''انسان'' کا معنی ومفہوم 444
❁ رمضان اور توبہ وانابت 444
❁ رسمی توبہ 444
❁ رمضان اور گناہوں کی معافی 445
❁ حقیقی عید کس کی ہے 447
❁ توبہ کرنے والے کی کامیابی 447
❁ روزہ اور اُس کا اجر 449
❁ توبہ اور تمثیل نبوی ﷺ 450
❁ توبہ کی ایک اور مثال 452
❁ حجاج بن یوسف کی توبہ کا واقعہ 454
❁ بندۂ مومن اور خوف وامید کی کیفیت 457
❁ قبولِ ایمان کی برکات 457
❁ رمضان کے بعد رحمتِ الٰہی 458

ماہ ذوالحجہ کے فضائل اور اہم واقعات

❁ شہادتِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ 460
❁ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک پیش گوئی 460
❁ جنگِ صفین کا حادثہ 461
❁ عبداللہ بن سبا کی سازشیں 462
❁ میڈیا کا پروپیگنڈہ 462

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❁ اقوامِ متحدہ کا دوہرا معیار 462

❁ مسلم اتحاد۔ وقت کی اہم ضرورت 464

❁ عالم کفر کی سازشیں 464

❁ اسلام اور فرقہ بندی 465

❁ فرقہ بندی کی نحوست 467

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے انصاف کا ایک واقعہ 468

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاف کا واقعہ 469

❁ ہماری بدعملی اور بے اتفاقی کے نتائج 470

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت 471

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطباتِ قرآن وحدیث کی نمایاں خصوصیات

یوں تو اس وقت اسلامی خطبات کی بیسیوں کتابیں موجود ہیں۔ ہر معروف عوامی مقرر کے خطبات شائع ہو چکے ہیں اور نئے نئے خطباء اور واعظین کے مزید خطبات منصۂ شہود پر آ رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان حالات میں خطبات کی ایک نئی کتاب کی کیا ضرورت تھی؟ جواباً عرض ہے کہ اس وقت خطبات و تقاریر پر مشتمل جتنی کتابیں موجود ہیں اگر آپ بنظر غائر جائزہ لیں تو ان کی علمی، فکری، ادبی اور استنادی حیثیت خود آپ پر واضح ہو جائے گی۔ ان میں زیادہ تر خطبات درحقیقت پنجابی مقررین کی اُن تقریروں پر مبنی ہیں جو انہوں نے مختلف مواقع اور مختلف حالات وظروف کے تحت کی تھیں۔ اس لیے نہ تو یہ اپنے موضوع کا احاطہ کرتی ہیں، نہ علمی وقار کی حامل ہیں، نہ ان میں صحت و استناد کا اہتمام ہے، نہ طرز استدلال کی استواری ہے، اور نہ حوالہ جات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

ایسی کتابیں محض عامیانہ واقعات پر مشتمل ہیں یا موقع محل کی مناسبت سے پنجابی اشعار ان کی نمایاں خصوصیت کہی جا سکتی ہے۔ ان تقاریر کا ایک بڑا حصہ فرقہ وارانہ مسائل ومباحث پر مشتمل ہے۔ اختلاف رائے کے اظہار کے لیے سنجیدہ اور متین لہجہ اختیار کرنے کی بجائے نہایت سوقیانہ اور سخت زبان استعمال کی گئی ہے۔ کہیں کہیں لطیفے اور چٹکلے بھی چھوڑے گئے ہیں۔ الغرض ان تقاریر سے عوام تو وقتی طور پر محظوظ ہوئے ہوں گے مگر یہ تقاریر علمی افادیت کی حامل ہرگز نہیں کہی جا سکتیں اور کاغذ پر منتقل ہونے کے بعد تو ان کا رہا سہا وقار اور بھرم بھی جاتا رہا ہے۔ کیونکہ کتاب کی صورت میں ان کا عامیانہ پن اور واضح ہو گیا ہے۔

ایک عام تعلیم یافتہ شخص جب اس طرح کی کتاب لے کر پڑھنے بیٹھتا ہے تو ایک دو صفحات کے بعد ہی اس کی طبیعت میں اکتاہٹ اور بیزاری پیدا ہونے لگتی ہے۔ کیونکہ یہاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسے نہ تو علمی وفکری شکوہ نظر آتا ہے، نہ فکر و استدلال کی محکمی و استواری ملتی ہے نہ واقعات کے پس پردہ عبرت پذیری میسر آتی ہے اور نہ ادبی دلکشی اور چاشنی دکھائی دیتی ہے۔

زیر نظر خطبات مذکورہ تصنیفات سے ہٹ کر کچھ منفرد خوبیوں کے حامل ہیں۔ یہ اضافی خوبیاں ان کی اشاعت کا جواز فراہم کرتی ہیں اور انھیں خطبات کی دوسری کتابوں پر فوقیت دلاتی ہیں۔ ان خطبات کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

خطبات کی زبان:

ان خطبات کی زبان صاف ستھری، مہذب و شائستہ اور فصاحت و بلاغت کی آئینہ دار ہے۔ جملے باہم مربوط اور منظم ہیں۔ انداز بیان اگرچہ خطیبانہ ہے مگر اپنے اندر تحریر و نگارش کی خوبیاں بھی رکھتا ہے۔ گویا تحریر و خطابت دونوں خصوصیات کا حامل ہے۔ انداز گفتگو میں تیزی کی بجائے دھیما پن ہے جو متانت اور سنجیدگی کا غماز ہے۔ اس سے قاری کے لیے بات کا سمجھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

آیات اور احادیث کی نشاندہی:

ان خطبات میں آنے والی احادیث کی تخریج کی گئی ہے اور قرآنی آیات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے، تاکہ اگر کوئی شخص ان آیات و احادیث تک رسائی حاصل کرنا چاہے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہ رہے۔

حواشی کا اہتمام:

متن میں آنے والی بعض قابل وضاحت باتوں کے لیے حواشی قلم بند کیے گئے ہیں۔ اس طرح بعض تشنہ تکمیل اور قدرے مبہم مسائل کی بہترین صورت میں صراحت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح متن میں آنے والی کچھ شخصیات، تاریخی مقامات اور اہم واقعات پر بھی حواشی لکھے گئے ہیں۔ یہ حواشی قاری کے لیے اضافی معلومات کا بہترین ذریعہ ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حالات حاضرہ پر تبصرہ:

صاحبِ خطبات جناب حافظ عبد الوحید روپڑی صاحب کا چونکہ حالات حاضرہ پر مطالعہ بے حد وسیع ہے، اس لیے انہوں نے نئے پیدا شدہ مسائل وحوادث سے بھی پوری طرح اعتنا کیا ہے۔ نئے افکار و خیالات کا بھی دقتِ نظر سے جائزہ لیا ہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان پر بڑے عمدہ ریمارکس دیے ہیں اور نہایت جچے تلے تبصرے کیے ہیں۔

جدید تاریخ پر گہری نظر:

مقرر موصوف قدیم تاریخ کے ساتھ ساتھ جدید تاریخ پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں خصوصاً گزشتہ دو صدیوں کی تاریخ کے اہم واقعات پر ان کی برابر نظر ہے ان واقعات کے پس پردہ محرکات کا بھی انہیں بخوبی علم ہے۔ ان عالمی واقعات وحادثات کا انہوں نے جابجا اپنے خطبات میں تذکرہ کیا ہے۔ اس طرح قاری کو تاریخ سے واقفیت کا ایک اچھا موقع مل جاتا ہے۔

فرقہ واریت سے گریز:

ہمارے معاشرے کے اکثر خطباء کی تقاریر فرقہ وارانہ مباحث میں الجھی ہوئی ہیں بلکہ کہنا چاہیے کہ زہر میں بجھی ہوئی ہیں۔ ان سے معاشرے میں باہمی الفت ومحبت، یگانگت اور صلح وآشتی کی بجائے منافرت پھیلتی ہے۔ عناد وعداوت جنم لیتی ہے اور معاشرتی عدم استحکام پیدا ہوتا ہے۔ مگر زیر نظر خطبات میں فرقہ واریت کا کوئی عنصر نہیں پایا جاتا۔

ناصحانہ انداز:

ان خطبات میں بڑا ناصحانہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ نصیحت کے نبوی اسلوب کو اپنانے کی کوشش کی گئی ہے اور نرمی وملائمت سے کام لیا گیا ہے۔ لوگوں کے عقائد ونظریات پر بے جا تنقید نہیں کی گئی اور نہ ہی سخت اور درشت انداز اپنایا گیا ہے۔

عقلی وسائنسی حقائق سے استدلال:

حافظ صاحب دینی علوم میں کامل دستگاہ رکھنے کے ساتھ ساتھ عقلی علوم اور جدید سائنسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حقائق سے بھی آگاہی رکھتے ہیں۔ خصوصاً وہ سائنسی اشارات جن کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا گیا ہے اور سائنس کی دریافت شدہ حقیقتوں نے جن پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ ان جدید سائنسی حقائق وانکشافات پر دسترس اور رسائی کی وجہ سے انہوں نے اسلام کی صداقت و ثقاہت کے اثبات وتحقق میں سائنسی علوم سے بھرپور استدلال کیا ہے۔ اس لیے ان خطبات کے مطالعہ سے کسی حد تک جدید علوم وفنون سے بھی روشناسی ہوتی ہے۔

قرآنی خطبات:

ان خطبات کو اگر قرآنی خطبات سے موسوم کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہاں ہر چیز پر قرآن سے استدلال کیا گیا ہے۔ ہر مسئلہ، ہر نقطہ فکر اور ہر پیش آمدہ واقعہ کے حل کے لیے قرآن ہی کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جابجا بکثرت قرآنی آیات دکھائی دیتی ہیں۔

ترغیب عمل:

ان خطبات کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ عمل پر اکساتے ہیں۔ اپنی زندگیاں دین کے مطابق بسر کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں کیونکہ ان میں نہ تو طول طول بحثیں ہیں، نہ فلسفیانہ موشگافیاں ہیں اور نہ فرقہ وارانہ عصبیتیں ہیں، یہ دردِ دل سے کہی ہوئی باتیں ہیں جو انسان کو عمل پر ابھارتی ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ عبدالوحید روپڑی حفظہ اللہ...... مختصر حالاتِ زندگی

حافظ عبدالوحید روپڑی صاحب برصغیر پاک و ہند کے عظیم محدث و محقق حافظ محمد عبد اللہ روپڑی رحمہ اللہ کے بھتیجے ہیں اور روپڑی علماء میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ کے والدِ محترم کا نام حافظ محمد حسین روپڑی ہے جو اپنے زمانے کے جید عالم دین تھے۔ بیک وقت حافظ قرآن، ائمہ سلف کے تفسیری افادات کے روشناس ہیں، علوم حدیث کے ماہر، قادر الکلام مقرر اور منجھے ہوئے مدرس و مناظر تھے۔ ایام جوانی میں اپنی قابل رشک صحت اور دین سے سچی تڑپ اور لگاؤ کی وجہ سے انہوں نے دعوت و تبلیغ کے میدان میں بڑا کام کیا۔

ولادت اور تعلیم و تربیت:

حافظ عبدالوحید صاحب تقسیم ہند سے چار سال قبل متحدہ پنجاب کے مشہور مقام امرتسر میں 1943 میں پیدا ہوئے۔ ایک دینی و مذہبی گھرانے میں پیدائش کی وجہ سے ان کی تربیت خالص اسلامی ماحول میں ہوئی۔ ان دنوں حافظ صاحب کے والد گرامی دین کی نشر و اشاعت کی غرض سے درس و تدریس میں مشغول تھے اور وہ یہ کام لوجہ اللہ کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ تجارت کے پیشے سے منسلک تھے۔ کیونکہ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ خود ہاتھ سے کما کر اہل و عیال کو کھلایا جائے اور دین کی جو بھی خدمت کی جائے وہ بغیر کسی دنیاوی منفعت کے خالصتاً خوشنودیٔ باری تعالیٰ کے لیے کی جائے۔

اس ماحول میں حافظ صاحب کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا تو سب سے پہلے انہیں قرآن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجید پڑھایا گیا۔ پھر خاندانی روایت کے مطابق انہیں حفظ پر لگا دیا گیا۔ اپنے خداداد مثالی حافظے کی بدولت انہوں نے محض دس ماہ کی مدت میں گھر پر ہی اپنے والد محترم سے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرنے کے بعد وہ اپنے مقصد سے دور نہیں ہوئے اور جلد ہی تراویح میں قرآن سنانا شروع کر دیا اور 22 سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ زمانی اعتبار سے یہ مدت 1957 سے 1980 پر محیط ہے۔ اس کے بعد بیماری اور صحت کے مسائل کی وجہ سے تراویح میں قرآن سنانے کا عمل تو موقوف ہو گیا مگر قرآن حکیم کو اپنے سینے میں محفوظ رکھنے کے لیے مختلف حفاظ کے ساتھ مل کر انہوں نے کئی دفعہ قرآن حکیم کا دور مکمل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں قرآن کریم اب بھی ازبر ہے۔ اس کی دلیل ان کے خطبات ہیں۔ ہر خطبہ میں بیسیوں آیات سننے کو ملتی ہیں۔

حفظ قرآن کے بعد انہیں سکول میں داخل کروایا گیا۔ ازاں بعد درس نظامی کا سلسلہ شروع ہوا۔ درس نظامی کی ابتدائی کتابیں انہوں نے اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ اس کے بعد اپنے چچا حافظ عبدالرحمٰن کمیر پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ جامع مسجد رحمانی جے بلاک ماڈل ٹاؤن میں ان سے بلوغ المرام، مشکوۃ المصابیح اور قرآن مجید کے آخری چھے پاروں کا ترجمہ پڑھا۔

اس دوران حافظ صاحب کے والد محترم مولانا محمد حسین روپڑی 1959 میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس کے بعد آپ جامعہ اہل حدیث چوک دالگراں میں آ گئے۔ یہاں انہوں نے اپنے تایا جان محدث کبیر حافظ محمد عبد اللہ صاحب رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔ اور اپنے سینے کو اسلامی علوم و معارف سے خوب معمور کیا۔ یہیں پر انہوں نے محدث روپڑی کے علاوہ مولانا عبد الجبار ملک پوری اور مولانا غلام قادر بہاول پوری سے بھی خوب استفادہ کیا۔

ان عالی قدر اساتذہ کے علاوہ انہوں نے اس دور کے ایک اور بڑے محدث اور نابغۂ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عصر عالم حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے تفسیری افادات سے بھی استفادہ کیا۔ وہ اس طرح کہ حافظ گوندلوی صاحب دورہ تفسیر قرآن کے سلسلے میں اکثر و بیشتر جامعہ اہل حدیث لاہور میں تشریف لاتے تھے۔ اس طرح حافظ عبدالوحید روپڑی کو ان سے مستفید ہونے کا بھرپور موقع ملا۔ اس کے بعد حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب رحمہ اللہ نے انہیں اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لیے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ بھیجا جہاں ایک سال زیر تعلیم رہنے کے بعد انہیں یرقان کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ مدینہ طیبہ میں علاج کے باوجود مرض کی شدت میں اضافہ ہوتا رہا حتی کہ ایک دن ان کے مصری ڈاکٹر نے کہا! بھائی پہلے اپنی صحت کو سنبھالا دو پھر تعلیم حاصل کرو۔ کیونکہ جب تک صحت حاصل نہیں ہوجاتی اس وقت تک حصول علم کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ آپ وطن واپس آگئے، دو سال تک علاج ہوتا رہا دو سال کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکمل طور پر صحت یاب ہو گئے۔

کاروباری سرگرمیاں:

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے واپسی اور علاج معالجہ کے بعد حافظ صاحب کے گھریلو حالات ناساز ہو گئے تھے اور انہیں اس ضمن میں سخت مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس صورت حال سے نکلنے کا فیصلہ کیا اور تجارت کا بزنس شروع کیا، مگر اس کے لیے تو خطیر سرمائے کی ضرورت تھی جو ان کے پاس نہیں تھا۔ کاروبار کے لیے سود پر روپیہ لے نہیں سکتے تھے کہ یہ دین وشریعت میں حرام ہے اور اللہ و رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ اس لیے انہوں نے شراکت داری کے اسلامی اصول کے مطابق کچھ رقم اپنے بہن بھائیوں سے اکٹھی کی اور کچھ اپنے والد محترم کے دوستوں سے حاصل کی۔

حافظ صاحب کے کاروبار میں آنے کا فیصلہ درحقیقت ان کے والد گرامی کی اس خواہش کے پیش نظر بھی تھا کہ ایک داعیٔ دین کو خود کما کر کھانا چاہیے اور دین کی اشاعت وترویج کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سرگرمیاں بغیر کسی دنیاوی مفاد کے جاری رہنی چاہئیں۔ چنانچہ اللہ کا نام لے کر انھوں نے کام شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے کاروبار میں بے حد برکت ڈالی۔ کاروبار دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا حتی کہ 1982 میں انہوں نے ایک فیکٹری لگانے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہ منصوبہ کامیابی سے ہم کنار ہوا۔ یہ فیکٹری حفاظ سیم لیس پائپ انڈسٹری کے نام سے کراچی میں قائم ہوئی اور اب تک بدستور کام کر رہی ہے۔ یہ فیکٹری بغیر جوڑ کے سیمنٹ کے پائپ بناتی ہے اور یہ پاکستان میں اپنے کام کی نوعیت کے لحاظ سے واحد فیکٹری ہے۔

جامعہ رحمانیہ کے قیام وانصرام میں کردار:

حافظ صاحب نے اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر 1968 میں اس دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی تھی۔ 91 بابر بلاک گارڈن ٹاؤن لاہور میں قائم ہونے والی یہ درس گاہ اب ایک بڑے جامعہ کی صورت اختیار کر چکی ہے اور ملک کے بڑے مدارس میں شمار ہوتی ہے۔ یہاں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا بھی بہت اچھا انتظام موجود ہے۔ حافظ صاحب پورے چالیس برس تک اس عظیم جامعہ کے سرپرست اور سرگرم معاون رہے۔ اپنے بھائی حافظ عبداللہ حسین کے کراچی چلے جانے کے بعد انہوں نے تن تنہا اس کی مالی ذمہ داریوں کو بخوبی پورا کیا۔ اب اگرچہ ان کے پاس اس جامعہ کی کوئی باضابطہ ذمہ داری نہیں ہے۔ ان کے بھائی حافظ ڈاکٹر عبد الرحمٰن مدنی صاحب اور ان کے بیٹے اسے بطریق احسن چلا رہے ہیں مگر پھر بھی حافظ صاحب کا جامعہ سے رسمی اور خیر سگالی کا تعلق بہر حال موجود ہے۔

بحیثیت سرپرست جماعت اہل حدیث:

حافظ صاحب اگرچہ دین کی دعوت وتبلیغ کے میدان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے اور کاروباری سرگرمیوں کے باوجود دینی نشر واشاعت کے سلسلے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مگر ایک عرصہ تک جماعتی تنظیم میں انہوں نے بوجوہ کوئی ذمہ دارانہ عہدہ قبول نہ کیا۔ مگر اب سے کچھ عرصہ پہلے جب وہ جامعہ اہل حدیث میں جمعہ پڑھاتے تھے، احباب جماعت نے اصرار کر کے انہیں جماعت اہل حدیث پاکستان کا سرپرست بنالیا۔ چار سال تک انہوں نے اس ذمہ داری کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ نبھایا۔

نرینہ اولاد:

حافظ صاحب کی نرینہ اولاد دو بیٹے ہیں۔ ایک حافظ عبدالسمیع جنہوں نے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ایم۔ بی۔ اے کر رکھا ہے۔ وہ ہر سال تراویح میں قرآن مجید سناتے ہیں اور اپنی منزل پکی کرنے کے لیے حفاظ کے ساتھ دورہ کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے بیٹے حافظ عبدالعلیم ہیں جنہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے گریجوایشن کی ہے۔ یہ دونوں صاحب زدگان متدین اور اسلامی وضع قطع کے حامل ہیں۔ اپنے والد محترم کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں۔ بلکہ اب تو کاروبار انہی کے ہاتھ میں ہے۔ دینی معاملات میں یہ دونوں سعادت مند بیٹے اپنے والد کے معاون و مددگار ہیں۔

دعوت و تبلیغ:

حافظ صاحب دعوت و تبلیغ کے ساتھ دلی شغف رکھتے ہیں۔ لاہور کی مختلف مساجد میں لوجہ اللہ خطبات جمعہ ارشاد فرماتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انہیں 6 سال تک جامع مسجد قدس اہل حدیث ٹاؤن شپ میں، 22 سال تک جامع مسجد اہل حدیث سنت نگر میں، چار سال تک جامعہ اہل حدیث چوک دالگراں میں اور کچھ عرصہ جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ میں باقاعدگی سے جمعہ پڑھانے کا اعزاز حاصل ہے۔ اور اب گزشتہ دو سالوں سے جامعہ ابن تیمیہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے ہیں۔

خطبات جمعہ کے علاوہ لاہور کی بعض مساجد میں ان کے دروسِ قرآن کا سلسلہ بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاری رہا۔ تعلیم بالغاں اور بعض ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی انجمنوں کی دعوت پر ان کے ہاں جاکر درس دیتے رہے۔ لاہور کے علاوہ گوجرانوالہ، قصور، کنگن پور، ساہیوال اور دیگر کئی شہروں میں بھی دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں وہاں کے احباب کی درخواست پر جاتے رہے ہیں۔

حافظ عبدالوحید صاحب کے خطبات و تقاریر کو پیش نظر رکھ کر جب ان سے چند ایک سوالات کیے گئے تو انہوں نے تشفی بخش جوابات دیے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے چند سوال و جواب یہاں درج کر دیے جائیں۔ ان سے حافظ صاحب کی بے تعصبی، وسعت فکر ونظر، طرز استدلال اور عمیق مطالعے کا بھی حال معلوم ہوگا۔

[1]:...... آپ نے دوسرے مقررین کے برعکس اپنے آپ کو فرقہ وارانہ مباحث سے دور رکھا ہے۔ بلاشبہ یہ بڑی خوش آئند بات ہے مگر یہ کیسے ممکن ہوا؟

اس سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا: پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن وسنت میں فرقہ واریت کی سخت مذمت پائی جاتی ہے۔ فرقہ وارانہ مسائل کو اچھالنا اور دوسرے مکتب خیال کے لوگوں کو انتہائی ناشائستہ زبان میں ہدف تنقید بنانا دین کی کوئی خدمت نہیں بلکہ یہ چیز دین کی روح کے خلاف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں عوام الناس کی نفسیات سے واقف ہوں۔ جب دین وشریعت کے مزاج اور مجموعی تقاضوں کو پس پشت ڈال کر کسی کو نشانہ تنقید بنایا جائے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ حق بات جان کر بھی اسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اس طرح دعوت و تبلیغ کا اصلی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس لیے بات ہمیشہ مثبت انداز اور خیر خواہی کے جذبہ کے تحت کہنی چاہیے۔

[2]:...... حافظ صاحب! آپ نے دین کے بعض مسلمات کی توضیح وتشریح کے لیے بعض جدید سائنسی حقائق اور انکشافات سے بھی استدلال کیا ہے۔ فلکیات کے بعض مباحث کے ضمن میں آپ نے ایسا کیا ہے۔ سائنسی طرز فکر سے آپ کو دلچسپی کیسے پیدا ہوئی؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ آج کا دور سائنس کا دور ہے۔ پڑھے لکھے لوگ سائنسی طرزِ فکر کے حامل ہیں۔ اس لیے اگر سائنس کے ثابت شدہ جدید سائنسی حقائق سے استدلال کیا جائے تو جدید تعلیم یافتہ حضرات زیادہ بہتر طور پر سمجھنے لگتے ہیں۔ اس طرح اسلام کے معتقدات کی صداقت اور ثقاہت کو زیادہ موثر طریقے سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کے مسلمات اور سائنس کے ثابت شدہ حقائق میں کوئی منافات نہیں۔ اس لیے انہیں اسلام کے دفاع میں پیش کیا جانا چاہیے۔

خود قرآن مجید نے سائنس کے بعض اشارات کا ذکر کیا ہے۔ مجھے قرآن کے ان اشارات سے دلچسپی رہی ہے۔ اس لیے میں قرآن مقدس کے اس پہلو کے حوالے سے متجسس رہا ہوں۔ اس بارے میں کتابی معلومات کے ساتھ ساتھ میں نے امریکہ اور برطانیہ میں بعض رصدگاہوں کا مشاہدہ بھی کیا۔ اس سے مجھے فلکیات کے بارے میں جدید ترین معلومات میسر آئیں۔ جنہیں میں نے اپنے خطبات میں بعض قرآنی آیات کی تشریح وتفسیر کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

[3]:...... حافظ صاحب! آپ نے اپنے خطبات میں یہودیوں کی قدیم وجدید تاریخ کا اکثر کہیں مجمل اور کہیں شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس اختصاص کی کیا وجہ ہے؟

اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ یہودی قوم اپنی ذہنیت کے اعتبار سے بڑی شاطر و چالاک اور عیار و مکار واقع ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر بے شمار انعامات اور احسانات کیے مگر اس نے ہر موقع پر احسان فراموشی کا شرمناک مظاہرہ کیا۔ جس کی وجہ سے ذلت ومسکنت ان کے مقدر کا حصہ بن کر رہ گئی۔ تاریخ کے ہر دور میں دنیا کی ہر قوم نے ان سے نہایت توہین آمیز سلوک کیا۔ اس توہین وتذلیل کا جواز انہوں نے خود فراہم کیا۔

یہودی جہاں بھی رہے اس ملک کی سالمیت کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ بالآخر ہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قوم و ملک کے خلاف ریشہ دوانیوں کا انہیں خمیازہ بھگتنا پڑا۔ یہودیوں کی صدیوں کی ذہنی کارسازیاں ایک ہی ڈگر پر چلتی رہی ہیں جس کی وجہ سے آج یہودی ذہنیت سازش، خباثت اور کینہ پروری کا شاہکار بن گئی ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنی ذہانت و فطانت کا منفی استعمال کیا ہے۔ اور آج ان کی تمام تر منفی اور تخریبی سرگرمیوں کا رخ اسلام اور مسلمانوں کی طرف ہے۔ اس لیے میں نے ان کی تاریخ، ذہنیت اور شاطرانہ چالوں کا اپنے خطبات میں اکثر ذکر کیا ہے۔

بلاشبہ دوسری غیر مسلم قوموں نے بھی اسلام کو زک پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا مگر یہودی اپنی ناپاک جسارتوں میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ سپین سے مسلمانوں کے اخراج، خلافت اسلامیہ کے خاتمے اور مشرقِ وسطی کے مسلمانوں کے استحصال کے پیچھے یہودی دسیسہ کاریاں ہی کارفرما رہی ہیں۔ اور آج بھی امریکہ اور یورپی ملکوں کو اسلامی دنیا پر حملوں کے لیے اکسانے میں یہی پیش پیش ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں بسنے والے اڑھائی تین کروڑ یہودیوں نے دنیا بھر کے امن وسکون کو غارت کر رکھا ہے۔ شاطرانِ یہود ہی دونوں عالم گیر جنگوں کا باعث بنے۔

یہودیوں کی تاریخ سے غیر معمولی دلچسپی ہی کی وجہ سے حافظ صاحب نے مصر سے بنی اسرائیل کی ہجرت کے راستے معلوم کرنے کے لیے بی بی سی لندن سے نقشے حاصل کیے اور مشرق وسطی میں ان مقامات کا مشاہدہ کیا۔ اس سے ٹھیک طور پر انہیں اس ہجرت، اس کی تاریخ، واقعات اور تعداد وغیرہ کا حال معلوم ہوا۔

بیرونی ملکوں کے سفر:

حافظ صاحب دنیا کے کئی ملکوں کے سفر بھی کرتے رہے ہیں۔ گاہے یہ سفر تجارتی غرض سے کیے گیے اور گاہے خالصتاً دعوتی و تبلیغی نقطہ نگاہ سے۔ اگر تجارت کے مقصد سے بھی کئی ملکوں میں گئے ہیں تو پھر بھی انہوں نے اپنے دعوتی مشن کو فراموش نہیں کیا۔ وہاں کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلامک سنٹرز کی دعوت پر انہوں نے وہاں بھی دین کا پیغام عوام الناس تک پہنچایا ہے۔ اس سلسلے میں موصوف متعدد ملکوں کے دورے کر چکے ہیں چنانچہ اب تک امریکہ برطانیہ، بلجیم، کینیڈا، سوئٹزرلینڈ، ہولینڈ، جرمنی آسٹریلیا، جاپان، چین، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب وغیرہ جا چکے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور سعودی عرب تو وہ بار بار گئے ہیں۔ مانچسٹر کے اسلامک سنٹر میں تو انہوں نے متعدد بار جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا ہے۔

مطالعہ کتب کا ذوق:

تجارت، تبلیغ و دعوت اور گوناگوں دیگر سرگرمیوں کے باوجود مطالعہ کتب ان کے معمولات حیات کا باقاعدہ حصہ رہا ہے۔ موصوف کتابیں پڑھنے کے بے حد شائق ہیں۔ تفسیر، حدیث، سیرت، حیات صحابہ اور ائمہ حدیث وتفسیر کے حالات پر مشتمل کتابیں انہیں بہت مرغوب ہیں۔ اکثر جب وہ سعودی عرب جاتے ہیں تو وہاں سے اپنی پسند کی بہت سی کتابیں بھی لاتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر مصنفات وہ ہوتی ہیں جن میں مستشرقین اور منکرین حدیث کے جوابات ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں مصری محقق اور ادیب محمد حسین ہیکل کی کتابوں کا انہوں نے خاص طور پر مطالعہ کیا۔

حافظ صاحب کا کہنا ہے کہ برصغیر میں انگریزی عہد حکومت میں یورپ سے ذہنی مرعوبیت کی بنا پر کچھ مسلم سکالرز نے بخاری ومسلم کی احایث کو خواہ مخواہ ضعیف بنا دیا۔ حالانکہ ایسا کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اب عربی میں صحیحین پر بہت کام ہو چکا ہے۔ ہر حدیث کی استنادی حیثیت واضح ہو چکی ہے۔ اگر کاروباری مصروفیات نہ ہوتیں تو میں اس موضوع پر کام کرتا۔

اخلاق وکردار:

حافظ صاحب کے اخلاق ومحاسن کے بارے میں مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی نے مختصراً مگر جامع انداز میں جو کچھ لکھا ہے اسے دہرا دینا ہی مناسب معلوم ہوتا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ بھٹی صاحب لکھتے ہیں:

''موصوف اپنے اسلاف کی طرح تہجد گزار، اعمال صالحہ کے خوگر اور عبادت گزار ہیں۔ صاف ستھرے کردار کے مالک ہیں۔ اپنے اسلاف کی خوب صورت یادگار اور ان کا عمدہ نمونہ ہیں۔ انہوں نے ہنگامہ آرائی اور جھگڑوں جھمیلوں سے خود کو ہمیشہ دور رکھا۔ مساجد و مدارس کی خدمت و اعانت کو اپنے لیے ضروری قرار دیا۔ شرافت کا مرقع اور نجابت کا پیکر۔ اللہ اس گھرانے کا حامی و ناصر ہو۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شانِ رب العالمین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ أَشْھَدُ أَنْ لَّا اِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلَّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿یَا یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ٥ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ٥ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ٥﴾

(الانفال : ۲۰ تا ۲۲)

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ٥﴾ (آل عمران : ۱۶۳)

اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم:

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو ان آیات میں حکم دیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔ ان کا حکم مانیں اور ہر طرح سے فرماں برداری کریں، اسلام لانے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں، اگر اسلام لانے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم سے سرتابی کی جائے اور اپنی خواہشات کے پیچھے بھاگتے ہوئے مادر پدر آزاد زندگی گزاری جائے تو پھر مسلمان ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول جب ہمیں کسی بات کا حکم دیں تو ہم پر کیا فرض عائد ہوتا ہے؟

﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (الانفال : ٢٣)

ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کا حکم سنو اور پھر اس سے منہ پھیر لو۔ اپنے آپ کو مسلمان کہو، اللہ اور اس کے رسول کی غلامی اور فرماں برداری کا پختہ اقرار کرو مگر جب اللہ اور اس کا رسول تمہیں حکم دیں تو تم اس سے اعراض کر لو۔

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾

(الانفال : ٢١)

مسلمانو! یہود و نصاریٰ کی مانند نہ ہو جاؤ کہ جب ان کے نبیوں نے انہیں کسی بات کا حکم دیا تو انہوں نے کہا "سَمِعْنَا" ہم نے سن لیا مگر حقیقت یہ تھی کہ "لَا يَسْمَعُوْنَ" وہ سنتے نہیں تھے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا انحرافی روّیہ:

یہود و نصاریٰ کا حال آپ کے سامنے ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بہت سے واقعات اللہ کریم نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ایک بے گناہ کے قتل پر گائے کی قربانی کا حکم دیا تو انہوں نے کج روی کی اور اگر جہاد کا حکم دیا تو انکار کر دیا اور اگر تورات کے احکامات پر ایمان لانے کا حکم دیا تو ان سے انحراف کیا۔ اس کے برعکس بچھڑے کی پرستش کر کے شرک اور بت پرستی کی راہ اختیار کی۔ مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرماں برداری نہیں کی۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا﴾ (الانفال : ۲۱)

ان لوگوں کی مانند نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں ہم نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم سن لیا مگر حقیقت میں نہیں سنتے۔ ❶ کیونکہ اگر حقیقتاً سنتے تو اس پر عمل پیرا ہوتے۔

آپ کے علم میں ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے صحرائے سینا میں بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ پانی کی عدم دستیابی کو یوں دور کیا کہ موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا پتھر پر اپنا عصا مارو۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب پتھر پر عصا مارا تو

﴿فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا﴾ (البقرہ : ۶۰)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم بارہ قبیلوں پر مشتمل تھی، لہٰذا بارہ ہی چشمے پھوٹ نکلے، پھر اس کے بعد صحراء کی جھلسا دینے والی گرمی کا تدارک یوں کیا کہ

﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ﴾ (البقرہ : ۵۷)

اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر ان پر بادل تان دیئے کہ دھوپ ان کو تنگ نہ کرے۔ کھانے پینے کی فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لیے من وسلویٰ اتار دیا۔ اتنی ناز برداری کرنے کے بعد بھی وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کرنے کے لیے تیار نہ تھے، حتی کہ جب انہوں نے مصر سے ہجرت کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انہیں بحیرۂ قلزم پار کروا دیا۔

﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ﴾ (الاعراف : ۱۳۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بحیرۂ قلزم میں بارہ راستے پیدا کر دیئے اور بنی اسرائیل کو پار اتار دیا اور تعاقب کرنے والی فرعونی فوجیں غرق کر دی گئیں۔ اب اللہ تعالیٰ

---

❶ سننا سے مراد محض کان کی سماعت نہیں ہے بلکہ دل کے کانوں سے سننا ہے۔ اس لیے سننا ہے کہ اس پر پوری طرح عمل پیرا ہوا جائے، لیکن اگر سننے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو پھر سننا اور نہ سننا برابر ہے۔ سننا اور بدعملی کی راہ اختیار کرنا حقیقت میں سننا نہیں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی اتنی بڑی قدرت دیکھ لینے کے بعد تو ان کے ایمانوں میں اضافہ ہو جانا چاہیے تھا مگر ایسا نہ ہوا۔ پھر بحیرۂ قلزم پار کر کے وہ ایک بستی میں پہنچے، جہاں کے لوگ بت پرستی کرتے تھے، انہیں دیکھ کر احسان فراموش بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے:

﴿يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾ (الاعراف: ۱۳۸)

اے موسیٰ علیہ السلام! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا مجسم اور محسوس رب بنا دیجیے جیسے ان لوگوں نے بنائے ہیں۔ یہ بے شرمی اور ڈھٹائی کی انتہاء تھی کہ جب رب نے انہیں معجزانہ طور پر بحیرۂ قلزم کے پار اتارا، فرعون کی غلامی سے نجات بخشی، صحرا میں میٹھے پانی کے چشموں سے نوازا، اُن کے لیے آسمان سے من وسلویٰ جیسی مرغوب چیزیں اتاریں جو انہیں بغیر مشقت کے ملتی رہیں اور انہیں صحرا کی گرمی سے بچانے کے لیے ان کے اوپر بادلوں کے ٹکڑے پھیلا دیئے۔

اللہ تعالیٰ کی اتنی مہربانیوں، شفقتوں اور عنایتوں کو نظر انداز کر کے اسی کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگ جانا یقیناً احسان فراموشی اور نمک حرامی کی بدترین مثال ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کا دل اندھا ہو جائے اور حق و باطل کی تمیز کھو بیٹھے تو اس کی آنکھیں اندھی اور کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ اس کی آنکھیں اپنے گرد و نواح کے واقعات پر ضرور پڑتی ہیں مگر بصیرت سے محروم رہتی ہیں اور اُس کے کان اپنے ماحول سے اٹھنے والی عبرت انگیز صدائیں ضرور سنتے ہیں مگر عقل و شعور اور فہم و تدبر سے عاری رہتے ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان کے طرز عمل اور جاہلانہ بلکہ مشرکانہ مطالبات سے بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے:

﴿اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ٥﴾ (الاعراف: ۱۳۸)

تم بڑے جاہل ہو، اللہ کی قدرتوں کے بڑے بڑے مظاہر دیکھ کر بھی تم اپنے رب کو نہ پہچان سکے۔ مملکتِ مصر کے بزعم خویش رب فرعون کو بھی عمر بھر رب تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ ہو سکی مگر جب بحیرۂ قلزم میں چند غوطے آئے تو اسے رب نظر آ گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

(الاعراف : ۱۳۹)

یہ جن بتوں کی پرستش کرتے ہو یہ سب باطل ہیں۔ اللہ رب العزت کی بندگی اور پرستش وعبودیت کے علاوہ ہر بندگی اور پرستش کی شکل باطل ہے۔ اللہ رب العزت اس بت پرستی اور اصنام پرستی کو بالآخر ختم کردے گا۔ قوم موسیٰ علیہ السلام کے افراد کی بدبختی اور بدقسمتی ملاحظہ فرمائیے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کوہ طور پر پہنچے تو ان کی عدم موجودگی میں ان کی قوم کے ایک فرد سامری ❶ نے سونے کا بچھڑا بنا کر اس کی پرستش اور پوجا پاٹ کو فروغ دینا شروع کردیا۔

❶ سامری کون تھا، اسرائیلی تھا یا غیر اسرائیلی؟ یہ اس شخص کا حقیقی نام ہے یا اس کی قومیت کا اظہار ہے؟ اس نے بچھڑا کیوں اور کس مقصد کے لیے بنایا، اس کی غرض وغایت اور مقاصد کیا تھے؟

سامری دراصل غیر اسرائیلی تھا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا تھوڑا بہت معتقد ہونے کی بنا پر بنی اسرائیل کے ساتھ نکل آیا تھا۔ بظاہر مسلمان بھی تھا مگر اس کے دل سے کفر وشرک کی نجاست ابھی نہیں گئی تھی۔ اسے بنی اسرائیل کی کمزوریوں کا بخوبی علم تھا۔ صدیوں مصر کے مشرکانہ تمدن میں رہنے اور مصریوں کی غلامی وعبودیت میں زندگی گزارنے کی وجہ سے وہ کئی ایک مشرکانہ رسوم وعقائد کے خوگر ہو چکے تھے۔ حالانکہ وہ الہامی تعلیمات رکھتے تھے اور وحی وتنزیل کی ضوفشانیوں سے مشرف تھے۔

گوسالہ پرستی قدیم مصری تہذیب وتمدن کا ایک مذہبی عقیدہ تھا، جسے ان کے مذہب میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اس لیے ان کے ایک بڑے دیوتا حورس کا منہ گائے کی شکل کا تھا، مصری یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ زمین گائے کے سر پر قائم ہے، الغرض مصری گائے کی تقدیس کے قائل تھے۔ اس ماحول اور معاشرے میں رہتے ہوئے بنی اسرائیل کو بھی گائے کے تقدس کی چھوت لگ گئی تھی۔ اس لیے جونہی سامری نے بچھڑا بنایا، بنی اسرائیل کے کمزور عقیدے کے لوگوں نے اس کی پرستش شروع کردی۔

بچھڑے کے تخلیق کنندہ کا نام سامری نہیں تھا بلکہ یہ اس کی قومیت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی یہ شخص درحقیقت سمیری تھا، سمیری اس دور کی ایک معروف قوم تھی، جس کا مسکن دجلہ وفرات کا دوآبہ تھا، لیکن یہ لوگ اپنے وطن سے نکل کر دور دور تک پھیل گئے تھے، مصریوں سے ان کے تعلقات کی داستان تاریخ کی روشنی میں آچکی ہے۔ ان کے نام سے تاریخ کا قدیم شہر سامرہ آباد ہوا۔

گائے کی تقدیس کا عقیدہ سمیریوں میں بھی تھا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں یہ عقیدہ کسی وقت مصر وعراق سے ہندوستان منتقل ہو گیا تھا، جو آج تک موجود ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب ذرا اس واقعہ پر غور کیجیے۔ بنی اسرائیل نے جو روش اپنائی اور جو طریقہ کار اختیار کیا، کیا اسے اطاعت و بندگی کا نام دیا جا سکتا ہے؟ کیا اسے فرماں برداری سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ کیا اسے سمع و طاعت کا وتیرہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، یہ انداز و اسلوب اور یہ روش اطاعت و انقیاد کی نہیں، احسان فراموشی کی ہے۔ اس لیے اللہ رب العزت نے ان کا طرزِ عمل اپنانے سے سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾

(الانفال : ۲۱)

اے مسلمانو! ان قوموں کی طرح نہ ہو جاؤ، ان لوگوں کا طرزِ عمل اختیار نہ کرو جو منہ سے تو کہتے تھے کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم سن لیا لیکن حقیقت میں وہ کچھ بھی نہیں سنتے تھے، کیونکہ جب سن کر عمل ہی نہیں کرنا تو سننے کا کیا فائدہ، بلکہ

﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ﴾ (الانفال : ۲۲)

یہ لوگ تو اللہ کے نزدیک سب سے برے ہیں۔

﴿الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾ (الانفال : ۲۲)

ایسے لوگ گونگے بہرے [41] ہیں جو عقل و شعور سے عاری ہیں۔

---

[41] ان سے مراد پیدائشی گونگے بہرے نہیں، وہ تو معذور ہیں، ان کا نطق و سماعت سے محروم ہونا برا نہیں، بلکہ اگر وہ صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں، اس حالت میں بھی اللہ کے شکر گزار بندے بنے رہیں تو بلاشبہ ایسے شکر گزاروں کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بے حد و حساب اجر ہے۔ یہاں وہ گونگے بہرے مراد ہیں جو ٹھیک ٹھیک بولتے اور سنتے ہیں مگر جان بوجھ کر اللہ کے حکم سے سرتابی کرتے ہیں، ان کے سامنے احکامات الٰہیہ کا تمسخر اڑایا جا رہا ہو یا معاشرے میں عملاً ان کی دھجیاں اڑ رہی ہوں، وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے اور جرأت و بے باکی کے ساتھ حق و صداقت کا اظہار نہیں کرتے، نہ صرف باطل پر حرف گیری نہیں کرتے بلکہ اپنی خاموشی اور سکوت کے باعث اس کے لیے معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح احکام الٰہی کو سنتے ضرور ہیں مگر سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ پروا نہیں کرتے کہ کیا کہا گیا ہے اور اس حکم کو سننے کے بعد عملاً کون سی ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارا طرزِ عمل:

ان آیات کی روشنی میں آج ذرا ہم اپنا محاسبہ کریں، اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں، ہم مسلمان ہیں، اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں،

((اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله))

کلمے میں ہم توحید ورسالت کا اقرار واعتراف کرتے ہیں مگر اس کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کے لیے تیار نہیں۔ اللہ حکم دیتا ہے کہ پانچ وقت نماز پڑھو۔ کیا ہم پانچ وقت نماز پڑھنے کے لیے تیار ہیں؟ ہمارے ہاں اَسّی فیصد (80%) لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے کہ جو لوگ صاحب نصاب ہیں وہ اپنے مالوں سے زکوٰۃ ادا کریں، کیا ہمارے معاشرے میں زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے۔ میرے اندازے کے مطابق نوے فیصد لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو بتایئے پھر یہ کیسا اسلامی معاشرہ ہے؟

پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں یعنی نیکیوں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں تاکہ معاشرے میں امن واستحکام پیدا ہو۔ اچھی اقدار فروغ پائیں اور برائی کی سرگرمیاں دم توڑ جائیں۔

اگر ہم نیکی کی باتوں کی پابندی کریں اور گناہ سے پرہیز کریں اور اپنی خوشیوں اور غمیوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری میں گزاریں تو یقیناً دنیا وآخرت دونوں جگہ کامیابی ہمارا مقدر ٹھہرے گی۔ لیکن کیا ہماری خوشی ومسرت کی تقریبات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری میں گزرتی ہیں؟

ہماری شادیاں اور اسلام:

ہم میں سے اکثر وبیشتر اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شادیوں میں ہندوؤں رسومات بجا لاتے ہیں، مہندی کرتے ہیں اور مہندیوں پر بہت سی بے ہودہ رسومات اپناتے ہیں۔ جو اسلام کی سراسر ضد ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ نکاح کے بعد دوسرے دن مختصر کھانا کھلانا سنت ہے، مگر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ بڑی بڑی باراتیں، یہ لمبے چوڑے انتظامات، یہ بینڈ باجے، یہ آتش بازی اور طرح طرح کی فضولیات کس حدیث سے ثابت ہیں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیٹیوں کے نکاح مسجدوں میں کیے ہیں، اگر کوئی چاہتا تو چھوہارے وغیرہ کھلا دیتا تھا، کھانا دینا حدیث سے ثابت نہیں، ولیمہ سنت ثابتہ ہے۔ مگر ہم اسے حکم نبوی کے مطابق نہیں کرتے۔ یہاں کی شیخ برادری خاص طور پر چنیوٹ برادری کے لوگ ولیمہ نہیں کرتے۔ مہندیوں پر کئی کھانے دیتے ہیں اور ان میں طوائفوں کو بلاتے ہیں، ان گانے اور ناچنے والیوں پر چالیس چالیس اور پچاس پچاس لاکھ روپیہ نچھاور کر دیتے ہیں۔

ہماری روش اور حکم الٰہی:

اللہ رب العزت تمہیں ان بے ہودگیوں سے روکتا ہے۔

﴿وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا﴾ (النساء: ١٤٠)

اللہ نے اپنی کتاب مبین میں واضح طور پر یہ ہدایت اتاری ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کے ساتھ کھلم کھلا کفر کیا جا رہا ہے اور اللہ کے احکام کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو

﴿فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ (النساء: ١٤٠)

ایسی حالت میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو حتی کہ وہ اس مکروہ دھندے کو چھوڑ کر کسی اور کام میں مصروف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود پامال ہو رہی ہوں اور تم اسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر رہے ہو تو یاد رکھو! تم بھی انہی کے ساتھی ہو، تم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًاۨ﴾

(النساء: ١٤٠)

اللہ تعالیٰ نے برائی کی محفلوں اور مجلسوں میں بیٹھ کر انہیں رونق بخشنے والوں کو مسلمان نہیں کہا، منافق اور کافر قرار دیا ہے اللہ ایسے کافروں اور منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔تم اسلام پر اللہ سے عہد و پیمان کر کے پھر نافرمانی کرو تو بتاؤ تم کیسے مسلمان ہو؟ تم ہندوؤں کی رسومات ادا کرو، مغرب کی ملحدانہ تہذیب کی پاسداری کرو۔ سالگرہ کے کیک کاٹو، مخلوط محفلیں منعقد کرو اور جی بھر کر اسلام کی تعلیمات کا حلیہ بگاڑ دو تو کیا اس کے بعد بھی تمہاری مسلمانی میں کوئی فرق نہیں پڑتا؟

وفات پر ہمارا رویّہ:

ہم کیسے مسلمان ہیں جو اپنی خوشیوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری اختیار نہیں کر سکتے اور وہ رسومات وآداب بجا لاتے ہیں جو اسلام کے دشمنوں کی تہذیب و ثقافت کے آئینہ دار ہیں۔ اسی طرح غمیوں اور فوتگیوں کے مواقع پر بھی ہمارا یہی حال ہے۔ آپ بتائیے یہ قل، یہ ساتے اور یہ چالیسویں کس حدیث سے ثابت ہیں؟ نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات اور ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کس نے قل کیے؟ ساتواں کیا اور چالیسواں کیا؟ اور لوگوں کو انواع واقسام کے کھانے کھلائے؟

حالانکہ سنت زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جس کے گھر میں فوتگی ہو جائے وہاں عزیز واقارب اور دوست واحباب کی طرف سے کھانا بھیجا جانا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ (1)

(1) سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی اور نبی کریم ﷺ کے چچیرے بھائی تھے۔ انہوں نے اسلام کی ابتداء میں بیس سال کی بھرپور جوانی کی عمر میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مساعی سے اسلام قبول کرلیا تھا، ساتھ ہی ان کی سعادت مند بیوی سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی مسلمان ہوگئی تھیں۔ ابوطالب کی مالی حالت کی ابتری کی وجہ سے بچپن میں ان کی کفالت سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ جب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر سختیاں بڑھ گئیں تو آپ ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کے لیے کہا۔ انہی مہاجرین حبشہ میں سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے پیغمبر اسلام ﷺ کے دفاع میں نہایت شاندار تقریر کی تھی، اس تقریر کی فصاحت و بلاغت، دل آویزی اور ہر دلعزیزی کا عالم یہ تھا کہ نجاشی اس سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور بالآخر وہ اسلام کے شرف سے بہرہ ور ہوا۔

سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ دس سال تک حبشہ میں ٹھہرے اور ۷ھ میں اس وقت مدینہ پہنچے جب نبی اکرم ﷺ خیبر کی فتح سے واپس لوٹ رہے تھے۔ آپ ﷺ ان سے بغل گیر ہوئے، ان کا ماتھا چوما اور بڑی خوشی ⇐ ⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

....

⇐⇐ومسرت کے عالم میں فرمایا: آج معلوم نہیں دونوں میں سے مجھے کس کی زیادہ خوشی ہے، فتح خیبر کی یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے کی؟

۸ ھ میں جب رومی شجر اسلام کو اکھاڑ دینے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار افراد کا ایک لشکر ترتیب دیا اور سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں عرب کی سرحدوں پر رومیوں سے مقابلہ کے لیے بھیجا، موتہ کے مقام پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ جنگ میں سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ امیر لشکر بنے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر لے کر ان کے گھر گئے۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اترا ہوا اور افسردہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو بلاؤ۔ وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گود میں بٹھایا اور پیار کرنے لگے مگر آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے ہمت کر کے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ماجرا کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان بچوں کے باپ شہید ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آنسو صاف کیے اور دعا فرمائی: اے اللہ! جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کی نگہبانی فرما، اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جعفر رضی اللہ عنہ کو جنت میں اس حال میں دیکھا ہے کہ اس کے دونوں بازو خون آلود ہیں اور پاؤں بھی خون سے رنگین ہو چکے ہیں۔

سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ قریش کے بہت حسین وجمیل نوجوان تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شکل وصورت اتنی ملتی تھی کہ کمزور نظر والا اکثر مغالطہ کھا جاتا تھا۔ بخاری میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا! تم شکل وشباہت ہی نہیں عادات واطوار کے اعتبار سے بھی میرے مشابہ ہو۔ (صحیح بخاری: ۲۶۹۹، ۴۲۵۱)

سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ جود وسخا میں بھی بے مثل تھے۔ مسکینوں کا بہت خیال رکھتے تھے، حتی کہ ان کا لقب ہی ابوالمساکین پڑ گیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے زیادہ مساکین کے حق میں بہتر تھے، وہ اکثر ہمیں اپنے گھر لے جاتے اور کھانا کھلاتے۔ (بخاری: ۳۷۰۸)

تاریخ ابن عساکر میں سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مختصر جملہ موجود ہے: اسمح امتی جعفر۔ میری امت میں جعفر سب سے زیادہ فراخ دل ہیں۔

جنگ موتہ میں وہ اس قدر بہادری اور جرأت سے لڑے تھے کہ ان کے جسم پر تہتر (۷۳) گہرے ⇐⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی شہادت کے موقع پر فرمایا تھا کہ جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کے لیے کھانا بھیجو۔❶ لیکن اس کے برعکس ہمارا رویہ کیا ہے؟ ہم قل کرتے ہیں یعنی جس گھر میں فوتگی ہوئی ہے، جہاں کہرام مچا ہوا ہے، جہاں آہ و بکا ہے اور اہل خانہ غم واندوہ اور صدمے سے نڈھال ہیں۔ مذہب کے نام پر پلنے والوں نے ایک اور مصیبت ان پر لاد دی کہ وہ شاندار کھانے پکائیں، رشتہ داروں، محلے والوں اور خود ان مذہبی بہروپیوں کو کھلائیں۔

مذہب کے ان ٹھیکیداروں نے اس کا نام نیکی رکھا ہوا ہے۔ اسے اجر وثواب سے تعبیر کر رکھا ہے۔ حالانکہ وہ نیکی کیسی ہے؟ جس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نہیں لگی ہوئی۔ جن معصوم اور ننھے بچوں کے والد دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، جن کا آخری سہارا چھن گیا ہے اور جن پر غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں، ان یتیموں کے رہے سہے وسائل بھی اپنی زبان کے چٹخارے اور اپنے شکم کے جہنم کو بھرنے کے لیے نیست و نابود کر دینا آخر کہاں کی نیکی ہے؟

ہمارا مجموعی المیہ:

رسومات کے سلسلہ میں یہ تو پاکستان کا حال ہے۔ پاکستان سے باہر مراکش سے انڈونیشیاء تک ایسی بے شمار رسومات ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسری طرف وہ

⇦ زخم تھے، ان کے دونوں بازو کٹ گئے تھے۔ اس لیے لسان نبوت سے انہیں ذوالجناحین کا لقب عطا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کٹنے والے بازوؤں کے عوض انہیں دو پر عطا فرمائے ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ اڑتے رہتے ہیں۔

جامع الترمذی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رأیتُ جعفر یطیر مع الملائکة فی الجنّة" (ترمذی: ۳۷۶۳) میں نے جعفر رضی اللہ عنہ کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہوئے دیکھا۔

اسی اڑنے ہی کی نسبت سے آپ کا لقب طیار بھی زبان رسالت سے عطا ہوا۔ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے حالات کی تفصیل کے لیے دیکھیں: الاستیعاب لابن عبد البر، اسد الغابة لابن اثیر، الاصابة لابن حجر۔

❶ سنن ابی داؤد: ۳۱۳۲، جامع الترمذی: ۹۹۸۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سعادت مند افراد جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری اور تابعداری کا شرف حاصل ہے، ان پر لوگ طرح طرح سے طعن کرتے ہیں۔ ان کے عجیب وغریب نام رکھتے ہیں اور ان پر بے سروپا الزامات دھرتے ہیں حالانکہ یہ لوگ کتاب وسنت کی اتباع کرتے ہیں اور بدعات وخرافات سے کوسوں دور ہیں اور یوں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مستحق ہیں۔

آپ بتائیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سود کو حرام کیا ہے۔ اس کی حرمت اور قباحت وشناعت میں کس کو شک ہے مگر کتاب وسنت کے دعوے داروں، حدیث وسنت کے علمبرداروں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حب داروں کا بھی حال یہ ہے کہ وہ سود لیتے اور دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ تمہیں سود سے روکتا ہے۔ اگر تم سود سے باز نہیں آؤ گے تو

﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ (آل عمران : ۱۳۱)

''اس آگ سے ڈر جاؤ جو کافروں کے لیے تیار کی ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ (البقرہ : ۲۷۹)

اگر تم سود کھانے سے باز نہیں آتے تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

بتائیے! ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کر رہے ہیں یا نافرمانی کر رہے ہیں؟ ہم اسلامی زندگی گزار رہے ہیں یا غیر اسلامی؟ ہم قرآن وسنت پر بحیثیت مجموعی کس قدر عمل پیرا ہیں۔ اللہ رب العزت نے یہودیوں پر ذلت ومسکنت مسلط کرنے کا جو سبب بیان فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (البقرہ : ۸۵)

یہ اللہ کے کچھ احکام مانتے ہیں اور کچھ کا انکار کر دیتے ہیں، جو اللہ کے حکم کو پورا قبول نہ کرے تو اسے جزاء ملنی چاہیے یا سزا ملنی چاہیے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿فَمَا جَزَآءُ مَنۡ يَّفۡعَلُ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ اِلَّا خِزۡىٌ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا﴾

(البقرہ: ۸۵)

اللہ کے حکم کو پورا قبول نہ کرنے والوں کے لیے اللہ کے ہاں کوئی جزا نہیں بلکہ دنیا کی ذلت ورسوائی ہے۔

﴿وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يُرَدُّوۡنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الۡعَذَابِ﴾ (البقرہ: ۸۵)

''اور قیامت کے روز شدید ترین عذاب کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ:

آخرت کا معاملہ تو اللہ کے علم میں ہے مگر تاریخ کے تناظر میں جھانک کر دیکھا جائے تو واقعتاً یہودیوں پر ذلت و مسکنت صدیوں تک مسلط رہی ہے، کبھی ان کی خانہ جنگیوں کی صورت میں، کبھی بیرونی حملہ آوروں کی شکل میں اور کبھی بیماریوں اور وباؤں کی شکل میں۔ بات صرف یہود کی نہیں بلکہ عاد، ثمود اور اہل مدینہ وغیرہ جس جس نے بھی اللہ کے کلموں سے منہ موڑا، اللہ نے اسے تہس نہس کر کے رکھ دیا کہ آج سوائے کھنڈروں کے ان کی کوئی یادگار باقی نہیں۔ اللہ کا ہم سے بھی یہی مطالبہ ہے کہ

﴿وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ اِنَّهٗ لَـكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ﴾

(البقرہ: ۲۰۸)

شیطان کی چھوڑی ہوئی گمراہیوں کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

بلاشبہ شیطان ہمارا صریح دشمن ہے، ہمارا ہی نہیں ہمارے آباؤ اجداد کا بھی بلکہ پوری نسل انسانی کا، مگر حیرت ہے کہ یہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی ہم اسی کے پیچھے بھاگتے چلے جا رہے ہیں۔

اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات سے انحراف کی وجہ سے آج ساری اسلامی دنیا ذلت و رسوائی سے دوچار ہے۔ آپ بتائیے! پاکستان ایک ایٹمی اسلامی قوت ہے۔ بیس کروڑ سے زیادہ آبادی رکھتا ہے، مگر پڑوس میں رہنے والا مشرک ہندو

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بنیا اس کا پانی روکتا ہے، گزشتہ ستر سالوں سے کشمیر پر قابض ہے، آئے روز بڑی بے دردی کے ساتھ مسلمانوں کا قتل عام کرتا ہے۔ مگر ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کا ہاتھ پکڑ سکیں اور اسے ظلم و بربریت سے باز رکھ سکیں۔ یہ ہے وہ ذلت جو ہم پر بھی طاری ہے، ہم ایٹمی قوت ضرور ہیں مگر ضعف ایمانی کی وجہ سے ظالم کو للکار نہیں سکتے۔

یہاں یہ کھیت مجھے نظر آرہے ہیں۔ اگر کسی کھیت والے کا پانی بند کر دیا جائے تو وہ اپنی جان دے دے گا مگر اپنا پانی نہیں رکنے دے گا، یہ ملک جو ہم نے اسلام کے نام پر لیا ہے اس میں پانی کی کمیابی سے کتنے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ سرائے دھر اور چولستان میں کتنے بہن بھائی زندگی کی بازی ہار رہے ہیں، ہماری زمینیں خشک سالی سے بنجر ہو رہی ہیں۔

آپ ایک بت پرست قوم سے اپنے حصے (1) کا پانی نہیں لے سکتے۔ کشمیر میں نوے فیصد مسلمان رہتے ہیں۔ آپ انہیں ہندو کی غلامی سے نجات نہیں دلوا سکتے اور پھر بڑے طمطراق سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم دنیا کی ایک ایٹمی قوت ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟ ہمارا رویہ بھی بالکل یہود کا سا نہیں ہے؟

---

(1) پاکستان کے صوبہ پنجاب اور سندھ کو سیراب کرنے والے دریاؤں کے منابع بھارت میں ہیں۔ یہ بھارت سے گزر کر ہی پاکستان میں داخل ہوتے ہیں۔ اب اس معاملے میں بین الاقوامی قانون یہ ہے کہ کوئی ملک نہ تو کسی دریا کی قدرتی گزرگاہ کو تبدیل کر سکتا ہے اور نہ اس کے پانی کو روک سکتا ہے۔ مگر بھارت نے اس مسلمہ قانون کی خلاف ورزی کر کے ۱۹۴۸ء میں پاکستان کے حصے کا پانی روک کر ایک تنازعہ پیدا کر دیا۔ یہ پاکستانی پنجاب اور سندھ کی معیشت کو تباہ کرنے کے مترادف تھا۔
پاکستان نے بھارت کے اس غیر منصفانہ رویے کے خلاف احتجاج کیا اور عالمی برادری کو اس مسئلے سے آگاہ کیا۔ چنانچہ عالمی بینک کی مدد سے ۱۹۶۰ء میں دونوں ملکوں کے درمیان اس سلسلے میں ایک معاہدہ ہوا جسے سندھ طاس کا نام دیا گیا۔ اس معاہدہ کی رو سے تین دریاؤں (راوی، ستلج اور بیاس) پر بھارت کا حق مان لیا گیا اور دوسرے تین دریا (سندھ، جہلم اور چناب) پاکستان کو سونپ دیئے گئے۔
اس معاہدہ کے باوجود بھارت پاکستان دشمنی میں اپنی مکروہ عادت سے باز نہیں آیا۔ اس نے پاکستان کو ملنے والے دریاؤں پر بھی بند باندھ کر ان کے پانی کو کم کر دیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہودی طرزِ فکر اور ہم:

ہم بھی کتاب اللہ کے بعض حصوں کو قبول کرتے ہیں اور بعض کا عملاً انکار ❶ کرتے ہیں۔ یہود کو انبیا کرام علیہم السلام نے ڈرایا کہ اپنے جزوی ایمان کی وجہ سے تم جہنم میں جاؤ گے تو انہوں نے کہا:

---

❶ اللہ تعالیٰ نے مختلف مادی اشیاء کی مختلف تاثیرات اور خواص رکھے ہیں۔ جو مستقل، دائمی اور ابدی ہیں، وقت کی ہزار ہا گردشیں ان میں تغیر و تبدل نہیں لا سکتیں، آگ اگر ہزاروں برس پہلے جلاتی تھی تو آج بھی جلاتی ہے، اس کے سوز و تپش میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا۔ اگر صدیوں پہلے لوگ زہر کھانے سے مر جاتے تھے تو آج بھی زہر کی ہلاکت آفرینیوں میں کوئی کلام نہیں اور اگر مدتوں پہلے برف ٹھنڈک و برودت کا مظہر تھی تو آج بھی اس کی خاصیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔

جس طرح ہمیں مادی اشیاء کی خاصیتوں میں کوئی شک و التباس نہیں، جاننا چاہیے کہ ٹھیک اسی طرح انسانی اعمال و افعال کی بھی کچھ مستقل خاصیتیں اور تاثیرات ہیں، جب بھی کوئی شخص کوئی کام یا فعل سرانجام دے گا اس کے مخفی خواص سے اسے ضرور حصہ ملے گا اگر کام اچھا ہے تو دنیا و آخرت ہر جگہ اسے اچھا بدلہ ملے گا اور اگر کام برا ہے تو اسے اس کا وبال اور خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

جس طرح ہم کانٹے بو کر پھولوں کی فصل نہیں کاٹ سکتے، جو بو کر گندم کی امید نہیں رکھتے، ٹھیک اسی طرح بدی کی سرگرمیوں سے اچھے نتائج کی توقع نہیں رکھ سکتے۔

فرد ہو یا قوم اللہ تعالیٰ کا قانون اٹل اور بے لاگ ہے۔ سب کے لیے یکساں ہے۔ مرورِ ایام سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، اگر ہزاروں برس قبل کوئی انسانی گروہ یا جماعت ایک خاص طرح کی سرگرمی سے خاص طرح کا نتیجہ حاصل کر چکی ہے، تو جب بھی اس طرح کی سرگرمی دوبارہ دہرائی جائے گی، نتیجہ پہلے سے مختلف نہ ہوگا۔ مثلاً ماضی بعید میں اگر کسی انسانی جماعت نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کر کے برا نتیجہ اٹھایا تھا تو آج بھی انبیاء علیہم السلام کی مخالفت سے کوئی صالح نتیجہ پیدا نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر یہود نے کتاب اللہ کے بعض حصوں کو نہ مان کر ذلت و مسکنت پائی تھی تو آج ہم بھی کتاب الٰہی کے بعض حصوں کو عملاً نظر انداز کر کے عزت و تکریم کے مستحق کیسے ٹھہر سکتے ہیں؟ ذرا نظر اٹھا کر دیکھیے! آج کی دنیا میں کیا ہمیں ذلت و رسوائی کا سامنا نہیں ہے؟ کیا ہم ہر جگہ پٹ نہیں رہے ہیں؟ کیا دنیا کے اہم فورمز پر ہماری بات سنی جاتی ہے؟ یہ سب کچھ کیا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ اگر ہم عقل و شعور سے بے بہرہ نہیں ہیں تو اس صورتِ حال پر ضرور غور کرنا چاہیے۔ اسے کہتے ہیں تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ قَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾ (البقرہ : ۸۰)

ہم جہنم میں گئے بھی تو فقط چند دنوں کے لیے جائیں گے۔ اس کے بعد پھر نکال لیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ﴾ (البقرہ : ۸۰)

تم اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرو، اس کے حکموں کو پاؤں تلے روندو اور دین کا مذاق بناؤ، اس سب کے باوجود اللہ نے تم سے عہد کر رکھا ہے کہ تم جہنم میں نہیں جاؤ گے اور اگر گئے بھی تو محض چند دن کی ''ہوا خوری'' کے بعد نکال لیے جاؤ گے۔

کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے کوئی پختہ وعدہ کیا ہے کہ تم اللہ کے احکام کو ٹھوکروں میں رکھو، اس پر عمل نہ کرو، دین کو جزوی طور پر قبول کرو، نمازیں پانچ کی بجائے دو پڑھو یا ہفتہ بھر صرف جمعہ پڑھو یا سال بعد عید ہی پر اکتفا کرو۔ دل چاہے تو زکوٰۃ دو ورنہ نہ دو۔ کیا تم محض کلمہ پڑھنے سے جنت میں چلے جاؤ گے؟

اگر تمہارا خیال یہی ہے تو تم اندھیرے میں تیر چلاتے ہو، تمہاری بات دیوانے کی بڑ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ تم محض اٹکل سے ایک بات کہتے ہو جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

﴿اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرة : ۸۰)

تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں، اللہ کا قانون اٹل ہے۔

﴿بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ﴾ (البقرہ : ۸۱)

جو شخص بھی ڈھٹائی کے ساتھ برائی کا ارتکاب کرتا رہا اس کے گناہ خود اس کا احاطہ کر لیں گے اور اسے بہر صورت اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

﴿فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ (البقرہ : ۸۱)

یہ لوگ بہر حال جہنم میں جائیں گے۔ جس ایمان کی وجہ سے انسان کی نجات ہو گی۔ اگر انسان گناہوں کی نحوست سے اپنا ایمان ہی ضائع کر چکا ہے تو نجات کیسے ہو گی؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس طرح آج مختلف فرقے ہیں۔ سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ماننے کے دعوے دار ہیں، اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے نہیں تھکتے۔ مگر حال یہ ہے کہ اکثریت نماز نہیں پڑھتی؟ تو کیا ان کا دعویٰ درست ہے؟ کیا انہیں یقین نہیں کہ واقعتاً انہیں ایک دن اپنے رب سے ملنا ہے؟

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ﴾ (الکھف : ۱۱۰)

اگر انہیں اپنے رب سے ملنے کا واقعی یقین ہے تو

﴿فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا﴾ (الکھف : ۱۱۰)

انہیں نیک عمل کرنے چاہئیں۔

نیک اعمال میں نماز پہلے نمبر پر ہے۔ اب جو شخص اسلام کا مدعی ہو اور نماز کا فریضہ بھی سرانجام نہ دے تو اس کے بارے میں کیا کہا جائے۔ کیا وہ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہے کہ وہ جنت کے بڑے بڑے مراتب کا تنہا وارث ہے؟

قرآن میں ہر چیز کا جواب موجود ہے۔ جہنمیوں سے پوچھا جائے گا تم جہنم میں کیوں آئے تو وہ کہیں گے؟

﴿لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ﴾ (المدثر : ۴۳)

ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (البقرہ : ۸۱)

یہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے، اس لیے کہ یہ جس ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وہ تو انہوں نے ضائع کر دیا۔

یہودی تعلیمات موسوی کو جزوی طور پر اپناتے تھے۔ مگر پھر بھی ایمان کے دعوے دار تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ایسے ناقص ایمان کو ہدف تنقید بنایا، اب ذرا ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کیا ہمارا معاملہ بھی ہو بہو یہود کا سا نہیں ہے۔ ہم اسلام اسلام کی ضرور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رٹ لگاتے ہیں، لیکن جہاں ذرا مشکل معاملہ پیش آیا یا ہمارے مفادات پر زد پڑی، فوراً پیچھے ہٹ گئے۔

ذرا غور کیجئے کیا ہمارا معاملہ یہود سے کچھ بھی مختلف ہے؟ وہ بھی مفادات کے بندے تھے اور بدقسمتی سے آج ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں جو نتیجہ ملا، یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارا نتیجہ ان سے مختلف ہو؟ دو مختلف قوموں کے ایک ہی طرح کے طرزِ عمل کا نتیجہ ایک ہی ہوگا۔ خواہ دونوں کے درمیان زمان و مکان کے کتنے ہی فاصلے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون اٹل، بے لاگ اور سب کے لیے یکساں ہے۔

ہمارے قول وفعل کا تضاد:

اگر ہم واقعتاً صحیح مسلمان ہیں، اگر ہم آقائے دوجہاں محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائے ہیں تو پھر ایمان کا تقاضا ہے کہ مسلمان کی سی زندگی گزاری جائے۔ ایک مسلمان کی زندگی کیسی ہونی چاہیے؟ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے آگے سرِتسلیم خم کردے، خواہ اسے کتنے ہی نقصانات کا سامنا کرنا پڑے، خواہ اسے اپنی جان سے ہی گزرنا پڑے مگر کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرے اور اپنی ساری زندگی یہی روش اپنائے رکھے۔ اس کے طرزِ عمل میں سرمو انحراف نہ آئے، یہ سچا مسلمان ہے۔

لیکن اس کے برعکس ایک شخص مسلمان ہونے کا مدعی ہے اور زبانی جمع خرچ کے طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے والہانہ محبت کا پرزور اظہار بھی کرتا ہے۔ لیکن اگر اس کی زندگی کے شب و روز پر نظر ڈالی جائے اور اس کے طرزِ زیست کا مشاہدہ کیا جائے تو اس کے متعدد شعبہ ہائے حیات اسلام سے متصادم نظر آتے ہوں اور اس کا طرزِ زندگی غیر اسلامی رویوں کا حامل ہو تو انصاف سے کہیے کہ ایسا شخص واقعی مسلمان ہے؟ کیا اس کے اسلام کے بلند بانگ دعوے صحیح ہیں؟

زبان سے تو ابوجہل بھی لبیک اللھم لبیک پکارتا تھا۔ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہا کرتا تھا:

((لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك الا شريك هو تملك الا شريكا هو لك تملكه و ما ملك)) 1

''یا اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں لیکن جس کو ہم تیرا شریک بناتے ہیں، وہ تیری ہی ملکیت ہے۔ تو نے ہی اسے اپنی شفاعت منتقل کی ہوئی ہے۔''

کلمہ اور اُس کے تقاضے:

لا الہ الا اللہ ہم بھی کہتے ہیں۔ بلاشبہ یہ کلمہ بڑا بابرکت ہے۔ جیسا کہ احادیث میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے گا وہ جنت میں جائے گا، لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا، نیک اعمال اس کنجی کے دندانے ہیں، کوئی کنجی دندانوں کے بغیر نہیں ہوتی اور نیک اعمال کے بغیر لا الہ الا اللہ کی ہم تصدیق نہیں کر سکتے۔

ہمارا معاملہ بھی بڑا عجیب وغریب ہے کہ ہم لا الہ الا اللہ کہتے ہیں مگر قبر پرستی بھی کرتے ہیں، پیر پرستی بھی کرتے ہیں اور شرک کے تمام کاموں میں بھی ملوث ہوتے ہیں، گویا ہم نے اپنے طرز عمل سے لا الہ الا اللہ کی نفی کر دی۔ اس نفی کے بعد کیا ہمارا ایمان باقی رہا؟ ہم نے تو اپنا ایمان ضائع کر دیا کیونکہ کلمہ میں تو ہم نے ما سواء اللہ کے سب خود ساختہ معبودوں اور آستانوں کی نفی کر دی مگر عملاً ان کو باقی رکھا، یہ تو سراسر کلمے کا مذاق ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ﴾ (الانفال: ۲۰)

---

1 مسلم: ۱۱۸۵.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو، اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو سنتے ہوئے اُس سے اعراض نہ کرو۔"

تمہارا رویہ یہود ونصاریٰ کا سا نہ ہو جو زبان سے تو کہتے تھے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو سن لیا مگر اپنی عملی زندگی میں اس کا انکار کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے انہیں بدترین مخلوق قرار دیا جو زبان رکھنے کے باوجود گونگی اور کان ہوتے ہوئے بھی بہری بنی ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس گمراہ کن رویے سے بچائے، اپنے دین کو سمجھنے اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ ہی مشکل کشا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۝﴾ (بنی اسرائیل:۱)

واقعہ معراج:

محترم سامعین! یہ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت مبارکہ ہے، اس میں اللہ رب العزت نے معراج کا واقعہ ذکر فرمایا ہے جو ستائیس رجب سن بارہ نبوی میں پیش آیا۔ معراج کی تاریخ کے حوالے سے سیرت نگاروں کا اختلاف ہے۔ قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی رائے میں ۲۷ رجب ہے۔ (61) اللہ کریم نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو ایک ہی رات میں مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ

(61) دیکھیے رحمۃ للعالمین، ص:۹۶۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تک کی سیر کروائی۔ یہ فاصلہ اس زمانے میں گھوڑوں اور اونٹوں پر تقریباً ایک ماہ میں طے ہوتا تھا۔ مسجد اقصیٰ سے پھر آپ ﷺ کو آسمانوں کی سیر کروائی گئی اور جنت و دوزخ دکھائے گئے۔ اسی دوران آپ ﷺ کو پانچ نمازوں کا تحفہ بھی ملا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ملنے والے اس تحفے کو اہل ایمان اپنائے ہوئے ہیں اور قیامت تک اسے اپنائے رکھیں گے۔ ان شاء اللہ

اہل ایمان کی تصدیق:

پھر واپسی پر نبی کریم ﷺ بیت المقدس سے مسجد الحرام لائے گئے اور پھر آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے، صبح پھر اپنے بستر سے اٹھ کر مسجد حرام میں آئے اور لوگوں کو یہ واقعہ بیان فرمایا۔ واقعہ کی تفصیلات سن کر اہل ایمان نے تو فوراً اس کی سچائی، اس کی صداقت اور اس کی حقانیت پر یقین کر لیا۔ انہیں اس واقعہ کی حیران کن باتوں پر ذرا بھی تعجب نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ رب العزت بے پناہ قدرتیں رکھتے ہیں۔ وہ اگر چاہیں تو اپنے کسی محبوب بندے کو دنیاوی اسباب کے بغیر بھی طویل ترین فاصلے پلک جھپکنے میں طے کرا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا کرنا ذرا بھی مشکل نہیں۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی سیر:

یہ واقعہ اس لیے بھی تعجب انگیز نہیں ہے کہ اس سے پہلے بھی ایسی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً سیدنا سلیمان علیہ السلام کی صبح کی سیر ایک مہینے کی مسافت کے برابر تھی۔ اسی طرح شام کی سیر بھی ایک ماہ کی مسافت کے برابر تھی۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾ (سبا:۱۲)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا رفع آسمانی:

اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا٥﴾ (النساء:۱۵۸)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اللہ رب العزت نے انہیں آسمان کی طرف اٹھا لیا اور اللہ زبردست حکمتوں والا ہے۔''

اخراج روح کی مثال:

یہ چیز اللہ کریم کے لیے ذرا بھی مشکل نہیں تھی۔ اسی طرح ہر شخص کی بوقت موت روح نکلتی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کافر و مشرک ہے یا صاحب ایمان و یقین۔ سب کی روحیں آسمان کی طرف چڑھتی ہیں مگر کافر کی روح کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ﴾ (الاعراف:٤٠)

کافروں اور مشرکوں کی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور نہ کبھی وہ جنت میں داخل ہوسکیں گی۔ ان کی روحیں زمین کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں جہاں وہ تحت الثریٰ میں پہنچائی جاتی ہیں۔ یہاں وہ سجین میں رکھی جاتی ہیں۔ سجین کا لغوی مطلب قید خانہ ہے۔ یعنی بدکرداروں، مشرکوں، کافروں اور اللہ کے باغیوں کی روحیں یہاں قید رکھی جاتی ہیں۔ قیامت کے روز یہ روحیں پھر لوٹا دی جائیں گی۔ چنانچہ نیک و بد سب اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ سب کا احتساب ہوگا اور پھر یہ سب لوگ جنت یا جہنم میں بھیج دیے جائیں گے۔

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝﴾

(الانفطار:١٣، ١٤)

''نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور فاسق و فاجر لوگ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔''

دعوت نبوی اور قریش کی مخالفت:

مکی معاشرے میں سن بارہ نبوی تک اہل اسلام کی تعداد چھ سو سے زیادہ نہیں تھی۔ دوسری طرف مشرکین مکہ کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی۔ ہر طرف کفر کا غلبہ تھا۔ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ حرم کعبہ کے اندر بت پرستی کا عمل جاری تھا۔ مشرکین آپ ﷺ کو اللہ کا رسول اور پیغمبر ماننے کو تیار نہ تھے۔ ان بدبختوں کا کہنا تھا کہ آپ ﷺ پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو وحی نازل ہوتی ہے وہ درحقیقت شیاطین کا القاء ہے۔ نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات وہ آپ ﷺ کو دین ابراہیمی سے ہٹا ہوا سمجھتے تھے۔ اور آپ ﷺ کی دعوت کو دین ابراہیمی سے الگ کوئی نئی دعوت قرار دیتے تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ کی دعوت ہی دین ابراہیمی کی اصل دعوت تھی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانے میں جس دین کی طرف بلایا تھا آپ ﷺ بھی اسی دین الٰہی کی طرف ساری دنیا کو بلا رہے تھے۔

مکہ سے باہر دعوت نبوی:

مگر آپ ﷺ کے ہم قدم قریشیوں نے آپ ﷺ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور پوری کوشش کی کہ آپ ﷺ کی آواز دعوت مکہ سے باہر نہ نکلنے پائے۔ لیکن ایام حج میں جو لوگ باہر سے مکہ مکرمہ آتے تھے وہ آپ ﷺ کی دعوت میں سے کچھ نہ کچھ ضرور سن کر جاتے تھے۔ اس طرح آپ ﷺ کا پیغام، آپ ﷺ کی دعوت اور آپ ﷺ کی پکار مکہ سے باہر دور دراز گوشوں تک پہنچنے لگی۔

اصنام پرستی کی توجیہ:

قریش آپ ﷺ کو نہ صرف اللہ کا رسول اور فرستادہ نہیں مانتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی صفات عالیہ سمیت نہیں مانتے تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات سیدنا محمد کریم ﷺ بیان کرتے ہیں وہ اسے حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات اپنے پیاروں میں تقسیم کر دی ہیں اور مجسّموں کی شکل میں یہ وہی برگزیدہ افراد ہیں جن سے ہم فریاد رسی کرتے ہیں۔ صفات کی اس تقسیم کے بعد اب اللہ کے ہاتھ خالی ہو گئے ہیں۔ یہ تھا مشرکین عرب کا عقیدہ ونظریہ۔

ہندوؤں کا تصورِ بت پرستی:

یہی عقیدہ ونظریہ ہمارے پڑوس کے ہندوؤں کا بھی ہے۔ وہ بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات دیوتاؤں میں منتقل کر دی ہیں۔ لہٰذا ان کے ہاں کوئی بارش کا دیوتا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے، کوئی روزی کا دیوتا ہے، کوئی قسمت کا دیوتا ہے، اور کوئی دولت کا دیوتا ہے۔ (1) اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری صفات ان دیوتاؤں کو دے دی ہیں تو اب رب تعالیٰ سے مانگنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ ہندوؤں کا یہ کہنا ہے کہ اب ہم ان ہی دیوتاؤں سے مانگیں گے۔ یہ دیوتے ہی ہماری تمام ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کرتے ہیں اور اگر رب تعالیٰ نہیں کچھ دیتے ہیں تو ان ہی دیوتاؤں کی سفارش پر دیتے ہیں۔

ٹھیک یہی عقیدہ قریش کا تھا اور یہی عقیدہ سارے عرب کا تھا کیونکہ اہل عرب قریش کے تابع تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ قریش سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اس لیے مذہبی معاملات اور خدا پرستی کے باب میں ان کا طرز عمل حقیقت پر مبنی ہے۔ حق وہی ہے جس کا پرچار قریش کر رہے ہیں اور قریش ہی دین ابراہیمی کے اصل وارث ہیں۔

---

(1) ہندوؤں کے ہاں اس طرح کے دیوتاؤں کی تعداد 33 کروڑ بتائی جاتی ہے۔ اس طرح کائنات کی تقریباً ہر چیز دیوتا قرار پاتی ہے۔ مگر ان کے بڑے بڑے دیوتا تین ہیں برہما، وشنو اور شیوا۔ برہما کائنات کا خالق اور قائم بالذات ہے۔ اس نے عالم کو عدم سے پیدا کیا لیکن نظام عالم کو ایک مرتبہ پیدا کرنے کے بعد برہما کا اب اس سے کوئی زندہ تعلق نہیں رہا۔ اس لیے ہندوؤں کے ہاں اس کی عبادت قریب قریب معدوم ہے۔ اصل معبود وشنو اور شیوا ہیں۔

وشنو اشیاء کی بقا اور حفاظت کا ذمے دار ہے اور اس کی زوجہ لکشمی دولت و ثروت اور عیش و فراوانی کی نمائندہ ہے۔ وشنو دنیا میں کسی بڑے انسان کی صورت میں نمودار ہو کر معجزانہ کارنامے بھی سرانجام دیتا ہے۔ رام اور کرشن اسی معبود کے اوتار تھے یعنی دونوں میں خود وشنو مجسم ہو گیا تھا۔

شیوا وشنو کے برعکس زندگی کی پرانی شکلوں کو مٹاتا اور نئی صورتیں پیدا کرتا ہے وہ تعمیر و تخریب کی تمام قوتوں کا مالک اور فطرت کی ساری کارروائیوں کا نگران کار ہے۔ وہ ہزاروں انسانوں کو امراض، وباؤں، زلزلوں اور طغیانیوں کے ذریعے موت کے گھاٹ اتارتا ہے اور ان کی جگہ لاکھوں نئے انسان پیدا کرتا ہے۔

مذکورہ تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ ہندو ذہن کے مطابق برہما (خالق کائنات) نے ایک دفعہ یہ عالم تخلیق کر دیا ہے۔ اب اس عالم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس لیے اب طلب حاجات کے لیے دوسرے دیوتاؤں کے سامنے جھولی پھیلانی چاہیے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا تصور توحید:

اس ماحول میں ہادیٔ برحق سیدنا محمد ﷺ نے اہل مکہ کو سمجھایا کہ یہ جو مجسّموں کی صورت میں تم نے خود ساختہ معبود بنا رکھے ہیں اور انہیں اللہ کا شریک بنا لیا ہے اور یہ فاسد عقیدہ گھڑ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ان میں منتقل کر دی ہیں، حالانکہ یہ عقیدہ سراسر فضول اور لغو ہے۔ بھلا اللہ کو اپنی صفات ان میں منتقل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ اپنی ذات میں بھی یکتا و بے مثال ہے اور اپنی صفات میں بھی لاشریک ہے۔ اس کو کیا پڑی ہے کہ وہ بتوں کے ذریعے لوگوں کی ضرورتیں پوری کرے۔ تم براہ راست اللہ سے مانگو۔ اسے دنیا کے حکمرانوں پر قیاس نہ کرو۔ تم اللہ کو جب پکارو گے وہ تمہاری پکار سنے گا اور جب تم اس سے مانگو گے وہ ضرور تمہیں عطا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی فریاد رس ہے:

اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۝﴾ (البقرہ:۱۸۶)

”اے میرے حبیب! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ دور ہے یا قریب۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ تمہارا رب بہت قریب ہے۔ وہ دور نہیں ہے۔ جب بھی کوئی پکارنے والا اسے پکارتا ہے تو وہ نہ صرف اس کی پکار اور فریاد سنتا ہے بلکہ اسے شرف باریابی بھی عطا فرماتا ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو قبول کرنا چاہیے اور اس پر ایمان لانا چاہیے۔ تمہیں دین و دنیا کی ہر بھلائی میسر آ جائے گی۔“

مشرکین کے ایک غلط نظریے کا رد:

اہل مکہ ایک عقیدہ یہ بھی رکھتے تھے کہ چونکہ اللہ رب العزت کی ذات بابرکات بہت عظیم اور رفیع الشان ہے۔ ہم ایسے گناہ گاروں کی براہ راست اس تک رسائی ممکن نہیں، اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہم ان بتوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ ہمیں اللہ کے قریب کردیتے ہیں۔ قرآن حکیم کے الفاظ میں ان کا کہنا یہ تھا

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (الزمر:۳)

''ہم تو ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ تک ہماری رسائی کرادیں۔''

کفار کے اس غلط نظریے پر نقد ونظر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کسی درمیانی واسطے کی ضرورت نہیں۔ ہم تمہارے بہت ہی قریب ہیں حتیٰ کہ تمہاری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۝﴾ (ق : ۱۶)

''اور ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''

تم جب اور جہاں پکارو، وہ تمہاری پکار سنے گا۔ اگر اسے زبان سے نہ بھی پکار سکو تو اسے دل ہی دل میں یاد کرلو تو بھی وہ تمہاری فریاد کو معلوم کرلے گا اور تمہاری فریاد رسی کرے گا۔ تم اللہ کریم کو دنیا کے حکمرانوں پر قیاس نہ کرو کہ جن تک تمہاری اکثر رسائی نہیں ہوتی کیونکہ وہ انسان ہیں انہیں کئی قسم کی ضرورتیں لاحق ہیں، نیند، بیماری اور دیگر کئی قسم کی احتیاجوں کا انہیں سامنا ہے۔ لیکن اللہ رب العزت کو آرام کی ضرورت ہے نہ نیند کی۔

﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ (البقرہ: ۲۵۵)

''وہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے اونگھ آتی ہے۔''

آسمانی سیر:

ایک رات نبی کریم ﷺ اپنے بستر پر سوئے اور صبح اپنے بستر پر ہی بیدار ہوئے اور مسجد حرام میں آکر قریشی سرداروں سے کہا کہ اللہ رب العزت نے مجھے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کروائی ہے اور وہاں سے مجھے آسمانوں کی سیاحت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ بات سن کر اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان نہ لانے والوں نے سخت تعجب کا اظہار کیا۔ اور آپ ﷺ کا مذاق اڑانے لگے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک آدمی رات کے مختصر حصے میں اتنے طویل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فاصلے طے کر لے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ جائے۔ کفار کے لیے بلا شبہ یہ بات سخت حیرت واستعجاب کی تھی مگر اہل ایمان کے لیے اس پر یقین کرنا ذرا بھی مشکل نہ تھا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے واقعہ معراج کی تفصیلات سن کر اسلام کا سب سے بڑا مخالف اور اسلامی دعوت کو روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانے والا ابوجہل سیدھا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا۔ آواز دے کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو باہر بلایا اور کہا کہ تمہارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ رات کو انہوں نے مکہ سے سینکڑوں میل دور مسجد اقصیٰ کی سیر کی اور پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر کی۔ اور پھر صبح ہونے سے پہلے اپنے بستر پر بھی پہنچ گئے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ کیا یہ ممکن العمل ہے؟ کیا یہ دعویٰ عقل و دانش کے تقاضوں پر پورا اترتا ہے اور کسی طرح بھی فہم وشعور کی گرفت میں آنے والا ہے؟

ابوجہل کی بات سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ ابھی میں نے رسول رحمت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں کی۔ لیکن اگر یہ بات واقعی انہوں نے کہی ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اس پر دربارِ رسالت مآب سے انہیں صدیق کا لقب ملا۔ یہ لقب ان کے لیے یقیناً ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر ابوجہل کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ وہ کہنے لگا ابوبکر! آپ ایک صاحب عقل وفہم انسان ہیں۔ تدبر اور شعور رکھتے ہیں۔ آپ نے کیسے ایک ناممکن الوقوع چیز کی اتنی آسانی سے تصدیق کر دی؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! جب وحی آسمان سے اترتی ہے تو کتنا وقت لگتا ہے۔ جب وحی آنِ واحد میں آجاتی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر جانا بھی کوئی محال اور بعید از عقل وقیاس واقعہ نہیں ہے۔ (1)

---

(1) دلائل النبوة للامام البیهقی۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیں: الاسراء والمعراج ص: ٦١۔ ٦٢.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واقعہ معراج کی عقلی توضیح:

واقعہ معراج اس دور سے تعلق رکھتا ہے جب ابھی تاروں کی دوری کے فاصلے دریافت نہیں ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود یہ بات البتہ سب کو معلوم تھی کہ آسمان بہت دور ہے اونچے سے اونچے پہاڑ پر چڑھ کر بھی آسمان تک رسائی کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن عین اسی زمانے میں نبی کریم ﷺ پر وحی آتی تھی۔ جب اللہ کریم کو یہ قدرت و طاقت حاصل ہے کہ وہ سیکنڈوں میں وحی بھیج دیتا ہے تو اپنے بندے کو آسمان کی سیر کرا دینے میں اس کے لیے کیا امر مانع ہے۔ اس سے ملتی جلتی ایک مثال وہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تذکرہ میں بیان فرمائی ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی مثال:

﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۝﴾ (ص:۳۵)

”اے میرے رب مجھے معاف کر دے اور مجھے وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو۔ بے شک تو ہی اصل داتا ہے۔“

﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ۝﴾ (ص:۳۶)

”تب ہم نے اس کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا جو اس کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی تھی جدھر وہ چاہتا تھا۔“

سیدنا سلیمان علیہ السلام ہوا کو جو حکم دیتے وہ آپ کا حکم مانتی اور وہ آپ کے پورے دربار کو اٹھا کر وہاں پہنچا دیتی جہاں آپ چاہتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾ (سبا:۱۲)

صبح کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک۔ دوسرے لوگ اونٹوں اور گھوڑوں پر جو فاصلے ایک ماہ میں طے کرتے، سیدنا

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سلیمان علیہ السلام کی صبح کی سیر اتنے فاصلے پر مشتمل ہوتی اور اتنی ہی لمبی سیر شام کی ہوتی۔ یہ بات اب تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ یہ بات یہود کی ابتدائی عہد کی تاریخ میں بھی موجود ہے۔

جدید ٹیکنالوجی سے استدلال:

آج ٹیکنالوجی نے ہوائی جہاز ایجاد کر لیا ہے۔ آج سے سوا سو سال پہلے ہوائی جہاز موجود نہیں تھے۔ 1903ء میں رائیٹ برادران نے ابتدائی صورت کا ہوائی جہاز تشکیل [1] دیا۔ اس کے بعد یہ اپنی کامل شکل میں جلوہ گر ہوا۔ ہوائی جہاز کی کامیاب پرواز سے پہلے کئی افراد اڑنے کے شوق میں گر کر ہلاک بھی ہوتے رہے ہیں۔ اب تو اتنے بڑے بڑے ہوائی جہاز بن چکے ہیں جن میں چھ چھ سو افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود ہے۔ اب اگر ایک آدمی کا وزن ڈیڑھ من فرض کیا جائے تو مجموعی وزن نو سو من ہو جائے گا۔ اب اگر ہر فرد کے ساتھ اس کے سامان کا اضافی وزن بھی شمار کیا جائے تو ٹوٹل وزن تیرہ چودہ سو من ہو جائے گا۔ اب اتنا بھاری وزن لے کر یہ جہاز تقریباً آٹھ آٹھ سو، نو نو سو کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑتے ہیں اور اب تو ایسے جہاز بھی بن چکے ہیں جن کی رفتار آواز کی رفتار سے بھی زیادہ ہے۔

---

[1] پرندوں کو فضاؤں میں اڑتے دیکھ کر انسان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی رہی ہے کہ وہ بھی کبھی فضا میں پرواز کرے۔ اس تصور کو حقیقت میں بدلنے کے لیے سب سے پہلی کاوش قرطبہ (سپین) کے ایک مسلمان سائنس دان عباس ابن فرناس (متوفی 887ء) نے کی۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایک گلائیڈر بنایا اور اسے لے کر قرطبہ کے ایک بلند پہاڑ سے کود پڑا۔ وہ دس منٹ تک ہوا میں اڑتا رہا مگر جب وہ زمین پر گرا تو اس کی اس فلائنگ مشین کے پر ٹوٹ گئے اور اس کی ریڑھ کی ہڈی بھی۔

ابنِ فرناس کے بعد کئی صدیوں تک کسی نے ہوابازی کی طرف توجہ نہ دی۔ پھر 1804ء میں سر جارج نے پرواز کے لیے ایک چھوٹا سا گلائیڈر بنایا اور پرواز کے کچھ اصول وضوابط بھی متعین کیے۔ سر جارج اگرچہ پرواز میں کامیاب نہ ہو سکا مگر اس کے اصولوں کی روشنی میں 1848 میں ولیم ہینسن نے 20 فٹ پر محیط پروں والا گلائیڈر بنایا اور قوت کے لیے اس میں ایک ہلکا سٹیم انجن بھی لگایا۔ یہ گلائیڈر زمین سے کچھ اوپر تو اٹھ گیا لیکن انجن کے بھاری ہونے کی وجہ سے پوری کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوائی جہاز ہی کی ایک قسم ہیلی کاپٹر ہے جس کو ہر مناسب جگہ پر اتارا جا سکتا ہے۔ یہ بڑے بڑے ٹینکوں کو اٹھا کر میلوں دور پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ستر ٹن وزنی ٹینک کو ہیلی کاپٹر کی ہک کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے اور یہ اتنے وزنی ٹینک کو پہاڑوں کے اوپر سے دوسری سمت لے جاتا ہے۔

اندازہ کیجئے کہ پہلے وہ سفر جو مہینوں میں نہیں سالوں میں طے ہوتا تھا۔ اب وہ گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ اب فرانس سے برق رفتار طیارے اڑتے ہیں اور بحر اوقیانوس کے اوپر سے پرواز کرتے ہوئے اڑھائی تین گھنٹوں میں چار ہزار میل کا فاصلہ طے کرتے ہوئے نیویارک میں اتر جاتے ہیں۔ اب ذرا غور کیجئے کہ اگر انسانوں کے بنائے ہوئے جہاز اتنی قوت پرواز رکھتے ہیں تو کیا اللہ رب العزت خود یہ طاقت نہیں رکھتا کہ اپنے بندے کو اٹھا کر آسمان پر لے جائے؟

کرہ ہوائی سے باہر سفر کی مشکلات:

سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ہمارے اوپر سو میل کے فاصلے تک ہوا کا ایک غلاف موجود ہے۔ اسے کرّہ ہوائی ❶ بھی کہتے ہیں۔ ہوا چونکہ لطیف ہوتی ہے اس لیے اگر کوئی شخص دس

⇦⇦ اس کے بعد اوٹو لینیلی اینٹل نامی ایک جرمن ہوا باز نے گلائیڈر پر کچھ مزید تجربات کیے۔ اور اس میں ایک چھوٹا سا گیسولین انجن فٹ کیا۔ 1896ء میں وہ اس جہاز کو ٹیسٹ کرتے ہوئے حادثے کا شکار ہو گیا اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اوٹو لینیلی نے ہوا بازی پر ایک کتاب بھی لکھی تھی۔

انیسویں صدی کے آخری سالوں میں یہ کتاب پڑھ کر اوہائیو (امریکہ) کے دو بائیسکل مکینک بھائیوں اوروِل رائٹ اور ولبر رائٹ (رائٹ برادران) کے ذہنوں میں بھی پرواز کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ 1900ء میں انہوں نے ایک گلائیڈر پر اپنے نئے بنائے گئے پروں کے ڈیزائن کا تجربہ کیا۔ 1901ء اور 1902 میں انہوں نے شمالی کیرولینا میں کئی حوصلہ افزا پروازیں کیں۔ بالآخر 1903 میں انہوں نے گلائیڈر میں انجن نصب کر کے اسے پرواز کے قابل بنا دیا۔ اس کے بعد جہاز سازی کے عمل میں تبدیلیاں ہوتی رہیں اور اس طرح یہ اپنی موجودہ حالت کو پہنچا۔

❶ کرہ ہوائی کرہ ارض کے گرد گیسی آمیزے کی تہہ کو کہتے ہیں جو کشش ثقل کی وجہ سے ایک غلاف کی ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پندرہ میل بھی اوپر چلا جائے تو آکسیجن کی کمی اور ہوا کے دباؤ کی وجہ سے اس کا سانس اکھڑنے لگتا ہے۔ پاک و ہند کی بڑی بڑی پہاڑی چوٹیاں جیسے ہمالیہ، کے ٹو، قراقرم وغیرہ ہیں۔ ان بلند و بالا چوٹیوں پر پہنچنے کے لیے ساتھ آکسیجن سلنڈر لے جانا ضروری ہے کیونکہ اس اضافی آکسیجن کے بغیر وہاں تک پہنچا جا ہی نہیں سکتا۔

اور اگر کوئی شخص کرہ ہوائی کو عبور کر کے اس کے پار اتر جائے تو اس کا وزن زائل ہو جائے گا اور وہ بے وزن ہو کر رہ جائے گا۔ آکسیجن کے بغیر اس کا جسم پھٹ جائے گا۔ اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے خلائی لباس ایجاد کیا گیا ہے جس میں آکسیجن کا سلنڈر اور انسان کو زندہ رکھنے والی دوسری کئی ایک چیزیں موجود ہوتی ہیں۔

مگر اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کی قطعاً ضرورت نہیں پڑتی۔ اللہ اپنے رسول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

⇦⇦ طرح زمین کے گرد لپٹا ہوا ہے۔ زمین پر زندگی کا انحصار اسی کرہ ہوائی کی بدولت ہے۔ اس کرے میں وہ تمام گیسیں پائی جاتی ہیں جو زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ کرہ ہوائی کا 99 فیصد حصہ صرف دو گیسوں نائٹروجن اور آکسیجن پر مشتمل ہے جبکہ دوسری تمام گیسوں کی مقدار صرف ایک فیصد ہے۔ نائٹروجن کی مقدار 78 فیصد ہے یہ گیس پودوں کے لیے بہت ضروری ہے اور آگ پر قابو پانے میں بھی مدد دیتی ہے۔ آکسیجن گیس کی مقدار 21 فیصد ہے۔ یہ زندگی کے لیے اشد ضروری ہے۔ ہم سانس کے ذریعے آکسیجن جذب کرتے ہیں۔ یہ خون میں شامل ہو کر خوراک کو جلاتی ہے اور بالواسطہ طور پر ہمیں توانائی فراہم کرتی ہے۔ اگر یہ گیس نہ ہوتی تو زمین پر کسی قسم کی زندگی کا وجود نہ ہوتا۔

ان دو بڑی گیسوں کے علاوہ خفیف مقدار میں کچھ دوسری گیسیں بھی ہیں۔ مثلاً کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس دوسرے اجزاء کے ساتھ مل کر کاربوہائیڈریٹس بناتی ہے جو پودوں اور حیوانات کی زندگی کے لیے اشد ضروری ہیں۔ یہ گیس گرمی کو جذب کرتی اور درجہ حرارت کو بھی معتدل رکھتی ہے۔ اسی طرح ایک اور گیس اوزون گیس کہلاتی ہے۔ یہ سورج سے خارج ہونے والی خطرناک بالا بنفشی شعاؤں کو زمین تک پہنچنے سے روکتی ہے۔ اگر یہ گیس کرہ ہوائی میں موجود نہ ہوتی تو بالا بنفشی شعاعیں انسانی زندگی کے لیے سخت خطرہ بن جاتیں۔ ان شعاؤں کی بدولت جلدی کینسر اور آنکھوں کی بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔ اوزون گیس ان خطرناک شعاعوں کو فلٹر کر کے زمین تک بھیجتی ہے۔ سطح ارض سے 100 کلومیٹر کی بلندی پر موجود ایک فرضی خط کرہ ہوائی اور خلا کی سرحد تسلیم کیا جاتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو آسمان پر لے گیا تو آکسیجن کے کسی سلنڈر کی ضرورت نہ پڑی۔ اس نے سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا تو بھی کسی اضافی آکسیجن کی احتیاج لاحق نہ ہوئی۔ اور جب وہ اپنے محبوب بندے سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر لے گیا تو بھی کسی اضافی ساز و سامان کو ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ پڑی۔

انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں:

پہلے آسمان پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ حالانکہ سیدنا آدم علیہ السلام دس ہزار سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ پہلے گزر چکے تھے۔ تو پھر ان سے ملاقات کیسے ہوئی؟ یہ خالصتاً برزخی معاملہ ہے۔ ہم اس کی کیفیت اور کنہ و حقیقت کو نہیں جان سکتے۔ دوسرے آسمان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سیدنا عیسی علیہ السلام سے ہوئی۔ سیدنا عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا ہے۔ اس لیے وہ اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔ اب دیکھیے کہ آکسیجن کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کیسے زندہ ہیں؟

سیدنا عزیر علیہ السلام [1] کا واقعہ اور زندگی کی تشکیل کا تصور:

اسی طرح انسان کھائے پیے بغیر بھی زیادہ وقت زندہ نہیں رہ سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی انسان کو مدتوں کھائے پیے بغیر بھی زندہ رکھ سکتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا عزیر علیہ السلام کو پورے سو سال تک فوت کیے رکھا یا ان پر گہری نیند مسلط کیے رکھی۔ ایک صدی تک ان کا جسم صحیح سلامت پڑا رہا، سانس چلتا رہا اور خون کا دورہ جاری رہا۔ اب غور کیجیے کہ اگر سانس کا سلسلہ جاری ہو اور خون گردش کر رہا ہو تو پیٹ ایک طویل عرصے تک غذا کے بغیر کیسے رہ سکتا ہے؟ دنیا کا کوئی حکیم، کوئی ڈاکٹر اور کوئی بڑے سے بڑا دانشور اس معمے کو حل نہیں کر سکتا۔ اگر

---

[1] اس شخص کے سیدنا عزیر علیہ السلام ہونے میں اختلاف ہے۔ البتہ حضرات مفسرین کا مشہور قول یہی ہے کہ یہ سیدنا عزیر علیہ السلام تھے۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسے اپنی تفسیر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور تفسیر طبری میں بھی یہ اثر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ لہٰذا یہی بات راجح ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کسی شخص کو زندہ رکھنے کے لیے گلوکوز کی بوتل لگائی جائے تو یہ ایک مصنوعی طریقہ ہوا۔ مگر سوچیے کہ ایک شخص کو ایک سو سال تک خوراک نہ ملے، نہ پانی میسر آئے اور نہ اس کو پیشاب پاخانے کی حاجت ہو۔ یقیناً یہ واقعہ بڑا حیرت انگیز ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیدنا عزیر علیہ السلام کو اٹھایا اور کہا اے عزیر علیہ السلام! تو کہتا تھا کہ بیت المقدس کیسے بنے گا؟ یروشلم کی رونقیں کیسے لوٹ آئیں گی؟ اور بخت نصر کی پھیلائی ہوئی تباہی کے اثرات کیسے زائل ہوں گے؟ اب ذرا اپنے گدھے کی طرف دیکھ۔ کس طرح اس کی ہڈیاں بکھری پڑی ہیں۔ اب تیرے سامنے ہم اس کی ہڈیوں کو جوڑیں گے اور اسے نئی زندگی بخشیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے گدھے کی بکھری ہوئی ہڈیوں کو سیدنا عزیر علیہ السلام کے سامنے جوڑا۔ پھر ان پر گوشت چڑھایا اور چشم زدن میں اسے جیتا جاگتا گدھا بنا دیا۔

منکرین معراج کا رد:

آج ایک عقلیت زدہ اور فتنہ پرور گروہ موجود ہے جو کہتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی طور پر نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ سراسر خواب کا معاملہ تھا۔ حالانکہ یہ بات عقل ونقل ہر اعتبار سے غلط ہے اور کسی طرح بھی لائق التفات نہیں۔ معراج کے لفظی معنی سیڑھی کے ہیں۔ لیکن پورے واقعہ کے سیاق وسباق کے پیش نظر اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔

دیگر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات:

تیسرے آسمان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سیدنا ادریس علیہ السلام سے، چوتھے پر سیدنا یوسف علیہ السلام سے، پانچویں پر سیدنا ہارون علیہ السلام سے، چھٹے پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر بیت المعمور [1] سے ٹیک لگائے

[1] بیت المعمور کا لغوی مطلب ہے آباد گھر۔ لیکن اس سے مراد وہ گھر ہے جو ساتویں آسمان پر پایا جاتا ہے اور جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات دیکھا تھا۔ ستر ہزار فرشتے ہر روز بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں۔ جس فرشتے کو ایک دفعہ یہاں حاضر ہونے کا موقع مل جاتا ہے پھر دوبارہ اُسے کبھی یہ موقع نہیں ⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیٹھے تھے۔ان انبیائے کرام سے آپ ﷺ کی ملاقات کس طرح ممکن ہوئی جبکہ یہ اپنی دنیاوی قبروں میں مدفون ہیں۔ یہ برزخ کا معاملہ ہے ہم اس کی ٹھیک حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں۔ مگر ایمان رکھتے ہیں کہ واقعتا ایسا ہوا تھا۔ یہی ایمان بالغیب ہے۔ [1]

روح کی حقیقت:

یہودیوں نے نبی کریم ﷺ کو ورغلانے اور مغالطہ دینے کے لیے ایک پیچیدہ سوال داغ دیا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو ذرا بتائیے کہ روح کیا چیز ہے؟ یہ سوال متشابہات کی قبیل سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۵)

”یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیے یہ روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی حصہ پایا ہے۔“

جہاں تک روح کی حقیقت کا تعلق ہے یہ آج تک کسی کے علم میں نہیں آسکی۔ بڑے بڑے ڈاکٹرز جو سرجری میں زبردست مہارت رکھتے ہیں۔ چیر پھاڑ کر کے دل بھی باہر نکال کر رکھ دیتے ہیں۔ مگر یہ روح کیا ہے؟ انہیں اس کا کوئی علم نہیں۔ کہتے ہیں بندے کے دل کی حرکت رک گئی اس لیے وہ فوت ہوگیا۔ دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا اس لیے انتقال کر گیا۔ گردے معطل ہوگئے اس لیے چل بسا۔ اور جسم کا فلاں پرزہ خراب ہوگیا اس لیے مرگیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ روح کیا ہے جس سے زندگی کی گاڑی رواں دواں رہتی ہے۔ اور جب وہ جسم

⇐ ملتا۔ اس سے آپ فرشتوں کی کثرتِ تعداد کا بھی اندازہ کر سکتے ہیں۔ فرشتے اسی طرح بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں جس طرح اہل زمین خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ یہ بالکل کعبۃ اللہ کی سیدھ میں ہے۔ اسی طرح کا ایک ایک گھر ہر آسمان پر پایا جاتا ہے جس کے گرد اُس آسمان پر رہنے والے طواف کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، صحیح مسلم، کتاب الایمان)

[1] معراج کی روایت بالتفصیل دیکھیں: بخاری: ۷۵۱۷، مسلم: ۱۶۳.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے نکلتی ہے تو ایک متحرک زندگی بے حس وحرکت ہو کر رہ جاتی ہے۔ انسانی علم کی بساط ہی کیا ہے کہ وہ اس پیچیدہ مسئلہ کو سمجھ سکے۔ انسانی علم کی اسی پسماندگی اور بے بضاعتی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۵)

''اور تم لوگوں کو علم سے بہت کم حصہ ملا ہے۔''

عالم برزخ کا معاملہ:

تمہیں اتنا علم دیا ہی نہیں گیا کہ تم روح کی حقیقت کو سمجھ سکو۔ اکثر لوگ جھگڑا کرتے ہیں کہ شہید اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، ولی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نبی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر پورا جھگڑا ختم کر دیا۔

﴿وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ (المومنون:100)

''اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے۔ دوسری زندگی کے دن تک۔

برزخ آڑ کو کہتے ہیں، پردے کو کہتے ہیں اب اللہ نے موت اور زندگی کے درمیان ایک پردہ ڈال دیا ہے۔ اس پردے کے اندر زندگی کس نوعیت کی ہے کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔

جب کسی شخص کی روح نکال لی جاتی ہے تو پھر کسی حد تک اس روح کا تعلق اس کے قبر میں پڑے جسم سے قائم ہو جاتا ہے جس کی بدولت قبر میں موجود جسم راحت و آرام بھی محسوس کرتا ہے اور اسے دکھ درد کا احساس بھی ہوتا ہے۔ لیکن ان کیفیتوں کی ٹھیک ٹھیک حقیقت کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ برزخی معاملے ہیں۔ ان کا تعلق روح کی دنیا سے ہے۔ روح کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے بارے میں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب نبی محمد عربی ﷺ کو بھی پوری وضاحت سے نہیں بتایا، صرف اس قدر بتایا کہ:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ﴾ (بنی اسرائیل:۸۵)

''کہہ دیجئے کہ یہ روح میرے رب کا امر ہے۔''

روح اللہ کا امر ہے۔ ❶ اس سے زیادہ اللہ نے اپنے نبیوں کو بھی نہیں بتایا۔اس لیے روح کے بارے میں اس سے زیادہ کوئی کچھ نہیں جانتا۔جو دنیا سے جاتا ہے وہ کبھی واپس نہیں آتا کہ بیان کر سکے کہ روح کیا ہے۔اس لیے روح کی اصلیت کے بارے میں جاننے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔

حق تعالیٰ سے ملاقات:

واقعہ معراج بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔یہ نشانی اللہ تعالیٰ نے

---

❶ اپنے ذہن وفکر پر زور دے کر سوچیے کہ روح کی کنہ وحقیقت کے بارے میں مختصراً جو بات قرآن حکیم نے کہی ہے، کیا اس سے زیادہ صاف، سیدھی اور سمجھ میں آنے والی کوئی بات کہی جا سکتی ہے۔اس سے روح کے بارے میں تمام اشکالات خود بخود رفع ہو جاتے ہیں یہ ایک جامع و مانع اور تشفی بخش جواب ہے جو ہمارے ذہن کی ہر خلش کو دور کر دیتا ہے۔اس سے زیادہ ہم روح کے بارے میں جان نہیں سکتے۔کیونکہ ہماری فکر و بساط ایک محدود دائرے میں سمٹی ہوئی ہے اور اس دائرے سے باہر کی سرگرمیوں سے بالکل لاتعلق ہے۔

انسانی شعور وتعقل میں تو صرف وہی بات آسکتی ہے جو حواس کی گرفت میں آنے والی ہو۔اور جو چیز حواس سے ماوراء ہے وہ فہم وشعور کی سطح سے بالا ہے۔اب دیکھئے انسان کے علم ونظر نے علوم وفنون کی کتنی منزلیں طے کر لی ہیں۔منطق وفلسفہ نے کتنی گتھیاں سلجھا دی ہیں۔اور سائنس وٹیکنالوجی کی ترقیوں نے انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے۔لیکن اس سب کے باوجود روح کی حقیقت کا کوئی سراغ لگ سکا؟ کیا اس زلف پریشاں کو کوئی سلجھا سکا ہے؟اور کیا روح کے غموض اور پیچیدگی کا کوئی حل دریافت ہو سکا؟

حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں دوراز کار بحثوں اور صدیوں کی دماغ سوزیوں کے بعد بھی کوئی معنی خیز نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا۔اس سلسلے میں جو بات قرآن مجید نے کہی ہے،سینکڑوں سالوں کی مغز پاشیاں اس پر کوئی اضافہ نہ کر سکیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اپنے نبی ﷺ کو دکھائی۔ ساتوں آسمانوں کی سیر کروائی اور سدرۃ المنتہیٰ ❶ کی تجلیات دکھائیں۔ یہ ایسے انوار ہیں، ایسی نشانیاں ہیں جن کو صرف وہی بیان کر سکتا ہے جو ان مناظر کو دیکھتا ہے۔ کوئی دوسرا شخص انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ پھر نبی کریم ﷺ کو اور آگے لے جایا گیا۔ ایک مقام پر جا کر جبریل علیہ السلام بھی رک گئے اور کہا کہ اس سے آگے جانا میرے بس میں نہیں۔ اس سے آگے آپ اکیلے تشریف لے جایئے اور اپنے رب سے ملاقات کیجئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہو گئے، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ اور نبی پاک ﷺ کے درمیان نور کے ستر ہزار پردے حائل تھے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے پوچھا آپ میرے لیے کیا تحفہ لائے ہیں؟ نبی کریم ﷺ کہنے لگے التحیات للّٰہ والصلوت والطیبات اے اللہ میری زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں

---

❶ قرآن مجید میں یہ لفظ سورہ نجم میں آیا ہے۔ سدرہ کا معنی ہے بیری کا درخت، اور منتہی انتہائی اور آخری جگہ کو کہتے ہیں۔ گویا بیری کا یہ درخت ایک ایسی جگہ پر واقع ہے جسے دو دنیاؤں کے درمیان حد فاصل کی حیثیت حاصل ہے۔ عالم بالا سے جو احکام وغیرہ آتے ہیں وہ اول سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں۔ پھر وہاں سے ملائکہ زمین پر لاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں سے جو اعمال اوپر چڑھتے ہیں وہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں۔ وہاں سے اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔ یہی چیز سدرۃ المنتہیٰ کی وجہ تسمیہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اسی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ جبریل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ کی رسائی اس سے آگے نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ نے اس درخت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے پھل ہجر شہر کے مٹکوں جیسے ہیں اور پتے ہاتھیوں کے کانوں کے برابر ہیں۔ یہ درخت کہاں واقع ہے؟ اس سلسلے میں احادیث میں دو روایات ملتی ہیں۔ ایک سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں کہا گیا ہے کہ یہ چھٹے آسمان پر ہے۔ مسلم کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم کے تمام نسخوں میں چھٹے آسمان ہی کا ذکر ہے۔

دوسری روایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ہے۔ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا ساتویں آسمان پر ہونا ہی زیادہ صحیح اور اکثر کا قول ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے نام کا تقاضا بھی یہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان پر ہو۔ امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دونوں اقوال کا جمع کرنا ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور زیادہ تر حصہ ساتویں آسمان میں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تیرے ہی لیے ہیں۔ میں تیرا بندہ ہوں۔ میرے پاس تیری عبادت اور فرماں برداری ہی سب سے گراں مایہ چیز ہے۔ اے اللہ میرا یہ تحفہ قبول فرما۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے لیے میرا تحفہ یہ ہے السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته

آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کی تاکید:

لوگ سوال کرتے ہیں کہ روضہ رسول پر جا کر کون سا درود پڑھیں؟ تو میں کہوں گا کہ یہ درود جو اللہ نے اپنے نبی پر پڑھا ہے۔ اس کی تاکید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب: ٥٦)

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔"

یہ کون نبی کریم ﷺ پر درود بھیج رہا ہے۔ خود اللہ کی ذات بابرکات! اور ہمیں بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب نبی ﷺ کا نام سنیں تو فوراً درود پڑھیں۔ پورا پڑھنے کا ارادہ ہے تو درود ابراہیمی پڑھیں اور مختصر پڑھنا ہے تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھیں۔ اور جو شخص جان بوجھ کر درود نہ پڑھے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، اس کے فرشتوں کی بھی لعنت ہے، نیک لوگوں کی بھی لعنت ہے اور سب نبیوں کی بھی لعنت ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ اپنے نبی ﷺ کو دکھائے اور آپ ﷺ نے جو مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے، اپنی امت کو بتائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ٥ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ٥ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ٥ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ٥﴾ (الانفال : ۲۰ تا ۲۳)

یہ سورہ انفال کی آیات ہیں، ان آیات میں اللہ رب العزت نے اپنی اطاعت وفرماں برداری کا حکم دیا ہے، ایک شخص جب اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس دعوے کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ یہ شخص اپنے رب کا مطیع وفرماں بردار بندہ ہے۔ وہ اسی راستہ پر چلے گا جو اللہ نے اس کے لیے متعین کر دیا ہے۔ وہ اس راہ سے کبھی انحراف نہیں کرے گا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زندگی کے ہر لمحہ میں، خوشی اور غمی کے موقع پر، وہ اپنے رب کی فرماں برداری کرے گا۔ زندگی کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد جب اسے موت آئے گی تو اس حالت میں بھی وہ رب تعالیٰ کی اطاعت اور تابعداری میں ہوگا۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں سے عہد:

سیدنا یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی گزرے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام انہی کی نسل سے تھے۔ انہی سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے عہد لیا تھا:

﴿يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۳۲)

اے میرے بیٹو! تم زمین پر زندگی گزارتے ہوئے نیک اعمال کرتے رہو۔ بشری تقاضوں کے تحت غلطیاں اور کوتاہیاں بھی ممکن ہیں۔ لیکن تمہیں موت آئے تو رب العزت کی فرماں برداری کی حالت میں آئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سرگزشت میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کا تذکرہ موجود ہے۔ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے:

﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (البقرہ: ۱۳۱)

جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ میرا فرماں بردار بندہ بن جاؤ۔ انہوں نے اسی لمحے اپنی اطاعت و بندگی کا یقین دلاتے ہوئے کہا، اے میرے رب! میں تیرا فرماں بردار بندہ ہوں اور تیری فرماں برداری میں زندگی بسر کروں گا۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم پر اتنے کثیر انعامات فرمائے کہ ان انعامات کی وجہ سے ان کی عقلوں میں فتور آ گیا۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے دم واپسیں کی حالت اور فکرمندی کا قرآن میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۳۳)

جب سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے اقرار کیا کہ ہم آپ کے اور آپ کے آباؤ اجداد کے رب کی عبادت کریں گے اور ہر حال میں اسی کے فرماں بردار رہیں گے۔

سننے کا مفہوم کیا ہے؟

سورہ انفال کی جو آیات ابتداء میں تلاوت فرمائی گئی ہیں، ان میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم زندگی گزارو تو اللہ رب العزت کی اطاعت میں گزارو، تمہیں موت نہ آئے، مگر اللہ کی فرماں برداری کی حالت میں، اے اہل ایمان! تم اللہ کا حکم سنتے ہی اس پر عمل پیرا ہو جانا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جن کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے:

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾

(الانفال: ۲۱)

کہ وہ سنتے تو تھے مگر ان کا سننا ایسا تھا جسے نہ سننے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ان کے نزدیک سننا اور نہ سننا برابر تھا۔ یعنی سننے اور اقرار کرنے کے باوجود وہ اللہ کے حکم کو عملی طور پر قبول نہیں کرتے تھے۔ وہ حکم الٰہی پر عملاً کاربند نہ ہوتے تھے، ان کا سننا محض ایک طرح کا مذاق ہوا۔

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

(الانفال: ۲۲)

اللہ کی مخلوق میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں۔ یہ بات سن کر یقیناً آپ کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ جناب جو شخص گونگا یا بہرہ پیدا ہوا ہے۔ اس میں اس کا کیا قصور؟ اسے تو اس حالت میں اللہ ہی نے پیدا کیا ہے؟ تو پھر وہ بدترین مخلوق میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیوں شمار ہوگا؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں ہے۔

بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قوت سماعت دی ہے اور بولنے کی صلاحیت سے نوازا ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنی زبان سے جو بھی کلمہ نکالیں، اس سے ان کا مقصود اللہ کی رضا ہو اور اپنے کان سے جو بھی اچھی بات سنیں، اس پر عمل کریں، اگر وہ یہ کام نہیں کرتے تو بولنے کے باوجود گونگے اور سننے کے باوجود بہرے ہیں۔ یہی لوگ اللہ کی بدترین مخلوق ہیں۔ یہی لوگ اللہ کے نزدیک سب سے برے ہیں۔

ہمارے قول وفعل کا تضاد:

اب ذرا پاکستانی معاشرے پر نظر ڈالیں۔ یہاں بائیس کروڑ لوگ بستے ہیں۔ ان میں اٹھانوے فیصد مسلمان ہیں۔ یہ سب اس بات کا بڑے فخر و پندار کے ساتھ اقرار کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم تیرے فرماں بردار ہیں۔ مسلم اور مومن ہیں مگر اس دعوے کے باوجود کیا وہ اللہ کی عبادت و بندگی بجا لاتے ہیں؟ کیا وہ اللہ کے حکموں پر عملاً کاربند ہیں اور توحید کے تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں؟ جب ان ساری باتوں کا جواب نفی میں ہے تو پھر بتایا جائے کہ اللہ کریم کے نزدیک یہ لوگ اچھے کیسے ہو سکتے ہیں؟

جب وہ شریعت کے احکامات کو نہیں مانتے۔ اللہ کی توحید و یکتائی کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے، رب کی عبادت و بندگی سے پہلو تہی کرتے ہیں تو پھر یقیناً ان کا شمار اللہ کی بدترین مخلوق میں ہوگا۔

اب لوگ قرآن بھی سنتے ہیں۔ ترجمہ وتفسیر بھی سنتے ہیں، حدیث بھی سماعت فرماتے ہیں اور اس کی شرح وتعبیر بھی، مگر بدعملی اور بے حسی کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک کان سے سنتے ہیں تو دوسرے سے نکال دیتے ہیں۔ وہ اللہ اور رسول کا حکم سنتے ہیں، مگر جان بوجھ کر بہرے بن جاتے ہیں اور سنی ان سنی برابر کر دیتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اطاعتِ رسول ﷺ، اطاعتِ الٰہی ہے:

یہ بھی یاد رہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات علیحدہ علیحدہ نہیں ہے بلکہ ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء : ۸۰)

جو شخص رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا، وہی درحقیقت اللہ کا اطاعت گزار سمجھا جائے گا اور نبی کریم ﷺ اپنی زبان اقدس سے کوئی حکم نہیں دیتے۔ آپ ﷺ وہی کہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔

کلام نبوی اذنِ الٰہی سے تھا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ (النجم : ۳-٤)

آپ ﷺ اپنی مرضی اور خواہش سے نہیں بولتے۔ بلکہ جب بھی بولتے ہیں، وحی الٰہی کی روشنی میں بولتے [1] ہیں۔ اب جب نبی کریم ﷺ اپنی مرضی سے زبان سے کوئی بات ہی نہیں نکالتے بلکہ جب بھی بات کرتے ہیں وحی الٰہی کا اشارہ پا کر کرتے ہیں، اس طرح آپ ﷺ کی زبان اقدس سے نکلنے والی بات درحقیقت اللہ ہی کی بات ہوئی۔ آپ ﷺ کے صحابی سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی ہر بات نوٹ کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھیوں نے کہا

---

[1] آپ ﷺ پر اترنے والے آخری آسمانی صحیفے قرآن مقدس کی آیات بینات وحی الٰہی کی کرنیں ہیں مگر کیا صرف یہ آیات ہی وحی ربانی ہیں یا وحی تنزیل کے دائرہ میں ارشادات نبویہ بھی آتے ہیں؟ قرآن وسنت کی تصریحات سے صاف واضح ہے کہ آپ ﷺ کی زبان اقدس سے نکلنے والے جواہر پارے بھی درحقیقت وحی ہی کی ایک دوسری شکل ہیں۔ قرآن کو وحی جلی اور حدیث رسول ﷺ کو وحی خفی کہا جاتا ہے۔ قرآن کتاب ہے تو سنت نبویہ حکمت ہے۔ قرآن متن ہے تو حدیث وسنت اس کی تعبیر وتشریح ہے۔

حدیث کے وحی ہونے کی بابت خود نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرمادی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"أُوتيت القرآن ومثله معه" (سنن ابی داؤد : ٤٦٠٤، مسند احمد : ١٧١٧٤) مجھے قرآن دیا گیا اور اسی کی طرح کی ایک دوسری چیز بھی عطا کی گئی، یہ دوسری چیز درحقیقت حدیث ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ بھی انسان ہیں اور انسان کبھی غصے میں بھی ہوتا ہے۔ غصے میں ہونے کی وجہ سے کوئی ایسی بات بھی اس کی زبان سے صادر ہو جاتی ہے جو تہذیب اور شائستگی کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی۔ اس لیے آپ ایسی بات نوٹ نہ کیا کریں۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے سن کر فرمایا، تم ہر بات لکھا کرو، اللہ کی قسم! میری اس زبان سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔ ❶

اس حدیث سے صاف صاف پتا چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ جس حالت اور جس کیفیت میں بھی ہوتے ہیں، آپ ﷺ اپنے رب کی مرضی اور حکم ہی سے بولتے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کی ہر بات اور آپ ﷺ کی ہر ادا واجب الاطاعت ہے۔ آپ حدیث اور سنت کے تمام دفاتر دیکھ لیجئے آپ کو کہیں کوئی ایسی بات نہ ملے گی جو سنجیدگی متانت اور وقار و شرافت کے خلاف ہو یا جس سے تہذیب وشائستگی کے تقاضے مجروح ہوتے ہوں۔

ایسا کیوں ہے کہ ایک انسان جس حالت اور کیفیت میں بھی بولتا ہے۔ اس کی زبان سے علم وحکمت، عقل و دانش اور بصیرت کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ اس کی وجہ صاف سمجھ میں آنے والی ہے کہ نبی رحمت ﷺ اس وقت تک زبان سے کوئی بات نہ نکالتے تھے جب تک آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے حکم نہیں مل جاتا تھا۔

آپ ﷺ نے اپنے مذکورہ فرمان کے ذریعے ایک بڑی غلط فہمی رفع کر دی کہ میری زبان سے سوائے کلمہ حق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ میں اگر کسی سے غصے ہوں گا تو بھی اللہ کے حکم سے ہوں گا، کسی کی مذمت کروں گا تو بھی اللہ کے حکم سے کروں گا، کسی کو ہدف تنقید بناؤں گا تو بھی اللہ کے حکم سے اور اگر کسی کی نیکی بیان کروں گا یا کسی کی تعریف وتحسین کروں گا تو بھی اللہ کے حکم سے کروں گا۔

❶ سنن ابی داؤد، باب کتابة العلم: ٣٦٤٦، سنن الدارمی: ٥٠١۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اطاعتِ رسول ﷺ اور ہمارا روّیہ:

میں نے ابتداء میں سورۃ الانفال کی چار آیات آپ کے سامنے تلاوت فرمائی ہیں۔ یہ آیات مبارکہ غور وفکر کا تقاضا کرتی ہیں۔ آج ہمارے معاشرے کی حالت اتنی بگڑ چکی ہے کہ ہم ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ دوسروں پر دل آزارانہ تبصرے کرتے ہیں۔ اپنے بھائیوں کی غیبت کرتے ہیں اور چغلیاں کر کے انہیں لڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ الغرض اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کے وہ سارے کام کرتے ہیں جن سے ہمیں منع کیا گیا تھا۔

آپ بتایئے ایک شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری سے جی چراتا ہے۔ بلکہ کھلم کھلا نافرمانیوں کا مرتکب ہوتا ہے تو ایسے شخص کے وہ اعمال بارگاہ رب العزت میں کیسے قبولیت حاصل کر سکتے ہیں جن کے کرنے میں ریاکاری کے جذبات کارفرما ہیں اور جن کے بجالانے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول پیش نظر نہیں ہے۔

ریاکاری ثواب کو زائل کرتی ہے:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرا ایک رشتہ دار تھا، جس کے اخلاق و کردار قابل تحسین نہ تھے، وہ اپنی قوم کے متعلق ایسی باتیں کہتا تھا جو قوم کو ناپسند تھیں۔ لوگ اس سے ناراض رہتے تھے۔ ایک دن وہ جنگل میں گیا اس کو وہاں ایک بہت بڑا خزانہ ملا۔ اس نے وہ خزانہ نکال لیا اور اپنی قوم کے افراد پر بڑی فراخ دلی کے ساتھ خرچ کر دیا۔ اب اس شخص کے بارے میں قوم کی رائے تبدیل ہوگئی۔ وہی جو اسے برا کہتے تھے، اسے ہدف تنقید بناتے تھے، اب اسے اچھا کہنے لگے، اس کی تحسین کرنے لگے اور مبالغہ آرائی کے ساتھ اس کی تعریفیں کرنے لگے کہ یہ شخص کتنا اچھا ہے کہ اس نے اتنا بڑا خزانہ اپنی قوم پر صدقہ کر دیا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور کونین ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! یہ شخص اپنی قوم میں بہت برا سمجھا جاتا تھا، لیکن اس نے اپنی قوم پر یہ نیکی کی کہ ایک بہت بڑا خزانہ بلا دریغ ان پر خرچ کر دیا اور اپنی قوم کا محبوب بن گیا۔ کیا اس شخص کو اپنی قوم پر اتنا کثیر مال خرچ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا کوئی اجر وثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنی قوم پر مال خرچ کرنے کا کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ اس نے اپنا مال اللہ کی رضا کے لیے خرچ نہیں کیا بلکہ اس کا مقصد تو اپنی قوم کو خوش کرنا تھا۔ قوم کے ہاں اسے اعزاز اور عزت مل گئی۔ اس کا حساب برابر ہو گیا۔ اب اللہ رب العزت کے ہاں اس کے لیے کوئی اجر وثواب اور صلہ وبدلہ باقی نہیں رہا۔

غزوۂ تبوک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا چندہ:

غزوۂ تبوک کے موقع پر سرور کائنات ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنا مال خرچ کرنے کی ترغیب دی، اس ترغیب کے نتیجے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو شخص جتنی مالی استطاعت رکھتا تھا، اس کے مطابق اس نے کھل کر اس قومی فنڈ میں حصہ لیا تاکہ رومیوں کی سرکوبی کے لیے جانے والے اس لشکر کے سامان رسد اور دیگر جنگی ساز وسامان کے اخراجات پورے ہوسکیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی اپیل پر سونے چاندی کی اشرفیوں، گھوڑوں اور اونٹوں کی شکل میں اتنا مال دیا جو تیس ہزار کے لشکر کی دو تہائی ضرورتوں کے لیے کافی ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی دی ہوئی اشرفیاں اپنی جھولی میں ڈالی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ انہیں الٹ پلٹ کر رہے تھے اور ساتھ ہی کہتے جاتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے رب کو راضی کر لیا، عثمان رضی اللہ عنہ نے جنت حاصل کر لی۔ آج کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کوئی کوتاہی اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ [1]

ایک غریب صحابی رضی اللہ عنہ کی مٹھی بھر کھجوروں کی قدردانی:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ [2] اور سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے

---

[1] مسند احمد: ١٦٦٩٦، ١٦٦٩٧، جامع الترمذی: ٣٧٠٠.

[2] سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے پورے گھر کا سامان لے آئے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا آدھا سامان لے آئے۔ دیکھیں: سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، حدیث: ١٦٧٨، جامع الترمذی، ابواب المناقب، حدیث: ٣٦٧٥.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی کھل کر راہ الٰہی میں خرچ کیا۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کی نیک دل بیوی نے اس سے کہا، اے اللہ کے بندے! لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کر رہے ہیں اور تو نے ابھی تک کچھ بھی خرچ نہیں کیا۔ اس نے کہا اچھا میں آج مزدوری کروں گا، اگر مجھے شام کو مزدوری میں دو کلو کھجوریں مل گئیں تو میں ان میں سے آدھی اللہ کی راہ میں دے دوں گا۔

چنانچہ وہ شخص شام کو ایک کلو کھجوریں اپنی جھولی میں ڈالے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور اپنا حقیر سا نذرانہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غریب شخص کا چھوٹا سا ہدیہ قبول فرما کر اس کی تحسین فرمائی اور وہ کھجوریں جمع ہونے والے تمام مال واسباب کے اوپر ڈال دیں۔

بلاشبہ اس مزدور شخص کا یہ ہدیہ ظاہری اعتبار سے کوئی زیادہ قیمتی نہ تھا مگر خلوص نیت کے اعتبار سے نہایت گراں قدر تھا۔ اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی تحسین اور حوصلہ افزائی کی غرض سے اس کی مٹھی بھر کھجوروں کو تمام جمع شدہ مال واسباب کے اوپر بکھیر دیا۔

انفاق فی سبیل اللہ اور خلوصِ نیت:

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی نظر میں قدر وقیمت اس بات کی نہیں کہ کسی شخص نے کتنی دولت اس کی راہ میں صرف کی ہے۔ اللہ کے ہاں تو اس چیز کو دیکھا جاتا ہے کہ کسی شخص نے جو چیز راہ الٰہی میں خرچ کی ہے وہ کس جذبے کے تحت کی ہے؟ خرچ کرتے ہوئے اس کی نیت کیا تھی اور اس کے قلب کی کیفیت کیسی تھی؟

اللہ کی راہ میں اپنا مال اور اپنی دولت کو صرف کرتے ہوئے اگر مذکورہ فلسفہ پیش نظر رہے تو ہمارے صدقات وخیرات کو صحیح سمت میسر آتی ہے اور وہ بارگاہ الٰہی میں باریاب ہوتے ہیں۔ ورنہ بڑی بڑی رقمیں اور دولت کے ڈھیر خرچ کرنے کے باوجود ہم اجر وثواب سے محروم ہی رہیں گے۔ اس کے برعکس اگر ایک حقیری سی رقم یا ایک معمولی سی چیز بھی اللہ کی راہ میں دل کی طہارت اور نیت کے خلوص کے ساتھ خرچ کی جائے تو وہ اللہ کے ہاں بڑی قدر ومنزلت کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حائل بن جاتی ہے۔

فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے معاملہ کو اس پہلو سے بھی دیکھئے کہ ایک شخص کثیر دولت و ثروت رکھتا ہے اور دوسرا غربت و افلاس کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ پہلے کے پاس راہ الٰہی میں صرف کرنے کے لیے خزانے موجود ہیں اور دوسرے کی حیثیت ایسی نہیں ہے۔ وہ اپنا پیٹ کاٹ کر ایک نہایت ہی معمولی سی رقم اللہ کی راہ میں دے ڈالتا ہے تو اس کی یہ معمولی اور حقیر سی دکھائی دینے والی رقم بڑی بڑی رقوم پر بھاری ہوسکتی ہے۔

نیکی کے معاملہ میں اللہ کریم نے امیر و غریب، چھوٹے بڑے اور مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی﴾

(آل عمران: ۱۹۵)

جو شخص بھی تم میں سے کوئی نیکی کرے گا، میں اسے ضائع نہیں کروں گا، نیکی کرنے والا کوئی مرد ہو یا عورت۔ میں سب کو برابر جزا دوں گا اور چھوٹا بڑا کوئی عمل بھی میری نظر التفات سے محروم نہیں رہے گا۔

منافقین کا طرزِ عمل:

پہلے ایک مزدور اور غریب شخص کے صدقہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ یہ شخص جب تھوڑی سی کھجوریں لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا، اس وقت کچھ منافقین بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس معمولی صدقہ کو مذاق کا نشانہ بنایا، [1] مدینہ کے ان منافقین کی تعداد مختلف مواقع پر مختلف رہی ہے۔ جنگ احد میں ان کی تعداد تین سو تھی۔ جنگ تبوک کے موقع پر ۸۰ منافقین تو مدینہ میں ہی حیلے بہانے کر کے رہ گئے اور دو ساتھ چلے گئے جو شریک جنگ ہو کر بھی نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نہایت نازیبا باتیں کرتے رہے۔ ممکن ہے

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر حدیث: ٤٦٦٩.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد کے ادوار میں ان منافقین اور ان کی اولادوں نے اسلام قبول کر لیا ہو اور صدق دل سے ایمان ویقین کی راہ اختیار کر لی ہو۔

بہرحال جو شخص منافق رہا، اس کے بارے میں اللہ کا فیصلہ یہی ہے کہ اس کا کوئی عمل بھی قبول نہیں کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًاo﴾

(النساء : ١٤٢)

منافقین اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ بھلا اسے دھوکا کون دے سکتا ہے جو سب ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ منافق عقل وشعور نہ رکھنے کی وجہ سے اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے ہیں۔ یہ نماز کے لیے بھی اٹھتے ہیں تو سستی اور کاہلی سے۔ ان کی نمازوں میں خشوع وخضوع بالکل نہیں ہوتا۔ ان کا مقصد تو محض دکھاوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین اللہ کا ذکر کم ہی کرتے ہیں۔

مومن اور منافق کی ذہنی حالت کا فرق:

ایک منافق اور صاحب ایمان شخص کے درمیان سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ ایمان والے کا دل اپنے رب پر ایمان کی وجہ سے یکسو ہوتا ہے اور منافق کو کبھی دل کی یکسوئی اور طمانیت نصیب نہیں ہوتی۔

﴿مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًاo﴾ (النساء : ١٤٣)

ان منافقوں کی حالت یہ ہے کہ یہ کفر و ایمان کے مابین ڈانواں ڈول ہیں۔ کبھی یہ مسلمانوں سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہیں اور کبھی کافروں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں یکسوئی حاصل نہیں۔ اس لیے کفر واسلام کے درمیان ٹھوکریں کھاتے پھرتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ حقیقت میں یہ گمراہ اور راستہ بھولے ہوئے لوگ ہیں۔ جسے اللہ بھٹکا ❶ دے، آپ اس کے لیے کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔

صدقہ کی فضیلت:

بات راہِ الٰہی میں خرچ کرنے کی ہو رہی تھی، رب کی راہ میں صدقہ وخیرات کرنے کی فضیلت کے حوالے سے ترمذی شریف میں ایک طویل حدیث مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو زمین ہلتی تھی۔ ٹھیک اسی طرح جیسے زلزلہ کے موقع پر ہلتی ہے۔ اب اللہ رب العزت نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور انہیں زمین کے مختلف مقامات پر میخوں ❶ کی طرح

❶ اس جملے کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو خود گمراہی کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور اسے بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے اور نہ ہی یہ اللہ کی مرضی اور مشیت کا معاملہ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو احتساب اور مواخذے کا عمل بے معنی ہو جاتا۔ دراصل مطلب یہ ہے کہ دنیا میں فکر وعمل کی تمام راہیں اللہ کے اختیار میں ہیں، کوئی شخص کسی راہ پر بھی ہو، اللہ کے اذن اور اس کی توفیق کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے لگاؤ رکھتا ہے، سچائی کا طالب ہے اور خلوصِ نیت سے اللہ تعالیٰ کے رستے پر چلنے کی سعی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی کا اذن اور اسی کی توفیق اسے عطا فرما دیتا ہے اور اسی راہ پر چلنے کے اسباب اس کے لیے موافق کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص گمراہی کو پسند کرتا ہے اور غلط راستوں پر چلنے کی سعی کرتا ہے، اللہ کی طرف سے اس کے لیے ہدایت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور وہی راہیں اس کے لیے کھول دی جاتی ہیں جن کو اس نے خود اپنے لیے منتخب کیا ہے۔

❶ قرآن مجید میں ہے:

﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا o وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا o﴾ (نباء: ۶۔۷)

”کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا۔“

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے پہاڑوں کے قیام کے مقصد اور غرض وغایت کی جو وضاحت کی ہے، جدید سائنسی حقائق اس کی حرف بحرف تصدیق وتوثیق کرتے ہیں۔ آج ماہرین ارضیات کا کہنا ہے کہ زمین کے اوپری تہہ جسے (CRUST) کہا جاتا ہے اس کی موٹائی تقریباً ۱۰۰ کلومیٹر ہے۔ یعنی یہ تہہ سطح زمین سے لے کر ۱۰۰ کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ بیرونی تہہ مختلف پلیٹوں پر ٹکی ہوئی ہے اور یہ پلیٹیں زمین کے اندر پگھلے ہوئے حصوں کے اوپر تیر رہی ہیں۔ اگر بڑے بڑے پہاڑوں کو زمین کی بیرونی تہہ میں میخوں کی طرح ⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ٹھونک دیا۔ جس سے زمین کی حرکت اور ہلچل ختم ہوگئی۔ زمین کا ارتعاش اور لرزش رک گئی۔

زمین کی حرکت اور اس میں پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دینے کا معاملہ انسان کی پیدائش سے بہت پہلے وقوع پذیر ہو چکا تھا۔ زمینی کرہ بہت بڑی جسامت کا حامل ہے۔ اس کا قطر ۱۲۷۶۰ کلومیٹر اور محیط چالیس ہزار کلومیٹر ہے۔ یہ سورج سے قربت کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر ہے اور جسامت کے اعتبار سے پانچواں بڑا سیارہ ہے۔ قوت تجاذب نے اسے ایک کرے کی شکل دے دی ہے۔ یہ کرۂ ارض باقی سیاروں اور ستاروں کی مانند خلا کی وسعتوں میں محو گردش ہے۔

فرشتے اس سارے عمل کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کیا تو نے پہاڑوں سے بھی کوئی سخت چیز پیدا کی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں میں نے لوہا پیدا کیا ہے، وہ پہاڑوں کو بھی کھود دیتا ہے۔ فرشتوں نے کہا اے اللہ! کیا تو نے لوہے سے بھی کوئی سخت تر چیز پیدا کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں میں نے آگ پیدا کر دی ہے جو لوہے جیسی سخت چیز کو بھی پگھلا دیتی ہے۔ لوہا تقریباً بارہ سوسینٹی گریڈ پر پگھلنا شروع ہو جاتا ہے۔

فرشتوں نے پھر سوال کیا، اے اللہ! کیا تو نے آگ سے بھی کوئی سخت چیز پیدا کی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پانی پیدا کیا ہے۔ پانی آگ پر ڈالو تو وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

فرشتوں نے پھر عرض کیا، اے اللہ! کیا تو نے پانی سے بھی سخت تر چیز پیدا کی ہے؟ فرمایا: ہاں، میں نے بادل پیدا کیے ہیں جو پانی کو بھی بخارات کی صورت میں اڑائے پھرتے ہیں۔ فرشتوں نے کہا اے اللہ! کیا تو نے بادلوں سے بھی کوئی سخت چیز پیدا کی ہے؟ فرمایا! ہاں میں نے ہوا پیدا کی ہے جو بادلوں کو بھی اڑائے پھرتی ہے۔ ہوا ہی نے قوم عاد کی بستیوں کو تباہ کیا تھا۔

فرشتوں نے عرض کیا، اے اللہ! کیا تو نے ہوا سے بھی کوئی سخت ترین چیز پیدا کی ہے؟

⇦ گاڑ نہ دیا جاتا تو بلاشبہ زمین حرکت کرتی اور کسی سمت کو ڈھلک جاتی۔ جدید تھیوری کے مطابق پہاڑوں کا کام زمین کی سطح کے توازن کو برقرار رکھنا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ ہاں، جب مجھے غصہ آتا ہے تو دنیا کی ہر چیز مجھ سے کانپتی ہے۔ دنیا کیا کائنات میں ہماری زمینی دنیا جیسی کھربوں دنیائیں آباد ہیں۔ وہ سب اللہ کے غصے سے کانپتی ہیں۔ سورج، چاند، ستارے اور آسمان کا ہر کرہ اللہ کے غصہ سے لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ حتی کہ اللہ کا عرش بھی کانپ جاتا ہے۔

اب فرشتوں نے عرض کیا، اے اللہ! کیا تو نے اپنے غصے سے بھی کوئی سخت چیز پیدا کی ہے؟ فرمایا، ہاں۔ وہ آدم کے بیٹے کا صدقہ ہے۔ جب وہ فقط میری رضا اور میری خوشنودی کے لیے میری راہ میں خرچ کرتا ہے، صدقہ اور خیرات کرتا ہے تو اس سے میرا غصہ چلا جاتا ہے۔ [1]

اب صدقہ وخیرات کے کئی مصارف ہیں، جس میں بھی مال صرف کرو وہ اللہ ہی کی راہ میں خرچ ہے۔ غریبوں کے علاج معالجہ پر خرچ کریں۔ ان کے لیے ہسپتال بنوائیں۔ ان کے کھانے پینے کا بندوبست کریں۔ انہیں روزگار مہیا کریں یا پھر ان کی دینی تعلیم کا بندوبست کریں۔ یہ سب انفاق فی سبیل اللہ کی مختلف شکلیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

[1] ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، حدیث: ۳۳۶۹، مسند احمد، حدیث: ۱۲۲۵۳.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا وبال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُوْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الانفال : ٢٤_٢٥)

یہ آیات سورۂ انفال کی ہیں۔ ان آیات میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول تمہیں کسی بات کا حکم دیں تو اسے قبول کرنے میں سستی اور کوتاہی نہ کرو۔ کیونکہ آج اگر نیکی کے کاموں پر تمہارا دل آمادہ ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرماں برداری کی رغبت رکھتا ہے تو اسے نیک اعمال اور اچھے کاموں پر لگا دو، ورنہ سستی اور کاہلی کی صورت میں ممکن ہے کہ کل شیطان تمہارے نیک ارادوں کے درمیان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حائل ہو جائے یا نفس کی ترغیبات تم پر غالب آجائیں اور اعمال صالحہ پر جو آمادگی تمہیں حاصل ہے وہ تم سے چھن جائے۔

سستی و کاہلی بدعملی کی محرک ہے:

یہ بہت افسوس ناک صورت حال ہے کہ انسان سے سستی اور کوتاہی کی بنا پر نیکی کی توفیق سلب ہو جائے، لہٰذا اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سن کر انکار کرتے ہو یا اس پر عمل کرنے سے کوتاہی سے کام لیتے ہو تو تم پر بےعملی غالب آجائے گی اور اللہ رب العزت کی طرف سے تمہیں نیکی کی توفیق نہیں ملے گی۔ اگر اللہ کریم نیکی کی توفیق سے محروم کر دے تو انسان نیکی اور پاک دامنی کی راہ پر ایک قدم بھی نہیں بڑھا سکتا۔ اس کے برعکس وہ اپنے نفس کے تقاضوں اور شیطانی فریب کاریوں میں پڑ کر اللہ کی راہ سے دور ہو جائے گا۔

اگر نفسانی تقاضوں اور شیطانی وسوسوں کے باعث تم نے اللہ و رسول ﷺ کے احکامات سے سرتابی کی تو یاد رکھو بہر صورت اس کی سزا تمہیں مل کر رہے گی، یہ سزا دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت میں بھی ملے گی۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سن کر قبول نہیں کرتے اور اپنی دنیا و آخرت نہیں سنوارتے تو اللہ رب العزت بھی تمہیں دوبارہ توفیق نہیں دے گا، تم اللہ کی نافرمانی کرو گے مگر تمہیں اس کا احساس بھی نہیں ہوگا، دوسرے لفظوں میں تم بے حس ہو جاؤ گے، تمہارا احساس مردہ ہو جائے گا اور تمہیں اچھائی اور برائی میں فرق اور تمیز تک نہ رہے گی۔

امر بالمعروف سے پہلوتہی کی سزا:

اگر کوئی معاشرہ بحیثیت مجموعی اللہ و رسول ﷺ کے احکامات کو پس پشت ڈالنے کا مرتکب ہوا اور برے کاموں میں الجھ کر رہ گیا تو سزا صرف بدکار لوگوں کو ہی نہیں ملے گی بلکہ وہ لوگ بھی سزا کی لپیٹ میں آجائیں گے جن کی انفرادی زندگی گناہ کی نحوست سے آلودہ نہیں ہوگی، کیونکہ یہ لوگ اگر خود گناہ نہیں کرتے تو گناہ کرنے والوں کو روکتے بھی نہ تھے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کسی قوم پر کوئی عذاب آتا ہے یا جب کوئی انسانی گروہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلسل نافرمانیوں سے اپنے آپ کو مستوجب سزا بنا لیتا ہے۔ تو نیک اور بد دونوں قسم کے لوگ اس سزا کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ لیکن روز قیامت اپنی اپنی نیتوں پر اٹھیں گے۔ اس طرح کی کئی مثالیں سابقہ قوموں میں گزر چکی ہیں۔

یہودیوں کا طرزِ عمل اور اُس کی سزا:

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی طرف جو نبی مبعوث فرمائے، انہوں نے اس قوم کو اللہ کے احکامات سنائے، کیونکہ مسلسل حکم عدولیوں سے یہود کی سرشت اور فطرت کچھ ایسی بن چکی تھی کہ وہ نافرمانی کرتے ہوئے برملا کہتے، "سمعنا و عصینا" یعنی ہم نے اللہ کا یہ حکم سن تو لیا ہے مگر اس کی تعمیل نہیں کریں گے۔

یہود کے اس طرز عمل کی بدولت ان پر طرح طرح کے عذاب آئے، کبھی زلزلے آئے، کبھی سیلاب آئے اور کبھی طاقت ور دشمن ان پر مسلط ہو گیا اور اس نے یہودیوں کے سارے کس بل نکال دیئے، مثلاً پہلے بخت نصر مسلط ہوا۔ جو اُس وقت کے عظیم تمدن بابل کا حکمران تھا۔ اس نے نیک و بد کی تمیز کیے بغیر یہودیوں کا قتل عام کیا اور بچ جانے والوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ اس نے یہود کی بستیوں کو نذر آتش کیا اور ان کے مذہبی مرکز بیت المقدس کو یوں پیوند خاک کیا کہ اس کی بنیادیں تک اکھاڑ دیں۔

سیدنا عزیر علیہ السلام اور تباہ شدہ شہر کی آبادی:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سیدنا عزیر علیہ السلام کا ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ سیدنا عزیر علیہ السلام کا یہودیوں کی تباہ شدہ بستیوں کے پاس سے گزر ہوا۔ جن کے کھنڈرات بنی اسرائیل کی تباہی و بربادی پر نوحہ کناں تھے۔ ٹوٹے ہوئے در و دیوار ایک عظیم قوم کی زبوں حالی اور زوال پر آنسو بہا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر سیدنا عزیر علیہ السلام کے دل میں خیال گزرا کہ کیا یہ تہس نہس ہوا شہر اور یہ برباد اور ویران بستیاں کبھی دوبارہ زندگی کی رونقیں پا سکیں گی؟

---

(1) بخاری، کتاب الفتن، حدیث: ۷۱۰۸، مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، حدیث: ۲۸۷۹۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس پر اللہ رب العزت نے سیدنا عزیر علیہ السلام پر سو سال کے لیے نیند یا موت طاری کر دی۔ پھر جب انہیں سو سال بعد اٹھایا تو اردگرد کا پورا ماحول تبدیل ہو چکا تھا، ملیا میٹ بستیاں زندگی کی رونقوں سے ہم کنار ہو چکی تھی، ویران آبادیاں زندگی و حیات کی گہما گہمیوں سے معمور تھیں۔ کھنڈرات کی جگہ خوب صورت مکانات تھے جو اپنے مکینوں کے ساتھ آباد تھے اور بازاروں اور گلیوں میں چہل پہل تھی، الغرض ہر طرف بھرپور زندگی کے آثار تھے۔

وقت کا تغیر اور فرد و قوم کا عروج و زوال:

اللہ تعالیٰ نے قوموں کے عروج و زوال کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

﴿تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران: ۱۴۰)

وقت کے ساتھ ساتھ ہم لوگوں کے حالات میں تبدیلیاں (1) کرتے رہتے ہیں، کبھی کوئی شخص امیر ہے تو کبھی غریب ہو جاتا ہے۔ کبھی امیرانہ اور خوش حال زندگی گزارتا ہے اور کبھی غربت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ معاملہ صرف فرد کا ہی نہیں، قوموں اور ملتوں کا بھی یہی حال ہے، کبھی کوئی قوم شہرت، سربلندی اور عروج و اقبال کے آسمان پر ہوتی ہے اور کبھی غلامی، محکومی اور زوال و پسماندگی کی گہرائیوں میں گر جاتی ہے۔

---

(1) قوموں اور افراد کے حالات میں ہمیشہ تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ یہ ہمارا روزہ مرہ کا مشاہدہ بھی ہے اور تاریخ سے ثابت شدہ حقیقت بھی۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے مگر اس نے قوموں اور افراد کے حالات و واقعات میں تبدیلیوں کے کچھ اصول اور ضابطے ٹھہرا دیئے ہیں جو طبعی قوانین کی طرح کام کرتے ہیں۔

مثلاً ایک قوم اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے، اس کے احکامات کے مطابق زندگی گزار رہی ہے۔ اللہ ایسی قوم پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کی برکھا برساتے ہیں۔ جب تک یہ قوم اپنی صالح روش پر برقرار رہتی ہے۔ اسے اللہ کی رحمتیں اور برکتیں برابر حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ مگر جب وہی قوم اللہ کے فرامین وضوابط کی خلاف ورزی کرتی ہے اور کھلم کھلا بغاوت و سرکشی پر اتر آتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں بھی اس قوم سے منہ موڑ لیتی ہیں۔ اس کے فضل و کرم کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔ اس کی ترقی تنزل میں بدل جاتی ہے اور یہ ہر طرح کی خوش حالیوں سے محروم کر دی جاتی ہے، بلکہ دنیا میں تباہی و بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں کا دین سے انحراف اور سزا:

جب کوئی قوم اللہ کی راہ سے انحراف کرتی ہے اور رب کریم کے بنائے ہوئے ضابطوں کو پامال کرتی ہے تو اس پر دشمن مسلط ہو جاتے ہیں۔ جو اس کی تباہی اور بربادی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ مثلاً بنی اسرائیل نے جب الٰہی ضابطوں کو پس پشت ڈالا اور اللہ کے حکموں سے علی الاعلان بغاوت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بابل کے فرماں روا بخت نصر کو مسلط کر دیا۔ جس نے یہودیوں کا قتل عام کیا، ان کی بستیوں کو پیوند خاک کیا اور ہزاروں افراد کو غلام بنا کر اپنے ساتھ لے آیا۔

یہودی بابل میں غلامی، مسکنت اور ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کرتے رہے، بالآخر ایران کے ایک خدا ترس حکمران ذوالقرنین نے انہیں بابلی سلطنت کے جبر و تسلط سے نجات دلائی۔ ذوالقرنین کی اس مہربانی کی وجہ سے یہود کو اپنے وطن فلسطین لوٹنا نصیب ہوا۔

لیکن اس رہائی اور نجات کے ساتھ ہی اللہ رب العزت نے انہیں فرما دیا تھا کہ تمہاری فطرت اور سرشت ایسی ہے کہ تم پھر نافرمانی اور سرکشی کرو گے، نتیجتاً تم پر پھر کوئی دشمن مسلط کر کے تمہیں سزا سے دوچار کیا جائے گا۔ سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان موجود ہے۔

﴿وَ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل : ٤۔٥)

یہودیوں کی وطن واپسی کے بعد اللہ نے پھر ان کے دن پھیر دیئے، انہیں مال و اولاد سے نوازا، انہیں دولت و ثروت سے ہم کنار کیا اور ہر طرح کی خوش حالیوں کے دروازے ان

⇦ ⇦ اس کے برعکس ایک بدقماش قوم میں چند صالح عناصر کی کوششوں سے نیکی اور صالحیت پرورش پاتی ہے اور معاشرے میں خدا ترسی اور پاکیزگیٔ فکر و عمل کا چلن عام ہو جاتا ہے تو اس قوم کو بھی رب تعالیٰ کی مہربانیاں حاصل ہو جاتی ہیں اور ان پر بھی اللہ کا ابر کرم برسنے لگتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر کھول دیئے، اللہ کریم نے اس صورت حال کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا﴾ (بنی اسرائیل: ٦)

مگر اس کے باوجود یہود کو اللہ کی بخشی ہوئی ان خوشحالیوں کا نشہ چڑھا تو انہوں نے پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بالائے طاق رکھ دیا اور بغاوت و سرکشی اور سرتابی کی راہ اختیار کی، تو اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر رومیوں کو مسلط کر دیا، جنہوں نے بیت المقدس کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ بنی اسرائیل کو مار مار کر فلسطین سے باہر نکال دیا۔ اس کے بعد یہ دو ہزار سال سے دنیا بھر میں منتشر اور پراگندہ ہیں۔ بنی اسرائیل کی اس دوسری تباہی کا اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح ذکر کیا ہے:

﴿فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا﴾ (بنی اسرائیل: ٧)

نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور یہود کا موازنہ:

بنی اسرائیل کی نافرمانی اور اس کے نتیجہ میں ان کی تباہی و بربادی کی داستان سنانے کے بعد ذرا نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوش قسمتی ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے اپنے نبی ﷺ کے حکم پر لبیک کہا۔ ادھر آپ ﷺ کی زبان اقدس سے کوئی فرمان جاری ہوا۔ اگلے ہی لمحے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ارشاد نبوی کی تعمیل کر دی۔ انہوں نے اپنے مال اور جانیں آپ ﷺ کے اشارۂ ابرو پر قربان کر دیں۔ غزوۂ بدر کے موقع پر جب سرور کائنات ﷺ نے مکہ کے مشرکوں کے مقابلہ میں جہاد کرنے سے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے دریافت کی تو انہوں نے کہا تھا کہ اے محبوب کبریا ﷺ! ہم آپ کے اشارۂ ابرو پر سمندروں میں چھلانگیں لگا دیں گے اور بنی اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہیں گے:

---

(1) یہ عظیم الشان الفاظ کہنے والے سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ تھے۔ دیکھیں: صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث: ٣٩٥٢، مسند احمد، حدیث: ٣٦٩٨.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ (المائدہ: ۲۴)

اے موسیٰ علیہ السلام! تو اور تیرا رب جا کر لڑو، ہم تو یہیں بیٹھ کر انتظار کریں گے۔ جب تک وہ طاقتور [1] لوگ وہاں موجود ہیں۔ ہم ہرگز اس بستی میں داخل ہونے کی غلطی نہیں کریں گے۔

یہودیوں اور امام الانبیاء سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہی فرق تھا۔ دونوں کے عمل وکردار میں ایک بین اور نمایاں فرق یہی تھا کہ ایک حکم کو سنتے ہی فوراً اس کی تعمیل میں لگ جاتے تھے اور دوسروں کا حال یہ تھا کہ وہ حکم کو سنتے ضرور تھے مگر اطاعت وفرماں برداری کی غرض سے نہیں بلکہ نافرمانی اور انکار وسرکشی کی غرض سے۔ قرآن مجید نے ان کی اس ذہنیت اور کج روی کا دو لفظوں میں ذکر کیا ہے کہ وہ کہتے تھے "سمعنا وعصینا" کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی۔ ان دو لفظوں میں یہود کی ساری بدبختانہ ذہنیت، بدطینتی اور طرز فکر وعمل کی کج روی کا تذکرہ آ گیا ہے۔ جس پر وہ آج تک برابر قائم ہیں۔ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی اپنی اس روش پر جمے ہوئے ہیں۔

یہودیوں کی ذلت ورسوائی:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور یہودیوں میں یہ فرق جان لینے کے بعد آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی اور رضامندی کا سرٹیفکیٹ دیا اور یہودیوں کے حصہ میں ذلت وخواری اور اللہ کی ناراضگی آئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾

(البقرہ: ۶۱)

---

[1] یہ بنو عمالقہ تھے جو بڑے قد کاٹھ کے اور تنومند افراد تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تو بنی اسرائیل اپنی بزدلی کی وجہ سے ان کے مقابلے کے لیے نہ نکلے۔ مگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون کی سپہ سالاری میں نکلے اور عمالقہ کو شکست دے کر سب سے پہلے اریحا شہر پر قبضہ کر لیا اور بعد ازاں ارض مقدس کے دوسروں علاقوں پر بھی قابض ہو گئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان پر ذلت اور مسکینی مسلط کر دی گئی اور اللہ کا قہر وغضب ان پر ٹوٹ پڑا۔ یہود پر مسلط ہونے والی ذلت و رسوائی آج تک قائم ہے اور تا قیامت قائم رہے گی، اللہ تعالیٰ نے ان پر حکومت وسلطنت حرام کر دی ہے۔ یہ سن کر آپ کے ذہنوں میں یہ سوال اٹھ رہا ہوگا کہ پھر دنیا کے نقشے پر اسرائیل نام کی ریاست کیوں موجود ہے۔ یہ سوال قدرتی طور پر ذہنوں میں ابھرتا ہے۔ اس کا جواب خود قرآن مجید میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران: ۱۱۲)

یعنی ان کی حکومت و ریاست کا معاملہ کچھ اس طرح کا ہے کہ یا تو خود اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں ان کی چند روزہ حکومت قائم کر دے یا پھر دوسری قوموں کی سرپرستی میں ان کی حکومت تشکیل پا جائے۔ اسرائیل کی موجودہ ریاست بھی امریکہ، برطانیہ اور دوسری یورپی طاقتوں کی مدد سے قائم ہے۔ جب بھی ان اقوام نے اسرائیل سے ہاتھ کھینچا، اسرائیل کی حکومت و ریاست کا دھڑن تختہ ہو جائے گا۔

جہاں تک یہودیوں کی ذلت و رسوائی کا تعلق ہے، وہ ایک لحاظ سے آج بھی قائم ہے۔ پوری دنیا میں یہود کو شاطر و عیار، فریب کار اور دنیا کا امن وسکون برباد کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں دنیا بھر کے خیالات قابل تحسین نہیں ہیں۔

رومیوں نے یہودی آبادیوں پر اس طرح جارحانہ اور تابڑ توڑ حملے کیے کہ یہودی فلسطین سے نکل جانے پر مجبور ہو گئے۔ کچھ بھاگ کر جزیرہ نما عرب میں آگئے، کچھ خیبر میں آباد ہو گئے، کچھ نجد و حضر موت میں جا کر بس گئے، تین یہودی قبائل نے مدینہ کو اپنا مسکن بنا لیا اور کچھ یہودی جا کر یمن میں رہنے لگے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے لوگ تاریخ سے زیادہ اعتنا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی باقاعدہ تاریخ نویسی کا رواج اور رجحان تھا۔ اس لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے پیغمبروں کے درمیان جو زمانی فاصلے حائل ہیں، مؤرخین اُن کا ذکر محض اندازے سے کرتے ہیں۔

رومیوں نے ۷۰ء میں بیت المقدس کو تباہ کیا تھا۔ آج دو ہزار سال کا عرصہ گزرنے پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی وہ دوبارہ تعمیر نہیں ہوا۔ اب یہودی دیوار گریہ [1] کے پاس اکٹھے ہوتے ہیں اور بیت المقدس کی بربادی کا ماتم کرتے ہیں۔ پہلے یہ سال بعد یہاں جمع ہوتے تھے اور اب سارا سال ان کے قافلے آتے رہتے ہیں۔ گزشتہ ۷۰ (ستر) سالوں سے اسرائیل کا یہاں قبضہ ہے لیکن اس کے باوجود وہ دوبارہ بیت المقدس تعمیر نہیں کر سکے۔ اس کی وجہ یہودیوں پر دنیائے اسلام اور کسی قدر عیسائی ممالک کا دباؤ ہے۔

یہودی علی الاعلان تو یہ جرأت نہیں کر سکے کہ وہ مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے اپنا معبد بنا لیں۔ یہ سرنگیں کھودتے تھے تاکہ بیت المقدس کی اصل بنیادیں تلاش کر سکیں اور اگر مل جائیں تو دنیا کو دکھا سکیں کہ ہم بیت المقدس انہی بنیادوں پر تعمیر کر رہے ہیں، جن پر سے رومیوں نے انہیں گرایا تھا۔ یہ ساری مثال دینے کا مقصد یہ ہے کہ جو قومیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتی ہیں، بالآخر وہ تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں یہ حکم اتارا ہے کہ اے آل یعقوب! اے یہودیو!

﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا﴾

(بنی اسرائیل : ۷)

تم نے اپنی نافرمانی کی وجہ سے اللہ کے عذاب دیکھے ہیں، ذلت و رسوائی دیکھی ہے۔ اگر تم محمد ﷺ کی دعوت قبول کر کے مسلمان ہو جاؤ تو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہوگا، لیکن

---

[1] 70ء میں رومیوں نے یہودیوں کو بغاوت و سرکشی کا مزہ چکھانے کے لیے یروشلم پر حملہ کر دیا۔ شروع میں یہودیوں نے بہادری سے مقابلے کیا مگر بالآخر رومی لشکروں سے شکست کھا گئے۔ رومیوں نے ہزاروں یہودیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا، یہودی بستیوں کو نذر آتش کیا اور ہیکل سلیمان کو تباہ کر دیا۔ مگر خوش قسمتی سے ہیکل کی دیوار کا ایک حصہ محفوظ رہ گیا۔ یہودیوں کے نزدیک یہ دیوار چونکہ مقدس معبد کی باقیات میں سے ہے، اِس لیے ان کے ہاں یہ مقدس مقامات میں سے ایک اہم مقام ہے۔ گزشتہ دو ہزار سالوں سے یہودی زائرین یہاں آ کر گریہ وزاری کرتے ہیں اور ہیکل کی تباہی پر آنسو بہاتے ہیں۔ اس لیے اِسے دیوار گریہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعد کے تعمیری اضافوں کی بدولت اب یہ دیوار 19 میٹر بلند ہے۔ یہ LIME STONE (چونے کے پتھر) سے بنی ہوئی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا، اللہ کے حکم کو نہ مانا اور اللہ کی فرماں برداری نہ کی تو تمہیں اس کا خمیازہ ہر حال میں بھگتنا ہوگا تم پھر اللہ کے عذاب میں گھر جاؤ گے اور تمہاری دنیا و عاقبت برباد ہو جائے گی۔

ہمارا طرزِ عمل یہود کے نقش قدم پر:

بنی اسرائیل کی اس مثال سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی خبردار کیا ہے کہ اگر تم بھی بنی اسرائیل کی طرح رب کی نافرمانی کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے، حتیٰ کہ بنی اسرائیل کی تقلید کرتے ہوئے تمہاری حالت ایسی ہو جائے گی کہ اگر وہ گوہ کی بل میں گھسیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے اس سوراخ میں داخل ہو جاؤ گے۔

آج ہم ان ساری خرابیوں میں مبتلا ہیں جو یہودیوں میں پائی جاتی ہیں، ان کی طرح سود ہم بھی کھاتے ہیں، حالانکہ سود کو اللہ تعالیٰ بدترین برائی قرار دیتے ہیں۔ فحش کاری اور حرام کاری میں ہم بھی مبتلا ہیں، گناہ کرنے اور حرام کھانے میں ہم یہودیوں سے ذرہ برابر بھی پیچھے نہیں ہیں، الغرض یہودیوں کی ساری صفات ہم میں موجود ہیں۔

قرآن مجید نے یہودیوں کا ایک بدترین وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ (البقرہ: ٦١)

وہ نبیوں کا بغیر کسی جواز کے خون بہاتے ہیں، انہیں قتل کرتے ہیں، آج ہم میں انبیائے کرام علیہم السلام تو موجود نہیں مگر صالح اور متدین علمائے کرام موجود ہیں۔ ہم ان کی حق بات سننا گوارا نہیں کرتے۔ ان کی حقیقت پر مبنی باتیں ہم برداشت نہیں کر پاتے اور آپے سے باہر ہو کر ان سے زندگی کا حق چھین لیتے ہیں اور بڑی بے دردی کے ساتھ انہیں اپنے راستے سے ہٹا دیتے ہیں تاکہ کوئی ہمیں روکنے ٹوکنے والا نہ رہے۔

میں نے گزشتہ جمعہ میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال میں فرمایا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ۞﴾
(الانفال: ۲۹)

حقیقت تک رسائی کیسے ممکن ہے:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم تقویٰ و پرہیزگاری کی راہ اختیار کرو تو اللہ تمہیں بصیرت عطا فرمائے گا، حق و باطل میں تمیز کی صلاحیت سے بہرہ ور فرمائے گا، تم نیکی اور بدی کا فرق خوب سمجھ لو گے، اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کس عالم دین کے پیچھے چلیں۔ ہر عالم قرآن وحدیث سے اپنی مرضی کی بات نکال لیتا ہے۔ گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل وفہم کی صلاحیت سے نوازا ہے۔ علم کی روشنی بھی بخشی ہے۔ آپ علم و عقل سے کام لے کر اپنے کاروبار زندگی بہترین انداز میں چلا رہے ہو تو کیا آپ دین کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

آج قرآن مجید کے تراجم موجود ہیں۔ اردو میں بیسیوں تفاسیر عام ملتی ہیں۔ کتب حدیث کے تراجم آسانی سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ آپ تھوڑی سی زحمت گوارا کریں۔ ان بنیادی اسلامی مصادر کا مطالعہ کریں تو آپ پر خود بخود واضح ہو جائے گا کہ قرآن وسنت کے خلاف کون چل رہا ہے اور قرآن وسنت کی دعوت کون دے رہا ہے۔ کون اپنے مفادات کے پیچھے بھاگ رہا ہے اور کون قرآن وسنت کے مشن کو آگے بڑھا رہا ہے۔ آپ کی ذرا سی توجہ سے حقیقت آپ پر واضح ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ كَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۞﴾ (الروم: ٤٧)

مجھ پر مومنوں کا یہ حق ہے کہ میں ان کی مدد کروں۔ یہ مدد دو طرح سے ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے جنگ میں تمہاری مدد کرے گا اور دوسرا یہ کہ اگر حق و باطل کا التباس ہو اور صحیح صورت حال واضح نہ ہو رہی ہو تو اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق بخشے گا کہ آپ حق کو سمجھ سکیں اور باطل کی ہر صورت کو پہچان سکیں اور یوں الحاد و بے دینی سے کنارہ کش ہو سکیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرقہ بندی سے کیسے نکلیں:

یہود کے بہتر فرقے تھے اور ہم تہتر ❶ فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ حالانکہ فرقہ بازی صریحاً گمراہی ہے۔ اس سے امت کا اتحاد خطرے میں پڑ گیا ہے۔ ایک ہی کلمہ پڑھنے والوں میں فکر وتعبیر کے اتنے اختلافات پیدا ہو چکے ہیں کہ اب ان کا ایک اسٹیج پر اکٹھے ہونا مشکل ہو گیا ہے۔ باہمی نفرتوں اور کدورتوں نے ہمیں ایک دوسرے سے دور کر دیا ہے۔

اس فرقہ بندی سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنی اپنی نسبتیں ختم کر کے قرآن وسنت کی طرف لوٹ آئیں۔ یہی ایک کسوٹی ہے جس پر مختلف الخیال مسلم گروہوں کو اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔

لیکن اب ایک عجیب صورت حال سامنے آچکی ہے کہ بہت سے علماء بدعات ومحدثات کو بھی اسلام باور کروانے کی ناروا کوششوں میں مصروف ہیں، حالانکہ جو چیز قرآن اور سنت سے ثابت نہیں ہے۔ وہ دین کیسے بن سکتی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ نصیحت فرمائی تھی:

((تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهِ.)) ❷

"اے میرے صحابہ! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔ اگر تم ان دونوں سے تمسک کرتے رہو گے تو تمہیں گمراہی اور راستہ بھٹکنے کا کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔"

اب کیا اللہ کی کتاب ہمارے پاس موجود نہیں ہے؟ کیا رسول ﷺ کی سنت ہمارے

---

❶ تہتر فرقے تو بنیادی ہیں۔ لیکن اگر ان کے ذیلی فرقوں کو بھی شمار کر لیا جائے تو یہ تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو جائے گی۔

❷ صحيح الجامع الصغير لشيخ الباني : ٣٦.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پاس موجود نہیں ہے؟ جب یہ دونوں موجود ہیں تو ہماری رہنمائی کے لیے یہی کافی ہیں۔ ان دونوں کی موجودگی کے باوجود اگر کوئی شخص محض اپنے مفادات کے لیے تمہیں راہ راست سے بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ حقیقت میں آپ کو نہیں بھٹکا رہا، خود راہ راست سے بھٹک رہا ہے۔

قرآن مجید نے ایسے عالموں کی سخت مذمت بیان فرمائی ہے۔ ان عالموں کو قیامت کے دن جو عذاب ہوگا وہ باقی سب لوگوں سے بڑھ کر ہوگا۔ کیونکہ ان نام نہاد عالموں نے محض دنیا کے حقیر مقاصد کے لیے ایک خلق کثیر کو گمراہ کیا تھا اور اب یہ سب لوگوں کا بوجھ بھی اپنے سر اٹھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُوْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝﴾ (آل عمران: ۱۶۴)

آج ماہ صفر کی ۲۶ تاریخ ہے۔ تین چار دن بعد ربیع الاول کا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ ربیع الاول کی ۹ تاریخ کو سرورِ کونین ﷺ اس عالم آب و گل میں تشریف لائے تھے اور اسی ماہ کی ۱۲ تاریخ کو آقائے دو جہاں نبوت و رسالت کی ذمہ داریاں پوری کر کے عالم بالا کو سدھار گئے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ بیان کرنے کے لیے عام طور پر ربیع الاول کو خاص کر لیا گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مہینے کے ہر دن میں سیرت مصطفیٰ ﷺ بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہادیٔ عالم ﷺ کی سیرت مقدسہ کے تذکرے سے جہاں ہماری عقیدت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واحترام کے جذبات کی تسکین ہوتی ہے۔ وہاں روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا بہترین حل بھی ملتا ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے:

ویسے بھی سیرت رسول ﷺ ایک ایسا سمندر ہے جو سالہا سال بھی بیان کی جائے تو اس کے تقاضے کماحقہ بیان نہیں ہو سکتے۔ اور پھر یہ بات بھی سب سے اہم ہے کہ فخر دو عالم، امام الانبیاء ﷺ کی سیرت و کردار کے تابندہ نقوش ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، آپ ﷺ کی حیات و زیست کے مقدس اوراق میں ہمارے لیے زندگی کے ہر ہر معاملہ کے لیے رشد و ہدایت کا سامان موجود ہے۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب : ۲۱)

خالق کائنات نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے کہ محمد کریم ﷺ کی ذات اقدس تمہارے لیے زندگی کے تمام امور و مسائل میں ایک بہترین نمونہ اور رول ماڈل ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے ہر ہر صفحہ پر سارے انسانوں کے لیے ہدایات موجود ہیں۔ ہماری زندگی کے ہر معمہ، ہر پیچیدگی اور ہر قسم کے نشیب و فراز کے لیے اگر رہنمائی مل سکتی ہے تو وہ آپ ﷺ کی ہی سیرت مبارکہ ہے جہاں سے ہر معاملہ کا بآسانی حل مل سکتا ہے اور یہ شرف، یہ فضیلت اور یہ خوبی تنہا آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی کو حاصل ہے۔

آپ ﷺ سے پہلے انسانی دنیا کی حالتِ زار:

سورۂ آل عمران کی تلاوت کی گئی آیت مبارکہ میں مالک کائنات نے اپنے بندوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے لوگو! اللہ نے تم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ اس احسان کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے آپ ﷺ کی دنیا میں آمد سے پہلے کے انسانی معاشروں اور بشری جمعیتوں پر ذرا ایک نظر ڈال لیجیے اور دیکھیے کہ انسانیت کی تذلیل و توہین کس کس انداز سے ہو رہی تھی اور شرف انسانی کے تقاضے کس بری طرح سے مجروح ہو رہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے، تو آپ پر یہ بات کھل کر واضح ہو جائے گی کہ سرور کائنات آقائے نامدار ﷺ کی دنیا میں آمد و تشریف آوری کتنا بڑا احسان ہے، آپ ﷺ کی ذات اقدس دنیا والوں کے لیے کتنی بڑی نعمت ہے۔

نوع انسانی انسانیت کے شرف کے باوجود جانوروں سے بھی بدتر حالت میں تھی۔ کفر و شرک، ظلم و ستم، قتل و غارت گری اور کمزوروں کے استحصال کی ہر شکل موجود تھی۔ انسان، انسان کا دشمن تھا۔ دنیا کے تمام معاشرے انتشار اور انارکی کا شکار تھے۔ روئے زمین پر جہالت عام تھی۔ انسان اپنے خالق و مالک کو بھولا ہوا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ زندگی کا مقصد کیا ہے؟

اسلامی انقلاب:

انسانیت کی ایسی ناگفتہ بہ حالت پر مالک کائنات کو رحم آ گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے سب سے برگزیدہ نبی سیدنا محمد ﷺ کو دنیا میں بھیجا۔ آپ ﷺ کی نبوت کے اعلان کے ساتھ ہی کفر و شرک کے اندھیرے مٹنے لگے اور ظلم و بربریت کی ہر شکل دم توڑنے لگی۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو بتایا کہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اللہ تمہارے جسموں کو دوبارہ بنائے گا اور تمہاری روحیں ان میں لوٹا دے گا، اور تم اپنی تمام تر زندگی کے اعمال کا حساب دو گے، مگر شروع شروع میں آپ ﷺ کی اپنی قوم نے اخروی زندگی اور تصور احتساب کی شدید مخالفت کی، کیونکہ یہ عقیدہ ان کے فہم و شعور کی سطح سے بالاتر تھا اور وہ اپنی مشرکانہ فکر کی وجہ سے اسے عجیب و غریب خیال کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے اعلان نبوت کے ساتھ کتنا بڑا انقلاب واقع ہو گیا۔ مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی ''مسدس'' (1) میں اس کی بہت خوب صورت عکاسی کی ہے۔

(1) مسدس شاعری کی ایک صنعت ہے، جس میں ہر بند کے چھ مصرعے ہوتے ہیں۔ مولانا حالی کی مسدس کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ مسدس حالی کا اصل نام مدوجزرِ اسلام ہے۔ اس میں اسلام کے عروج و زوال کی کہانی کو اشعار کی زبان میں بہت خوب صورت اسلوب و انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ مسدس سرسید احمد خاں کے ایما پر لکھی گئی تھی، مولانا حالی ۱۹۱۴ء میں فوت ہوئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز میں سوئی بستی جگا دی

سانحۂ پشاور:

آج پشاور [61] کے سانحہ پر تین دن گزر چکے ہیں، اس دلدوز اور دل گداز واقعہ کے جو مناظر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں آئے ہیں، انہیں دیکھ کر اور سن کر تو چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کے مظالم بھی بہت پیچھے دکھائی دیتے ہیں۔ معصوم بچوں کو بہیمانہ طور پر قتل کیا گیا، ان کے سروں میں بے رحمی کے ساتھ گولیاں ماری گئیں۔ نہایت سنگ دلی کے ساتھ انہیں لٹا کر ذبح کیا گیا اور بربریت کی انتہاء کر دی گئی۔ ان درندہ نما افراد کے وحشیانہ تشدد سے انسانیت کی پیشانی شرم سے جھک گئی ہے۔

عہدِ جاہلیت میں دختر کشی:

ایام جاہلیت میں سنگ دل عرب اپنی معصوم اور نوزائیدہ بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اس ظلم و سفاکی کے پیچھے محض ایک خود ساختہ تصور کارفرما تھا کہ بیٹی کی پیدائش ان کی عزت و ناموس کے لیے ایک عار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بھیانک ظلم کے نتائج سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝﴾ (التکویر: ۸، ۹)

جب رب کی بارگاہ میں زندہ درگور کی گئی لڑکی فریاد کرے گی، کہ مجھے کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا؟ اس وقت بے رحم اور سنگدل باپ پر ایک لرزہ طاری ہو جائے گا۔

اس ضمن میں سنن دارمی میں ایک مشہور واقعہ موجود ہے کہ ایک صحابی نے اپنے زمانہ

---

[61] پشاور کے آرمی پبلک سکول کے معصوم بچوں پر وحشیانہ تشدد کا یہ واقعہ ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء میں پیش آیا تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاہلیت کا واقعہ ❶ سنایا کہ میرے گھر میں ایک بچی پیدا ہوئی، جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی تو وہ اکثر بھاگ کر آتی اور میری ٹانگوں سے چمٹ جاتی اور والہانہ محبت کا اظہار کرتی اور میری حالت یہ تھی کہ میں ہر وقت اس فکر میں رہتا کہ کسی نہ کسی طرح اس کو ٹھکانے لگا دوں اور معاشرے کے طعنوں سے بچ جاؤں۔ آخر ایک دن اس نوخیز کلی کا وجود میری برداشت سے باہر ہو گیا۔ میں اُسے بہانے سے باہر لے گیا۔ وہاں گڑھا کھودا اور بچی کو گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دی۔ اس دوران بچی ابو ابو پکارتی رہی، مگر اس کی محبت بھری آواز میری پتھر دل کو پگھلا نہ سکی اور میں نے اس بچی کو دفن کر دیا۔ یہ دل ہلا دینے والی کہانی سن کر آقائے دو جہاں محبوب کبریا ﷺ کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہنے لگے اور آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

بچیوں کے ساتھ یہ ظلم اور زیادتی شفیق و کریم نبی ﷺ کے لیے ناقابل برداشت تھی، اس لیے آپ ﷺ نے اس ظالمانہ رسم کو مٹا دینے کا حکم دیا اور آپ ﷺ کی زندگی میں ہی اس قبیح رسم کا جزیرہ نمائے عرب سے خاتمہ ہو گیا۔ یہ معصوم بچیوں پر آپ ﷺ کا احسان ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ۵۷۱ سال بعد پیدا ہوئے اور ۶۳۲ء میں اپنے مشن کی تکمیل کے بعد اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ وومن رائٹس کی تنظیمیں عورتوں کے جن حقوق کے نعرے آج بلند کر رہی ہیں، سرور کونین ﷺ نے ان حقوق سے بہتر حقوق چودہ سو برس سے زیادہ عرصہ پہلے خواتین کو عطا فرما دیئے تھے۔

غلاموں کے حقوق:

ایام جاہلیت کا ایک اور مسئلہ غلامی کا تھا۔ ایک شخص قافلے میں سفر کرتا تھا، قافلے والے دیکھتے کہ اس کا کوئی والی وارث نہیں ہے تو اسے غلام بنا کر بیچ دیتے اور اگر کوئی بچی ان کے ہتھے چڑھ جاتی تو اس کو لونڈی بنا لیا جاتا تھا۔ عرب معاشرے بلکہ دنیا بھر میں ان لونڈیوں اور غلاموں کے کوئی حقوق نہ تھے، یہ ہر طرح کے حقوق سے محروم تھے اور جانوروں سے بدتر زندگی

❶ سنن الدارمی جلد اول، باب ما کان علیہ الناس قبل مبعث النبی ﷺ من الجہل والضلالۃ، حدیث: ۲۔ اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں تاہم یہ مرسل ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسر کرتے تھے۔آج کے آزادانہ ماحول میں لوگ اس غلامانہ زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ان حالات میں ایک بچہ زید بن حارثہ بکتا ہوا مکہ پہنچا۔ جب نبی کریم ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو زید ایک غلام کی حیثیت سے آپ ﷺ کو مل گیا۔ اب آپ ﷺ نے اس غلام سے کیسا عمدہ اور بہترین سلوک کیا، اس کی تفصیلات سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے زید کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔ اسے باپ کی سی شفقت و محبت دی، حتیٰ کہ لوگ انہیں زید بن محمد ﷺ کے نام سے پکارنے لگے۔ جب زید کے سگے والد کو پتہ چلا تو وہ آکر آقائے دو جہاں ﷺ کے پاس عرض گزار ہوا کہ زید کو اس کے ساتھ جانے دیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: زید تمہارا بیٹا ہے، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ چنانچہ اس نے زید رضی اللہ عنہ سے ساتھ جانے کو کہا تو زید رضی اللہ عنہ نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر ان کے والد حیرت زدہ رہ گئے۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ زید رضی اللہ عنہ نے اپنے سگے اور حقیقی باپ کے ساتھ جانے سے انکار کیوں کر دیا؟ جس نے ایک مدت کی تلاش کے بعد انہیں پایا تھا۔ اس کا صاف صاف جواب یہی ہے کہ اس رؤف و رحیم نبی ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ سے جس اعلیٰ درجے کا مشفقانہ سلوک کیا تھا، زید رضی اللہ عنہ اس کو نظر انداز کر کے اپنے والد کے ساتھ نہیں جا سکتے تھے۔ یہ تھا آپ ﷺ کا حسن سلوک ایک ایسے انسانی طبقے کے ساتھ جس کی اس زمانے میں کوئی وقعت نہ سمجھی جاتی تھی۔ [41]

رومیوں کا غلاموں سے سلوک:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ۷۰ برس بعد رومیوں نے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا اور پھر یہ صدیوں تک انہی کے قبضے میں رہا۔ رومی اپنے مقبوضہ علاقوں کے لوگوں کو غلام بناتے، انہیں بڑے بڑے آہنی پنجروں میں بند کر دیتے اور پھر اپنی تفریح کی حس کو پورا کرنے کے لیے ان غلاموں کو پنجروں سے نکالا جاتا اور ان پر درندوں کو چھوڑ دیا جاتا جو ان کو چیر پھاڑ کر کھا

[41] سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں: الاصابة لابن حجر، اسد الغابة لابن اثیر۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتے۔ ❶ ایرانیوں کا بھی غلاموں کے ساتھ سلوک بہت ظالمانہ تھا۔

عیسائیت کے عقائدِ باطلہ اور اُن کا ردّ:

رومیوں نے جب بیت المقدس اور شام و فلسطین کے علاقوں پر قبضہ کیا تھا، اس وقت وہ عیسائی نہیں تھے، بلکہ دین عیسوی کے شدید مخالف تھے، یورپ میں مسیحیت کی اشاعت سینٹ پال ❷ کی کوششوں کے نتیجہ میں عمل میں آئی۔ یہ سینٹ پال ہی تھا جس نے اس عقیدہ کو رواج

---

❶ رومیوں نے اپنے عہد عروج میں ایک عظیم تماشا گاہ بنائی تھی جس کو کلوزیم (Colosseum) کہا جاتا تھا۔ یہ تماشا گاہ ۷۲ء میں بننی شروع ہوئی اور ۸۰ء میں اس کا افتتاح رومی شہنشاہ ٹائٹس (Titus) نے کیا، تماشا گاہ کی عمارت موجودہ سٹیڈیم کی طرز پر تھی اور اتنی بڑی تھی کہ اس میں پورا شہر سما سکتا تھا۔ اس تماشا گاہ میں بڑے ظالمانہ، خون ریز اور سفاکانہ کھیل کھیلے جاتے تھے۔ ان میں موت ایک اہم کردار ادا کرتی تھی۔ ان خونی کھیلوں میں دو طرح کے مقابلے ہوتے تھے، انسانوں کا مقابلہ درندوں سے ہوتا تھا یا پھر جنگجو قسم کے انسانوں کا آپس میں مقابلہ ہوتا تھا، یہ مقابلے موت پر ہی منتج ہوتے تھے۔

ناظرین یہ ہلاکت آفرین تماشے بڑے شوق اور دل چسپی کے ساتھ دیکھتے جب موت کے اس کھیل میں انسانوں کی چیخیں بلند ہوتیں، ان کے جسموں سے خون کے فوارے چھوٹتے اور وہ خاک و خون میں تڑپتے تو تماشائیوں کا ذوق و انہماک بڑھ جاتا، ان کے قہقہے بلند ہوتے اور خوشی سے اچھلنے کودنے لگتے۔

موت کے اس اکھاڑے میں مجرموں کو اتارا جاتا تھا یا پھر قیدیوں اور غلاموں کو، ظلم و بربریت کے یہ کھیل پوری چار صدیوں تک کھیلے جاتے رہے اور بے گناہ انسانوں کو محض تفریح طبع کی خاطر موت کی وادیوں میں دھکیلا جاتا رہا۔ ۸۰ء کی افتتاحی تقریبات اور تماشے پورے سو دن جاری رہے، جن میں سینکڑوں جانور اور تقریباً ۲۰۰۰ (دو ہزار) انسان موت کے گھاٹ اتر گئے۔

اس خونی اور بہیمانہ تماشا گاہ کی باقیات اب تک باقی ہیں۔ اس کی دیواروں اور راستوں کے کھنڈرات اب بھی موجود ہیں اور وہ سرنگیں بھی ابھی تک موجود ہیں، جن کے ذریعے تماشا گاہ سے پانی نکالا جاتا تھا۔

❷ سینٹ پال کا اصل نام ساؤل تھا مگر پولوس کے نام سے زیادہ مشہور ہوا۔ یہ یہودی مذہب کا ایک نامور عالم تھا، سیدنا مسیح علیہ السلام کا معاصر تھا، اس نے عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں آپ علیہ السلام کی شدید مخالفت کی۔ مگر آپ علیہ السلام کے دنیا سے اٹھائے جانے کے بعد دمشق کے سفر کے دوران ایک مکاشفے کے باعث اس نے نہ صرف مسیحیت قبول کرنے کا اعلان کیا بلکہ اس کا زبردست مبلغ بن کر سامنے آیا۔ ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیا کہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ذات باری تعالیٰ مل کر خدا ہیں۔ اس عقیدے کو اس نے تثلیث کا نام دیا۔

قرآن مجید نے اس عقیدے کی اصلاح فرمائی۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ﴾ (المائدہ : ۷۳)

''ان لوگوں نے کفر کیا جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تینوں میں سے ایک ہے۔''

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (المائدہ : ۷۲)

⇦ پال نے جن تعلیمات کو پیش کیا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دوسرے حواریوں نے انہیں تسلیم نہ کیا بلکہ ہدف تنقید بنایا۔ مگر پال نے دعویٰ کیا کہ وہ براہ راست مسیح علیہ السلام سے تعلیم حاصل کرتا ہے، اس کی تعلیمات اور نظریات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ماخوذ ہیں۔

سینٹ پال ۳۰ سال تک شام، فلسطین، ایشیائے کوچک، مصر، مقدونیہ، یونان اور اٹلی میں عیسائیت کی تبلیغ کرتا رہا۔ بالآخر 64ء میں سینٹ پیٹر کے ساتھ گرفتار ہوا اور شہنشاہ نیرو کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

موجودہ عیسائیت جن عقائد ونظریات کی حامل ہے، ان کا حقیقی بانی سینٹ پال ہی ہے، مثلاً تثلیث، کفارہ، ابن اللہ، بپتسمہ، عشائے ربانی اور مصلوبیت مسیح علیہ السلام جیسے عقائد واعمال پال ہی کے وضع کیے ہوئے ہیں۔ ان کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الہامی تعلیمات سے کوئی سروکار نہیں۔

پال کے زمانے میں سلطنت رومہ میں یونانی فلاسفہ کے افکار اور الہامی بحثوں کا چرچا تھا۔ پال یونانی فلاسفہ کے افکار سے واقف تھا اور کسی حد تک ہندو اور بدھ خیالات سے بھی آگاہ تھا۔ اس لیے پال نے خوب سوچ سمجھ کر ایسے عقائد وضع کیے جن کو رومیوں کے بت پرستانہ اور فلسفیانہ ماحول میں قبول عام حاصل ہو۔ پال کی یہ چال کامیاب رہی اور رومی معاشرے نے آہستہ آہستہ ان عقائد وافکار کو تسلیم کرنا شروع کر دیا، کیونکہ یہ عقائد ونظریات رومیوں کے مقامی دینی تصورات سے زیادہ مختلف نہ تھے۔

سینٹ پال کا مقصد تو دین مسیحیت کی توسیع تھا، خواہ وہ کسی ذریعے سے بھی ہو، خواہ اس سے سیدنا مسیح علیہ السلام کے اصل الہامی مذہب کا چہرہ کتنا ہی مسخ کیوں نہ ہو جائے۔

پال کو عیسائیوں میں اس درجہ مقبولیت حاصل ہے کہ اسے عیسائیت کا پہلا شہید کہا جاتا ہے اور عہد نامہ جدید کی ستائیس کتابوں میں سے چودہ اس کے نام منسوب کی جاتی ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ان لوگوں نے بھی کفر کیا جو کہتے ہیں عیسیٰ ابن مریم اور اللہ ایک ہی ہیں۔"

ان حقائق اور تصریحات سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ سرور کائنات ﷺ سے پہلے غیر الہامی اور انسانی دماغوں کے وضع کیے ہوئے ادیان و مذاہب تو شرک سے مملو تھے ہی، وحی و تنزیل کے دعوے دار مذاہب بھی شرک سے بری طرح آلودہ تھے۔

نبی کریم ﷺ پر اترنے والی وحی جو سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات پر مشتمل تھی۔ اس میں توحید کا درس موجود ہے اور نہایت جچی تلی زبان میں شرک کا رد پایا جاتا ہے، گویا اسلام ہی وہ مذہب ہے جس کی بنیاد توحید و یکتائی پر ہے۔

صورت حال کا ٹھیک ٹھیک تجزیہ کرنے کے لیے گزشتہ دو صدیوں کی عسکری تاریخ کے اہم واقعات پر ایک نظر ڈال لینا ضروری ہے تاکہ ذرا بہتر انداز میں بات سمجھ میں آسکے۔

افغانستان پر روسی حملہ:

۱۹۷۹ء میں روس نے اپنی عادت کے مطابق توسیع سلطنت کی غرض سے افغانستان پر حملہ کر دیا اور اپنی فوجیں افغانستان میں اتار دیں، جس سے ہماری شمالی سرحدیں بھی غیر محفوظ ہو گئیں۔ امریکہ اور روس ایک دوسرے کے حریف تھے، اس لیے امریکہ نے روس کو زک پہنچانے کے لیے افغانستان اور پاکستان کی مدد کی، امریکہ کی یہ مدد محض اپنی انا کی تسکین کے لیے تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کی مدد قطعاً مقصود نہ تھی، نہ ہی افغانیوں کی مظلومیت اس کے پیش نظر تھی، کیونکہ امریکہ بذات خود مسلمانوں کا بدترین دشمن ہے۔ [41]

---

[41] ۱۹۷۹ء میں جب روس افغانستان میں گھس آیا تھا۔ امریکہ نے مناسب موقع دیکھ کر روس کو نقصان پہنچانے کے لیے افغانیوں کو سپورٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ امریکہ نے مجاہد تنظیموں کی ایک طرف تو جدید ترین اسلحے اور ڈالروں کی فراہمی سے مدد کی تو دوسری طرف بھرپور طریقے سے میڈیا کا ہتھیار استعمال کیا۔ اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے نشریے افغانیوں کی مظلومیت کا راگ الاپنے لگے اور ظلم کی داستان سرخ سامراج سے منسوب کی جانے لگی۔

مجاہد تنظیموں کے لیڈر جب امریکہ جاتے تو انہیں خصوصی پروٹوکول دیا جاتا۔ ریڈیو، ٹی وی اور ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نپولین کا روس پر حملہ:

روس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ وہ ریچھ ہے جو کسی علاقے میں چلا جائے تو اس طرح مضبوطی سے پاؤں جما کر بیٹھ جاتا ہے کہ اسے نکالا نہیں جا سکتا، اس نے گزشتہ پانچ صدیوں میں کبھی شکست نہیں کھائی تھی۔ ① فرانس کے مشہور عالم سپہ سالار نپولین ② بونا

⇦⇦ اخبارات کے نمائندگان انہیں گھیر لیتے۔ ان کے طویل انٹرویوز لیتے جو اخبارات کی زینت بنتے اور الیکٹرانک میڈیا پر بار بار چلائے جاتے۔ واشنگٹن ریڈیو سے مجاہدین کی تعریفیں کی جاتیں، ان کے تصور جہاد کی حمایت کی جاتی، انہیں محب وطن قرار دیا جاتا اور مجاہدین کے ترانے ہمہ وقت گونجتے رہتے۔

لیکن جب روس کی کمر ٹوٹ گئی، وہ نہ صرف افغانستان سے دم دبا کر بھاگ گیا بلکہ ایشیاء اور یورپ کی گیارہ مزید ریاستیں اس کے چنگل سے آزاد ہو گئیں۔ روسی معیشت برباد ہو گئی۔ روسی کرنسی روبل کی کوئی قدر و قیمت نہ رہی۔ اب امریکہ کا مقصد پورا ہو گیا تھا، لہٰذا اس نے یوٹرن لیا اور مجاہدین کی مختلف تنظیموں کو آپس میں لڑانا شروع کر دیا اور پھر اُن مجاہدین کو دہشت گرد قرار دے دیا جن کو وہ محب وطن، آزادی کے ہیرو اور مجاہدین دین وملت کہتے نہ تھکتا تھا۔

اور پھر وہ وقت بھی آیا جب بش حکومت نے ۲۰۰۱ء میں پوری منصوبہ بندی کے ساتھ مجاہدوں کی سرزمین افغانستان پر حملہ کر دیا اور اپنے ہلاکت آفرین ہتھیاروں سے اسے کھنڈر بنا کر رکھ دیا، ازاں بعد امریکہ نے عراق اور دیگر کئی ایک ممالک کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنایا، الغرض امریکہ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

① بلاشبہ روسی اس عرصہ میں فیصلہ کن شکست سے بچے رہے۔ البتہ ۱۸۵۳ء میں روس اور ترکی کے درمیان کریمیا کی جنگ ہوئی تھی، روس درحقیقت بحیرۂ روم تک رسائی چاہتا تھا۔ برطانیہ اور فرانس نے بحیرہ روم پر اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے ترکی کا ساتھ دیا تھا اور ترکوں کی مدد کے لیے کریمیا کے محاذ پر اپنی فوجیں بھیجی تھیں۔ یہ جنگ تین برس تک جاری رہی، بالآخر روس کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجے میں وہ اپنے ناجائز مطالبات سے دستبردار ہو گیا تھا۔

② نپولین بونا پارٹ 1769ء میں فرانس کے مقبوضہ علاقے کورسیکا میں پیدا ہوا۔ 1785ء میں فرانس کے ایک عسکری ادارے سے اس نے گریجوایشن کی اور فرانسیسی فوج میں سیکنڈ لیفٹیننٹ بھرتی ہو گیا۔ چند سال بعد فرانس کو متعدد بیرونی طاقتوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ نپولین کو 1793ء میں تولون کے محاصرہ میں اپنی جوانمردی کے جوہر دکھانے کا موقع ملا۔ نپولین کو اس معرکے میں بڑی کامیابی ملی، جس کے صلے میں ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پارٹ سے کون واقف نہیں۔ بلاشبہ وہ ایک بہادر اور تجربہ کار جرنیل تھا۔ اس نے اپنی حربی بصیرت اور ہمت و شجاعت کی بدولت یورپ کو سرنگوں کیا۔ تو اس کی فاتحانہ حس اور بہادرانہ مزاج نے اسے روس پر حملہ کرنے پر اکسایا۔ چنانچہ نپولین روسی فوجوں کو شکستوں پر شکستیں دیتا ہوا ماسکو تک جا پہنچا۔ لیکن بالآخر روس کے شدید موسم اور روسیوں کی سخت مزاحمت کے باعث نپولین کی ساری فوج تباہ ہوگئی۔

⇦⇦ اسے بریگیڈیر جنرل کے عہدے پر ترقی مل گئی۔

1796ء میں اسے اٹلی میں فرانسیسی فوج کی کمان سونپی گئی، وہاں نپولین نے شاندار خدمات سرانجام دیں، پیرس واپسی پر اس کا ہیرو کی طرح استقبال کیا گیا۔ 1798ء میں اس نے مصر پر حملہ کیا۔ اس موقع پر برطانوی بحریہ نے اس کو شکست دی مگر نپولین کی بری فوجوں کو برتری حاصل رہی۔ بہرحال مصر پر حملہ نپولین کی غلطی تھی۔

1804ء میں ایک نئے دستور کی منظوری کے بعد نپولین کو فرانس اور اٹلی کا بادشاہ بنادیا گیا، کئی سال تک سپین بھی اس کی بادشاہت کا حصہ رہا، نپولین جہاں ایک اچھا سپہ سالار تھا، وہاں ایک اچھا منتظم بھی ثابت ہوا، اس کے زیرِ کنٹرول علاقے ترقی کی راہ پر گامزن ہوئے۔

جون 1812ء میں نپولین نے پانچ لاکھ فوج کے ساتھ روس پر ہلہ بول دیا، روسی فوجوں نے نپولین کے ساتھ لڑنے سے احتراز کیا اور اُسے ایک حکمت عملی کے تحت پیش قدمی کرنے کا موقع دیا۔ نپولین ماسکو تک پہنچ گیا۔ یہاں چند ہفتے قیام کے بعد موسم شدید سرد ہوگیا اور دوسری طرف رسد اور خوراک کی قلت نے بھی سخت مشکلات پیدا کیں، لہٰذا بادل نخواستہ نپولین نے فوج کو واپسی کا حکم دیا۔ لیکن تب بہت دیر ہوچکی تھی۔ فرانسیسی فوجوں کا دس فیصد سے بھی کم حصہ واپس آنے میں کامیاب ہوسکا، یوں فرانس کی ایک بہت بڑی فوج اپنے ساز و سامان سمیت تباہ ہوگئی۔

روس کی مہم نے نپولین کی کمر توڑ دی، یہ گویا اس کے زوال کا پیش خیمہ تھا، دیگر یورپی ممالک جیسے آسٹریا اور پرشیا وغیرہ نے جان لیا تھا کہ ان کے پاس اب فرانسیسی غلامی کا جوا اتارنے کا بہترین موقع ہے۔ انہوں نے نپولین کے خلاف اتحاد قائم کیا۔ اس اتحاد میں برطانیہ، روس، سویڈن، پرشیا اور آسٹریا کے ممالک شامل تھے۔ اس اتحاد نے ۱۸۱۳ء میں لیپزگ کے مقام پر نپولین کی فوجوں کو شکست فاش دی، ۱۸۱۴ء میں اسے فرانسیسی حکومت سے مستعفی ہونا پڑا۔ اتحادیوں نے نپولین کو اٹلی کے ایک چھوٹے سے جزیرے ایلباء میں قید کردیا۔

⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہٹلر کی روس پر یلغار:

اس کے بعد دوسری عالمگیر جنگ میں جو ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ تک لڑی گئی۔ جرمن ڈکٹیٹر ایڈولف ہٹلر ❶ نے بھی روس پر حملہ کرنے کی غلطی دہرائی اور نتیجہ وہی ہوا جو قبل ازیں نپولین

⇐⇐ ۱۸۱۵ء میں نپولین جزیرہ ایلباء سے فرار ہو کر فرانس واپس آ گیا، جہاں اسے عوام نے خوش آمدید کہا اور اس کا اقتدار بحال ہو گیا، مگر دوبارہ حکومت کے بعد ابھی ۱۰۰ دن بھی نہیں گزرے تھے کہ اتحادیوں نے فرانس پر ایک بڑی جنگ مسلط کر دی، نپولین اگرچہ بہادری سے لڑا، مگر ۱۸ جون ۱۸۱۵ء کو اسے واٹرلو کے میدان میں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ برطانوی فوج نے نپولین کو گرفتار کر کے بحر اوقیانوس کے ایک جزیرے سینٹ ہیلینا میں قید کر دیا، جہاں وہ کینسر کے عارضہ میں مبتلا ہو کر ۱۸۲۱ء میں وفات پا گیا۔

❶ ایڈولف ہٹلر ۱۸۸۹ء میں آسٹریا کے مشہور شہر براؤنا میں پیدا ہوا۔ جنگ عظیم اول میں وہ جرمن فوج میں بھرتی ہوا۔ اپنے ملک کی حمایت میں اتحادی فوجوں سے بہادری کے ساتھ لڑا۔ جس کے صلے میں اسے میڈل ملے۔ ۱۹۱۹ء میں وہ نازی پارٹی میں شامل ہو گیا۔ دو برس بعد وہ اس کا غیر متنازعہ قائد بن گیا۔ ہٹلر کے زیر قیادت جلد ہی نازی پارٹی طاقت ور ہو گئی۔ ہٹلر کو جرمنوں کی اکثریت کی حمایت مل گئی۔ جنوری ۱۹۳۳ء میں وہ جرمنی کا چانسلر بن گیا۔

اس کے بعد ہٹلر نے جرمن فوج کو از سر نو منظم کیا اور ۱۹۱۹ء میں اتحادیوں سے کیا ہوا ورسلز کا ذلت آمیز معاہدہ منسوخ کر دیا، مارچ ۱۹۳۶ء میں جرمن دستوں نے رہائن لینڈ پر قبضہ کر لیا۔ مارچ ۱۹۳۸ء میں ہٹلر نے آسٹریا کا جبری طور پر اپنے ساتھ الحاق کر لیا۔

اگست ۱۹۳۹ء میں جرمنی نے پولینڈ پر حملہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسری عالم گیر جنگ کا آغاز ہو گیا۔ پولینڈ پر قبضہ کرنے کے بعد اپریل ۱۹۴۰ء میں جرمن فوجیوں نے ڈنمارک اور ناروے پر اپنا تسلط قائم کر لیا اور اگلے ماہ مئی میں ہولینڈ، بیلجیم اور لکسمبرگ کو روند ڈالا۔ ماہ جون میں فرانس جرمنوں کی بے پناہ یلغار روکنے میں ناکام رہا اور اپنے وجود کو قائم نہ رکھ سکا۔

۱۹۴۱ء میں ہٹلر کی فوجوں نے یونان اور یوگوسلاویہ پر قبضہ کر لیا۔

۱۹۴۱ میں اس نے روس پر بھی حملہ کر دیا، روسی جرمن حملوں کی تاب نہ لا سکے اور پیچھے ہٹنے لگے۔ ابتدائی چند ماہ میں تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ روسی ریچھ منہ کے بل گرنے والا ہے۔ مگر پھر جرمنوں کے کچھ غلط جنگی فیصلوں، جرمن فوج کو رسد کی عدم فراہمی، وطن سے سینکڑوں میل کی دوری اور یخ بستہ سردی نے روس کی ⇐⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی لشکر کشی سے ظاہر ہو چکا تھا۔ جرمنی نے کئی ایک ممالک پر قبضہ کر کے روس پر حملہ کر دیا۔ جرمن فوجیں روس کی ڈیڑھ ہزار میل سرحدوں پر پھیل گئیں۔ ابتداء میں جرمنی کو حیرت انگیز کامیابیاں حاصل ہوئیں، جرمن فوجیں چار سو میل اندر تک چلی گئیں۔ لینن گراڈ، سٹالن گراڈ اور ماسکوان کے نشانے پر تھے، مگر اس موقع پر روسیوں نے ملک کو ہاتھ سے جاتا دیکھ کر پوری قوت سے جرمن فوجوں پر حملے کیے اور سخت سرد موسم نے ان کی بھرپور مدد کی۔ اب جرمن سخت مصیبت میں پھنس گئے، ان کی فوج اور اسلحہ تباہ ہو گیا، وہ بری طرح شکست کھا گئے، روس میں ہونے والی شکست نے جرمنی کی کمر توڑ دی، بالآخر جرمن ہر محاذ پر شکست کھا گئے۔ اس صدمہ کی تاب نہ لا کر ہٹلر نے خودکشی کر لی۔ اب جرمنی کی قسمت کا فیصلہ اتحادیوں کے ہاتھوں میں تھا، اب انہوں نے جرمن علاقوں کی بندر بانٹ کی، جرمنی کے دارالحکومت برلن کے درمیان میں دیوار ❶ کھینچ کر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

⇦ یاوری کی اور جرمن فوجیں روس کو فتح کرنے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ کر سکیں اور شکست و ریخت کا شکار ہو گئیں۔

۱۹۴۲ء کے وسط تک جرمنی یورپ کے ایک بڑے حصے پر قابض ہو چکا تھا۔ مگر دوسرے نصف میں جنگ کا رخ بدل گیا۔ جرمنی کو مصر اور روس میں سٹالن گراڈ کی جنگوں میں زبردست زک اٹھانا پڑی۔ جس کے نتیجے میں جرمنی کی عسکری طاقت کا طلسم ٹوٹ گیا، اب جرمنی زوال کی طرف گامزن تھا۔ ۱۹۴۵ء کے موسم بہار میں جرمنی کا تلخ انجام ظہور پذیر ہوا۔ جرمن فوجیں تمام محاذوں پر شکست کھا گئیں۔ یہ دیکھ کر ۳۰، اپریل ۱۹۴۵ء کو ہٹلر نے برلن میں خودکشی کر لی۔ اس کے سات روز بعد جرمنی نے ہتھیار پھینک دیئے اور اتحادیوں کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔

❶ روسیوں نے اتحادیوں کے ساتھ مل کر جرمنی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، مغربی حصہ اتحادیوں کو مل گیا اور مشرقی حصہ پر روس قابض ہو گیا۔ ان دونوں حصوں کے نام مغربی جرمنی اور مشرقی جرمنی پڑ گئے۔ ان دونوں حصوں کو ایک دیوار کے ذریعے علیحدہ کیا گیا تھا۔ جو جرمنی کے دارالحکومت برلن کے درمیان سے گزرتی تھی۔

۱۳ اگست ۱۹۶۱ء کو خاردار تاریں لگا کر دونوں حصوں کو ملانے والی سرحد بند کر دی گئی۔ مغربی جرمنی کو جانے والے تمام راستوں پر ٹینک اور مشین گنوں سمیت فوجی دستے تعینات کر دیئے گئے۔ اس کے فوراً بعد سیمنٹ کے بلاک جوڑ کر دیوار کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ ۳۱، اگست ۱۹۶۱ء کو دیوار کی تعمیر مکمل ہو گئی اور ⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسری جنگ عظیم میں روس کی کارکردگی اچھی رہی تھی۔ اس لیے جنگ کے بعد وہ ایک بڑی قوت بن کر ابھرا۔ اس نے مشرقی یورپ کے کئی ایک ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ اب روس اور امریکہ جو جرمنی اور دیگر محوری ممالک کے خلاف حلیف تھے، جنگ کے بعد ایک دوسرے کے حریف بن گئے۔ امریکہ نے پوری کوشش کی کہ کیمونسٹ روس کے خلاف ہنگری، پولینڈ اور یوگوسلاویہ میں بغاوت کروائے مگر سرخ سامراج نے ان بغاوتوں کو اپنے ٹینکوں تلے روند دیا۔

روسی سامراج کا مسلم علاقوں پر قبضہ:

روسیوں نے روس میں ۱۹۱۷ء کے کیمونسٹ انقلاب کے بعد سینٹرل ایشیاء کی مسلم ریاستوں کو ایک ایک کر کے نگل لیا۔ آذر بائیجان، ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، کرغیزستان اور قازقستان جیسی وسیع وعریض مسلم ریاستیں روس کے پنجۂ استبداد میں بری طرح جکڑی گئیں، جو بالآخر افغان جہاد کے نتیجے میں گزشتہ صدی کی آخری دہائی میں دوبارہ آزادی

⇦ اس پر خاردار تار لگا دی گئی، یہ دیوار ۱۶۹ کلو میٹر لمبی اور ۱۰/۴ میٹر بلند تھی۔
اس دیوار کی تعمیر کے ساتھ ہی شہر کے رہنے والے لوگ ایک دوسرے سے بیگانہ ہو گئے۔ اس دیوار نے گلیوں، بازاروں، حتیٰ کہ گھروں کو اس طرح علیحدہ کیا کہ ایک ہی گھر کے آدھے لوگ مشرقی برلن میں اور آدھے مغربی برلن میں رہ گئے، اس سے قبل انسانی تاریخ میں اس نوعیت کی تقسیم کبھی عمل میں نہ آئی تھی۔
سرکاری سطح پر ایک حصے سے دوسرے حصے میں آنے جانے کے لیے چند مقامات مخصوص کر دیئے گئے۔ ان کے علاوہ کسی بھی جگہ سے دیوار عبور کرنے والے شخص کی سزا موت قرار پائی۔ لیکن بعض افراد کے فرار کا سلسلہ جاری رہا۔ بے شمار لوگ پکڑے گئے اور موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔
بعض افراد نے دیوار کے قریب مکانوں کی چھتوں اور کھڑکیوں سے چھلانگیں لگائیں اور بعض نے خار دار تاروں کو کاٹ کر نئی دنیا دیکھنا چاہی، لیکن رکاوٹیں اور پابندیاں بڑھتی گئیں، پہلے دیوار کی جانب تمام کھڑکیاں بند کر دی گئیں اور پھر یہ مکانات گرا دیئے گئے اور دیوار سے ملحقہ کئی فٹ کا علاقہ ممنوعہ قرار دے دیا، جن میں خوف ناک کتوں، مسلح دستوں اور سرچ لائٹوں کا نظام قائم کر دیا گیا۔
بالآخر ظلم واستحصال کی یہ سیاہ رات اپنے اختتام کو پہنچی۔ افغان جہاد کے نتیجے میں روس کچھ اس طرح دیوالیہ ہوا کہ یہ دیوار بھی ڈھے گئی اور جرمنی کے دونوں حصے باہم متحد ہو گئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے ہم کنار ہوئیں۔

ان ریاستوں کا مجموعی رقبہ ۳۰ لاکھ مربع میل سے بھی زیادہ ہے۔ جبکہ بھارت جیسا وسیع ملک فقط ۱۲ لاکھ مربع میل کے رقبے پر مشتمل ہے۔ اس سے آپ وسط ایشیا کی اسلامی ریاستوں کی وسعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

بھارت کی غنڈا گردی:

ہمارے پڑوسی ملک ہندوستان میں فتنہ پرست ہندوؤں نے چھے ہزار سے زیادہ مسلم کش فسادات کیے ہیں۔ جن میں ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ عفت مآب مسلم خواتین پر مجرمانہ حملے کیے گئے۔ کشمیر میں ۷۰ سالوں کے غاصبانہ قبضے کے دوران پانچ لاکھ کشمیریوں کو شہید کر دیا گیا، اب انڈیا نے ایک نیا طریقہ اپنایا ہے۔ وہ مسلمان نوجوانوں کو اغوا کر کے غائب کر دیتا ہے۔ اس طرح دس ہزار نوجوانوں کو غائب کیا جا چکا ہے، ان کو کن غاروں میں دھکیل دیا گیا؟ اس بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں۔

مشرکین اور عقیدۂ آخرت:

میں نے یہ تھوڑا سا نقشہ اس لیے کھینچا ہے کہ بات کو سمجھنے میں آسانی رہے۔ جب نبی کریم ﷺ دنیا میں آئے تو اس وقت حالت یہ تھی کہ لوگ رب تعالیٰ کو بھی نہیں پہچانتے تھے اور نہ یہ ہی جانتے تھے کہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ہمیں اپنی زندگی کے اعمال وافعال کا حساب دینا پڑے گا۔ اس لیے تو وہ کہتے تھے:

﴿ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ﴾ (ق : ۳)

سیدنا محمد ﷺ کہتے ہیں جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہمیں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، ہمیں نئی زندگی دی جائے گی، یہ بات ہماری سمجھ سے تو بہت بعید ہے۔

جب اللہ کریم نے آقائے دو جہاں محمد کریم ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا تو سب سے پہلے یہ آیات نازل فرمائیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝﴾ (العلق: ۱۔۵)

آپ ﷺ امی نبی تھے۔ امی کا مطلب ہے کہ اللہ کریم ﷺ نے براہ راست آپ ﷺ کو اپنی شاگردی میں لے لیا تھا اور آپ کو وہبی طور پر علم وفکر کی بے پناہ دولت سے نوازا تھا، مگر چونکہ آپ ﷺ روایتی انداز سے لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے اس لیے امی نبی کہلائے۔

مذاہب کی بنیاد پر دنیا کی آبادی:

غار حرا میں جبریل علیہ السلام نے پہلا پیغام یہ دیا کہ اے محمد ﷺ اس ذات پاک کے نام سے پڑھیے جس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔ آج دنیا کی آبادی ساڑھے چھ ارب ہے۔ دو ارب عیسائی، ایک ارب ساٹھ کروڑ مسلمان، ایک ارب بت پرست، ایک ارب ملحدین جو کسی بھی مذہب کے پیروکار نہیں اور بقیہ چھوٹے چھوٹے مذاہب کے پیروکار ہیں جن میں یہودیت کے سوا سب خود ساختہ مذاہب ہیں۔

نیپال، برما، سری لنکا، چین، ویت نام، تھائی لینڈ، کمبوڈیا، کوریا اور جاپان وغیرہ بدھ ہیں۔ ہندوستان میں اسی کروڑ ہندو ہیں، دنیا میں پونے تین کروڑ سکھ ہیں اور اڑھائی کروڑ یہودی ہیں جن میں سے ساٹھ لاکھ اسرائیل میں بستے ہیں اور باقی پوری دنیا میں بکھرے ہوئے ہیں۔

یہودی اور دنیا کی معیشت:

یہودی قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود پوری دنیا کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اگر آپ کو انڈسٹری کے لیے سرمائے کی ضرورت ہو یا تعلیم کے لیے یونیورسٹیاں اور تعلیمی ادارے بنانے کا مرحلہ درپیش ہو تو نظریں یہودی ساہوکاروں کی طرف ہی اٹھتی ہیں کیونکہ دنیا کے سرمائے کا بڑا حصہ یا تو براہ راست انہی کے ہاتھوں میں ہے یا پھر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترقی یافتہ ممالک کا سرمایہ انہی کے کنٹرول میں ہے۔ جیسے امریکی معیشت واقتصاد کا سارا دارومدار یہودیوں کے رحم وکرم پر ہے۔

پہلی وحی اور اہمیتِ علم:

سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات میں اللہ تعالیٰ نے علم کی بات کی ہے۔ علم کے بغیر آدمی اپنے رب کو نہیں پہچان سکتا اور نہ اس کی صفات کو جان سکتا ہے۔ اللہ کی صفات کیا ہیں؟ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورۂ اخلاص میں ان صفات کی بہترین عکاسی کی گئی ہے۔

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾ (الاخلاص: ١-٤)

"اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کسی نے جنم لیا، اس کا کوئی ہمسر وشریک نہیں۔"

ہاں تو سورہ علق کی روشنی میں علم کی بات ہو رہی تھی، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کا علم سب سے بڑا علم ہے، ہر مسلمان کو اسے ضرور سیکھنا چاہیے، کیونکہ اس مقدس علم کی بدولت جینے کا سلیقہ آتا ہے، اخلاقی اقدار کا پتا چلتا ہے اور اپنے خالق و مالک کی پہچان ہوتی ہے۔ اس کے بعد سائنس، ٹیکنالوجی اور دنیا کے دوسرے علوم وفنون ہیں۔ اسلام ان کے سیکھنے سے منع نہیں کرتا، بلکہ انہیں حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ [1] مگر شرط صرف یہ ہے کہ انہیں دین کے بنیادی اصول وضوابط کے تابع رکھ کر سیکھا اور استعمال کیا جائے۔

---

[1] مسلمانوں نے روم وایران کی فتوحات کے بعد اموی دور حکومت کے آخری ایام میں دنیاوی علوم وفنون کی طرف بھرپور توجہ دی تھی، چنانچہ سب سے پہلے یونانی اور ایرانی علوم کی کتابیں عربی زبان میں ترجمہ ہونا شروع ہوئیں، عباسیوں کے عہد میں تراجم کا کام زیادہ سرگرمی کے ساتھ ہوا۔ مامون الرشید نے تو اس مقصد کے لیے "دارالحکمت" کے نام سے ایک بڑا ادارہ قائم کیا تھا، جس نے یونانی، ہندی، ایرانی اور چینی فنون کی کتابیں بڑی تعداد میں ترجمہ کیں۔ اس طرح عربی زبان میں دنیا بھر کے علوم وفنون کا ذخیرہ جمع ہو گیا۔
اس کے بعد مسلمانوں نے ان علوم کو خوب جانچا پرکھا، ان سے بھرپور استفادہ کیا، تنقید وتنقیح کے ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم کے ساتھ قومیں بنتی ہیں اور جو قومیں علم اور ٹیکنالوجی سے محروم رہ جاتی ہیں، وہ ذلیل ورسوا ہوتی ہیں، بلکہ ہر ذلت سے دوچار ہوتی ہیں۔ سورۂ علق میں ہے کہ اللہ نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ ہزاروں سالوں سے انسان کے ساتھ لکھتا آیا ہے۔ قلم کی بدولت ہی پہلوں کا علم اور تجربات بعد کی نسلوں کو منتقل ہوتے رہے ہیں۔ اگرچہ اب قلم کی جگہ کمپیوٹر آ گیا ہے۔ مگر قلم کی اہمیت وافادیت اب بھی برقرار ہے۔ اللہ رب العزت نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور کہا کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے لکھ دے۔

انسان کے لیے اللہ رب العزت کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا اس نے اپنے رسول ﷺ کو پیدا ہوتے ہی ہر طرح کی آلودگیوں سے بچائے رکھا، شرک اور کفر کی ہر صورت سے محفوظ کھا اور ہر برے کام سے اپنے فضل و رحمت سے بچالیا۔ اس معصومیت کے باوجود جب تک وحی نہیں اتری، اس وقت تک آپ ﷺ پر بہت سے حقائق ومعارف منکشف نہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا﴾

(الشوریٰ: ۵۲)

⇦ بعد انہیں قبول کیا اور پھر مسلسل تجربہ ومشاہدہ کے بعد ان پر تعمیری اضافے کیے۔

قرطبہ، دمشق، قاہرہ اور بغداد کے علمی مرکزوں میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں صدیوں سے کام ہوتا رہا اور مسلمان برابر ایک ہزار برس تک ان علوم پر چھائے رہے، اس طویل دور میں دنیا کی کوئی قوم اور تہذیب مسلمانوں کی مدمقابل نہ تھی۔

مسلمانوں نے طبیعات، کیمیا، فلکیات، طب، ریاضی، حیوانیات جغرافیہ اور نباتات وغیرہ کے میدان میں جو حیرت انگیز خدمات انجام دی ہیں، ان خدمات کی دنیا ابھی تک معترف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جدید سائنس کی بنیادیں مسلمانوں نے ہی استوار کی تھیں۔ سائنسی علوم وفنون درحقیقت مسلمانوں کے علوم ہیں، یورپ کے شائقین علم نے اندلس کی اسلامی یونیورسٹیوں سے ہی ان فنون کو سیکھا تھا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ہم پھر سے ان علوم کی طرف توجہ دیں اور اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنے کے لیے ان شعبوں میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔''

اے اہل اسلام جب تک تم نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کو سیکھ کر اسے دنیا میں نہ پھیلایا۔ تمہارے دین کی اعلیٰ اقدار سے دنیا کو ٹھیک ٹھیک آگاہی نہ ہوئی اور تم نے خود ان پر عمل نہ کیا۔ تمہاری ذلت و رسوائی کے دن کبھی ختم نہ ہوں گے۔

عالم اسلام کی بے بسی:

آج یہودیوں کی مجموعی آبادی اڑھائی کروڑ ہے۔ مگر یونائیٹڈ نیشن (اقوام متحدہ) میں ان کی آواز بڑی توانا ہے۔ وہ جو چاہیں نافذ کروا سکتے ہیں۔ عیسائیوں کا ساری دنیا میں حکم چلتا ہے، بت پرستوں کے مطالبات سنے جاتے ہیں اور انہیں پوری پذیرائی ملتی ہے۔ مگر مسلمان جو دنیا کی آبادی کا چوتھائی حصہ ہیں، اتنی بڑی اکثریت کے باوجود عالمی اداروں میں ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی، یہ ہے ہماری ناگفتہ بہ حالت۔

ہماری کمزوری کے پیش نظر گائے کا پجاری اور گائے کا پیشاب پینے والا بدتہذیب اور جاہل وگنوار مودی بھی عالم اسلام کو دھمکیاں دے رہا ہے کہ بیت اللہ ہمارا مندر تھا ہم اسے مسلمانوں سے واگزار کرالیں گے۔

مسلمانو! آج ساری دنیا میں تمہارا قتل عام ہو رہا ہے۔ تمہارے معصوم بچے ذبح ہو رہے ہیں۔ تمہاری عزتیں تار تار ہیں اور تمہارے ملکوں پر قبضے ہو رہے ہیں، مگر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ اس لیے کہ جو قومیں دین سے غافل ہو جاتی ہیں۔ اپنے رب کے رستے کو چھوڑ دیتی ہیں اور غیروں کی نقالی اور پیروی میں فخر محسوس کرنے لگتی ہیں ان کا دنیا میں وہی حال ہوتا ہے جو بدقسمتی سے آج ہمارا ہو رہا ہے۔

اس وقت ۵۷، اسلامی ممالک دنیا کے نقشے پر موجود ہیں، لیکن جہاں جہاں مسلمان کفار کے ظلم واستحصال کے شکار ہیں۔ بتائیے ان میں سے کسی کو حق خود ارادیت ملا ہے؟ کیا فلسطینیوں کو حق خود ارادیت ملا ہے یا کشمیریوں کو استصواب رائے کا حق دے دیا گیا ہے۔ مگر اس کے برعکس انڈونیشیاء کا جزیرہ مشرقی تیمور جو آسٹریلیا سے قریب ہے۔ وہاں عیسائیوں کی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اکثریت تھی، عالمی استعماری طاقتوں نے وہاں استصواب رائے کا اہتمام کروایا اور جھٹ سے اسے انڈونیشیاء سے علیحدہ کروا دیا۔ اس طرح سوڈان صدیوں سے مسلمانوں کا ملک ہے۔ اس کے جنوبی حصوں میں عیسائیوں کی معمولی اکثریت تھی۔ عالمی شاطروں نے سوڈان پر دباؤ ڈال کر یہ حصہ اس سے الگ کروا دیا۔

اب بتایئے آپ کہاں کھڑے ہیں؟ آپ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہم نے کتاب وسنت سے اعراض کیا ہے اور اس انحراف کی سزا ہمیں ذلت ورسوائی کی شکل میں مل رہی ہے۔

مسلمان کی عزت وآبرو اور جان کی حرمت:

آقائے دو جہاں ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لاکھوں فرزندان توحید سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! میری بات غور سے سنو، بتاؤ یہ کون سا مہینہ ہے؟ سب نے بیک زبان کہا: یہ حجۃ الوداع کا مہینہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے؟ سب نے بیک زبان کہا: یہ عرفہ کی جگہ ہے، عرفات کا میدان ہے۔ پھر پوچھا، لوگو! آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا ۹ ذوالحج عرفہ کا دن ہے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا، لوگو! میری یہ بات یاد رکھو، تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کے دن کی، موجودہ مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔ (1)

حج کی فضیلت:

حج اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے، اس کی خلوص نیت کے ساتھ ادائیگی کوئی چھوٹا عمل نہیں ہے، بہت بڑا عمل ہے۔

خود سرورِ کونین ﷺ نے حج کے اجر وثواب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة ایام منی، حدیث: ۱۷۳۹، مسند احمد، حدیث: ۲۰۳۶.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

((وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ)) ❶

''جو نیکی کے ساتھ حج کرے اس کا بدلہ جنت ہے۔''

نیک کمائی سے حج کرنے والے کو فرشتہ پیٹھ سے پکڑ کر کہتا ہے۔ اب تو جا کر نئی زندگی شروع کر، تیرے سابقہ گناہ اللہ رب العزت نے معاف کر دیئے ہیں۔

برتری کا معیار صرف تقویٰ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (الحجرات: ١٣)

''اے لوگو! اللہ نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ پیدائش کے اعتبار سے تم سب برابر ہو، معاشرے میں تمہارے یکساں حقوق ہیں۔ اللہ نے تمہارے قبیلے اور خاندان اس لیے بنائے ہیں کہ تمہارا تعارف ہو۔ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری ہے اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فوقیت حاصل ہے۔ فضیلت کا حق دار صرف وہی ہے جو اللہ سے ڈرنے والا اور پرہیزگاری کی زندگی گزارنے والا ہے۔ وہ اللہ سے ایسے ڈرتا ہے جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔''

اسلام میں غلاموں کا مقام ومرتبہ:

اللہ رب العزت کے نزدیک تقویٰ کی بنیاد پر ہی مقام ومرتبہ ملتا ہے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حبشی حبشہ کے رہنے والے تھے۔ شکل وصورت کے اعتبار سے کوئی زیادہ جاذب نظر شخصیت نہ تھے۔ موٹے موٹے ہونٹ تھے اور رنگ سیاہ تھا، عربی کے الفاظ بھی ٹھیک طور پر ادا نہ کر سکتے

❶ بخاری، ابواب العمرة، باب وجوب العمرة، مسلم، كتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة: ١٣٤٩.

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ مگر اس کے باوجود ایک دن سرورِ دو جہاں ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت کے ساتھ کہا، اے بلال میں معراج کی رات جنت میں گیا ہوں۔ میں نے اپنے آگے آگے تیرے جوتوں کی چاپ اور تیرے چلنے کی آواز سنی ہے۔ بلال تو کون سا عمل کرتا ہے؟ بلال نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں جب مسجد میں آتا ہوں تو وضو کرنے کے بعد دو رکعتیں نفل پڑھ لیتا ہوں اور تو کوئی عمل نہیں کرتا۔ ❶

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی کالے رنگ کے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں سریہ موتہ میں اسلامی لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا۔ ❷ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری ایام حیات میں تین ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے لشکر کا کمانڈر انچیف بنایا تھا، الغرض آپ ﷺ نے غلاموں کو بھی سوسائٹی کے ممتاز افراد بنایا، انہیں وہی عزت و مرتبہ حاصل تھا جو آزاد عربوں کو میسر تھا، یہ تبدیلی اور انقلاب اس بنیاد پر عمل میں آیا کہ عزت کی اساس محض تقویٰ ہے۔

ایک گمراہ کن طرزِ عمل:

آج ہم ایک گمراہ کن غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اگر کوئی شخص کسی دوسرے فرد کو قتل کر دے تو مقتول کے ورثاء نہ صرف قاتل کو بلکہ اس کے خاندان کے کئی دوسرے افراد کو قتل کر دیتے ہیں اور اس طرح اپنی آتش انتقام کو ٹھنڈا کرتے ہیں، اس طرح دو قبیلوں یا خاندانوں کے درمیان کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ شروع ہو جاتی ہے اور بیسیوں افراد اس قتل و غارت گری کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ اس صورت حال کے پورے معاشرے پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ معاشرے سے امن و امان رخصت ہو جاتا ہے اور پورا سماج عدم استحکام کا شکار ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مقتول کے ورثاء کو قاتل سے

---

❶ بخاری، باب التهجد بالليل، حديث: ١١٤٩.

❷ بخاری، كتاب المغازي، باب غزوة موتة، حديث: ٤٢٦١.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بدلہ لینے کا حق بخشا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾ (المائدہ : ٤٥)

''بے شک جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ ہے۔''

قانون ہاتھ میں نہ لیا جائے:

اسلام نے مقتول کا حق رکھا ہے اور ہر مضروب کو بدلہ لینے کا حق ہے، مگر بدلے کا یہ حق عدالت کی وساطت سے لیا جائے گا، کسی کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو دوسرے مرد کے ساتھ بدکاری کا مرتکب ہوتے ہوئے دیکھ لے تو کیا اسے اجازت ہے کہ اپنی بیوی کو قتل کر دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! بالکل اجازت نہیں، اسے چاہیے کہ گواہ لائے۔ اس پر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ میں گواہ لاؤں۔ میں تو تلوار کے وار سے دونوں کو قتل کر دوں گا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی بات سن کر نبی کریم ﷺ نے جواب دیا کہ لوگو! تمہارا سردار سعد رضی اللہ عنہ بڑا غیرت والا ہے اور میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں، ❶ مگر قانون کو کوئی بھی ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ اس وقت طالبان کے نام سے جو عسکریت پسند دستے موجود ہیں اگر وہ صبر و تحمل سے کام لیں اور بے جا سختیوں سے گریز کریں اور پیش آمدہ مسائل پر تحمل مزاجی اور عقل و دانش سے غور کریں تو ان کے بیشتر مسائل بخیر و خوبی حل ہو سکتے ہیں۔

حال ہی میں شام و عراق میں ایک جماعت ❷ منظر عام پر آئی ہے۔ ان کے عقائد و

❶ مسلم، کتاب اللعان، حدیث : ١٤٩٨.

❷ یہ عراق و شام کا ایک عسکریت پسند گروہ ہے، 2014ء میں اِس نے عراق میں عسکری کارروائیوں کا آغاز کیا اور محض ایک ماہ میں عراق کے نوے ہزار کلومیٹر علاقے پر قبضہ کر لیا۔ بعدازاں بڑی تیزی کے ساتھ ⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نظریات پر نگاہ ڈالی جائے تو ان میں اور خارجیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ تاریخ سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ شدت پسند خارجیوں نے عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اس کے علاوہ سینکڑوں مسلمانوں کی جانیں لیں۔

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں کو ہدایت کی تھی کہ اے مسلمانو! قیامت تک دوسرے مسلمانوں کا خون تم پر حرام ہے۔ اگر کسی کا قتل ہو جائے تو وہ اپنا مقدمہ ریاست کو پیش کرے۔ ریاست فیصلہ کرے گی اور اس کو قصاص دلوائے گی، اگر کوئی دیت پر راضی ہو جائے تو اسے دیت دلائے گی۔

قصاص زندگی ہے:

قصاص کے بارے میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝﴾

(البقرہ: ۱۷۹)

اے ارباب فہم و بصیرت! اور اے صاحبان عقل و دانش! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔ بادی النظر میں یہ معاملہ بڑا معنی خیز ہے کہ ایک جان ضائع کی جارہی ہے اور اللہ کریم کہہ رہے ہیں کہ تمہارے لیے اسی میں زندگی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اگر عدالت انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے قاتل کو سزائے موت دے دیتی ہے تو اس سے مقتول کے ورثاء کے جذبات ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور آئندہ کے لیے قتل و غارت گری کا

⇦ شام کے کچھ علاقوں پر بھی کنٹرول حاصل کر لیا۔ اس نئی ابھرنے والی ریاست کو ''الدولۃ الاسلامیہ فی العراق والشام'' کا نام دیا گیا ہے جسے مختصراً ''داعش'' کہا جاتا ہے۔ 29 جون 2014ء کو ابوبکر البغدادی نے اس کے سربراہ کی حیثیت سے خلیفۃ المسلمین ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس جماعت کے سخت نظریات اور بے لچک خیالات کی وجہ سے اس پر نہ صرف مغربی ملکوں میں بلکہ اسلامی دنیا میں بھی بڑی تنقید ہوئی۔ اس گروہ نے سوشل میڈیا پر پُرتشدد ویڈیوز جاری کیں اور اپنے علاوہ سب مسلمانوں کی تکفیر کی۔ اس بنا پر اسے خوارج کا ایک جدید گروہ کہنا چاہیے۔ بعد میں عراق و شام کی یہ ریاست ختم ہوگئی تھی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طوفان رک جاتا ہے۔

اسلام کا تصورِ امانت:

اسی طرح لوگوں نے ایک دوسرے کے مال کو آپس میں حلال کیا ہوا ہے۔ بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ لوگ رات کو ایمان کے ساتھ سوئیں گے۔ صبح اٹھیں گے تو کافر ہوں گے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ امانت دین ہے، اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے:

﴿اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَ حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا٥﴾

(الاحزاب: ۷۲)

اس امانت کو، اس دین کو اللہ نے آسمانوں پر، زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ مگر کسی نے بھی اس امانت کو اٹھانے کی حامی نہیں بھری۔ سب نے انکار کر دیا، مگر انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا۔ ایمان اور امانت کا مادہ ایک ہی ہے۔ جو شخص اپنے دین کو کھو دے گویا اس نے امانت کھو دی، جو شخص کسی کو قتل کر دے اس نے امانت کا قتل کیا جس نے کسی کا مال کھایا، اس نے امانت کو ضائع کر دیا۔

انصاف ریاست دلائے گی:

اب قیامت تک کے لیے کسی انسان کا قتل حرام ہے۔ اگر قتل کا واقعہ پیش آجائے تو ریاست ہی آپ کو قصاص دلائے گی۔ اگر ریاست میں بے انصافی، رشوت خوری اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے اور انصاف کے ملنے کی توقع نہیں تو پھر بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔ نبی کریم ﷺ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دی تو ہم میں سے کسی کو اس کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟

اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ آپ اپنی مظلومیت کا اظہار کر کے لوگوں کو اپنا ہمنوا بنائیں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنی آواز میں طاقت پیدا کریں۔ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں، مؤثر دلائل دیں اور رب تعالیٰ سے اپنی کامیابی کی دعا کرتے رہیں۔

مگر خارجیوں نے اس اصول کو بالائے طاق رکھ دیا، قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اپنے نقطۂ فکر سے اختلاف کرنے والے کا خون حلال کر لیا، یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہروان کی جنگ میں ستر فیصد خارجیوں کا خاتمہ کر دیا، وقتی طور پر یہ فتنہ دب گیا، مگر تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ مختلف شکلوں میں اٹھتا رہا۔

امانت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهُ)) [1]

"اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں۔"

نام نہاد جہادیوں کا تصورِ جہاد:

سوچیے ہم کس حد تک مسلمان ہیں۔ کیا ہم امانت کی پاس داری کرتے ہیں؟ کوئی شخص ہمارے پاس امانت رکھتا ہے تو ہم اسے ہڑپ کر جاتے ہیں، کسی کی عزت سے کھیلتے ہیں، کسی کو قتل کرتے ہیں، اس سب کے باوجود ہم مسلمان ہیں؟ یہ لوگ جو اپنے آپ کو جہادی کہتے ہیں، یہ دہشت گرد ہیں۔ آج ہم ساری دنیائے کفر کے لیے مذاق بن چکے ہیں۔ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اور پھر بے گناہوں کا قتل عام کرے، معصوم بچوں کی پھول سی زندگیاں مسل کر رکھ دے، آخر ان معصوم بچوں کا کیا قصور ہے؟

میرا ان جہادیوں سے سوال ہے کہ جب کسی بازار میں، کسی مارکیٹ میں اور کسی مسجد میں بم دھماکہ کرتے ہو جس میں کم و بیش سو دو سو افراد ہلاک ہو جاتے ہیں۔ بے گناہ عورتیں، بچے اور بوڑھے مارے جاتے ہیں۔ کہیے کیا یہ اسلام کا تصور جہاد ہے؟

بخاری کی حدیث ہے اللہ رب العزت جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین

---

[1] مسند احمد، حدیث: ۱۲۳۸۳، ۱۳۶۳۷.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔ مگر ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے گھر ضرور پیدا ہوئے ہیں، ہمارے نام ضرور اسلامی ہیں مگر ہم میں دین والی کوئی بات نہیں۔

ملاوٹ...... ہمارا طرزِ عمل اور اہل مغرب کا عمدہ کردار:

شمع ٹی وی نے پرسوں رات پاکستان میں بکنے والے شہد کے بارے میں ایک رپورٹ نشر کی ہے۔ ''اسلامی شہد'' کے نام کی ایک دکان پر مجسٹریٹ نے چھاپا مارا، یہاں جو شہد تیار کیا جا رہا تھا، اس میں شہد کی ایک بوند تک نہ تھی، یہ سارے کا سارا شوگر ملوں سے نکلنے والی راب سے بن رہا تھا۔ بتایئے ہم کیسے مسلمان ہیں؟ حالانکہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں تعلیم دی تھی کہ جو شخص ملاوٹ کرے وہ اپنے آپ کو مسلمان شمار نہ کرے۔

اس کے برعکس غیر مسلم سوسائٹی کو دیکھئے اور شرم سے ڈوب مریے۔ آپ مغرب کے کسی ملک میں چلے جایئے۔ فرانس میں، برطانیہ میں یا امریکہ میں چلے جائیں حتی کہ پولینڈ اور بیلجئم جیسے چھوٹے چھوٹے ممالک گھوم پھر کر دیکھ لیجئے۔ ان میں جدیدیت کے نام پر ہزاروں خرابیاں ہوں گی۔ مگر یہ سب ممالک ملاوٹ کو قتل کے برابر جرم سمجھتے ہیں۔ کسی چیز میں ملاوٹ کرنے کو وہ انسانوں کے قتل عام سے تعبیر کرتے ہیں۔ انصاف سے کہیے کہ آقائے دو جہاں سیدنا محمد ﷺ کی حدیث پر ہم نے عمل کیا ہے یا غیروں نے؟

میں نے اس خطبہ میں سیرت طیبہ کے بیان میں چند تمہیدی گزارشات پیش کی ہیں، آپ ﷺ کی سیرت کا موضوع ایک ایسا سمندر ہے کہ صرف ایک خطبے میں اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ آئندہ خطبہ ہائے جمعہ میں کوشش کروں گا کہ سیرت کے ایسے پہلوؤں کو آپ کے سامنے پیش کر سکوں جن کی معاشرے کو اشد ضرورت ہے۔

کتاب وسنت سے تمسک:

ہاں البتہ اختتامی گزارشات کے طور پر اتنا عرض کروں گا کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت کو اختیار کیجئے۔ اس میں ہماری دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔ آپ ﷺ نے اس دنیا کو خیر باد کہتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: میں اب دنیا سے جا رہا ہوں۔ لیکن تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک ان دونوں کو تھامے رہو گے، کبھی گمراہ نہ ہوسکو گے۔

((تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ)) ❶

مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا ذکر:

یہ دونوں چیزیں اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول کی سنت ہیں، کتاب اللہ میں مرنے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے کا ذکر ہے، اللہ نے اس پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔

سورہ یسٓ میں ہے کہ ایک شخص نے بوسیدہ ہڈی اٹھائی اور کہنے لگا:

﴿مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ﴾ (یسٓ: ۷۸)

''ان بوسیدہ ہڈیوں میں کون جان ڈالے گا۔''

تو اللہ نے جواب دیا:

﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ (یسٓ: ۷۹)

ان ہڈیوں میں وہی جان پیدا کرے گا جس نے پہلی مرتبہ انہیں پروان چڑھایا تھا۔

﴿وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾ (یسٓ: ۷۹)

وہ قادر مطلق تخلیق کے کام کو خوب جانتا ہے۔

ذاتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام..... اہل ایمان کے لیے عظیم احسان:

آپ نے آقائے دوجہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کے دنیا میں آنے کا مقصد سمجھ لیا ہوگا، نبی کریم ﷺ واقعتاً دنیا کے لیے عموماً اور مسلمانوں کے لیے خصوصاً احسان عظیم ہیں، اللہ کریم نے فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ

❶ مؤطا امام مالك، حديث: ۷۶۱۸.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آل عمران: ۱٦۳)

مسلمانو! اپنے رسول ﷺ کی سیرت کو، اپنے نبی ﷺ کی سنت کو سنبھال لو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر عظیم احسان کیا ہے۔ اس نے تم میں ایک رسول مبعوث کیا جو تمھیں اللہ کے احکام پڑھ کر سناتا ہے۔ تمھیں کفر، شرک اور جہالت کی نجاستوں سے پاک کرتا ہے۔ تمھیں کتاب و سنت اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس سے پہلے تم گمراہی میں غرق ہوئے پڑے تھے۔

حجیت حدیث:

آپ ﷺ کی زبان اقدس سے جب بھی کوئی جملہ نکلتا، ایک صحابی ❶ اس کو نوٹ کر لیتے، پھر کچھ عرصہ بعد انھوں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا تم نے لکھنا کیوں چھوڑ دیا؟ انھوں نے کہا لوگ مجھے کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کبھی غصے میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی کے عالم میں ہوتے ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کی ہر بات نہ لکھا کرو۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

((اُكْتُبْ فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ.)) ❷

"لکھو! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس زبان سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کی سیرت اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

❶ یہ صحابی سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما ہیں۔ انھوں نے آپ ﷺ سے احادیث سن سن کر ایک مجموعۂ حدیث مرتب کیا تھا۔ جسے صحیفۂ صادقہ کہا جاتا ہے۔

❷ سنن ابی داؤد، کتاب العلم، حدیث: ۳٦٤٦.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت النبی ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آل عمران : ١٦٤)

نبی کریم ﷺ کی عظمت و رفعت، شان مبارک اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر آپ کا درجہ و مرتبہ اس بات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ رب العزت نے سارے انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر تمہاری زندگیوں میں آقائے دو جہاں سیدنا محمد ﷺ تشریف لے آئیں تو تمہیں اپنی شریعتوں کو چھوڑ کر ان کی پیروی کرنا ہوگی۔ ان کی مدد کرنا تم پر لازم ہوگا اور ان کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا تمہارے لیے ضروری ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے بھولے بھٹکے انسانوں کی ہدایت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھیجے۔ تاریخ ان سب کا ذکر کرنے کے بارے میں تو خاموش ہے۔ البتہ قرآن مجید نے چند انبیائے کرام علیہم السلام کا دل نشین تذکرہ کیا ہے۔

سورۂ نساء میں ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝﴾

(آل عمران : ٣٣۔٣٤)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے سب سے پہلے نوع انسانی کے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کو چنا اور پھر آدم ثانی سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد کو چنا اور پھر آل عمران ❶ کو منتخب کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ جس کو چنے اس کی اولاد کو بھی مقام و مرتبہ دے دے۔

اب سیدنا آدم علیہ السلام کی اپنی عمر ایک ہزار سال تھی۔ ایک اندازے کے مطابق ان کے اور سیدنا نوح علیہ السلام کے درمیان پانچ ہزار سال کا فاصلہ تھا۔ اس درمیانی مدت میں بت پرستی کا دور دورہ رہا۔ لوگ اپنی جبین نیاز کو پتھر کے مجسموں کے سامنے جھکاتے رہے۔ چنانچہ اس صنم پرستی کے خاتمے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے درمیان بھی پانچ ہزار سال کا فاصلہ حائل تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ نے چنا۔ پچاسی سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام عطا فرمائے۔

خاندانِ ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ:

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو حجاز کی غیر مزروعہ،

❶ عمران نام کے یہ بزرگ بنی اسرائیل کے ایک عابد و زاہد آدمی تھے۔ اسی زہد و عبادت کی وجہ سے نماز کی امامت بھی ان کے سپرد تھی۔ ان کی بیوی حنہ بھی بہت نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ یہ دونوں سیدہ مریم علیہا السلام کے والدین تھے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نانا نانی تھے۔ (بحوالہ قصص القرآن جلد چہارم از مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنجر اور پتھریلی زمین پر آباد کریں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زوجہ محترمہ سیدہ سارہ علیہا السلام کی عمر جب اٹھانوے سال ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سیدنا اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری سنائی۔ تو وہ حیرت وتعجب سے کہنے لگیں:

﴿ءَ اَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ۝﴾

(ھود: ۷۲)

کیا میں اولاد جنوں گی جب کہ میں بہت بوڑھی ہو چکی ہوں اور میرے شوہر محترم بھی ضعیف العمر ہیں۔ ایسی حالت میں اولاد کا پیدا ہونا یقیناً ایک عجیب وغریب واقعہ ہوگا۔

اس پر فرشتوں نے کہا:

﴿اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾

(ھود: ۷۳)

"کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اور خصوصی عنایت ہے۔"

سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بیٹے سیدنا یعقوب علیہ السلام تھے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ایک سیدنا یوسف علیہ السلام، دوسرے سیدنا بنیامین علیہ السلام اور دس [1] ان کے علاوہ تھے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایک پوری سورت نازل فرمائی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے حسد کی بنا پر فروخت کر دیا۔ اس طرح سیدنا یوسف علیہ السلام مصر پہنچے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے برادران یوسف کو بھی مصر پہنچا دیا۔ تب انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی بزرگی اور عظمت کا برملا اعتراف کر لیا اور ان کی اطاعت کا دم بھرنے لگے۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے انہی بارہ بھائیوں کی اولاد تھے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کا دوسرا

---

[1] ان دس بھائیوں کے نام یہ بتائے جاتے ہیں: (۱) روبن (۲) شمعون (۳) لاوی (۴) یہودا (۵) آشکار (۶) زبلون (۷) جد (۸) آشر (۹) دان (۱۰) نفتالی۔ (بحوالہ رحمۃ للعالمین ﷺ جلد دوم از قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ منصور پوری)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نام اسرائیل ❶ تھا۔ بنی اسرائیل نبیوں کی اولاد تھے۔ قرآن مجید میں مذکور زیادہ تر انبیاء علیہم السلام کا تعلق بنی اسرائیل ہی سے تھا۔

﴿وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ﴾ (العنکبوت: ۲۷)

''ہم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں نبوت اور کتاب لکھ دی۔''

سیدنا یوسف علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا داوٗد علیہ السلام، سیدنا زکریا علیہ السلام، سیدنا یحییٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے کسی عورت کو نبی نہیں بنایا لیکن بعض عورتوں کو برگزیدہ ضرور کیا ہے۔ انہی برگزیدہ عورتوں میں سے ایک سیدہ مریم علیہا السلام بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کے بطن سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور پھر اپنی خاص مہربانی سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کئی ایک معجزات سے نوازا۔ جہاں تک آقائے دو جہاں سیدنا محمد ﷺ کا تعلق ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کا انتظار صدیوں سے ہو رہا تھا۔ بقول شاعر:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
(اقبال)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا روّیہ:

ایک اندازے کے مطابق سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے درمیان تقریباً تین ہزار سال کی مدت حائل ہے۔ اس پوری مدت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ انبیائے کرام علیہم السلام آتے رہے اور اپنی اپنی قوموں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے برگزیدہ نبی تھے۔ صاحب تورات تھے۔ بنی اسرائیل ان کو

❶ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ دو لفظوں کا مرکب ہے، ''اسراء'' اور ''ایل''، ''ایل'' عبرانی میں اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں اور ''اسراء'' کا مطلب ہے ''بندہ'' گویا دونوں کا مطلب ہوا ''اللہ کا بندہ'' یہ عربی نام عبداللہ کا ہم معنی ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایذاء پہنچانے اور ان کی نافرمانی سے باز نہیں آئے۔ سورۂ صف میں ہے کہ ایک دفعہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان کے ناروا رویوں سے تنگ آ کر کہنے لگے:

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ﴾ (الصف: ۵)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم (بنی اسرائیل) سے کہنے لگے کہ تم مجھے کیوں ایذاء دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ (الصف: ۵)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کوئی نصیحت ان پر اثر انداز نہ ہو سکی۔ ان کے رویے ٹیڑھے ہوتے چلے گئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے، نبیوں کی نافرمانی کرنا اور نبیوں کے قتل تک کا ارتکاب کر گزرنا ان کا وتیرہ بن چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان کو بحیرہ قلزم [41] کے پار اتارا، انہیں فرعون کی غلامی سے آزادی دی، ان کے کھانے کے لیے من وسلویٰ اتارا، ان کے اوپر بادل تان دیئے کہ دھوپ انہیں تنگ نہ کرے پھر کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو بلا کر تورات عطا فرمائی۔ بنی اسرائیل نے تورات کے بارے میں شک کا اظہار کیا اور من وسلویٰ جیسی نعمت کی ناشکری کی۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمیں سبزیاں، پیاز، اناج اور زمین سے پیدا ہونے والی دوسری چیزیں چاہئیں اور یہ بھی کہ ہم کسی شہر میں آباد ہونا چاہتے ہیں۔

---

[41] آج کل بحیرہ قلزم کو بحیرہ احمر (RED SEA) کہا جاتا ہے، بحیرۂ احمر درحقیقت بحر ہند کی ایک خلیج ہے۔ یہ آبنائے باب المندب اور خلیج عدن کے ذریعے بحر ہند سے منسلک ہے۔ بحیرۂ احمر نہر سویز کے ذریعے بحیرۂ روم سے بھی ملتا ہے، یہ چار لاکھ مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ گہرائی 9970 فٹ ہے جبکہ زیادہ سے زیادہ چوڑائی 350 کلومیٹر ہے، بحیرۂ احمر کا شمالی ساحل مصر، فلسطین، اسرائیل اور اردن سے ملتا ہے، مغربی ساحل پر سوڈان اور مصر ہیں۔ مشرقی ساحل پر سعودی عرب اور یمن ہیں اور جنوبی ساحل پر صومالیہ، جبوتی اور اریٹیریا واقع ہیں۔ مسلمانوں کے عہد عروج میں یہ سمندر ایک تجارتی شاہراہ بنا رہا۔ تاہم یورپی اقوام کے لیے یہ نہر سویز کی تعمیر سے پہلے تک بہت کم تجارتی اہمیت رکھتا تھا۔ انیسویں صدی عیسوی تک اہل یورپ اسے خلیج عرب ہی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل مصر سے ہجرت کر کے فلسطین آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارا اصل وطن فلسطین ہے۔ لہٰذا تم فلسطین میں داخل ہو جاؤ تو وہ کہنے لگے:

﴿یٰمُوْسٰٓی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا﴾ (المائدہ: ۲۲)

اے موسیٰ! فلسطین پر جو قوم حکومت کرتی ہے وہ بڑی سرکش ہے۔ ہم تو ہرگز فلسطین میں داخل نہ ہوں گے۔ جب تک کہ فلسطین اس کے وجود سے خالی نہ ہو جائے۔

اس کو یوں سمجھیے کہ آپ کشمیر چاہتے ہیں، وہاں نوے فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے۔ اس کے باوجود کیا ہندو کافر اپنے طور پر آپ کو علاقہ خالی کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ تم صرف چل کر کھڑے ہو جاؤ تو وہ تمہیں دیکھ کر بھاگ جائیں گے تو وہ کہنے لگے:

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ (المائدۃ: ۲٤)

تو اور تیرا رب جا کر لڑائی کرو جب فتح حاصل ہو جائے گی تو ہم بھی آ جائیں گے۔

یہ تھی ان کی سرشت۔

بنی اسرائیل کے انبیائے کرام علیہم السلام پر اتہامات:

سیدنا داوٗد علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں بادشاہت بھی عطا کر رکھی تھی۔ بنی اسرائیل نے الزام عائد کیا کہ سیدنا داوٗد علیہ السلام اوریاہ نامی ایک سپاہی کی خوبصورت بیوی پر فریفتہ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے سپاہی کو میدان جنگ میں بھیجا جہاں وہ قتل ہو گیا۔ تب اس کی بیوہ سے سیدنا داوٗد علیہ السلام نے شادی کر لی۔

نبیوں پر ایسی سوقیانہ الزام تراشی اور ان کی نیتوں پر ایسا حکم لگانا انہیں قطعاً زیب نہ دیتا تھا۔ اس طرح ان بدبختوں نے معاذ اللہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو حرامی بچہ کہا۔ یہاں تک کہ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے شدید دشمن بن گئے۔ حالانکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے قوم کا روّیہ اور رفع آسمانی:

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ﴾ (الصف : ٦)

سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا: میں اللہ رب العزت کا رسول ہوں، تمہارے پاس پہلے سے موجود تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ مجھ پر ایمان لاؤ اور میری مدد کرو۔

﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ (الصف : ٦)

میں تمہیں بشارت دینے والا ہوں کہ میرے بعد محمد ﷺ تشریف لائیں گے، مگر انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو رسول ماننے کی بجائے اپنی دانست میں آپ کو سولی پر چڑھا دیا۔ ہاں البتہ یہ الگ بات ہے کہ قرآن مجید مسیح علیہ السلام کے مصلوب کیے جانے کی سختی سے تردید کرتا ہے۔

﴿وَّقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ﴾ (النساء : ١٥٧)

یہ بدبخت یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا مگر اللہ کہتا ہے:

﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾ (النساء : ١٥٧)

نہ انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا، نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ معاملہ یہ ہے کہ یہودیوں کو شبہ میں ڈال دیا گیا۔

﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ (النساء : ١٥٨)

”اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔“

نبی کریم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری:

سیدنا محمد ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کی اطلاع پہلے سے تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اپنی امتوں کو دے دی تھی۔ مؤرخین نے اندازہ لگایا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام کے درمیان پانچ ہزار سال کا فرق ہے، پھر سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مابین پانچ ہزار سال کا عرصہ حائل ہے۔ پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے سیدنا محمد ﷺ تک اڑھائی ہزار سال کی مدت کا دورانیہ ہے۔

اس تمام مدت میں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار ہوتا رہا۔ دنیا آپ کی آمد کی منتظر اور چشم براہ تھی۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے ایسے ہی موقع کے لیے کہا ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جس وقت آپ ﷺ دنیا میں آئے، اس وقت یہود تورات اور زبور کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ مگر انجیل پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور نہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے تھے۔ لیکن جانتے تھے کہ انجیل بھی اللہ کی کتاب ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے سچے نبی اور رسول ہیں مگر محض ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اعتراف نہیں کر سکتے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی قوم قریش کو اسلام کی دعوت دی تو اس وقت محض گنتی کے چند آدمی تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ باقی سب امی (ناخواندہ) تھے۔ قریش کو دعوت دینے کے زمانے میں اہل مکہ یہودیوں کے پاس جاتے اور ان سے کہتے ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں جبکہ محمد ﷺ کہتے ہیں کہ نہیں تم بت پرست ہو، ہم دین ابراہیمی کے وارث ہیں۔ اب تم ہی ہمارے درمیان فیصلہ کرو کہ ہم میں سے کون دین ابراہیمی پر ہے۔

اس پر یہود کہتے تم سچے ہو، یہ بت پرستی جو تم کر رہے ہو یہی دین ابراہیمی ہے۔ اب آپ اس سے اندازہ کر لیں کہ یہودی کتنے بدبخت ہیں۔ خود بھی شرک کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی شرک میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے وقت سامری نے بچھڑا بنایا اور اس کی پرستش شروع کر دی۔ بنی اسرائیل نے سامری کی ہم نوائی کی۔ اس کے بعد یہود سیدنا عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہودی تصورات اور اُن کا ردّ:

﴿وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ﴾ (التوبہ : ٣٠)

پھر اس کے بعد ان کی جسارتیں اس حد تک بڑھ گئیں کہ وہ کہنے لگے ہم میں سے ہر شخص اللہ کا بیٹا ہے۔ اس کا پیارا اور محبوب ہے۔ قرآن مجید نے ان کی خوش فہمیوں کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ﴾ (المائدہ : ١٨)

''کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔''

اس کے بعد ان کا ایک اور دعویٰ سامنے آیا کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں داخل کرے گا، کیونکہ ہم اللہ کے چہیتے اور پیارے ہیں۔ انہوں نے کہا:

﴿وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾ (البقرہ : ٨٠)

کہ اول تو ہم جہنم میں جائیں گے ہی نہیں۔ اگر گئے بھی تو یہ محض گنتی کے چند دن ہوں گے۔ جلد ہی اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نکال کر جنت میں داخل کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا﴾ (البقرہ : ٨٠)

مجھے یہ بتاؤ، کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں تم سے کوئی وعدہ کر رکھا ہے کہ تم گناہ کرو، سود کھاؤ، نبیوں کو قتل کرو، حرام کھاؤ اور دوسری قوموں پر ظلم کرو تو پھر بھی تم جہنم میں نہیں جاؤ گے۔ یہ بات تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف ہے۔

﴿بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ﴾ (البقرہ : ٨١)

جو شخص بھی برائی کرے گا۔ اس کی برائیاں اسے گھیر لیں گی۔

﴿فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝﴾ (البقرہ : ٨١)

''یہ لوگ جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔''

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے دعوے کے پیشِ نظر ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ﴾ (آل عمران : ۳۱)

اے نبی ﷺ! ان سے پوچھیے۔ اے یہودیو! اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہیں اللہ سے محبت ہے اور تم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہو اور جنت تمہاری ہی ملکیت ہے تو پھر:

﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ﴾ (البقرہ : ۹۴)

تو پھر اپنے رب سے ملاقات کی آرزو کرو، موت کی خواہش کرو اس دنیا کے بکھیڑوں کو چھوڑ کر جنت کی پر تعیش زندگی بسر کرو۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ:

﴿وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا﴾ (البقرہ : ۹۵)

یہ اپنی خواہشات کے برعکس کبھی موت کی آرزو نہیں کریں گے کیونکہ انہیں خوب معلوم ہے کہ جو بلند بانگ دعوے وہ کرتے ہیں، معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔

یہودیوں کی بدبختی:

یہود کی بدبختی دیکھیے کہ انہوں نے اللہ کے نبی سیدنا زکریا علیہ السلام کو آرے سے دو ٹکڑے کر دیا اور ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام کو رومی بادشاہ نے ایک فاحشہ عورت کی خاطر قتل کروا دیا۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا سر پلیٹ میں رکھ کر اس بدبخت کو پیش کیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کرنے کی بھرپور کوششیں کیں اور اپنی دانست میں انہیں سولی پر چڑھا بھی دیا، مگر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تمام ناپاک سازشوں کو بری طرح ناکام بنا دیا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بحفاظت آسمان پر اٹھا لیا۔

یہود کی مسلسل نافرمانیوں اور انبیائے کرام علیہم السلام سے بہیمانہ سلوک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ سزائیں بھی دیں۔ مثلاً عراق کے کلدانی بادشاہ بخت نصر [1] نے فلسطین پر حملہ

[1] بخت نصر قدیم عراق (بابل) کا فرماں روا تھا۔ بہت سخت گیر اور ظالم و جابر حکمران تھا۔ اس نے ۵۸۸ ق م میں بنی اسرائیل کی جنوبی ریاست یہودیہ پر حملہ کیا۔ ریاست کے اکثر علاقوں کو تاراج کر کے ⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کر کے یہودیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ان کی بستیاں پیوند خاک کر دیں۔ ان کے مدرسے اور مذہبی عبادت گاہیں ڈھا دیں۔ ہیکل سلیمانی کو برباد کر دیا، تورات کے مقدس نسخے جلا دیئے اور لاکھوں یہودیوں کو پابند سلاسل کر کے اپنے ساتھ بابل لے آیا۔

یہودیوں پر اس آنے والی تباہی کی خبر پہلے سے دے دی گئی تھی کہ اگر تم نے اپنی بدعملیوں کو نہ چھوڑا تو تمہارے لیے تباہی یقینی ہے۔ مگر انہوں نے اپنی روش کو ترک نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں اپنی بدعملیوں کی بھاری قیمت چکانا پڑی۔

سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

﴿وَ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل: ٤)

اللہ نے ان کی کتابوں میں یہ بات لکھ دی تھی کہ اگر تم نے اللہ کی نافرمانی کی راہ اختیار کی تو اللہ تعالیٰ تم پر کوئی دشمن مسلط کر کے تمہیں سزا دے گا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا۔

سیدنا عزیر علیہ السلام اور یروشلم کی بربادی و آبادی:

کچھ عرصہ بعد سیدنا عزیر علیہ السلام (1) تباہ شدہ یروشلم کے پاس سے گزرے اور اس کے کھنڈروں پر ایک نظر ڈالی تو دل میں خیال گزرا کہ کیا یہ برباد شدہ شہر کبھی دوبارہ آباد ہو سکے گا؟

⇐ یروشلم کا محاصرہ کر لیا۔ ڈھائی سال کے طویل محاصرہ کے بعد وہ اس پر قابض ہو گیا اور یہودیوں پر ہولناک مظالم ڈھائے۔ (دنیا کے بڑے مذاہب صفحہ ۳۳۲ از عماد الحسن آزاد فاروقی)

(1) قرآن مجید میں سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۰ میں سیدنا عزیر علیہ السلام کا نام مذکور ہوا ہے۔ اس کے علاوہ سورہ بقرہ میں آیت نمبر ۲۹۵ کے تحت جس شخصیت کا ذکر ہوا ہے، قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس سے مراد سیدنا عزیر علیہ السلام ہیں۔ سیدنا عزیر علیہ السلام یروشلم پر بخت نصر کے حملے کے وقت چھوٹے بچے تھے۔ یہ بھی گرفتار ہوئے اور یہودیوں کے زمانۂ اسارت بابل میں ان کے ساتھ رہے۔ اس دوران یہود تورات کو بھول گئے تھے۔ سیدنا عزیر علیہ السلام نے توفیق الٰہی سے انہیں دوبارہ املا کروایا۔ یہود کی شیرازہ بندی میں بھی ان کا کردار بڑا اہم ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ (البقرہ: ۲۵۹)

کیا بیت المقدس کبھی دوبارہ آباد ہوگا؟

﴿فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ﴾ (البقرہ: ۲۵۹)

اللہ تعالیٰ نے سو برس کے لیے سیدنا عزیر علیہ السلام کو وہاں سلا دیا۔ یہودی اسی عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ﴾ (التوبہ: ۳۰)

سیدنا عزیر علیہ السلام جب سو سال کے بعد اٹھے تو دیکھا کہ پورا شہر آباد ہو چکا ہے۔ ہر طرف زندگی کی چہل پہل جاری ہے اور انسانی سرگرمیاں رواں دواں ہیں۔ ایران کے ایک نیک دل بادشاہ ❶ نے یہودیوں کو بخت نصر کی غلامی سے آزادی دلا دی تھی اور یہودی پھر اپنے وطن فلسطین میں آباد ہو گئے تھے۔

یہودیوں کی ذلت ورسوائی:

لیکن یہود کی بدبختیوں نے پھر بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ وہ پھر بدعملی کی راہ پر چل پڑے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی نافرمانیاں کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر سبق سکھانے کے لیے رومیوں ❷ کو اُن پر مسلط کر دیا، رومیوں نے یہودیوں کے سارے کس بل

---

❶ یہ نیک دل بادشاہ کون تھا۔ اس سے مراد ایران کا وہ مشہور فرماں روا ہے جس کو قرآن ذوالقرنین کہتا ہے۔ ذوالقرنین کا مطلب ہے دو سینگوں والا چونکہ یہ پارس اور میڈیا کی دونوں سلطنتوں کا بادشاہ تھا، اس لیے ذوالقرنین کہلایا۔

ایرانی اس عظیم شخصیت کو ''گورش'' یا کورش اعظم کہتے تھے، یونانی سائرس اور عرب خسرو کہتے تھے، عبرانیوں نے اسے ''فورس'' کا نام دیا۔ اس نے ۵۳۹ ق م میں بابل پر حملہ کر کے یہودیوں کو آزادی دلائی۔ (ترجمان القرآن جلد دوم از مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ)

❷ ۶۳ ق م میں رومی جنرل پومپی آئی نے فلسطین پر حملہ کیا۔ اس پر قبضہ کر کے اسے رومی سلطنت کا حصہ بنا دیا۔ کچھ وقت کے بعد رومیوں نے یہودیوں پر ظلم وتشدد کا سلسلہ شروع کر دیا، یہودیوں نے رومی مظالم سے تنگ آ کر ۶۶ء میں بغاوت کر دی۔ رومیوں نے ایک زبردست فوجی کارروائی سے اس بغاوت کو پوری ⇐⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نکال دیئے۔ بیت المقدس کو پیوند خاک کیا۔ یہودیوں کا قتل عام کیا اور زندہ بچ جانے والوں کو فلسطین سے باہر نکال دیا۔ یہودی آج تک دیوار گریہ پر کھڑے ہو کر ان واقعات کا ماتم کر رہے ہیں۔

فلسطین کی فتح:

مسلمانوں نے جب فلسطین پر حملہ کیا، اس وقت یہاں عیسائیوں کی حکومت تھی۔ عیسائیوں کو خیال ہوا کہ ہم بیت المقدس کو مسلمانوں سے نہیں بچا سکتے تو انہوں نے شرط پیش کی کہ مسلمانوں کے خلیفہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود تشریف لائیں تو ہم بیت المقدس کی چابیاں خود ان کے حوالے کر دیں گے۔

یاد رہے کہ فلسطین کے اس وقت کے حکمران قیصر روم قسطنطین (11) اعظم کی نسل میں سے تھے۔ قسطنطین ہی نے قسطنطنیہ شہر تعمیر کروایا تھا۔ جو صدیوں تک رومی سلطنت کا دارالحکومت رہا۔ آج کل اس شہر کو استنبول کہا جاتا ہے۔

⇐ طرح کچل دیا اور قتل و غارت گری کی بھیانک مثالیں قائم کر دیں۔ ہیکل سلیمانی کو لوٹ کر خاکستر کر دیا۔

رومی شہنشاہ ہیڈریان کے عہد میں تو یہودیوں کو چن چن کر قتل کیا جانے لگا۔ چنانچہ یہودی شہروں اور آبادیوں سے نکل کر جنگلوں اور غاروں میں چھپنے پر مجبور ہو گئے۔ (دنیا کے بڑے مذاہب از عماد الحسن آزاد فاروقی)

(11) قسطنطین اعظم سے پہلے رومی بادشاہوں کے دور میں یورپ و ایشیاء میں عیسائیوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے۔ اس بادشاہ کی ماں اور بیوی عیسائی عقائد کی حامل تھیں اس لیے اس نے عیسائیوں سے ہمدردانہ سلوک کیا اور بالآخر ۳۰۶ء میں اس نے عیسائیت قبول کر لی۔

یہ گویا یورپ میں پہلا عیسائی حکمران تھا۔ اس نے عیسائیت کی ترویج و اشاعت کے لیے بھرپور کوششیں کیں۔ عیسائیت کو سرکاری مذہب قرار دیا اور عیسائی مبلغین کو بہت سی مراعات دیں۔ عیسائی کلیساؤں کے اختلافات ختم کرنے کے لیے ۳۲۵ء میں نیقیہ کے مقام پر ایک مجلس بھی منعقد کروائی۔ (تاریخ میں سفراز عدنان طارق)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ سے جو تعلق تھا اور نگاہ نبوی میں آپ کا جو مقام و مرتبہ تھا وہ آپ بخوبی جانتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فلسطین پہنچے اور عیسائیوں سے بیت المقدس کی چابیاں حاصل کیں۔

فلسطین یہودیوں کا مسکن تھا، مگر عیسائیوں نے ان پر غلبہ پا کر انہیں یہاں سے نکال باہر کیا تھا۔ یہ یہودی قبائل کچھ خیبر میں آباد ہوئے ان کے تین قبیلے یثرب (مدینہ) میں رہائش پذیر ہوئے اور ان کا ایک بڑا قبیلہ یمن میں بس گیا۔

نبی کریم ﷺ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پانچ سو اکہتر سال بعد پیدا ہوئے اور چالیس سال کی عمر میں ۶۱۱ء میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔ جب آپ ﷺ کو نبوت ملی، اس وقت قریش اس بات کے دعوے دار تھے کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں، لیکن اس دعوے کے باوجود بری طرح بت پرستی میں مبتلا تھے۔ حالانکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو بت شکن تھے، وہ بھلا بت پرستی کیونکر اختیار کر سکتے تھے۔ انہیں بت توڑنے کی پاداش ہی میں تو نمرود نے آگ میں پھینکوا دیا تھا۔

یہودیوں کی قسمت کی محرومی:

عراق سے ہجرت کر کے سیدنا ابراہیم علیہ السلام شام آئے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو انہوں نے حجاز میں آ کر آباد کیا اور سیدنا اسحاق علیہ السلام کو شام میں بسایا۔ بنی اسرائیل نبی کریم ﷺ کی دنیا میں آمد و تشریف آوری سے پہلے بھی اپنی بد عملی، قساوت قلبی، دنیا پرستی اور بدبختانہ سرگرمیوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے اپنی مقدس کتابوں کی روشنی میں آپ ﷺ کو ہر ہر پہلو سے خوب جانچا اور پرکھا اور جان لیا کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں مگر محض ضد، ہٹ دھرمی اور عناد و عداوت کی وجہ سے ایمان لانے سے گریزاں رہے۔ اس طرح انہوں نے اپنی عاقبت تباہ کر لی اور دنیا میں ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئے۔ ○

(۱۱) یہودیوں پر اللہ تعالیٰ نے بے پناہ احسانات فرمائے تھے، فرعون کی غلامی سے انہیں نجات بخشی۔ فلسطین میں حکومت و سلطنت عطا فرمائی اور مادی خوشحالیوں سے نوازا مگر انہوں نے کفران نعمت کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت و مسکنت مسلط فرما دی۔ ⇐⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں کا کہنا تھا کہ سیدنا محمد ﷺ چونکہ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں اس لیے اس خاندان سے باہر کے کسی رسول پر ہم ایمان نہیں لا سکتے۔ حالانکہ اس بات میں رائی برابر بھی معقولیت نہیں کہ محض اس بنیاد پر اللہ کے کسی پیغمبر پر ایمان لانے سے انکار کر دیا جائے کہ اس کا نسلی اور نسبی تعلق کسی مخصوص خاندان سے نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی نسلی تعصب یہود کو لے ڈوبا اور وہ ایمان ویقین جیسی متاع گراں مایہ سے محروم رہے۔

انصار کی خوش نصیبی:

دوسری طرف انصار مدینہ کی قسمت اور خوش نصیبی دیکھئے کہ گو ان کا نسلی و نسبی تعلق آپ ﷺ کے خاندان سے نہ تھا۔ بلکہ بنو اسماعیل کی کسی شاخ سے بھی نہ تھا۔ مگر وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ سے محبت وعقیدت کو ہر رشتہ وتعلق سے بالاتر جانا تو دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ٹھہرے۔

یہود کی ایک اور بد دیانتی ملاحظہ فرمائیے کہ وہ جانتے بوجھتے مشرکین مکہ سے کہتے کہ تم اپنی بت پرستی کے ساتھ دین ابراہیمی پر ہو اور محمد ﷺ بت پرستی کا انکار کرتے ہیں۔ اس لیے وہ غلط ہیں اور دین ابراہیمی پر نہیں ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ کہنا صریحاً بد دیانتی اور کذب ونفاق پر مبنی تھا۔

توحید کا انقلاب:

نبی کریم ﷺ نے جب اپنی قوم کو بلکہ سارے عرب کو یہ پیغام دیا کہ

((یَاَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا)) (41)

⇦ چنانچہ ۵۸۸ ق م میں بابلی فرماں روا بخت نصر نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ پھر یہ صدیوں ایرانیوں کی ماتحتی میں رہے۔ ۳۳۳ ق م میں یہ یونانیوں کے غلام بن کر رہ گئے۔ پھر کئی سو برس رومیوں کی بدترین غلامی میں رہے۔ پھر ان کی مہاجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو پوری دنیا میں بکھر کر رہ گئے۔ ہر جگہ ان سے ذلت آمیز سلوک کیا گیا۔

(41) البدایہ والنہایہ جلد سوم صفحہ نمبر ۴۱ .

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اے لوگو! بت پرستی چھوڑ کر یہ کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تم اللہ کے عذاب سے نجات پا جاؤ گے۔

((وَتَمْلِكُوْا الْعَرَبَ))

''سارے عرب پر تمہاری حکومت ہوگی۔''

((وَتُدِيْنَ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمَ))

اور سارا عجم تمہاری رعایا میں شامل ہوگا۔

((فَإِذَا اَمِتُّمْ كُنْتُمْ مُلُوْكٌ فِي الْجَنَّةِ))

جب مر کر اللہ کے ہاں پہنچو گے تو وہاں جنت میں بھی تمہاری بادشاہی ہوگی۔

ہر بندۂ مومن کو دنیا کی زمین سے دس گنا زیادہ جنت دی جائے گی اور وہاں جنتی غلام خوب رو حوریں اور گوناگوں نعمتیں تمہیں میسر ہوں گی جو کبھی ختم نہ ہوں گی۔

یہ ایک ایسا انقلاب آفریں پیغام تھا کہ بقول مولانا الطاف حسین حالی

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز نے سوئی بستی جگا دی

یہودیوں کو بدعہدی کی سزا:

نبی کریم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینے پہنچے تو وہاں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی۔ مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنو قریظہ اور بنو نضیر۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر تو اپنی سازشوں کی وجہ سے جلا وطن کر دیئے گئے اور بنو قریظہ غزوۂ احزاب میں غداری کے مرتکب ہوئے۔ اس لیے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے مطابق قتل کر دیئے گئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی صداقت کا اعتراف:

نبی کریم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ کی نواحی بستی قبا میں پہنچے، وہاں یہود کے قبیلہ بنونضیر کے رئیس حی بن اخطب اور ان کے چھوٹے بھائی ابو یاسر بھی موجود تھے۔ ان کے مابین نبی کریم ﷺ کے بارے میں باہمی گفتگو ہوئی۔ مقدس صحیفوں تورات، انجیل اور زبور کی روشنی میں آپ کی صفات وخصائل پر غور کیا گیا۔ بالآخر انہوں نے آپ کے سچے نبی ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب شام کو میرے والد حی بن اخطب اور چچا ابو یاسر قبا سے آئے تو میں نے ان دونوں کی گفتگو سنی ۔ میرے چچا نے میرے والد سے پوچھا۔آپ نے محمد ﷺ کی گفتگو سنی۔آپ کا کیا خیال ہے۔کیا واقعی وہ اللہ کے نبی ہیں؟ تو میرے والد نے قسم کھا کر کہا۔ اللہ کی قسم واقعتاً آپ اللہ کے نبی ہیں۔اس نے کہا جب تم قسم کھاتے ہو کہ وہ اللہ کے نبی ہیں تو پھر ان کی فرماں برداری کرنے میں اور ان کو نبی ماننے میں کیا چیز مانع ہے؟ میرے والد نے کہا حسد، جب تک میری زندگی ہے میں ان کو نبی تسلیم نہ کروں گا۔ یہ ہے مجموعی حیثیت سے یہودیوں کا وتیرہ اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی یہ دشمنی آج تک برابر چلی آرہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہود کی اس ذہنیت کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿يَعۡرِفُونَهٗ كَمَا يَعۡرِفُونَ اَبۡنَآءَهُمۡ﴾ (البقرہ: ١٤٦)

یہود نے نبی کریم ﷺ کو اس طرح پہچان لیا جس طرح باپ اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہے۔آپ کا بچہ سکول جائے۔ایک ہزار بچوں کے اندر کھڑا ہو اور آپ سے کہا جائے کہ ان ایک ہزار بچوں میں سے اپنا بچہ تلاش کر کے لے آؤ تو کیا باپ کو کوئی مشکل پیش آئے گی؟ وہ ایک ہزار بچوں میں سے بڑی آسانی کے ساتھ پہچان کر اپنے بچے کو لے آئے گا۔قرآن مجید نے یہی مثال دی ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾ (البقره: ۱۴۶)

جس طرح باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے۔ اسی طرح یہودیوں نے بھی ٹھیک ٹھیک پہچان لیا تھا کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔

﴿وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (البقره: ۱۴۶)

یہودیوں کی اسلام دشمنی:

وہ بدبخت پہچاننے کے باوجود انکار کرتے تھے۔ حتی کہ جنگ بدر کے بعد پہلے بنو قینقاع نکالے گئے اور پھر غزوۂ احد کے بعد بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا گیا۔ جنگ احزاب کے موقع پر اسلام دشمنی کی وجہ سے حی بن اخطب (1) نے سارے عرب کے طوفانی دورے کیے اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے اتنا بڑا لشکر چڑھا لایا کہ مسلمان ایسا محسوس کرتے تھے کہ ان کو ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ مدینہ سے باہر یہودیوں اور مشرک قبائل کی فوجیں ہی فوجیں تھیں۔

﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾

(الاحزاب: ۱۰)

خوف کی وجہ سے مسلمانوں کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ دل سینوں سے اچھل اچھل کر حلق کو آ رہے تھے، منافق تو ایمان میں سچے نہیں تھے اور جو لوگ سچے تھے، وہ بھی گمان کرنے لگے تھے کہ کہیں یہ آزمائش انہیں ختم ہی نہ کر ڈالے۔

بنو قریظہ کو بدعہدی کی سزا:

سارا عرب مسلمانوں پر چڑھ دوڑا تھا۔ یہود کا تیسرا قبیلہ بنو قریظہ تھا، اس کا سردار کعب

(1) حیی بن اخطب کے علاوہ دیگر یہودی سردار بھی اس تحریک کے سرکردہ تھے۔ یہودیوں نے اس مقصد کے لیے مشرکین کی جھوٹی تعریفیں بھی کیں۔ دیکھیں: سیرۃ ابن ہشام، ص: ۴۵۳۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بن اشرف تھا۔ اس نے مسلمانوں سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا اور حملہ آوروں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی۔ ایک زور کی ہوا چلی اور سارا لشکر تتر بتر ہو گیا اور بالآخر یہ حملہ آور گروہ محاصرہ اٹھا کر چلے گئے۔

نبی کریم ﷺ نے بنو قریظہ کی غداری کی وجہ سے ان کا محاصرہ کر لیا، جب بنو قریظہ کو معلوم ہوا کہ ان کے بچنے کی اب کوئی راہ باقی نہیں رہی تو سردار قبیلہ کعب بن اشرف نے نبی ﷺ سے عرض کیا، زمانہ جاہلیت میں ہماری دوستی قبیلہ اوس کے رئیس سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے رہی ہے۔ ہمیں ان کا فیصلہ منظور ہوگا۔ وہ جو چاہیں فیصلہ کریں۔

چنانچہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ ان کے لڑنے والے سب افراد قتل کر دیے جائیں، ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور ان کے جملہ اسباب پر قبضہ کر لیا جائے۔ حی بن اخطب جو ان کو اکسانے کے لیے آیا تھا۔ ان کے ساتھ گرفتار ہوا۔ خندقیں کھودی گئیں اور جب لڑنے والے مرد قتل کیے جانے لگے تو حی بن اخطب کھڑا ہو گیا اور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہنے لگا: مجھے اس بات کا کوئی افسوس نہیں کہ میں نے آپ کو پہچاننے کے باوجود ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ [1]

حالانکہ یہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا والد تھا اور صفیہ رضی اللہ عنہا کی قسمت میں نبی کریم ﷺ کی زوجیت لکھی ہوئی تھی۔ یہ جنگ خیبر میں گرفتار ہوئیں اور نبی کریم ﷺ نے ان کی عزت افزائی کے لیے ان سے نکاح فرما لیا۔

حی بن اخطب کا اعتراف:

حی بن اخطب کہنے لگا مجھے اس پر کوئی افسوس نہیں کہ میں نے تمہیں پہچاننے کے باوجود انکار کیا۔ لیکن بات یہ ہے کہ جو اللہ کو چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتنے ہی نبی ہماری طرف بھیجے لیکن ہم نے کسی نبی کو بھی ٹھیک طور پر قبول نہیں کیا تو بالآخر

[1] غزوہ بنی قریظہ کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں: سیرت ابن ہشام، ص: ۴۶۵، ۴۶۶۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے ہمیں چھوڑ دیا۔

آج صورت حال یہ ہے کہ ہمارے سر اتر رہے ہیں مگر ہم اپنا دفاع کرنے کے ذرا بھی قابل نہیں۔ پھر حی بن اخطب بیٹھا تو اس کا سر اتار دیا گیا۔ پھر جب خیبر فتح ہوا تو اس کی بیٹی صفیہ رضی اللہ عنہا گرفتار ہو کر آئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انھیں اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اس طرح سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے شرف سے ہم کنار ہوئیں۔

ہماری بے کسی:

اللہ جسے ہدایت دے دے تو وہ کوئی مقام حاصل کر سکتا ہے۔ یہودی اور عیسائی اگر مسلمان ہو جائیں گے تو ان کے لیے دوہرا اجر ہے۔ مگر ان کی اسلام دشمنی آج بھی برقرار ہے۔ آج بائیس عرب ممالک ہیں اور اسرائیل کی ایک یہودی ریاست جس میں ساٹھ لاکھ یہودی بستے ہیں۔ بائیس عرب ریاستیں تیل کی بے پناہ دولت کے باوجود اپنا دفاع کرنے سے قاصر ہیں۔ اسرائیل جسے چاہتا ہے اپنے شکنجے میں جکڑ لیتا ہے۔ یہودیوں نے اپنی شاطرانہ چالوں سے عیسائی اقوام کو مسلمانوں کے بالمقابل کھڑا کر دیا ہے۔ یہ اپنے مقاصد کے لیے انہیں استعمال کرتے ہیں، امریکہ کو عراق میں لانے والے بھی یہی مکار و عیار یہودی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے مدینہ طیبہ آنے سے پہلے انصار کے دو قبیلے اوس و خزرج باہم برسر پیکار رہتے تھے۔ یہودی ساہوکار اس خون خرابے کو بڑھانے اور ان کی قوت کمزور کرنے کے لیے انہیں سود پر روپیہ فراہم کرتے تھے۔ یعنی یہ دوسروں کو لڑاتے بھی تھے اور ان کے خون پسینے کی کمائی سے اپنی تجوریوں کو بھی بھرتے تھے۔

یہودیوں کی سرشت:

یہودیوں کی سرشت بالکل بچھو جیسی ہے۔ آپ بچھو کو پانی پلائیں یا دودھ، مگر جونہی آپ اسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھیں گے وہ ڈنگ مارنے سے کبھی باز نہ آئے گا۔ یورپی راجدھانیوں میں ان سے ذلت آمیز برتاؤ کیا گیا۔ مگر مسلم اندلس اور مسلمانوں کی مشرقی حکومتوں میں انہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مکمل مذہبی آزادیاں حاصل رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تعلیم و تدریس سے لے کر حکومت وریاست کے اہم شعبوں تک رسائی کے انہیں برابر مواقع حاصل رہے۔ مگر اس احسان فراموش قوم کو جب بھی موقع ملا انہوں نے مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دینے سے کبھی گریز نہیں کیا۔

یہودیوں کی اس خبیث ذہنیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت و مسکنت مسلط کر دی۔ یہ حکومت وریاست سے محروم ہوئے اور دنیا میں بکھر کر رہ گئے۔ صدیوں مختلف ملکوں کی خاک چھانتے پھرے اور ہر جگہ ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھے گئے۔ اب اگر انہیں اسرائیل کی صورت میں اپنا ایک قومی وطن میسر آیا ہے تو یہ بھی ایک استثنیٰ کی وجہ سے ہے۔

اسرائیلی حکومت کیوں قائم ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران : ۱۱۲)

کہ اگر دنیا میں تمہیں کوئی حکومت نصیب بھی ہوگی تو اللہ کی پناہ اور کسی دوسری قوم کی وساطت سے نصیب ہوگی۔ آج اگر اسرائیل قائم ہے تو امریکہ اور دوسری یورپی حکومتوں کی وجہ سے ہے۔ جن کو یہودیوں نے بڑی چالاکی اور مکاری کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ مگر جب کبھی مغربی ملکوں نے یہودیوں کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو ان کی حکومت وسلطنت کے ایوانوں کو زمین بوس ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ یہ صحیح ہے کہ یہودی قوم انتہائی پڑھی لکھی اور ذہین ہے۔ بلا کی محنتی ہے، امریکہ میں یہودی سینٹ کے ممبر بنتے ہیں، وکیل بنتے ہیں، نامور ڈاکٹرز ہیں اور علم وسائنس کے شعبوں پر چھائے ہوئے ہیں، مگر جب ان کے مفسدانہ اعمال اور غلیظانہ افکار کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا قہر ٹوٹا تو ان کی شاطرانہ ذہنیت انہیں نہیں بچا سکے گی اور نہ ان کی ذہانت وقابلیت انہیں محفوظ رکھ پائے گی۔

یہودی ذہنیت کا شاخسانہ:

ہمارا وطن عزیز پاکستان گزشتہ ستر سال سے گوناگوں مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ پہلے روس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آیا اور یہاں دہشت گردی شروع ہوگئی۔ پھر امریکہ آیا تو ہم مستقل طور پر دہشت گردی کی لپیٹ میں آگئے۔ گزشتہ پندرہ سالوں سے ہم جس بدترین دہشت گردی اور پرتشدد کارروائیوں کا شکار ہیں، آپ جانتے ہیں اس کے پیچھے کس کا ہاتھ کارفرما ہے؟ اور اس بہیمانہ کھیل کے پیچھے کون سرمایہ کاری کر رہا ہے؟

اس سارے عمل کے پیچھے یہودی ذہن اور یہودی سرمایہ ہے۔ امریکہ میں ان کا ایک مرکزی بینک ہے۔ اس میں ڈالر چھاپنے کی مشین لگی ہوئی ہے۔ آج ساری دنیا کا سونا یہودیوں کے پاس جمع ہے۔ دنیا کے میڈیا پر ان کا قبضہ ہے۔ یہ فحش پروگرام چلا کر نسل نو کے ذہنوں کو مفلوج کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کے لیے اپنا زور اور طاقت صرف کر رہے ہیں۔

یہودی ذہنیت کا ایک شاخسانہ اور بھی ہے۔ انہوں نے دنیا کو باور کروا رکھا ہے کہ اسلام پیغمبر اسلام اور قرآن کی تعلیمات اب پرانی ہو چکی ہیں۔ یہ دور جدید کی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتیں۔ دوسرے لفظوں میں اسلام کا آئین و قانون اور دستور زندگی از کار رفتہ ہو چکا ہے اور اب جدید دنیا کی رہنمائی صرف مغربی تہذیب و افکار ہی سے ممکن ہے۔ اس یہودی پروپیگنڈہ سے مسلمان حکومتیں تک متأثر دکھائی دیتی ہیں۔ حالانکہ یہ سب ایک سازش کا حصہ ہے جو مسلمانوں کے خلاف پوری منصوبہ بندی کے ساتھ کی جا رہی ہے۔

یہود و ہنود کی اسلام دشمنی:

کیا ستاون اسلامی ممالک کے دانش ور یہ نہیں سمجھتے کہ سیدنا محمد ﷺ کے سب سے بڑے دشمن کون ہیں؟ یقیناً یہ یہودی ہیں، یہی مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے ہیں۔ آج اگر ان کی دوستی ہندوستان کے نریندر مودی کے ساتھ ہے تو آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ کیوں ہے۔ وجہ صاف واضح ہے کہ اس کے پیچھے مسلمانوں کی دشمنی کارفرما ہے۔ پاکستان کے خلاف حسد و عناد اس کا محرک ہے۔ اس دشمنی و عداوت کی وجہ سے یہ مودی کو اسلحہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی دیتے ہیں اور ٹیکنالوجی بھی فراہم کرتے ہیں۔

مودی مسلمانوں کا قاتل ہے۔ اس نے گجرات میں سات ہزار مسلمان قتل کیے اور آج وہ ہذیان بکتا ہے کہ بیت اللہ تو ایک مندر تھا۔ اس میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ (سیدنا) محمد (ﷺ) نے وہ تین سو ساٹھ بت اٹھا کر باہر پھینک دیئے اور اس کو مسجد بنا دیا۔ جب ہمارا قبضہ ہو گیا تو ہم پھر اس کو مندر بنا دیں گے۔

مودی یہ بڑکس کے اکسانے پر ہانک رہا ہے۔ یہودیوں کے اکسانے پر۔ آج مسلمانوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ اگر ان کے درمیان اس طرح اتحاد و اتفاق ہو جس طرح نبی کریم ﷺ نے عرب قبائل میں پیدا فرمایا تھا، جس کے سامنے قیصر و کسریٰ کی مضبوط و مستحکم حکومتیں بھی نہ ٹھہر سکیں۔ بیت المقدس بغیر لڑے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں حاصل ہو گیا۔

آج مسلمانوں کا قبلہ اول [41] یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ ستاون اسلامی ممالک اس کے بارے میں نہیں سوچتے کہ ہم نے بیت المقدس واپس لینا ہے۔

آج ہمیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو دل و جان سے اپنائیں۔ اللہ کی بندگی کریں اور نبی کریم ﷺ کی نافرمانی سے دور رہیں۔ بدعات سے اجتناب کریں، سود اور اکل حرام کی ہر شکل سے باز رہیں۔

مسلمان کا لفظی مطلب کیا ہے؟ اپنے رب کا فرماں بردار ہونا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام آپ ﷺ کے جد امجد ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا﴾ (النحل : ١٢٣)

''اے محمد ﷺ! ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ دین ابراہیمی کی پیروی کریں۔''

قریش بت پرست تھے مگر اس کے باوجود دین ابراہیمی کے دعوے دار تھے۔ آج آپ کے پڑوس میں ہندو بھی بت پرست ہیں، عیسائی بھی بت پرستی کا شکار ہیں اور یہودیوں میں

---

[41] قبلہ اول سے مراد بیت المقدس ہے۔ نبی کریم ﷺ اور مسلمان پورے مکی دور میں اور سترہ ماہ مدنی دور میں بھی اسی طرح منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی مشرکانہ رویے پائے جاتے ہیں۔

نبوی انقلاب اور عالمی جنگوں کا موازنہ:

نبی کریم ﷺ نے بت پرست عرب کو اپنی بہترین حکمت عملی کے ساتھ توحید کی راہ پر گامزن کیا۔ اگرچہ دین کے غلبہ کے لیے کچھ جنگیں بھی ہوئیں جن میں سے بعض میں آپ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے۔ دس برس کی معرکہ آرائیوں میں بہت کم جانی نقصان ❶ ہوا مگر اس کے نتیجے میں عرب میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا ہو گیا، جس کی وجہ سے عرب امن وامان، اخوت و بھائی چارگی اور خوشحالی کا گہوارہ بن گیا۔

اس کے برعکس آج کی نام نہاد مہذب اقوام نے گزشتہ صدی کے نصف اول میں جو دو عالمی جنگیں لڑی ہیں، ان میں قتل و غارت گری کے جو اعداد و شمار سامنے آئے ہیں وہ دل دہلا دینے والے ہیں۔ ❷ اور پھر یہ دونوں جنگیں محض ہوس ملک گیری اور سامراجی مقاصد کے لیے لڑی گئی تھیں، ان کے پیچھے کوئی صالح مقصد کارفرمانہ تھا۔

آج مغرب نے لیبیا، مصر، یمن، شام، عراق، فلسطین اور افغانستان جیسے مسلم ملکوں پر جو جنگیں مسلط کی ہیں، ان میں ساٹھ لاکھ مسلمان ہلاک ہو چکے ہیں۔

---

❶ دس برس کے مختصر عرصے میں پورے عرب کے وسیع و عریض خطے میں ایک صالح اور پاکیزہ انقلاب برپا ہو گیا۔ مگر اس انقلاب کے مقابلے میں جانی نقصان بہت کم تھا، قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے بقول مقتولین کی تعداد ہر دو جانب سے ۱۰۱۸ تھی۔

❷ پہلی جنگ عظیم جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک جاری رہی اس میں فوجی اور شہری ہلاکتوں کی مجموعی تعداد دو کروڑ انسٹھ لاکھ اکیاسی ہزار ایک سو چالیس ہے۔ (بحوالہ جنگ عظیم اول از سید فضل اللہ بخاری)

دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک دو ہزار ایک سو نوے دن جاری رہی۔ اس میں چھ کروڑ پانچ لاکھ چوالیس ہزار نو سو افراد مارے گئے۔ (بحوالہ جدید دنیا کی مختصر تاریخ از ولیم ووڈرف)

دونوں جنگوں کی ہلاکتوں کی مجموعی تعداد ۸۶۴۲۶۰۴۰ بنتی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیرت کیا ہے؟

سیرت کیا ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی سیرت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: آپ کا اخلاق قرآن تھا۔ اس قرآن کو پڑھیے اور آپ ﷺ کی احادیث کو پڑھیے۔ کتاب وسنت دونوں نبی ﷺ کی سیرت ہیں۔

آپ ﷺ نے دنیا سے جاتے ہوئے فرمایا:

((تَرَكْتُ فِيكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهِ .))[1]

''جب تک تم اللہ کی کتاب اور میری سنت کو تھامے رکھو گے، کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے۔''

جب مسلمانوں نے قرآن وسنت کو چھوڑ دیا تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ آج تبلیغی جماعت کو مسلمانوں کو کلمہ سکھانا پڑ رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بھائیوں کو کلمہ بھی نہیں آتا۔ نماز بھی نہیں آتی تو پھر بتائیے کہ ہم کیسے مسلمان ہیں؟

آج ہمیں نبی کریم ﷺ کی سیرت کو اپنانے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

[1] رواه فى المؤطا عن مالك بن انس .

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی اکرم ﷺ کے آنے کا مقصد

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (الفتح: ٢٨-٢٩)

اللہ رب العزت نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے ایک لاکھ انبیاء کرام علیہم السلام

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مبعوث فرمائے، ان انبیاء علیہم السلام میں کوئی نبی بھی ایسا نہ تھا جس کی امت کے سبھی افراد نے اس کی دعوت کو سنتے ہی لبیک کہا ہو اور اس کے پیغام ہدایت کو فوراً قبول کرلیا ہو۔

غلبہ اسلام:

اللہ کی یہ سنت متواترہ آقائے دو جہاں محمد مصطفی ﷺ کی نبوت و رسالت کے سلسلے میں پوری ہوئی، شروع میں لوگوں نے بھرپور مخالفت کی۔ آپ ﷺ کی تکذیب کی اور آپ کے راستے میں رکاوٹیں ڈالیں اور بہت مشکلات پیدا کیں۔ لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کامیابی بخشی۔ مالک کائنات نے لوگوں پر آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا اور طوعاً و کرہاً امت کے لوگ آپ ﷺ کے پیغام حق کو قبول کرنے پر تیار ہوئے۔

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی﴾ (الفتح : ۲۸)

''اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔''

﴿وَدِیْنِ الْحَقِّ﴾ (الفتح : ۲۸)

''اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔''

اور آپ کو مبعوث کرنے کے ساتھ ہی عرش الٰہی پر یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ

﴿لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ (الفتح : ۲۸)

''اسلام دنیا کے تمام دینوں پر غالب ہو جائے گا۔''

﴿وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا﴾ (الفتح : ۲۸)

''اور اللہ کی یہ گواہی کافی ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محاسن وصفات کا تذکرہ:

اللہ رب العزت اپنے فیصلوں کو پوری طرح نافذ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ گو آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول علیہم السلام گزر چکے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کو خصوصیت کے ساتھ ایسے ساتھی عطا کیے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

گئے جو بہت اعلیٰ کردار، عمدہ اخلاق اور منفرد خصوصیات کے حامل ہیں، ان کے اخلاق ومحاسن کا تذکرہ خود اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کیا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ (الفتح: ۲۹)

''وہ کافروں کے لیے بڑے سخت ہیں اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔''

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے آیت کے اس ٹکڑے کی یوں ترجمانی کی ہے ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ان کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ

﴿تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾

(الفتح: ۲۹)

وہ کبھی رکوع میں جھکے ہوئے ہیں اور کبھی اپنی جبین نیاز کو شہنشاہ عالم کے حضور سجدے میں رکھے ہوئے ہیں اور اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انہیں خالق کائنات کی رضامندی اور خوشنودی حاصل ہو جائے۔

ان کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ

﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ (الفتح: ۲۹)

''کثرت سجود سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑ چکے ہیں۔''

جن کو آپ محراب کا نام دیتے ہیں۔ یہ اللہ رب العزت نے ان کی نشانی رکھی ہے۔

﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ﴾ (الفتح: ۲۹)

نبی ﷺ کے جاں نثاروں اور نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ نشانیاں ان کی آمد سے پہلے تورات وانجیل کے مقدس الہامی صحیفوں میں بیان کر دی گئی تھیں کہ وہ کثرت سے رکوع وسجود کرنے والے ہوں گے اور ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے واضح نشانات دکھائی دیں گے۔

اس کی مثال اللہ رب العزت نے انگوری سے دی ہے کہ:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ﴾ (الفتح: ۲۹)

''انگوری جس وقت زمین کو پھاڑ کر باہر نکلتی ہے۔''

﴿فَاٰزَرَهٗ﴾ (الفتح: ۲۹)

''طاقت ور ہوتی ہے۔''

﴿فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ﴾ (الفتح: ۲۹)

''اور موٹی ہو کر پھر اپنی جڑوں پر کھڑی ہو جاتی ہے۔''

﴿يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾ (الفتح: ۲۹)

''وہ دیکھنے والوں کو بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے۔''

دعوتِ اسلامی کا ابتدائی دور:

ابتداء میں صحابہ رضی اللہ عنہم گنتی کے چند لوگ تھے۔ مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، بچوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ، غلاموں میں سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔ پھر جیسے جیسے دعوت کا کام پھیلتا گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ حتی کہ مسلمانوں کی کثرت تعداد کو دیکھ کر کفار ومشرکین غصے سے کھولنے لگے، ان سے برداشت نہیں ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھے اور مسلمان وقت کی ایک قوت وطاقت بن کر ان کے سامنے کھڑے ہوں۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (الفتح: ۲۹)

اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے جو آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور پھر نیک عملی کی راہ اختیار کی ہے۔

اب ذرا دیکھیے!

جب سرورِ کائنات ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور نبوت سے سرفراز ہوئے تو ابتداء میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صرف چند لوگ ایمان لائے تھے۔ اکثریت نے بھرپور مخالفت کی راہ اختیار کی، مگر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، اس قافلۂ حق میں لوگ شریک ہوتے گئے، حتی کہ اسلام جزیرۃ العرب کے تمام دینوں پر غالب آ گیا، کیونکہ اللہ رب العزت نے پہلے ہی اس کا فیصلہ فرمادیا تھا کہ

﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (التوبہ: ۳۳)

''تا کہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔''

گزارش ہے کہ اللہ رب العزت ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے۔ شروع میں اس دین کے ماننے والے کمزور تھے اور انہیں عرب کی ہر سمت سے مخالفتوں کا سامنا تھا، دین کو قبول کرنا اپنی جان ومال اور عزت وآبرو کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا، مگر اس سب کے باوجود اسلام کی تاثیر کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جن سعادت مندوں نے ذرا اس کی طرف کان لگایا وہ اس کی طرف کھنچتے چلے گئے۔ اس کی اقدار، اس کی اخلاقیات اور اس کے عقائد وافکار ان کے دلوں میں راسخ ہو گئے اور پھر ہزار مخالفتوں کے باوجود کوئی انہیں اسلام کی راہ سے نہ ہٹا سکا، کیونکہ اسلام کی قدرتی ساخت اور فطرت کچھ اسی طرح کی ہے کہ مخالفتیں اور بے جا عداوتیں اس کا راستہ نہیں روک سکتیں، بقول شاعر

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

مدنی دور کی ابتدائی مشکلات:

مکی زندگی کے تیرہ سال وعظ وتلقین کے بعد سرور بزم کونین ﷺ نے یثرب کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی، ریاست مدینہ کی تشکیل کے ابتدائی ایام میں حالات اتنے دگرگوں اور پر خطر تھے کہ ہر وقت مدینہ کی اس نوخیز ریاست پر کفار و مشرکین کے حملے کا خطرہ منڈلا رہا تھا، خود نبی کریم ﷺ بغیر پہرے کے نہ سوتے تھے کہ مبادا آپ ﷺ کو نقصان پہنچ جائے، حتی کہ رب العزت نے خود یہ ضمانت فراہم کی کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدہ : ٦٧)

اب پہرہ نہ مقرر کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کی خود حفاظت فرمائے گا۔

حفاظت الٰہی کی ضمانت پا کر آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک خیمے سے باہر نکالا اور پہرے داروں سے کہا اب تم اپنے گھروں کو چلے جاؤ، اب یہ ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اٹھالی ہے، اب کوئی دشمن مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حق و باطل کی کش مکش:

گزارش ہے کہ کفر و اسلام اور حق و باطل کے درمیان کشمکش اور محاذ آرائی ازل سے جاری ہے۔ اقبال رحمہ اللہ نے بہت خوب صورت انداز سے اس کی ترجمانی کی ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بو لہبی

دیکھئے آدم علیہ السلام نے اللہ رب العزت کی اطاعت و فرمانبرداری کی راہ اپنائی اور شیطان نے فخر و پندار اور بغاوت و سرکشی کا راستہ اختیار کیا۔ ان دو مختلف رویوں کے ساتھ ہی حق و باطل کی آویزش اور خیر و شر کی معرکہ آرائی کا سلسلہ شروع ہو گیا جو اب تک بلا کسی انقطاع کے جاری ہے۔

مؤرخین کا اندازہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کا زمانہ نبی رحمت ﷺ سے دس ہزار سال پہلے کا ہے اور جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام آپ ﷺ سے چار یا پانچ ہزار سال پہلے گزرے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنی قوم کی مخالفت پیش آئی، حتیٰ کہ مخالفت کے طوفان کی وجہ سے انہیں بھی ہجرت کرنا پڑی۔ بیوی سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے سوا کوئی ان کے ساتھ نہ تھا۔

سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا کہنا تھا کہ ہم دنیا میں تین ہی مسلمان ہیں جو ہجرت کر رہے ہیں۔

آپ ﷺ کی ہجرتِ مدینہ:

خود ہادی عالم ﷺ کو مشرکین مکہ کی ریشہ دوانیوں کے باعث ہجرت کرنا پڑی، ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بد بختوں نے آپ ﷺ کو پکڑ کر لانے والے کے لیے سو اونٹ انعام مقرر کر دیا۔

﴿وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ۝﴾ (الانفال : ٣٠)

قریش کعبہ کے متولی اور پاسبان تھے۔ اس مذہبی حیثیت کی وجہ سے سارے عرب قریش کے فیصلوں کو تسلیم کرتے تھے۔ جب قریش نے یہ اعلان کر دیا کہ پیغمبر اسلام کو قید کر دیا جائے، جلا وطن کر دیا جائے یا پھر قتل ہی کر دیا جائے، تو سب دشمنان اسلام کا اتفاق قتل کے فیصلے پر ہوا اور سو اونٹ انعام مقرر کر دیا گیا۔

سراقہ بن مالک کا تعاقب:

شہسواران عرب نے انعام کے لالچ میں اپنے گھوڑے دوڑا دیئے، جنگلوں اور صحراؤں میں نکل گئے، ان طمع کنندگان میں سے ایک سراقہ بن مالک [1] بن جعشم بھی تھا۔ اتفاق سے اس نے نبی کریم ﷺ کو پا لیا اور اس ارادے سے آپ ﷺ کی طرف بڑھا کہ آپ ﷺ پر قابو پا کر گرفتار کر لے۔ اللہ رب العزت نے زمین کو حکم دیا کہ وہ سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑ لے، زمین نے اس حکم کی تعمیل کی۔ سراقہ کا گھوڑا بری طرح زمین میں دھنس گیا، اب سراقہ پر واضح ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیٔ اسلام کی حفاظت ہو رہی ہے۔

چنانچہ سراقہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو آواز دے کر کہا میں آپ کو حلف دیتا ہوں کہ آپ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ آپ میرے لیے دعا کیجیے کہ زمین مجھے چھوڑ دے۔ چنانچہ وہ

[1] سراقہ بن مالک بن جعشم اس سارے واقعہ کے آٹھ سال بعد دوبارہ اس وقت آپ سے ملے جب آپ ﷺ طائف اور حنین کے معرکوں سے واپس آ رہے تھے اور مقام جعرانہ میں قیام پذیر تھے، سراقہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنا تعارف کرایا اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کچھ عرصہ آپ ﷺ کی تربیت میں رہے، حجۃ الوداع میں بھی آپ کے ساتھ تھے، ان سے کتب احادیث میں ١٩ احادیث مروی ہیں۔ سیدنا سراقہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ٢٤ھ میں وفات پائی۔ (سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں: الاستیعاب لابن عبد البر ، الاصابة لابن حجر ، اسد الغابة لابن اثیر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی دعا سے اس مصیبت سے نکل کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا کہ میں واقعی برے ارادے سے آپ ﷺ کا تعاقب کر رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی نشانی دیکھ کر میں نے اپنا ارادہ بدل لیا ہے۔ اب آپ ﷺ مجھے امان نامہ لکھ دیجیے۔

نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اسے امان نامہ لکھ دو، انہوں نے درخت کی چھال پر امان نامہ لکھ دیا۔ ❶ نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر سراقہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: سراقہ! ایک دن آنے والا ہے جب کسریٰ ایران کے کنگن تیرے ہاتھوں میں ہوں گے، اس دن تیری عظمت و وقعت اور مرتبت کا کیا عالم ہوگا۔ ❷

اب سراقہ رضی اللہ عنہ حیرت واستعجاب سے آپ ﷺ کی طرف دیکھنے لگا، کہ اب تو صورت حال یہ ہے کہ قریش کے ظلم واستبداد سے بچنے کے لیے مکہ چھوڑ کر مدینہ کو جا رہے ہیں، اور جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں، اور کہہ یہ رہے ہیں کہ آدھی دنیا کے فرماں روا کسریٰ ایران

---

❶ اس واقعہ میں یہ چیز غور طلب ہے کہ اسلام نے اول دن ہی سے علم (قراءت وکتابت) کو خاص اہمیت دی اور اپنے پیروکاروں میں علم وفکر کی روح پھونک دی، جاہل عربوں میں علم ونظر کی روشنی پھیلانے میں اسلام نے کلیدی کردار ادا کیا۔

یہی وجہ تھی کہ پیروان اسلام سفر وحضر میں ہر جگہ لکھنے پڑھنے کے لوازمات اپنے ساتھ رکھتے تھے، جیسا کہ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ایک دشوار گزار سفر میں بھی ان کے پاس لکھنے کا پورا سامان موجود تھا، جبھی تو یہ امان نامہ فوراً معرض تحریر میں آ گیا۔

❷ نبی کریم ﷺ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب ایران کا شہر مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا، کسریٰ کے ملبوسات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوئے، تو آپ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلایا، کسریٰ کا تاج اس کے سر پر رکھا اور اس کے کنگن سراقہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں پہنائے اور کسریٰ کا پٹکا ان کی کمر میں باندھا۔

اس واقعہ پر ذرا غور کیجیے! جس وقت اور جن احوال وظروف میں آپ ﷺ نے یہ پیش گوئی فرمائی تھی۔ کسی کے گمان میں بھی یہ بات نہ گزر سکتی تھی کہ کبھی اس کا عملی طور پر حقیقت میں ظہور ہوگا۔ مگر لسان نبوت سے جو بات بھی نکلی کبھی رائیگاں نہیں گئی، کیونکہ کلام نبوت اذن الٰہی ہی سے صادر ہوتی ہے۔ (سراقہ بن مالک کے واقعے کی تفصیل کے لیے دیکھیں: سیرت ابن ہشام: ۲۶۶)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہوں گے، یہ کیسے ممکن ہے؟

معرکۂ بدر:

پھر وقت نے پلٹا کھایا اور اللہ رب العزت نے اپنی قدرت دکھائی، معرکۂ بدر میں تین سو تیرہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک ہزار مسلح قریشی تھے، اس صورت حال کا اللہ تعالیٰ نے یوں نقشہ کھینچا ہے:

﴿يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ﴾ (الانفال : ٦)

وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم موت کی طرف بھاگ کر جا رہے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت یہ ہے:

﴿وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ﴾ (الانفال : ٧)

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو یہ وعدہ دیا تھا کہ تم دو جماعتوں میں سے ایک کو ضرور شکار کرو گے۔ مسلمانوں کی خواہش یہ تھی کہ شام کی طرف سے آنے والے ابوسفیان کے تجارتی قافلے سے ہمارا ٹکراؤ ہو جائے تا کہ اس تجارتی قافلے کا سارا مال ہمارے قبضے میں آجائے اور دوسرا قافلہ وہ تھا جو اس تجارتی قافلے کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانے کے لیے مکہ سے آرہا تھا، یہ ایک ہزار کی تعداد میں تھا۔

ادھر ابوسفیان معروف راستے کو چھوڑ کر ایک لمبا چکر کاٹ کر مسلمانوں سے بچ گیا[1] لیکن مکی لشکر جس کی قیادت ابوجہل کر رہا تھا۔ اس کا ٹکراؤ مسلمانوں سے ہو گیا۔

﴿اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (الانفال : ٧)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے کلمات کو حق پر ہونا ثابت کر دوں اور کافروں کی جڑ کاٹ کر رکھ دوں۔ حالانکہ مسلمان اپنی قلت تعداد اور اسباب و وسائل کی کمی کی وجہ سے ڈر رہے تھے کہ اگر ہمارا ٹکراؤ قریشی لشکر کے ساتھ ہو گیا تو ہم ایسے بڑے نقصان سے دوچار ہوں گے کہ ہماری جڑ ہی کٹ جائے گی، آخر دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے، مسلمان اللہ تعالیٰ

[1] دیکھیں: سيرة ابن هشام، ص: ٢٩٥.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر بھروسہ کرتے ہوئے جہاد کے لیے تیار ہو گئے۔ اس جنگ میں مہاجرین وانصار دونوں نے بھرپور حصہ لیا۔ مہاجرین کی تعداد ۸۲ افراد پر مشتمل تھی، انصار کے قبیلہ اوس کی تعداد ۶۱ تھی اور انصار کے بڑے قبیلے خزرج کے افراد کی تعداد ۱۷۰ تھی، اس طرح لڑنے والوں کی مجموعی تعداد ۳۱۳ ہو گئی۔ ❶ پورے اسلامی لشکر کے پاس صرف دو گھوڑے، ستر اونٹ اور چند تلواریں تھیں۔ دوسری طرف مشرکین کا لشکر پوری طرح ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح تھا، مگر اللہ رب العزت بھی عرش پر ایک فیصلہ کر چکا تھا۔ یہ فیصلہ نافذ ہو کر رہا، اس فیصلے کے نفاذ کو کوئی نہ روک سکتا تھا۔

معرکہ کا آغاز ہوا تو قریشی لشکر سے تین شاہسوار میدان میں نکلے۔ ایک عتبہ ❷ بن ربیعہ، دوسرا شیبہ بن ربیعہ اور تیسر ولید بن عتبہ۔ ان کے مقابلے میں تین انصاری جانباز

---

❶ سیرۃ ابن ہشام میں شرکاء بدر میں سے مہاجرین کی تعداد اور مجموعی تعداد ۳۱۴ بتائی گئی ہے۔ واللہ اعلم (دیکھیں: سیرۃ ابن ہشام، ص: ۳۴۲)

❷ عتبہ بن ربیعہ قریش کے معروف دانش ور، حکیم و دانا اور مدبر آدمی تھا، یہ وہی شخص ہے جو ایک دفعہ قریشیوں کے ایما پر نبی کریم ﷺ سے مصالحانہ گفتگو کرنے کے لیے گیا تھا اور اس سے مقصود آپ ﷺ کی دعوت کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنا تھا، اثنائے گفتگو میں عتبہ نے کہا! اے محمد ﷺ! اگر آپ ﷺ کا دعوت سے مقصد حکومت کا حصول ہے تو ہم خود حکومت آپ کے حوالے کر دیتے ہیں اگر آپ مال چاہتے ہیں تو ہم آپ کے قدموں میں دولت و ثروت کے ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ اگر آپ عرب کی کسی صاحب جمال اور عالی نسب خاتون سے شادی کے خواہش مند ہیں تو ہم اس کا بھی انتظام کر دیتے ہیں اور اگر آپ کسی مرض وعلت کا شکار ہیں تو ہم اس کے علاج و مداوا کا انتظام کر دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پورے تحمل کے ساتھ عتبہ کی مراعات کو سنا اور اپنی دعوت کے اظہار کے لیے سورہ حم السجدہ کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔

﴿حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝﴾ (حمٓ السجدہ: ۱۔۴)

عتبہ نے قرآن کی یہ آیات مبارکہ بڑے غور و تدبر سے سنیں، وہ ان آیات کی فصاحت و بلاغت، اعلیٰ درجے کی ادبی حلاوت اور نہایت عالی قدر معانی و مضامین کی ندرت جان کر حیرت زدہ رہ گیا۔

اس تحیر کے عالم میں جب وہ اپنی قوم کے پاس واپس آیا تو اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: نبی کریم ﷺ جو کلام پیش کرتے ہیں، ایسا کلام نہ قادر الکلام شاعروں کے پاس ہے، نہ جادو بیان مقرروں ⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نکلے۔ ❶ قریشی شاہسواروں نے انہیں دیکھتے ہی کہا، تم کھیتی باڑی کرنے والے لوگ ہو، ہم تم سے نہیں لڑیں گے۔ ہم تو لڑیں گے مہاجرین کے ساتھ جو ہماری قوم کے ہیں اور ہمارا ہی خون ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اب شیبہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مدمقابل ہوا، عتبہ سیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے اور ولید سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حریف ٹھہرا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے تو فوراً اپنے مدمقابلوں کو جہنم رسید کر دیا۔ سیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو مقابلے میں پنڈلی پر تلوار لگی جس سے وہ کٹ گئی، ان کے مدمقابل عتبہ کو بھی تلوار کا زخم لگا جس سے وہ گھائل ہو گیا۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے مدمقابلوں سے فارغ ہوئے تو عتبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے بھی قتل کر دیا۔

کفار کے سردار اور نامی گرامی شاہسوار جب میدان کارزار میں گاجر مولی کی طرح کٹ گئے تو ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ اب ان کا سارا لشکر مسلمانوں پر پل پڑا۔ نبی کریم ﷺ اپنے سائبان میں اپنے جاں نثاروں کی فتح یابی کے لیے دعا مانگ رہے تھے۔ ❷

لشکرِ کفر کی شکست:

اللہ رب العزت نے اپنے نبی کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ اسلامی لشکر کی مدد کے لیے اللہ کریم نے آسمان سے فرشتوں کو نازل کیا۔ مسلمانوں کو فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی اور کافروں کو شکست و ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ حالانکہ اس حق و باطل کے اولین معرکہ میں مکی لشکر کو ہر

⇦⇦ کے پاس ہے اور نہ عرب و عجم کے مدبر حکیموں اور دانشوروں کے پاس، یہ تو بہت ہی عجیب اور منفرد کلام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی تاثیر و فیضان سے دنیا کے اندر کئی نئے واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔

میری مانو تو محمد ﷺ کی مخالفت چھوڑ دو، اگر اہل عرب ان کو قتل کر دیں گے تو تمہارا مقصد خود بخود پورا ہو جائے گا اور اگر یہ غالب آ گئے تو ان کا غلبہ تمہارا غلبہ ہوگا۔

❶ ان تین انصاریوں میں سے ایک کا نام عوف رضی اللہ عنہ تھا، دوسرے معوذ رضی اللہ عنہ تھے، یہ دونوں حارث کے بیٹے تھے، ماں کا نام عفراء تھا اور تیسرے معروف صحابی رسول عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

❷ اس مقابلے کی تفصیل کے لیے دیکھیں: سیرۃ ابن ہشام، ص: ۲۹۹۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اعتبار سے برتری حاصل تھی اور اس کے مقابلے میں مسلمان بالکل بے سروسامان تھے۔ ان کے پاس محض چند تلواریں تھیں اور باقی کسی کے پاس کلہاڑی تھی، کسی کے پاس صرف بانس تھا۔ اس نے اسی کے آگے چھری باندھ لی اور تعداد بھی کافروں کے مقابلے میں ایک تہائی۔ ان دونوں لشکروں میں بظاہر طاقت کا کوئی توازن نہیں تھا مگر مالک کائنات نے مسلمانوں کو ایسی شاندار فتح سے ہمکنار کیا کہ کفر کی کمر ٹوٹ گئی، ان کے بڑے بڑے پہلوان اور سورمے مارے گئے، ستر قتل ہوئے، ستر قید ہوئے اور باقی جانیں بچانے کے لیے مکہ کی طرف بھاگ گئے۔

تاریخ نے بارہا ایسے منظر دیکھے ہیں جب بڑے بڑے لشکر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت سے چھوٹے چھوٹے گروہوں سے مغلوب ہو گئے۔

ادھر مکہ مکرمہ کی اندرونی صورت حال یہ تھی کہ اہل مکہ کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ انہیں شکست خوردگی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ شکست کی یہ خبر لے کر ایک شخص بیت اللہ میں داخل ہوا اور پکار کر کہنے لگا، اے لوگو! ہماری قوم تباہ ہو گئی، ستر قتل ہوئے اور ستر قید ہو گئے۔ سردار مکہ صفوان بن امیہ اس وقت حطیم (1) کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے یہ زلزلہ انگیز خبر سنی تو بوکھلا کر رہ گیا۔ اسے بالکل یقین نہ آیا کہ اتنا بڑا لشکر ایک بے سروسامان جماعت سے شکست کھا گیا ہے۔

---

(1) حطیم کو حجر بھی کہتے ہیں، تاریخی اعتبار سے یہ وہ جگہ ہے جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور ہاجرہ علیہا السلام کو وادی مکہ میں چھوڑتے وقت ٹھہرایا تھا۔

حجر (حطیم) کعبۃ اللہ سے ملتی ہے۔ اس کا کچھ حصہ کعبۃ اللہ کا حصہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کے قریب کے زمانے میں جب قریش نے کعبۃ اللہ کی از سر نو تعمیر کی تو رقم کم ہونے کی وجہ سے انہوں نے اس کا کچھ حصہ حجر میں داخل کر دیا۔

خود رسول اکرم ﷺ نے زبانِ نبوت سے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے یہ اندیشہ لاحق نہ ہوتا کہ لوگ نئے نئے اسلام لائے ہیں تو میں حجر (حطیم) سے چھ (٦) ہاتھ جگہ کعبہ میں داخل کر دیتا۔ ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ کہنے لگا خبر دینے والا ہوش میں تو ہے؟ ذرا اس سے پوچھو، صفوان بن امیہ کہاں بیٹھا ہے؟ اس نے کہا وہ حطیم ہے۔ یہ سن کر کہنے لگا تو ہوش میں تو ہے۔ مگر یہ بتا ہمیں یہ شکست کیسے ہوئی؟ اس نے کہا یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ ہاں البتہ ہمارے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق اتاری تھی جو نہ زمین پر چلتی تھی نہ آسمان کے اوپر تھی۔ بس زمین کے اوپر اوپر اڑتی تھی اور کسی مدمقابل کو نہ چھوڑتی تھی۔

انہی ایام میں ابولہب زم زم کے کنویں کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے غلام کے منہ سے نکل گیا۔ وہ مخلوق جس کا تم ذکر کر رہے ہو، وہ تو فرشتے تھے۔ ابولہب یہ سن کر غضب ناک ہو گیا۔ پلٹ کر غلام کو نیچے گرالیا اور سینے پر بیٹھ کر مارنا شروع کر دیا اور کہا کہ تم اتنے دلیر ہو گئے ہو کہ ہمارے اندر بیٹھ کر مسلمانوں کی حمایت کرتے ہو۔ جب اس نے نہ چھوڑا تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے خیمہ کی ایک چوب نکالی اور ابولہب کے سر پر دے ماری۔ اس کو زخم آیا اور لنگڑاتا ہوا واپس چلا گیا۔

غزوۂ اُحد:

بدر میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو ایسی مدد عطا فرمائی جو مسلمانوں کے لیے ناقابل یقین تھی اور جب اگلے سال احد کی جنگ ہوئی، اس میں قریش کی تعداد تین ہزار تھی اور ابتداء

⇦⇦ ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اُدْخُلِی الْحِجْرَ فَاِنَّہٗ مِنَ الْبَیْتِ۔''

''حجر (حطیم) میں داخل ہو جاؤ، یہ بھی بیت اللہ کا حصہ ہے۔''

فرامین نبوی کی روشنی میں سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے دور اقتدار میں اس حصہ کو دوبارہ بیت اللہ میں شامل کر دیا تھا مگر حجاج بن یوسف نے بعد میں اس حصہ کو منہدم کر کے پھر قریش کی بنیاد پر دیوار تعمیر کر دی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ مگر جب عبداللہ بن ابی منافق ❶ نے تین سو افراد کو علیحدہ کر لیا تو مسلمان صرف سات سو رہ گئے، ❷ اب کفر اور اسلام کے لشکروں میں ایک اور ساڑھے چار کی نسبت ہو گئی۔

تیر انداز دستے کی غلطی:

جب صفیں سیدھی ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ نے جبل یمن نامی گھاٹی پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ متعین فرمایا تا کہ مسلمانوں کا عقب محفوظ رہے اور دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے، آپ ﷺ نے ان تیر اندازوں کو ہدایت کی تھی کہ تم نے کسی حال میں بھی

---

❶ نبی کریم ﷺ کو سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے قریش کے حملے کے کچھ دن قبل ہی اطلاع مل چکی تھی۔ آپ ﷺ نے اس لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک مجلس مشاورت منعقد کی، جس میں مہاجرین و انصار کے سرکردہ افراد نے شرکت کی۔ ان میں عبداللہ بن ابی بن سلول بھی بنو خزرج کے نمائندہ کی حیثیت سے موجود تھا، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے رائے دی کہ عورتوں کو قلعوں میں بھیج دیا جائے اور خود مدینہ میں پناہ گزیں ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ یہ رائے چونکہ اپنے اندر معقولیت اور استواری رکھتی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے بھی اسے پسند فرمایا۔ عبداللہ بن ابی نے بھی اس رائے کی ہاں میں ہاں ملا دی، تا کہ وہ جنگ کے شعلوں سے اپنی جان بچائے رکھے اور کسی کو اس کی منافقت اور بزدلی کا احساس نہ ہو۔ مگر دوسری طرف پرجوش نوجوانوں نے اصرار کیا کہ ہمیں کھلے میدان میں دشمن سے دو ہاتھ کرنے کی اجازت بخشی جائے۔ نبی کریم ﷺ کو ان کی بات ماننا پڑی۔ چنانچہ آپ ﷺ ایک ہزار افراد کے ساتھ شہر سے باہر نکلے، جب عین دشمن کے سامنے پہنچے تو عبداللہ بن ابی نے یہ کہہ کر اپنے تین سو سواروں کے ساتھ واپسی کی راہ اختیار کی کہ نبی ﷺ نے میری بات نہیں مانی۔

یہ محض بہانہ تھا، دراصل اس شخص کو نبی کریم ﷺ سے شدید حسد تھا۔ نبی ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے کچھ ہی وقت پہلے مدینہ میں اس کا سکہ چلتا تھا، اہل مدینہ اسے باضابطہ حاکم بنانے اور اس حیثیت سے اس کی دستار بندی کی تیاریاں کر چکے تھے کہ انہی ایام میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ اس لیے اس کی حاکمیت کا خواب چکنا چور ہو کر رہ گیا۔ عین محاذ جنگ سے اس منافق کے واپس آنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مسلمانوں میں اضطراب اور کھلبلی مچ جائے اور اُن کے حوصلے ٹوٹ جائیں، مگر ''اے بسا آرزو کہ خاک شد'' اس کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔

❷ عبداللہ بن ابی کے اس منافقانہ کردار کے لیے دیکھیں: سیرۃ ابن ہشام، ص: ۳۷۸۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس گھاٹی کو نہیں چھوڑنا۔ ہمیں فتح ہو تب بھی اور شکست ہو تب بھی، حتیٰ کہ تم دیکھو کہ چیل اور کوے ہمیں اچک کر لے جا رہے ہیں، تب بھی اس درہ کو نہ چھوڑیں۔ [1]

چنانچہ جب جنگ کا آغاز ہوا تو مسلمان جاں بازوں نے پہلے ہی مرحلے میں اس زور کا حملہ کیا اور اس بے جگری سے لڑے کہ لشکرِ کفر کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے لگے۔ زیادہ دیر نہ لگی تھی کہ وہ جنگ کے میدان سے باہر نکل گئے تھے۔ اس صورت حال میں مسلمان مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔

تیر انداز دستے نے یہ دیکھ کر کہ اب فتح ہو گئی ہے اور دشمن فرار ہو چکا ہے۔ اب یہاں ٹھہرنے کا کیا فائدہ؟ چنانچہ ان کی اکثریت نے درہ چھوڑ دیا۔ سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بہت کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت و نصیحت کو یاد رکھو اور درے سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹو۔ اسی میں ہم سب کی عافیت ہے۔ مگر وہ کہنے لگے! جی مشن پورا ہو گیا۔ مسلمانوں نے جنگ کا میدان مار لیا، قریش بھاگ گئے۔ اب یہاں ٹھہرنے کا کیا فائدہ۔ اب یہاں رکنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہم بھی مال غنیمت حاصل کریں گے۔ بالآخر چالیس افراد نے گھاٹی چھوڑ دی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر فنون جنگ اور حربی بصیرت میں یکتا تھے۔ انھوں نے گھاٹی کی فوجی اہمیت کے پیش نظر تین دفعہ اس طرف سے حملہ کرنے کی کوشش کی مگر پچاس تیر اندازوں کی زبردست تیر اندازی کے باعث آگے بڑھنے میں ناکام رہے۔ مگر جب گھاٹی خالی ہو گئی تو اس نے تین سو افراد کے ساتھ ایک بھرپور حملہ کیا اور باقی رہ جانے والے دس تیر اندازوں کو شہید کرتے ہوئے مسلمانوں کی پشت پر حملہ آور ہوئے۔

آپ ﷺ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی جاں نثاری:

مسلمان تو یہی سمجھے ہوئے تھے کہ ہم نے دشمن کو بھگا دیا ہے۔ اس اچانک پڑنے والی افتاد کو وہ بالکل نہ سمجھ پائے، اس لیے کچھ تو دشمن کی تلواروں کا نشانہ بنے اور کچھ لاعلمی میں اپنی

[1] بخاری، کتاب المغازی، حدیث: ۴۰۴۳، سیرۃ ابن ہشام، ص: ۳۷۹.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہی تلواروں سے گھائل ہونے لگے۔ سو سوا سو کافروں نے نبی کریم ﷺ کو ایک طرف کھڑے ہوئے دیکھا تو موقع کو غنیمت جانتے ہوئے پوری قوت سے آپ ﷺ پر حملہ کر دیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے دفاع کے لیے سات انصاری اور دو مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ انصار کے نام اس وقت ذہن میں مستحضر نہیں ❶ مگر مہاجر صحابہ طلحہ ❷ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا سعد ❸

❶ سیرت نگاروں نے ان سب کے نام تو ذکر نہیں کیے، البتہ ان میں سے ایک عمارہ بن یزید بن السکن تھے، جو لڑتے ہوئے زخموں سے چور ہو کر گر پڑے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں اٹھا کر نبی کریم ﷺ کے قریب کر دیا، انہوں نے اپنی طاقت کو مجتمع کرتے ہوئے اپنے آپ کو گھسیٹ کر اپنے رخساروں کو آپ ﷺ کے پاؤں کے تلووں سے لگا دیا اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ وہ اس حالت میں دنیا سے گئے کہ ان کا رخسار رسول اللہ ﷺ کے پاؤں سے لگا ہوا تھا۔ گویا آرزو حقیقت بن گئی کہ

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

❷ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کے بالکل ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا تھا اور قبول اسلام کی پاداش میں بہت اذیتیں اور تکلیفیں اٹھائی تھیں، پیشے کے اعتبار سے تاجر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں بڑی برکت دی تھی۔ انہوں نے دل کھول کر اسلام کے لیے خرچ کیا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انہیں طلحۃ الجود اور طلحۃ الخیر کے القاب سے نوازا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے داماد تھے، سیدہ ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ان کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کی موافقت میں خوب لڑے۔ ان کے جسم پر ستر زخم آئے اور ہاتھ بالکل شل ہو گیا۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا جس نے زمین پر شہید کو چلتا ہوا دیکھنا ہو، وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

❸ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والوں میں سے چوتھے نمبر پر تھے۔ جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں ایسی زبردست تیر اندازی کی کہ ان کا کوئی نشانہ خطا نہ گیا۔ اسی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا، اے سعد تیر چلا، میرے ماں باپ تم پر قربان، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ الفاظ میرے لیے ایسا اعزاز ہے جو کسی دوسرے کے حصہ میں نہیں آیا۔ ترمذی اور مستدرک حاکم میں ہے کہ آپ ﷺ سعد کو ماموں کہتے تھے اور فرماتے تھے ''یہ میرا ماموں ہے کوئی شخص مجھے اس جیسا ماموں دکھائے۔''

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ایران کی فتوحات میں بھی بڑا حصہ لیا۔ آپ قادسیہ کی جنگ کے ہیرو ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ ❶

آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ یہ دونوں مہاجر [illegible]
عظمت ورفعت کو بیان کرتے ہوئے اللہ کریم نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ (الفتح: ۲۹)

''وہ کافروں کے لیے بڑے سخت اور مومنوں کے لیے بڑے مہربان ہیں۔''

جنگ کے اس مرحلہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکار کر کہا! کون میری حفاظت کرتا ہے؟ انصار نے کہا ہم کرتے ہیں، وہ یکے بعد دیگرے آگے بڑھے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع وتحفظ میں ایک ایک کر کے اپنی جانیں قربان کر دیں، مگر جیتے جی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آنچ نہیں آنے دی، جب یہ ساتوں شہید ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں مہاجروں سے مخاطب ہو کر کہا، انصار نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا، اب تم جان توڑ کر لڑو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے:

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے اچھے تیر انداز تھے، انہوں نے تیر برسانے شروع کیے تاکہ قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تک نہ پہنچ سکیں۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تیر اندازی سے کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک تو نہ پہنچ سکے۔ مگر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا اپنا بھائی عتبہ بن ابی وقاص جو کافروں کی صف میں شامل تھا۔ ❷ اس نے پتھر اٹھایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نشانہ باندھ کر پھینکا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر لگا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت شہید ہو گیا۔ اور خود کی کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں دھنس گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید زخمی ہو گئے۔ عبد اللہ بن شہاب زہری کافر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار سے حملہ

---

❶ دیکھیں: صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث: ٤٠٦١.

❷ دنیا میں قومیت کے مختلف النوع نظریات پائے جاتے تھے، جن کی تشکیل وتاسیس رنگ، نسل، زبان اور وطن جیسے عناصر سے ہوتی ہے مگر اسلام قوم اور امت کا جو تصور پیش کرتا ہے اس کی بنیاد فکر وعقیدہ کے اشتراک واتحاد پر مبنی ہے۔ اگر یہ ہم آہنگی وموافقت موجود ہے تو مختلف نسلوں، رنگوں اور ملکوں کے ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہتا تھا، مگر تیر اندازی کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکا تو اس بدبخت نے بھی آپ ﷺ کی طرف پتھر پھینکا جس سے آپ ﷺ دائیں طرف گر گئے۔ ❶

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے فوجی دستے نے جب یہ دیکھا کہ تیر اندازی کمزور پڑ گئی ہے تو عبداللہ بن قمیہ جو ایک اڑیل اور سخت مزاج کافر تھا، نبی مکرم ﷺ تک پہنچ گیا۔ اس کم ظرف نے آپ ﷺ کے کندھے پر تلوار کا وار کیا، آپ ﷺ دو زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ زرہیں تو نہ کٹ سکیں مگر چونکہ تلوار پوری طاقت سے پڑی تھی اس لیے نبی کریم ﷺ پورا مہینہ اس ضرب کی تکلیف محسوس کرتے رہے۔ یہ کمینہ صفت کافر پیچھے ہٹا اور دوسری مرتبہ

⇐ لوگ مل کر باہم ایک ہیں۔ ان کے درمیان کوئی دوئی اور اجنبیت نہیں، ان کے رشتہ و تعلق میں کبھی نہ ختم ہونے والی اخوت و یگانگت ہے۔ جیسا کہ ہمیں انصار و مہاجرین میں یہ بھائی چارگی نظر آتی ہے کہ چشم فلک نے ایسی مثالی اور لاثانی اخوت کبھی سگے بھائیوں میں بھی نہ دیکھی ہوگی۔

قرآن مجید نے پیروانِ اسلام کو ایسی ہی تعلیم دی ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ وہ تمام لوگ جو اسلام سے رشتہ و پیوند رکھتے ہیں اور اسلام کو اپنا مذہب گردانتے ہیں، بلاشبہ وہ ایک ایسی مضبوط سلک سے متصل ہیں جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں، خود شارع علیہ السلام نے اپنی امت کو یہی درس دیا ہے۔

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ)) ''مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔''

وہ ہر حال میں دوسرے مسلمانوں کا ہمدرد اور غم گسار ہے۔ وہ ان کی راحت کو اپنی خوشی اور ان کی تکلیف کو اپنے لیے سوہان روح محسوس کرتا ہے۔ مولانا ظفر علی خاں نے بہت خوب صورت ترجمانی کی ہے ؎

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے

اس کے برعکس اگر عقیدہ و فکر میں اشتراک و مطابقت نہ ہو تو خونی رشتے بھی اجنبی اور غیر بن جاتے ہیں۔ جیسے غزوات میں ہمیں اس کی مثالیں نظر آتی ہیں کہ بھائی بھائی کے خلاف، بیٹا باپ کے خلاف اور باپ بیٹے کے خلاف صف آراء ہے۔

مثلاً غزوہ بدر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے مقابلے میں، سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اپنے باپ کے مقابلے میں اور غزوۂ احد میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے سگے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے مقابلے میں صف آراء ہیں۔ یہ ہے اسلام کا نظریۂ ملت جو ایمان و عقیدہ کی اساس پر تشکیل پاتا ہے۔

❶ سيرة ابن هشام، ص: ٣٨٦.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے خود پر تلوار ماری جس سے خود کی کڑیاں مجسم رحمت نبی کے رخسار مبارک میں دھنس گئیں اور روانی سے خون جاری ہو گیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے نکلا۔ مجھ پر حملہ کرنے والے! خدا تجھے توڑ کر رکھ دے۔ اب آپ ﷺ نے پکار کر کہا، اے انصاریو! اے مہاجرو! میں یہاں ہوں، یہ آواز سن کر انصاری اور مہاجر دیوانہ وار پلٹے، سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے پھر سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ پلٹے، پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ انہوں نے آتے ہی نبی کائنات ﷺ کو اپنے حصار میں لے لیا اور کافروں کو پیچھے ہٹا دیا۔ یہاں ایک اور سانحہ یہ پیش آیا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کو بحفاظت کافروں کے نرغے سے نکالنے کے لیے پیچھے ہٹانے لگے تو آپ ﷺ ایک گڑھے ❶ میں گر گئے، سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ شدید زخموں کی حالت میں گڑھے میں اترے اور نبی اکرم ﷺ کو باہر نکال لیا۔ ❷

اہلِ ایمان پر سکینت طاری رہی:

جنگ کی اتنی خوفناکیوں اور بھیانک صورتوں کے باوجود مسلمانوں پر سکینت طاری رہی، وہ مردانہ وار میدان کارزار میں ڈٹے رہے اور دشمنوں کا پوری پامردی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے، وہ شہید ہو کر گرتے تو رہے مگر معرکہ کارزار سے راہ فرار اختیار کرنا ان کی بہادرانہ فطرت میں نہ تھا۔ خود ان کے قائد و سپہ سالار سرور کونین ﷺ میدان جہاد و قتال میں جرأت و استقلال کے ساتھ جمے رہے اور برابر جاں نثاران اسلام کو داد شجاعت دیتے رہے۔

نبی کریم ﷺ کی شجاعت:

اس جنگ کا ایک خاص پہلو نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بسالت بھی ہے۔ اگر جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر جان بچانا مقصود ہوتا تو آپ ﷺ کوہ احد پر چڑھ کر بآسانی ایسا کر سکتے

❶ مشرکین ایک دن پہلے اس میدان میں پہنچ گئے تھے، اس لیے انہوں نے جنگی حکمت عملی کے تحت یہ گڑھے کھود کر اوپر سے ڈھانپ دیے تھے۔ اتفاق سے ان میں سے ایک میں آپ گر گئے تھے۔

❷ سيرة ابن هشام، ص: ٣٨٦.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا، آپ ﷺ اپنے ساتھیوں میں رہ کر پوری عزیمت اور مستقل مزاجی کے ساتھ اور نہایت دلیرانہ انداز میں دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

اس جنگ میں مسلمانوں کو بڑے جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا، ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔ مسلمانوں کی کم تر تعداد کی وجہ سے یقیناً یہ ایک بہت بڑا نقصان تھا۔ یہ سارا نقصان کچھ افراد کی غلطی، لغزش اور نافرمانی ❶ کی وجہ سے اٹھانا پڑا۔

مگر ان سارے نقصانات کے باوجود اگر جنگ کے نتائج پر نظر رکھی جائے تو کسی طرح بھی اسے مسلمانوں کی شکست سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ آخر کار مسلمانوں کے زوردار حملے کے نتیجے میں قریشی لشکر پسپا ہو گیا تھا اور میدان بہادران اسلام ہی کے ہاتھ رہا تھا۔

سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اُس کے اثرات:

اس رزم گاہ حق و باطل میں اسلامی فوج کے علمبردار سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ❷ بھی

❶ بلاشبہ غزوہ احد میں مسلمانوں سے کچھ فروگذاشتیں ہوئیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ پہلی غلطی تو اس وقت ہوئی جب کچھ نوجوانوں نے جذباتیت کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ اور اکابر صحابہ کی معقول و مستند رائے کے برعکس شہر کے محفوظ حصار سے نکل کر میدان میں لڑنے پر اصرار کیا اور دوسری سب سے بڑی غلطی تیر انداز دستے کی تھی، جس نے رسول کریم ﷺ کی صاف وصریح ہدایات کے برعکس محض اپنی رائے وفہم سے درہ چھوڑ دیا۔ ان دو خوفناک غلطیوں کی وجہ سے مسلمانوں کو وقتی طور پر سخت زک اٹھانا پڑی۔ صاف نظر آتا ہے کہ احد میں جو بھی افتاد پڑی، وہ دراصل رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی سزا تھی، بہر حال مسلمانوں کو بعد میں اس کا احساس ہو گیا تھا۔

❷ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک کھاتے پیتے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اس لیے ناز و نعمت کے ماحول میں ان کی پرورش ہوئی۔ خود نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا مکہ میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی حسین، خوش پوشاک اور پروردہ نعمت نہ تھا۔

سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ نے ہجرت مدینہ سے بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا، پہلے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا اور پھر جب خاندان کو پتا چلا تو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر جب اہل یثرب کے بارہ افراد نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ان کے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھی بھیج دیجیے جو تعلیم و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے، اس موقع پر آپ ﷺ کی نگاہ انتخاب سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شہید ہوئے۔ کیونکہ ان کی شکل وشباہت بہت حد تک نبی اکرم ﷺ سے ملتی جلتی تھی۔ بد بخت ابن قمیہ انہیں شہید کر کے اعلان کرنے لگا کہ اے قریشیو! میں نے محمد ﷺ کو شہید کر دیا ہے، اب کچھ فرزندان اسلام کے حوصلے پست ہو گئے۔ انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور کہنے لگے: جب نبی ﷺ دنیا میں نہیں رہے تو اب جنگ کر کے کیا کرنا ہے۔ قرآن مجید نے اس کیفیت کی خوب عکاسی کی ہے۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۝﴾ (آل عمران: ١٤٤)

اس سرزنش پر صحابہ کو ہوش آیا کہ دین تو اللہ رب العزت کا ہے، نبی کریم ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس دین کو پہنچانے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔

اسی آیت مبارکہ نے ایک اور موقع پر اہل اسلام کو جذباتیت کے شدید طوفان سے بچایا تھا، جب نبی کریم ﷺ اس عالم آب وگل سے تشریف لے گئے تو عقیدت و وارفتگی کی شدتوں کی وجہ سے کئی ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین نہیں آتا تھا کہ سرور بزم عالم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ حتی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے صاحب جلال و جبروت آدمی اپنے حواس کھو بیٹھے اور کہنے لگے جو شخص یہ کہے گا کہ سرور انبیاء علیہ السلام وفات پا گئے ہیں، میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ ❶

⇦ چنانچہ سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا گیا۔ وہاں انہوں نے ایسی حکمت عملی، کریمانہ اخلاق اور فعالیت سے اسلام کی تبلیغ کی کہ اگلے سال بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر انصار کی تعداد بڑھ کر تہتر ہو گئی تھی۔

سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ کو حبشہ اور مدینہ دونوں طرف ہجرت کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ انھوں نے غزوۂ بدر و احد دونوں میں شرکت کی۔ احد میں علم برداری کا فریضہ نہایت بہادری سے سرانجام دیا اور بالآخر بد بخت ابن قمیہ کی پے در پے تلواروں سے شہادت کے عالی مرتبے پر فائز ہو گئے۔

❶ بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، حدیث نمبر: ١٥٤٨۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی عالم میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، لوگوں کے غم و اندوہ اور کرب و ملال کا جائزہ لیا۔ صورت حال کی سنگینی کا احساس و ادراک کیا اور لوگوں کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے مختصر خطبہ دیا۔ جس میں انہوں نے فرمایا: لوگو! غور سے سن لو!

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

((مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ)) ⓫

جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ بلاشکوشبہ محمد کریم ﷺ اس دنیا سے اپنے رب کے ہاں جا چکے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ وہ زندہ ہے، اس کے لیے موت وفنا کا تصور وخیال بھی نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد قرآن مجید کی وہی آیت پڑھی جو ابھی ابھی آپ سماعت فرما چکے ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حقیقت افروز اور چشم کشا خطبہ اور ذکر کی گئی آیت مبارکہ سن کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی، وہیں بیٹھ گئے اور بے ساختہ پکار اٹھے: مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مبارکہ ابھی اتری ہے۔

خلفائے اسلام کی شہادتیں:

ذوالحجہ اور محرم میں ان عظیم القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے سانحات شہادت پیش آئے جو اسلام کی عزت و وقار کی علامت تھے۔ جن کے دم قدم سے اسلام کو وسعت و سربلندی نصیب ہوئی تھی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اٹھارہ ذوالحج کو شہید ہوئے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ۲۶ ذوالحج کو ایک قاتلانہ حملہ میں شدید زخمی ہوئے اور یکم محرم کو شہادت کے عظیم الشان مرتبے پر فائز ہوئے۔ نواسۂ رسول سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما بھی محرم ہی میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

⓫ بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، حدیث نمبر: ۱۵۴۸.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان دل فگار شہادتوں نے اسلامی تاریخ کا رخ بدل کر رکھ دیا، ان دلدوز واقعات کے بعد مسلم امہ کی یک جہتی پارہ پارہ ہوگئی اور پھر وہ کبھی ایک پلیٹ فارم پر مجتمع نہ ہوسکی۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان سازشوں، ریشہ دوانیوں اور چیرہ دستیوں کے پیچھے یہودی ذہن کام کررہا تھا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا ابولؤلؤ فیروز مجوسی تھا، اس کی مشاورت میں ایک ہرمزان تھا جو کسریٰ ایران کا رشتے دار تھا اور دوسرا جفینہ عیسائی تھا۔ ان تینوں کی باہمی مشاورت اور سازش سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

یہ کوئی چھوٹی سازش نہ تھی، بہت بڑی سازش تھی۔ ابھی تو مسلمان مختلف جنگوں اور معرکہ آرائیوں میں مصروف تھے۔ تہذیب وتمدن اور حضارت وعمرانیات کی طرف کوئی خاص توجہ بھی نہ دے پائے تھے کہ اسلام کے ان روشن چراغوں کو بجھا دیا گیا۔ یہ تابندہ نقوش مٹادیئے گئے۔ ایک انگریز کا کہنا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اگر شہید نہ ہوتے اور دس سال ان کو اور مل جاتے تو اسلام کی حکومت اتنی پائیدار، مستحکم اور مضبوط ہو جاتی کہ قیامت تک کفر کی کوئی طاقت اُسے ہلا بھی نہ سکتی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی انصاف پسندی:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں نے سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بیت المقدس کے علاقے کا محاصرہ کرلیا، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اپنی اپنی فوجیں لے کر وہاں ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ عیسائیوں نے مسلم کمانڈروں کو ایک شرط پیش کی کہ اگر خلیفۃ المسلمین خود یہاں تشریف لے آئیں تو ہم شہر خود ان کے حوالے کردیں گے۔

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک غلام کو ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ دونوں کے پاس ایک ہی اونٹ تھا، جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے، جب امیر المؤمنین سوار ہوتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو غلام پیدل چلتا اور جب غلام کی سوار ہونے کی باری آتی تو مسلمانوں کا خلیفہ مہار تھامے ہوئے ساتھ ساتھ چلتا۔ یہ اسلام کے عدل اجتماعی کا روح پرور منظر تھا۔

اتفاق سے ایسا ہوا کہ جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو غلام اونٹ پر سوار تھا اور خلیفۃ المسلمین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اونٹ کی نکیل پکڑے آگے آگے چلے آ رہے تھے۔ عیسائیوں نے مسلمانوں کے سپہ سالار سے پوچھا، کیا تمہارا خلیفہ وہ ہے جو اونٹ پر سوار ہے؟ مسلم سپہ سالار نے جواب دیا، ہرگز نہیں، بلکہ ہمارا خلیفہ وہ ہے جو اونٹ کی مہار تھامے آگے چل رہا ہے۔ عیسائی اس منظر سے حیرت زدہ رہ گئے۔ انہوں نے شہر کی چابیاں فوراً مسلمانوں کے حوالے کر دیں اور کہنے لگے ہماری مقدس کتابوں تورات و انجیل میں بالکل یہی نشانیاں لکھی ہوئی ہیں کہ بیت المقدس کا لینے والا وہ شخص ہوگا جو اونٹ کی مہار پکڑ کر آئے گا اور اس کا غلام اونٹ پر سوار ہوگا۔

بیت المقدس کی بربادی اور آبادی:

بیت المقدس سے مراد اہل کتاب کا وہ مذہبی مرکز ہے جسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے بہت پہلے بابل کے فرماں روا بخت نصر نے تباہ کر دیا تھا اور پورے یروشلم شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ یہی وہ شہر تھا جس کی تباہ حالی کے مناظر دیکھ کر سیدنا عزیر علیہ السلام کہنے لگے تھے:

﴿قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ (البقرہ: ۲۵۹)

”یہ کیسے دوبارہ بنے گا، تباہی کے بعد کیسے اللہ اسے پررونق شہر بنائے گا۔“

انبیائے کرام علیہم السلام کی شہادتیں:

اللہ تعالیٰ نے سو سال کے لیے سیدنا عزیر علیہ السلام کو موت دے دی اور اس عرصے میں شہر کی رونقیں بحال کر دی گئیں۔ بخت نصر کے بعد بنی اسرائیل میں سیدنا زکریا علیہ السلام، سیدنا یحییٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آئے، یہودیوں نے سیدنا زکریا علیہ السلام کو آرے سے دو ٹکڑے کر دیا۔

﴿وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ﴾ (آل عمران: ۲۱)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ اتنے بدبخت تھے کہ بغیر حق کے نبیوں کو قتل کر دیتے تھے۔

انہوں نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کر ایک فاحشہ عورت کو پیش کیا۔ اس کسبیہ عورت نے بادشاہ کے دربار میں ڈانس کیا، بادشاہ نے خوش ہو کر کہا مانگ کیا مانگتی ہے۔ یہ یہودیہ ڈانسر کہنے لگی، مجھے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا سر چاہیے تو اس بدقماش اور خسیس و رذیل بادشاہ نے جناب یحییٰ علیہ السلام کا سر اتروا کر اسے پیش کر دیا، اسی طرح انہوں نے اپنی دانست میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی صلیب پر دے دیا، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تردید کرتا ہے۔

﴿وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ (النساء : ۱۵۷)

ان کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے سیدنا مسیح علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ صلیب دے سکے، انہیں شبہ میں ڈالا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو تو اپنی قدرت کاملہ سے زندہ اٹھا لیا اور آپ علیہ السلام کی مخبری کر کے پکڑوانے والے یہودا اسکریوتی کی شکل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی سی بنا دی۔ یہودیوں نے اسے عیسیٰ علیہ السلام خیال کر کے سولی پر چڑھا دیا۔ یہ مخبری کرنے والا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سے ایک تھا، یہ بدبخت پیسے کے لالچ میں بک گیا تھا۔

بیت المقدس کی بازیابی:

میں بیت المقدس کی تاریخ کا ذکر کر رہا تھا۔ یہ صدیوں مسلمانوں کے پاس رہا۔ قرون وسطیٰ میں ۱۰۹۹ء میں یورپ کے صلیبی لشکروں نے بیت المقدس مسلمانوں سے چھینا، ۱۱۸۹ء میں اسلام کے شیر دل مجاہد صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے یورپ کے متحدہ صلیبی لشکروں کو عبرت ناک شکست دے کر بیت المقدس کو آزاد کروایا۔ حالانکہ سارا یورپ صلیبیوں کی پشت پر تھا۔ ان کی مجموعی فوجوں کی تعداد گیارہ لاکھ سے زائد تھی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد بیت المقدس ۱۹۶۷ء تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ معروف یہودی لیڈر موشے دایان ❶ نے اردن، مصر اور شام کو شکست دے کر بیت المقدس پر قبضہ کرلیا۔ آج اس واقعہ پر بھی طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ ہم بیت المقدس کو بازیاب نہ کرا سکے۔ بلکہ اب تو ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

بیت المقدس کے چاروں طرف بائیس عرب ممالک ہیں جن کی آبادی تیس کروڑ سے متجاوز ہے۔ ان کے مقابلے میں اسرائیل صرف ساٹھ لاکھ آبادی کا چھوٹا سا ملک ہے، مگر ہم اس طرح سراسیمہ اور خوف زدہ ہیں کہ اگر اسرائیل ناراض ہو گیا تو جس عرب ملک کو چاہے گا پکڑے گا کوئی اسے روکنے والا نہ ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومحاسن:

میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفات حمیدہ اور خصائل محمودہ کا ذکر کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کس دل نشین انداز میں ان کا تذکرہ کیا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان وایقان کی یہ روح پرور نشانیاں اللہ نے تورات وانجیل میں پہلے ہی سے لکھ دی تھیں کہ ان نشانیوں کی حامل ایک جماعت آئے گی اور پھر قیامت تک ایسی صالح جماعت کبھی نہیں آئے گی۔ یہ جماعت اہل ایمان کے لیے نمونہ اور معیار ہے۔ جو شخص

❶ موشے دایان (MOSHE DAYAN) ایک اسرائیلی قومی راہنما اور سیاست دان تھا۔ 20 مئی 1915ء میں پیدا ہوا۔ 1955ء تا 1958ء چیف آف جنرل سٹاف رہا۔ 1959ء تا 1964ء وزیر زراعت رہا۔ 1967ء تا 1974ء یہ وزیر دفاع رہا اور 1977ء تا 1979ء اسرائیل کا وزیر خارجہ رہا۔ 16، اکتوبر 1981ء میں بعارضہ سرطان فوت ہوا۔ دایان نے 1948ء، 1967ء اور 1973ء کی عرب اسرائیل جنگوں میں اہم کردار ادا کیا اور اسرائیل کو فتح سے ہمکنار کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی ان سے پرخاش رکھتا ہے اور دل و دماغ میں اس پاک نہاد گروہ سے ذرا سا بھی عناد رکھتا ہے، وہ اپنا خود جائزہ لے لے کہ اس کا اپنا ایمان کہاں تک سلامت ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ کوئی خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتا ہے، کوئی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض و عداوت رکھتا ہے اور کوئی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا کلمات کہتا ہے۔ یہ ایمان کے دعوے داروں کے مختلف رویے ہیں، لیکن اللہ کریم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف و محاسن کو، ان کے مثالی اخلاق و کردار کو اور ان کے سیرت کے تابناک گوشوں کو واشگاف الفاظ میں بیان فرما دیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اپنی جماعت قرار دیا ہے۔

﴿أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ﴾ (المجادلہ : ۲۲)

''کہ وہ اللہ کا گروہ ہے۔''

اسی طرح انہیں اپنی رضا مندی، پسندیدگی اور خوشنودی کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے۔

﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ (المجادلہ : ۲۲)

''کہ اس جماعت سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئی۔''

یہ جماعت اللہ سے کس طرح راضی ہو گئی کہ اللہ نے ان سے کہا میں تم سے راضی ہوں، تمہارے لیے جنت لازم ہو گئی ہے، تم کبھی جہنم میں نہ جاؤ گے۔ اس سے بڑا انعام اور سرٹیفکیٹ کیا مل سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ دے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معراج النبی ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۝﴾ (بنی اسرائیل : ۱)

یہ سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت مبارکہ ہے اور واقعہ معراج کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا۔

قریش کی مخالفت اسلام:

آپ کے علم میں ہے کہ قریش نے دعوت نبوی ﷺ کی شدید مخالفت کی تھی۔ قریش کعبہ کے متولی، نگران اور منتظم تھے، اس لیے سارے عرب نے بھی آپ ﷺ کی دعوت کی ایڑی چوٹی سے مخالفت کی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قریش نے اسلام کی مخالفت میں، نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے میں اور مسلمانوں کو زک پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ قریش نے آپ ﷺ کے پیروکاروں کو اتنا ستایا کہ ہجرت مدینہ سے پہلے دو دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے اور وہاں نجاشی کے ہاں پناہ لی اور بہت سے مسلمان خیبر کی فتح کے بعد مدینہ پہنچے۔

قریش کی یہ مخالفت مکہ فتح ہونے تک برابر جاری رہی۔ فتح مکہ کے بعد عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے اور سارا جزیرہ نما اسلام کی برکتوں سے ہم کنار ہو گیا۔ مکی دور میں نبی کریم ﷺ کی اتنی شدید مخالفت کی گئی اور آپ ﷺ کو اس بری طرح ستایا گیا کہ کئی دفعہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کی ناپاک کوششیں کی گئیں۔ عقبہ بن ابی معیط کافروں میں سے ایک معروف شخص تھا، بڑا تندخو اور سخت مزاج تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ بیت اللہ کے اندر سجدے کی حالت میں تھے، اس بدبخت نے آپ ﷺ کی گردن میں چادر ڈال کر بل دینے شروع کر دیئے، جس سے آپ ﷺ کا سانس گھٹنے لگا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے محبت:

اسی حالت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہوں نے دیکھا سارے سردارانِ مکہ بیٹھے تماشا دیکھ رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دے کر پیچھے ہٹایا اور کہا:

﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ﴾ (المؤمن: ۲۸)

کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب کوئی بت نہیں بلکہ صرف ایک اللہ ہے۔ (۱)

یہ کہنے پر قریشی سردار عتبہ، شیبہ، ابوجہل اور امیہ بن خلف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر پل پڑے۔ انہیں زمین پر گرا لیا۔ عتبہ آپ رضی اللہ عنہ کے سینے پر چڑھ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے کو نشانہ بنایا۔

(۱) صحيح بخاری، حدیث: ۳۸۵٦.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے تشدد کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ سوج گیا اور آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے۔ آپ کے گھر والے آپ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لے گئے۔ شام کو جب انہیں ہوش آیا تو انہیں اپنی فکر نہیں تھی۔ ہوش سنبھالتے ہی پوچھا آقائے دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کا کیا حال ہے؟

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قبیلہ کے اکثر لوگ محض ہمدردی کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لائے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ انہیں قبیلے کی عزت کا کوئی خیال نہیں۔ صرف نبی ﷺ کی فرمان برداری اور رفاقت کا خیال ہے تو وہ ناراض ہو کر اٹھ کر چلے گئے۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی اور ایک رشتے دار عورت کا سہارا لے کر اٹھے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ جب تک انہوں نے آپ ﷺ کی خیریت دریافت نہ کر لی اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے۔ میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس لیے ذکر کیا ہے کہ معراج کا واقعہ ان سے بھی خصوصی تعلق رکھتا ہے۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے معراج کی حیران کن تفصیلات سنیں تو سنتے ہی اس کی تصدیق کر دی۔ اس پر دربارِ رسالت سے انہیں صدیق کا لقب عطا ہوا۔

کفارِ مکہ کا انکارِ آخرت اور اس کا ردّ:

قریش کے لیے تو واقعۂ معراج کے علاوہ یہ بات بھی بڑی حیران کن تھی کہ مرنے کے بعد دوبارہ نئی زندگی ملے گی، وہ کہتے تھے کہ

﴿قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا﴾ (المؤمنون : ٨٢)

کہ جب ہم مر جائیں گے اور قبروں میں دفن ہو کر مٹی بن جائیں گے تو پھر ہمیں ایک نئی زندگی کیسے ملے گی، اگر ایسا ہی ہے تو بلاشبہ یہ ایک عجیب و غریب بات ہے۔ کیونکہ یہ بہرحال مشاہدہ کے خلاف ہے۔ ایک شخص قبر سے ایک بوسیدہ ہڈی اٹھا لایا اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو دکھلا کر اسے اپنی انگلیوں سے مسلتے ہوئے بولا:

﴿مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ (یٰسٓ : ٧٨)

یہ محمد ﷺ کہتے ہیں ان ہڈیوں میں دوبارہ زندگی پیدا کی جائے گی، جب یہ اس طرح

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بوسیدہ ہو جائیں گی تو کون سی ذات ہے جو ان بھربھری ہڈیوں میں دوبارہ زندگی پیدا کر سکتی ہے؟ اس نے نبی کریم ﷺ کی بات کا مذاق اڑایا تو اللہ رب العزت نے جواب دیا:

﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ (یٰس : ۷۹)

اے میرے حبیب! ان سے کہہ دیجئے! ان بوسیدہ ہڈیوں میں وہی جان ڈالے گا جس نے ان میں پہلی دفعہ زندگی پیدا کی تھی۔

﴿وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾ (یٰس : ۷۹)

اور وہ تخلیق کے متعلق تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ آپ خود دیکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت کس طرح بچے کو ماں کے پیٹ میں پردوں کے اندر پیدا کرتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ (آل عمران : ٦)

تخلیق انسانی:

وہ جس طرح چاہتا ہے بچہ کی شکل وصورت بناتا ہے کہ کسی کو خوب صورت بناتا ہے اور کسی کو کم تر صورت میں پیدا کرتا ہے۔ کسی کے اعضاء مکمل بناتا ہے اور کسی کے نامکمل۔ یہ اس کی شان ہے۔ جب ایک ذات پاک پہلی دفعہ پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہے جس وقت انسان کچھ بھی نہ تھا تو وہ ذات دوسری دفعہ اسے پیدا کرنے سے کیوں عاجز ہو گئی؟

اللہ رب العزت نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے، اللہ کریم نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ﴾ (المؤمنون : ۱۲)

ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے بنایا۔

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ﴾ (المؤمنون : ۱۳)

پھر اس مٹی کو ایک قطرے کی شکل دے دی۔

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً﴾ (المؤمنون : ۱٤)

پھر اس قطرے کو جما ہوا خون بنا دیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً﴾ (المؤمنون : ١٤)

پھر ہم نے جمے ہوئے خون کو گوشت میں بدل دیا۔

﴿فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا﴾ (المؤمنون : ١٤)

پھر اس گوشت میں ہڈیاں پیدا کر کے انسان کے بازو، ٹانگیں، گردن، سر اور دوسرے اعضاء بنا دیئے۔

﴿فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ﴾ (المؤمنون : ١٤)

پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھا کر ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ [1]

تخلیق انسانی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿وَاللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ﴾ (النحل : ٧٨)

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا۔''

﴿لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا﴾ (النحل : ٧٨)

''تم کوئی چیز نہ جانتے تھے۔''

﴿وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ﴾ (النحل : ٧٨)

''اُس نے تمہارے کان اور آنکھیں بنائیں اور دل بنائے۔''

﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (النحل : ٧٨)

''تاکہ تم اپنے رب کی شکر گزاری کرو۔''

---

[1] سورہ المؤمنون کی آیت نمبر ۱۴ میں انسانی تخلیق کی مختلف حالتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنین کی درجہ بدرجہ مختلف کیفیتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جدید سائنس کی روشنی میں ان قرآنی حقائق کو جاننے کے لیے ایک ممتاز یمنی دانش ور عبد الماجد زندانی نے اس آیت مبارکہ کو انگریزی میں ترجمہ کر کے پروفیسر کیتھ ایل مور کے سامنے پیش کیا جو علم الجنین کے بڑے ماہر اور یونیورسٹی آف ٹرنٹو کینیڈا میں اناٹومی ڈیپارٹمنٹ کے چیئر مین تھے، پروفیسر موصوف نے قرآن کے بیانات کو نہایت غور سے دیکھا اور نہایت احتیاط سے جائزہ لینے کے بعد اپنی رائے دی کہ یہ بیانات اب تک کے جدید انکشافات سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔ یہ قرآن کی صداقت ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قریش مالک کائنات کی قدرت کے منکر تھے۔ وہ اس بات کے منکر تھے کہ مرنے کے بعد زندگی ہوگی اور وہ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے، اپنے اعمال کا حساب کتاب دیں گے اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے یا نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں بھیجے جائیں گے۔ وہ کسی بات پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔

﴿قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ﴾

(الممتحنہ : ۱۳)

واقعہ معراج:

وہ آخرت سے مایوس تھے۔ ایمان نہیں رکھتے تھے۔ جیسے کافر ہیں۔ معراج کا واقعہ اس لحاظ سے حیران کن ہے، مکہ سے مدینہ چار سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ فاصلہ چھ دن میں طے ہوتا تھا اور مکہ سے مسجد اقصیٰ کا فاصلہ ایک ماہ میں طے ہوتا تھا۔ قریش مسجد حرام سے قافلہ کی شکل میں نکلتے تو منزلیں طے کرتے ہوئے ایک مہینے میں فلسطین پہنچتے، بیت المقدس جاتے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے قریش ان گھروں کا احترام کرتے تھے مگر اللہ رب العزت کی بندگی نہیں کرتے تھے۔ معراج کی رات نبی کریم ﷺ اپنی چچا زاد بہن ام ہانی [1] کے گھر میں تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بیت اللہ میں سوئے ہوئے تھے، جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے آپ ﷺ کو بشارت دی کہ اللہ رب العزت نے آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر کرانے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آپ کے لیے براق لایا گیا جو خچر سے ذرا چھوٹا اور گدھے سے تھوڑا بڑا

[1] ام ہانی کا اصل نام فاختہ تھا، ام ہانی ان کی کنیت تھی۔ یہ کنیت سے ہی مشہور ہوئیں۔ عم رسول ابو طالب کی صاحب زادی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھیں۔ ان کی شادی ہبیرہ بن عائذ مخزومی سے ہوئی تھی۔ ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں وفات پائی۔ ان سے ذخیرہ حدیث میں ۴۲ مرویات پائی جاتی ہیں۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا نے درج ذیل اولاد چھوڑی ہے۔ عمرو، ہانی، یوسف اور جعدہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے۔ وہ براق اس قدر تیز رفتار تھا کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں، جہاں میری نظر پڑتی تھی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا۔ ایک لمحہ میں اللہ رب العزت نے ایک ماہ کی مسافت طے کروا دی۔ آپ ﷺ مسجد اقصیٰ پہنچے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو جمع کر دیا تھا۔ آپ ﷺ کی ان سب سے ملاقات کروائی گئی۔

پھر نماز کا وقت ہوا تو جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو امامت کے لیے آگے کر دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی، پھر آپ ﷺ کے لیے سیڑھی لائی گئی۔ لفظ معراج کے لفظی معنی بھی سیڑھی ہی کے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی شکل بدلتی رہی ہے۔

شاہی قلعے کی سیڑھیاں دیکھیں تو وہ بڑی بڑی ہیں مگر ان کے سٹیپ (STEP) چھوٹے چھوٹے ہیں۔ پھر اس سے اچھی قسم کی سیڑھیاں بن گئیں۔ پھر لفٹیں بن گئیں۔ پھر انسان کو خلا میں لے جانے کے لیے راکٹ بن گئے۔ جو اوپر اٹھنے کے لیے بالکل سیڑھی ہی کا کام دیتے ہیں۔ یہ راکٹ ۲۵ ہزار میل فی گھنٹے کی رفتار سے انسان کو خلا سے باہر لے جاتے ہیں۔ وہ بھی ایک طرح سے سیڑھی ہی تھی جس نے آپ ﷺ کو لمحوں میں زمین پر سے آسمان پر پہنچا دیا۔

حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ جبریل علیہ السلام کی رفاقت میں جب آسمان دنیا پر پہنچے تو اس آسمان کے نگران فرشتے نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا، آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اس نے کہا کیا یہ بلائے گئے ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا، ہاں۔ بلائے گئے ہیں۔ تب انہوں نے مرحبا کہہ کر آسمان کا دروازہ کھول دیا۔

وہاں آپ کی ملاقات سیدنا آدم علیہ السلام سے کرائی گئی۔ انہوں نے مرحبا میرے بیٹے کہہ کر آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ آپ ﷺ نے آدم علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے دائیں طرف ان کی وہ اولاد ہے جو جنت میں جائے گی اور بائیں طرف وہ اولاد ہے جو جہنم میں جائے گی۔ آپ علیہ السلام دائیں طرف دیکھتے ہیں تو مسکراتے ہیں، بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر آپ دوسرے آسمان پر لے جائے گئے۔ وہاں آپ ﷺ کی ملاقات سیدنا یحییٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے کرائی گئی۔ ❶

آپ کو معلوم ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ آج بھی دوسرے آسمان پر موجود ہیں۔ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ جس طرح آقائے دو جہاں محمد ﷺ کو معراج کی رات جسم کے ساتھ آسمان پر پہنچا دیا، اسی طرح آج سے ٹھیک دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مع جسم کے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وہاں کتنا عرصہ قیام کریں گے اور کب دنیا میں واپس تشریف لائیں گے، یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

قربِ قیامت دجال کی آمد:

قیامت کے نزدیک دجال نکلے گا۔ اللہ رب العزت بطور آزمائش اس کو ایسی چیزیں عطا فرمائے گا کہ وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا اور یہودی اس کی اتباع اور پیروی کریں گے۔ اب یہودیوں کی خباثت دیکھئے کہ وہ جھوٹے مسیح دجال کی تو پیروی کریں گے، مگر جب ان کے پاس سچ مچ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے، انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا چاہا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کی شدید مخالفت کی۔ آپ علیہ السلام کو حرامی بچہ قرار دیا (معاذ اللہ) آپ کی والدہ محترمہ پر غلط قسم کے الزامات عائد کیے۔

حدیث میں ہے کہ دجال یہودیوں میں پیدا ہوگا۔ اس کے والدین ۳۰ سال تک لاولد رہیں گے۔ اس کے بعد یہ پیدا ہوگا۔ اس کو اعلیٰ چیزیں دی جائیں گی، یہودی کہیں گے ہمیں جس مسیح کا انتظار تھا، وہ آگیا ہے۔ دجال دنیا میں صرف چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ دوسرا ایک مہینہ کے برابر ہوگا۔ تیسرا ایک ہفتہ کے برابر اور باقی ۳۷ دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر ایک سال تک

❶ دیکھیں: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، حدیث: ١٦٢.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سورج غروب نہیں ہوگا تو ہم ایک سال کی نمازیں پڑھیں گے یا ایک دن کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! وقت کا اندازہ کر کے تم نے سال بھر کی نمازیں پڑھنی ہیں۔

قطبین یعنی قطب شمالی اور قطب جنوبی میں چھ (٦) مہینے دن اور چھ مہینے رات ہوتی ہے۔ ناروے سے اوپر قطب شمالی ہے۔ وہاں کے مسلمان چھ مہینے کے دن کی وقت کے تعین کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔

جب دجال آئے گا تو اللہ رب العزت کی طرف سے لوگوں کی آزمائش ہوگی۔ یہودی تو دجال کو مسیح سمجھنے کی وجہ سے اس کی کرامتوں کے قائل ہوں گے۔ لیکن حقیقت میں دجال جھوٹا ہوگا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ سچے مسیح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اتاریں گے۔ آپ علیہ السلام جامع دمشق کے منارہ پر اتارے جائیں گے۔ پھر نیچے اتریں گے۔ اس وقت دجال یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کا محاصرہ کیے ہوگا، جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اس کے سامنے آئیں گے تو اسے اپنی موت نظر آئے گی، وہ وہاں سے بھاگے گا اور مقام لد جو اس وقت اسرائیلی ایئر پورٹ ہے۔ وہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دجال کو نیزہ مار کر قتل کر دیں گے۔

آسمان پر دیگر انبیاء سے ملاقاتیں:

تیسرے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات سیدنا ادریس علیہ السلام سے ہوئی اور چوتھے آسمان پر سیدنا یوسف علیہ السلام سے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں، میں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو آدھی دنیا کے حسن کے برابر پایا۔

پانچویں آسمان پر سیدنا ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور چھٹے آسمان پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے۔ حدیث میں ہے جب نبی کریم ﷺ آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام رو پڑے۔ آپ ﷺ نے جبریل سے پوچھا! موسیٰ علیہ السلام کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ اس لیے رو رہے ہیں کہ آپ ﷺ ان سے بعد میں دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ آپ ﷺ کی امت نے آپ کی پیروی کی ہے، اس لیے آپ کی امت زیادہ تعداد میں جنت میں جائے گی، ان کی امت نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کی پیروی نہیں کی، ان پر ایمان لانے اور فرمانبرداری کرنے میں کوتاہی کی، اس وجہ سے موسیٰ علیہ السلام رو رہے ہیں۔

ساتویں آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات اپنے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے جو بیت الحرام کی سیدھ میں آسمان پر ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں میں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا ہم شکل پایا۔ انہوں نے مرحبا کہہ کر میرا استقبال کیا۔ پھر آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پہنچے، سدرہ کا لفظی مطلب ہے بیری کا درخت لیکن وہ بیری کا درخت ہے کیا؟ جس پر انوار وتجلیات برستی ہیں۔ وہاں اللہ رب العزت کی ایسی نشانیاں ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، کسی کان نے نہیں سنیں، کسی دماغ میں اس کا تصور نہیں۔

تحفۂ معراج:

پھر اس سے آگے نبی کریم ﷺ کو اکیلے جانے کا حکم ہوا۔ پھر اللہ رب العزت سے آپ ﷺ کی ملاقات کروائی گئی۔ یہ ملاقات اس طرح کی تھی جس طرح کوہ طور پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اللہ رب العزت سے ملاقات ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے ہم کلام ہوئے۔ آپ کو نمازوں کا تحفہ دیا۔ اس سے پہلے صرف دو نمازیں تھیں۔ صبح کی نماز اور رات کی نماز اور ان میں صرف دو دو رکعتیں تھیں، موجودہ پانچ نمازوں میں صبح کے لیے دو فرض اور دو سنتیں ہیں۔ ظہر کی نماز میں پہلے چار سنتیں پھر چار فرض اور پھر دو سنتیں ہیں۔ ان سنتوں کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔ ظہر کے بعد عصر ہے جس کے چار فرض ہیں، اس کی سنت موکدہ نہیں ہیں، اگر کوئی نوافل پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ شام کے تین فرض ہیں اور سنت موکدہ دو ہیں۔ نماز عشاء کے چار فرض ہیں، سنت مؤکدہ دو ہیں، پھر تین وتر ہیں یا ایک ہے۔ دونوں طرح جائز ہے۔ یہ پانچ نمازوں کی صورت ہے جو معراج کے بعد فرض ہوئیں۔

پہلے پچاس نمازوں کا تحفہ ملا تھا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر آپ ﷺ نے اللہ رب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

العزت کی بارگاہ میں تخفیف کی التجاء کی تو یہ پچاس پانچ تک محدود کر دی گئیں۔ ❶

اولادِ ابراہیم علیہ السلام اور سلسلۂ نبوت:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی نبی آئے ہیں، سب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور جتنی آسمانی کتابیں اتری ہیں، وہ سب انہی انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ (الحدید: ٢٦)

ہم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں نبوت بھی لکھ دی اور کتاب بھی لکھ دی۔ سب سے پہلے صحائف نازل ہوئے جن کی تعداد ۳۰۰ بتائی جاتی ہے۔ یہ صحیفے گویا چھوٹی چھوٹی کتابیں تھیں، ان کے بعد مستقل کتابیں نازل ہوئیں، سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی، سیدنا داؤد علیہ السلام پر زبور اتری، پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کا نزول ہوا اور آخر میں سرورِ کونین سیدنا محمد ﷺ پر عظیم ترین کتاب قرآن مجید نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور باقی صاحب کتاب انبیاء کرام علیہم السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے سیدنا اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

معراج کی غرض وغایت:

معراج کے مقصد اور غرض وغایت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں، پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر ایک ہی رات میں کروائی۔ مسجد اقصیٰ کے گرد اللہ نے برکت ڈالی ہے۔ اس سیر کا مقصد یہ تھا کہ اللہ رب العزت اپنے بندے اور رسول کو اپنی نشانیاں دکھانا چاہتا تھا۔

﴿لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (بنی اسرائیل: ١)

اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے اور وہاں سے پھر آپ کو ساتوں

---

❶ معراج کی تفصیلات کے لیے دیکھیں: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء بالرسول، حدیث: ١٦٢.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آسمانوں کی سیر کروائی گئی۔

نظام شمسی اور جدید سائنسی تصورات

آج جدید سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے۔ کئی ایک سائنسی تصورات حقیقت بن چکے ہیں۔ آج سے پہلے ہزاروں سال تک زمین کو چپٹا ❶ سمجھا جاتا رہا ہے۔ ''آج یہ تصور دم توڑ چکا ہے۔'' آج سائنس اتنی ترقی کر چکی ہے کہ خلا میں مصنوعی سیارے گردش کرتے پھر رہے ہیں۔ وہ چاند، سورج، دوسروں سیاروں مثلاً مریخ، زہرہ، عطارد وغیرہ کی تصویریں زمین پر بھیج رہے ہیں۔ آج سائنس کی بدولت یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آسمان، زمین کے مقابلے میں اتنا بڑا ہے کہ آسمان کی وسعتوں میں اربوں، کھربوں ستارے محوِ گردش ہیں، اور زمین محض نظام شمسی کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ زمین سے نظر آنے والے ستارے صرف ایک کہکشاں کا حصہ ہیں، جسے ''ملکی وے'' کہا جاتا ہے۔ اب کائنات میں ایسی ہزاروں کہکشائیں اور دریافت ہو چکی ہیں جن میں ایک ایک میں کھربوں ستارے ہیں۔ ❷

❶ یعنی یہ زمین جو فرش کی طرح بچھی دکھائی دیتی ہے، چپٹی ہے۔ اس غلط تصور کی بنا پر پرانے زمانے میں لوگ لمبے سفر کرنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں زمین کے کناروں سے نیچے نہ گر جائیں، یہ نظریہ ہزاروں برس تک قائم رہا تا آنکہ نئے حقائق نے اس پرانے تصور کی بساط لپیٹ دی۔

❷ ستاروں کے ایک بڑے گروپ کو کہکشاں یا گلیکسی (GALAXY) کہا جاتا ہے۔ کائنات میں ایسی بے شمار کہکشائیں ہیں۔ زمین پر موجود بڑی بڑی دور بینوں کی حدِ نظر میں اربوں کہکشائیں آتی ہیں۔ 1996ء میں زمین کے مدار میں موجود ہبل ٹیلی سکوپ سے لی گئی تصاویر کے تجربے سے پتا چلتا ہے کہ کہکشاؤں کی تعداد 10 تا 50، ارب ہو سکتی ہے۔

ہمارا نظام شمسی جس کہکشاں کا حصہ ہے اُسے ملکی وے (MILKY WA) کہا جاتا ہے۔ جدید سائنس کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق یہ اتنی بڑی ہے کہ اس کی وسعت جان کر آدمی کا دماغ چکرا جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اِس کہکشاں میں چار کھرب ستارے موجود ہیں۔ یہ اس قدر بڑی ہے کہ روشنی کو اِس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لیے ایک لاکھ سال لگ جاتے ہیں۔

بہت سی کہکشائیں مل کر ایک کلسٹر (جھرمٹ) بناتی ہیں، مثلاً: ہماری کہکشاں جس کلسٹر کا حصہ ہے وہ تیس کہکشاؤں سے مل کر بنا ہے۔ یہ کلسٹر اِس قدر بڑا ہے کہ روشنی کو اس کے ایک سرے سے دوسرے ⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی یاد رہے کہ رات کو آسمان پر ٹمٹماتے ہوئے ستاروں میں سے ہر ستارہ ایک مکمل سورج ہے جس کے گرد نظام شمسی ہی کی طرح سیاروں کا ایک پورا نظام حرکت کر رہا ہے۔ پھر ہر سیارے کے گرد چاند گھوم رہے ہیں۔

سورج زمین کو روشنی اور گرمی بہم پہنچا رہا ہے۔ اگر زمین کو سورج سے روشنی نہ ملے تو ہر طرف گھپ اندھیرا چھا جائے اور اگر حدت نہ ملے تو زمین برف کا ایک گولہ بن کر رہ جائے۔ زندگی کی ساری سرگرمیاں ویران ہو جائیں، حیوانی اور نباتاتی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اس نے زمین کو سورج سے ایک خاص فاصلے پر رکھا ہے اور یہاں سورج کی حرارت ایک متعین مقدار میں پہنچتی ہے۔ اگر زمین کو سورج کے قریب کر دیا جائے تو زمین کی ہر چیز بھسم ہو جائے گی اور اگر سورج سے مزید دور کر دیا جائے تو یہ ٹھنڈک اور سردی کی شدید لپیٹ میں آکر زندگی کی سرگرمیوں سے محروم ہو جائے گی۔

آسمان کی وسعت:

اب آسمان کی لامحدود وسعت کو سامنے رکھ کر سوچیے کہ زمین سے آسمان پر جانے میں کتنا وقت درکار ہوگا، اب امریکی راکٹ 25 ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اوپر اٹھتے ہیں، بلاشبہ یہ رفتار بڑی تیز ہے۔ چاند زمین سے تین چار لاکھ میل کے فاصلے پر ہے اور سورج نو

⇦⇦ سرے تک جانے کے لیے پچاس لاکھ سال لگتے ہیں۔ حالانکہ روشنی ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیتی ہے۔ اس طرح محض ایک گھنٹے میں وہ چورانوے کھرب کلومیٹر کے فاصلے عبور کر جاتی ہے۔

پھر بہت سے کلسٹرز (CLUSTERS) مل کر سپر کلسٹر (بڑا جھرمٹ) بناتے ہیں۔ ہمارا کلسٹر جس سپر کلسٹر کا حصہ ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ روشنی کو اس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جانے کے لیے تقریباً دس کروڑ سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ کائنات کتنی بڑی اور وسیع وعریض ہے۔ اس پر بھی سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ کائنات کا یہ حصہ جو بڑے بڑے سپر کلسٹرز کی صورت میں ہے۔ اللہ کی وسیع ترین کائنات کے بہت تھوڑے حصے کو ظاہر کرتا ہے۔ بہت بڑے بڑے حصے اس کے علاوہ ہیں۔ اللہ اکبر!

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کروڑ میل سے بھی زیادہ فاصلے پر ہے۔ مشتری، یورینس اور نیپچون جیسے سیارے سورج سے بھی زیادہ فاصلے پر ہیں اور نظام شمسی سے باہر ستاروں کے فاصلوں کو تو گنتی کے موجودہ نظام سے ظاہر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے سائنس دانوں نے ایک خاص اصطلاح ''نوری سال'' ❶ کی وضع کی ہے۔

اب جدید سائنس کے فراہم کردہ ان اعداد وشمار کو مدنظر رکھ کر غور کیجئے اور رب کائنات کی قدرت وتصرف دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے محبوب بندے کو زمین سے اٹھایا اور لمحوں میں لامحدود فاصلے طے کرا کر آسمان پر پہنچا دیا اور وہاں کی آپ ﷺ کو سیر کرادی۔

حدیث میں آتا ہے کہ زمین آسمان کے مقابلے میں اتنی چھوٹی ہے جس طرح ایک وسیع وعریض صحرا میں پڑی ہوئی ایک انگوٹھی۔ اب ظاہر ہے کہ ایک وسیع صحرا کے مقابلے میں انگوٹھی کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ حال زمین کا آسمان کے مقابلے میں ہے۔

آسمانوں کی سیر اور مشاہدات:

اللہ رب العزت نے اپنے بندے کو ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی اور جنت اور دوزخ دکھائی، آپ نے جنت میں سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آواز سنی۔ ❷ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا محل دیکھا۔ ایک خاتون کو وہاں وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ فرماتے ہیں، میں اس لیے آگے نہیں بڑھا کیونکہ مجھے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی غیرت کا خیال تھا۔

اس طرح جنت میں بہت سی نعمتیں دیکھیں، دودھ کی نہریں، شہد کی نہریں اور شراب کی نہریں دیکھیں۔ ذرا سوچیے کہ اتنی طویل طویل مسافتیں طے کرنے اور اتنی ساری چیزیں دیکھنے میں کتنا وقت صرف ہوا ہوگا۔

❶ نوری سال کی اصطلاح اجرام فلکی کے عظیم ترین فاصلوں کو ظاہر کرنے کے لیے وضع کی گئی ہے۔ روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلتی ہے۔ اسی رفتار سے چلتے ہوئے جتنا فاصلہ وہ ایک سال میں طے کرے گی، اس فاصلے کو ایک نوری سال سے تعبیر کیا جائے گا۔

❷ صحيح بخاري، حديث: ١١٤٩.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے کہ سفر معراج میں آپ ﷺ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر سات آسمانوں کی سیر کر کے واپس لوٹے، راستے میں زمین پر ایک کارواں کو دیکھا جس کا اونٹ گم ہو گیا تھا، اہل قافلہ اس کو تلاش کر رہے تھے۔ نبی ﷺ نے آواز دے کر نشاندہی کی کہ ان کا اونٹ فلاں وادی میں ہے۔ انہوں نے ایک برتن میں پانی ڈھکا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی پیا اور پھر مسجد حرام میں پہنچے، وہاں سے گھر گئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ کا بستر گرم تھا اور دروازہ کھولتے ہوئے جس کنڈی کو ہلتا ہوا چھوڑ گئے تھے، وہ ابھی ہل رہی تھی۔ یہ اللہ کریم کی حکمت، قدرت اور بے پناہ قوت وتصرف کی وجہ سے ہے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَ إِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ٥﴾ (الحج : ٤٧)

دنیا میں تم جو ایک ہزار سال گزارتے ہو اللہ رب العزت کے نزدیک وہ ایک دن شمار ہوتا ہے۔ وہاں کا ایک دن ہمارے ہزار سال کے برابر ہے۔

شب معراج میں وقت کے معمے پر ایک دوسرے پہلو سے بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ جب ہر چیز اللہ کے دست قدرت میں ہے وہ جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے وقت بھی اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ممکن ہے اس قادر مطلق نے وقت کو آگے بڑھنے سے روک دیا ہو اور ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر تھم چکی ہو۔

اب ایک اور سوال ذہنوں میں جنم لیتا ہے کہ کرہ ہوائی [1] سے باہر زندگی کیسے محفوظ اور سلامت رہی۔ کیونکہ کرہ ہوائی سے پرے آکسیجن کا وجود نہیں جو سانس لینے اور زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے، کسی انسان کو چند لمحے آکسیجن نہ ملے تو وہ دم توڑ دیتا ہے۔ یہ ساری نسل انسانی کی خصوصیت ہے۔ مگر یہ اللہ کی قدرت ومشیت ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ و

[1] زمین کو ۲۰۰ کلومیٹر اوپر تک چاروں طرف سے گیسوں نے گھیر رکھا ہے۔ گیسوں کا یہ غلاف کرہ ہوائی کہلاتا ہے۔ اس میں ۷۸ فیصد نائٹروجن گیس، ۲۱ فیصد آکسیجن اور ایک فیصد معمولی مقدار رکھنے والی گیسیں پائی جاتی ہیں۔ یہ گیسیں زمینی زندگی کے لیے بہت ضروری ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سلامت موجود ہیں۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (آل عمران : ۵۹)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور واقعۂ معراج کی تصدیق:

اب یہاں ایک اور واقعہ سنیے جو ایمان ویقین کی دنیا سے تعلق رکھتا ہے، جب نبی کریم ﷺ نے معراج کا یہ سارا واقعہ اپنے گھر والوں سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کروائی، پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر کروائی۔ آپ کے گھر والوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ واقعہ اپنی قوم سے بیان نہ کریں، کہیں ایسا نہ ہو وہ اس کی تکذیب کریں۔ جب آپ ﷺ نے یہ واقعہ اپنی قوم کے سامنے بیان کیا تو قریش کے بڑے بڑے سردار مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے بستر پر سوئے اور پھر دعویٰ کرے کہ میں نے ایک ہی رات میں مسجد حرام سے اقصیٰ تک کا سارا علاقہ دیکھ لیا ہے۔ یہی نہیں آسمانوں کا بے حد وحساب فاصلہ طے کر کے ساتوں آسمانوں کی سیر بھی کر لی ہے اور پھر اپنے بستر سے بیدار ہو کر ہم میں ہی صبح کرے۔ کیا عقل و دانش کا کوئی پیمانہ اس بات کی صداقت وثقاہت کی تصدیق کر سکتا ہے۔ کیا صحت واستواری کی کوئی جنبش اس کی توثیق کر سکتی ہے اور کیا حقیقت ومعقولیت کی دنیا سے اس واقعہ کا کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔

ابو جہل کو شرارت سوجھی، کہنے لگا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مقام مسلمانوں میں سب سے بڑھ کر ہے۔ آج میں اسے لاجواب کر دوں گا۔ میں دیکھوں گا کہ وہ کیسے اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں، چنانچہ وہ تیز تیز قدموں سے نکلا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ آپ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو ابو جہل کہنے لگا، تمہارے دوست نے جسے تم اللہ کا رسول کہتے ہو، یہ دعویٰ کیا ہے کہ رات کو وہ بستر سے اٹھے۔ مسجد حرام سے اقصیٰ تک کی سیر کی، پھر ساتوں آسمانوں کی سیر کر کے راتوں رات پھر اپنے بستر پر آ کر سوئے اور پھر اٹھ کر ہمارے درمیان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صبح کی۔ بتاؤ کیا تم اس پر ایمان رکھتے ہو۔ اب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جواب سنیے، کہنے لگے میری ابھی نبی ﷺ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ لیکن اگر یہ بات نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں اس لیے کہ جو چیز میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ وحی جب عرش سے فرش تک آتی ہے تو کتنا وقت لیتی ہے، اللہ رب العزت وقت کا محتاج نہیں۔ یہ وقت کی گھڑیاں صرف ہمارے لیے ہیں۔ اللہ رب العزت یہ قدرت رکھتا ہے کہ ایک سیکنڈ کے لاکھویں حصے میں بھی اپنے بندے کو ساتوں آسمانوں کی سیر کروا دے۔ واقعہ معراج کی بلا جھجک تصدیق کرنے پر دربار رسالت سے آپ رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب ملا۔ (1)

صدیقیت کا یہ مقام کوئی چھوٹا مقام نہیں۔ دیکھیے نبی کریم ﷺ کی جب رحلت ہوئی تو نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت و عقیدت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذہنی طور پر شدید پریشان ہو گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا فیصلہ کریں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے تلوار کھینچ لی کہ جو شخص کہے گا کہ نبی ﷺ وفات پا چکے ہیں، میں اس کی گردن اتار دوں گا۔ اسی اثناء میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گئے۔ نبی اکرم ﷺ کے جسد اطہر کو چوما، پیشانیٔ اقدس کو بوسہ دیا۔ پھر مسجد نبوی میں آئے اور منبر رسول ﷺ پر چڑھ کر خطبہ دیا کہ

((مَنْ كَانَ مِنكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قَدْ مَاتَ))

جو شخص سردار انبیاء ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ آپ ﷺ اب اس دنیا میں نہیں رہے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کے لیے فنا نہیں۔

---

(1) دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ شیخ البانی نے الاسراء والمعراج نامی اپنی کتاب کے ص ۶۴،۶۱ میں اسے صحیح کہا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۝﴾ (آل عمران : ١٤٤)

محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اس طرح کے رسول جس طرح آپ سے پہلے رسول گزرے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا یحییٰ علیہ السلام سیدنا زکریا علیہ السلام سیدنا داود علیہ السلام، سیدنا سلیمان علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرح کے رسول، اب اگر سیدنا محمد ﷺ اپنا طبعی وظیفہ حیات مکمل کر کے دنیا سے رخصت ہو جائیں یا معرکۂ کفر و اسلام میں مرتبۂ شہادت پر فائز ہو جائیں تو کیا تم اسلام سے برگشتہ ہو جاؤ گے؟ اسلام کو چھوڑ دو گے؟ جو شخص نبی ﷺ کی وفات کے بعد دین سے برگشتہ ہو جائے گا، اسلام سے انحراف کرے گا، وہ اللہ کا کوئی نقصان نہیں کرے گا، اپنا دین کھو کر اپنا نقصان کرے گا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو ایمان میں تو بڑے پختہ تھے لیکن جذبات میں اس وقت تلوار کھینچے پھرتے تھے۔ انہوں نے جب یہ آیت سنی تو کہنے لگے مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ آیت میرے ذہن سے نکل گئی تھی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ آیت یاد کروا کر اللہ کا حکم پہنچا دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ہر جگہ موجودگی کا عقیدہ اور اُس کا ردّ:

آج ہمارے اندر ایک بڑا طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں نبی ﷺ زندہ ہیں، اپنی قبر پاک میں زندہ ہیں، ہم میلاد کرتے ہیں تو ہمارے میلاد میں تشریف لاتے ہیں۔ ان کے کچھ مولویوں نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ نبی ﷺ ان کے دفتروں میں ٹھہرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ٹکٹ (1) کا بندوبست ان کے مولوی کرتے ہیں۔ معاذ اللہ

بتائیے چودہ سو سال تک تو نبی ﷺ کو ٹکٹ کی ضرورت نہ پڑی۔ ہوائی جہاز تو تقریباً سو

(1) یہ اشارہ مولانا طاہر القادری کی طرف ہے جس نے دنیاوی مفادات کے حصول کے لیے یہ جھوٹ گھڑا تھا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے واپسی کے ٹکٹ کا بندوبست کرنے کو کہا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سال ❶ پہلے ایجاد ہوا۔ اس سے پہلے تو ہوائی جہاز دنیا میں موجود ہی نہ تھا۔

نبی کریم ﷺ تمہارے عقیدے کے مطابق زندہ ہیں۔ اگر تم امریکہ میں میلاد کرو تو ایک منٹ میں وہاں پہنچ جاتے ہیں، جاپان میں کرو تو وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ پاک و ہند کے کسی علاقے میں کرو تو وہاں حاضر ہو جاتے ہیں۔ ذرا غور کرو تم نبی ﷺ کی توہین کرتے ہو یا ادب کرتے ہو۔ آپ ﷺ کو بلاتے ہو، خود ان کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتے ہو۔

بالآخر اسلام کا غلبہ:

معراج کا واقعہ اللہ رب العزت کی قدرت، کبریائی اور عظمت و مرتبت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ رب العزت اسباب کا محتاج نہیں۔ آج مسلم دنیا ذلت و پستی، زوال و ادبار اور ضعف و انحطاط کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو راتوں رات انقلاب برپا کر دے۔ مسلمانوں کے ایمان کو پختہ کر دے، انہیں راہ راست کی ہدایت بخش دے اور مسلمانوں کو پھر سے علمی، فکری، عسکری اور عملی میدانوں میں ایک غالب قوت بنا دے۔ یقیناً یہ وقت آنے والا ہے۔ جب اہل ایمان کو ملت کفر و شرک پر واضح غلبہ و تفوق حاصل ہوگا۔ مگر کوئی شخص اس وقت کا تعین ابھی نہیں کر سکتا۔ لیکن آقائے دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان اقدس سے نکلنے والی پیش گوئیاں موجود ہیں کہ قیامت سے پہلے اسلام پر اتنا عروج آئے گا کہ جس طرح پانی سے بھرے پیالے میں کوئی اور چیز نہیں ڈالی جا سکتی۔ اس طرح دنیا اسلام سے بھر جائے گی تو پھر اس میں کفر و شرک، الحاد و بے دینی، ضلالت فکر و نظر اور بغاوت و سرکشی کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ اللہ رب العزت ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

---

❶ ہوائی جہاز ۱۹۰۳ء میں دو امریکی بھائیوں رائٹ برادران نے ایجاد کیا تھا، مگر اسے ٹھیک طرح سے پرواز کے قابل بنانے کے لیے چند سال اور لگ گئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۝﴾ (الفتح:29)

”سیدنا محمد کریم ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت رحم دل ہیں۔ تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں ہیں۔ ان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چہروں پر سجدوں کے اثرات موجود ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی پھر اس کو تقویت دی، پھر موٹی تازی ہوگئی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تا کہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔"

عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم:

یہ طویل آیت سورۂ الفتح کی آخری آیت مبارکہ ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں آقائے دو جہاں ﷺ کی شان اور مقام بیان فرمایا ہے وہاں آپ ﷺ کے صحبت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ شاگردوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد نیک اعمال کیے اور اپنے رب کو راضی کر لیا۔ اللہ کی رضا مندی اور خوشنودی کا حصول بلا شبہ دنیا جہان کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ جس سے اللہ راضی ہو جائے وہ سمجھ لے کہ وہ بہت خوش قسمت انسان ہے۔

میں اور آپ نمازیں پڑھتے ہیں لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ ہماری نمازیں قبول ہوئی ہیں یا نہیں۔ ہم صدقہ و خیرات کرتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ ہمارے صدقات بارگاہ رب العزت میں شرف قبولیت حاصل کر پائے ہیں یا نہیں۔ ہم کتنے ہی نیک اعمال بجا لاتے ہیں مگر ہمیں پتا نہیں چلتا کہ وہ خوشنودی باری تعالیٰ کا سبب بنے ہیں یا اکارت ہی چلے گئے ہیں۔ ان خدشات کا سبب یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں قبولیت اعمال کے لیے جو چیز سب سے زیادہ وزن رکھتی ہے وہ اخلاص ہے مگر شومئی قسمت کہ یہی متاعِ گراں مایہ ہے جس سے ہمارے دل و دماغ خالی ہیں۔

ہمارا ہر کام کسی نہ کسی غرض سے وابستہ ہوتا ہے خواہ وہ کام بظاہر کتنا ہی نیکی و پرہیزگاری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا ہو مگر اس کے پس پردہ کوئی نہ کوئی دنیاوی غرض و غایت اور منفعت چھپی ہوتی ہے۔ لیکن نبی ﷺ کے صحابہ کی جماعت رضی اللہ عنہم کائنات میں وہ منفرد جماعت تھی جن کا ہر کام دنیاوی مفادات سے بالاتر ہوتا تھا اور اس سے ان کی غرض محض اللہ کی خوشنودی ہوتی تھی۔ اس کی ایک مثال دیکھئے۔

خوشنودی رب تعالیٰ کی ایک مثال:

عرب میں یہ دستور تھا کہ عام جنگ سے پہلے کوئی نہ کوئی طاقتور شخص میدان میں نکلتا۔ اپنی بہادری کے نغمے الاپتا اور اپنے حریف لشکر سے مبارزت طلبی کرتا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک ایسے ہی مقابلے کے لیے نکلے اور اپنے دشمن کو گرا دیا پھر تیزی سے تلوار نکال کر اسے قتل کرنا چاہا مگر اس نے غلط حرکت یہ کی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر تھوک دیا۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے سینے سے اترے اور اسے چھوڑ دیا۔ اس پر اس کمینہ صفت کافر کو سخت تعجب ہوا۔ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اے علی رضی اللہ عنہ! جہاں تک لڑائی کا تعلق ہے اس میں جو غالب آتا ہے دوسرے کو قتل کر دیتا ہے۔ میں غالب آجاتا تو یقیناً آپ کو قتل کر دیتا۔ لیکن جب آپ غالب آگئے اور آپ نے مجھے قتل کر دینا چاہا تو میں نے سوچا اب میں نے قتل تو ہونا ہی ہے کیوں نہ اپنا غصہ نکال لوں۔ چنانچہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر تھوک دیا۔ اس پر تو آپ رضی اللہ عنہ کو شدید غصہ آنا چاہیے تھا مگر حیرت ہے کہ آپ نے مجھے بالکل ہی چھوڑ دیا۔ یہ کیا معاملہ ہے؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں پہلے تیرے ساتھ لڑ رہا تھا تو اپنے نفس کے لیے نہیں لڑ رہا تھا۔ میں تو راہ خدا میں لڑ رہا تھا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے مگر جب تو نے میرے چہرے پر تھوکا تو اب مجھے ذاتی غصہ آگیا۔ اب میرے لڑنے کی حیثیت بدل گئی تھی۔ اگر اس حالت میں میں تجھے قتل کرتا تو یہ ذاتی انتقام ہوتا۔ راہ خدا میں جہاد نہ ہوتا۔ اس لیے میں نے تمہیں قتل کرنے سے گریز کیا اور تمہیں چھوڑ دیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ تھا صحابہ رضی اللہ عنہم کا اخلاص! وہ جو کام بھی کرتے تھے اللہ کے لیے کرتے تھے۔ اس لیے اللہ رب العزت نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ اب اندازہ فرمائیے جس جماعت کی تعریف خود اللہ تعالیٰ فرمائے اس کے افراد کتنے افضل ہیں۔ کتنے نیک ہیں اور کتنے بلندتر مقام پر ہیں۔

آج محرم کی سترہ تاریخ ہے۔ گزشتہ مہینہ ذوالحج کا تھا۔ اس میں دو بڑے واقعات پیش آئے۔ ایک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ دوسرا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کا واقعہ۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر 26 ذوالحج کو حملہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں یکم محرم کو آپ خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے جب کوفہ پہنچے تو محرم کا آغاز ہو چکا تھا۔ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے کوفہ جانے کی وجہ یہ تھی کہ کوفیوں نے آپ کو ہزاروں خطوط لکھے تھے۔ جن میں اصرار کیا گیا تھا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں ہم آپ کو اپنا امام بنائیں گے۔ آپ کا ساتھ دیں گے اور خلافت کا معاملہ آپ کے سپرد کر دیں گے کیونکہ آپ ہی اس کے اہل اور حق دار ہیں۔

اس سے پہلے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کے حالات کو پرکھنے کے لیے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کو کوفہ بھیجا تھا۔ جب وہ کوفہ وارد ہوئے تو اٹھارہ ہزار کوفیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مسلم بن عقیل رحمہ اللہ نے یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ لوگوں میں بڑا جذبہ ہے اور بڑا ذوق ہے۔ آپ تشریف لے آئیے۔

اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کی رپورٹ پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کوفے کی طرف سفر شروع کر دیا۔ آپ کے ساتھ بہتر (72) افراد تھے جن میں سے اکثر اہل بیت تھے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ منزلوں پر منزلیں طے کر کے جب کوفہ کے قریب پہنچا تو معلوم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوا کہ کوفیوں نے اپنی وفاداریاں تبدیل کر لی ہیں۔ اور کوفہ کے گورنر ابن زیاد کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اور یوں جو عہد وفا انہوں نے باندھا تھا اپنے ہاتھوں سے اسے پاش پاش کر دیا۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہ کوفے سے کچھ فاصلے پر تھے کہ ایک ہزار افراد پر مشتمل کوفی لشکر نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے کا راستہ روک لیا۔ اور دریائے فرات سے ان کے پانی لینے پر پابندی لگا دی۔ اسی دوران سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا عمرو بن سعد بھی فوج کے ایک دستہ کے ساتھ وہاں پہنچا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا۔ ❶

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بہادری:

عمرو ابن سعد، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا تھا۔ آپ کو معلوم ہے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کون تھے؟ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور رشتے میں نبی کریم ﷺ کے ماموں ہیں۔ غزوہ احد میں جب مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ کا گھیراؤ کر لیا تھا تو اکیلے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آپ کا نہایت جوانمردی اور دلیرانہ انداز سے دفاع کیا تھا۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وہ آزمودہ کار جرنیل ہیں جنہوں نے قادسیہ کے میدان میں مختصری اسلامی سپاہ کے ساتھ کیل کانٹے سے لیس لاکھوں ایرانیوں کو عبرت ناک شکست دی۔ اور اس طرح ان کی کمر توڑ کر رکھ دی کہ اس کے بعد ایرانی کسی میدان میں مسلمانوں کا جم کر مقابلہ نہ کر سکے۔ یوں ایران میں قائم عظیم الشان ساسانی حکومت جو صدیوں سے برابر چلی آ رہی تھی، اس کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس سے بے شمار مال غنیمت میسر آیا۔ ایرانیوں کے یہ خزانے جب مدینہ منورہ پہنچے تو مسجد نبوی کے کچے صحن میں زر و جواہرات اور سونے چاندی کے ڈھیر لگ گئے۔ اور یہ ڈھیر ایسے دکھائی دے رہے تھے جیسے منڈیوں میں گندم کے ڈھیر پڑے ہوتے ہیں۔ ❷

❶ واقعہ کربلا کی تفصیل کے لیے دیکھیں: البدایۃ والنہایۃ۔

❷ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات دیکھنے کے لیے دیکھیں: الاصابۃ لابن حجر، اسد الغابۃ لابن اثیر۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ولی عہدیٔ یزید سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف:

اندازہ کیجیے جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت اٹھائی وہ اسلام کی دعوت کو پھیلانے کے لیے کس طرح طاغوتی طاقتوں سے لڑے۔ جہاں تک سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے وہ صحابی رسول تھے اور اس کے ساتھ ساتھ نواسہ رسول بھی تھے۔ اس کے برعکس یزید صحابی نہیں تھا۔ صحابی زادہ تھا۔ اس لیے اسے تابعی کہا جاسکتا ہے۔ تابعی اصطلاح میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے کسی صحابی رسول سے ملنے کا شرف حاصل ہو۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد جس طریقہ کار کے تحت اپنے بیٹے یزید کو خلافت کے لیے نامزد کیا اس سے پانچ صحابہ سیدنا حسین، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم نے اختلاف کیا۔ اور اس طریق انتخاب کو درست خیال نہ کیا۔

ان کا موقف یہ تھا کہ خلیفہ کے انتخاب کا یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم وغیرہ کے طریقہ ہائے انتخاب سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا، اس لیے یہ کسی طرح بھی درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس وقت خلیفہ بنائے گئے اس وقت رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین ہو رہی تھی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا ابوبکر! انصار خلیفہ کا انتخاب کر رہے ہیں اور مہاجرین میں سے کوئی وہاں موجود نہیں۔ انصار بنوخزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ پورا عرب قریش کو کعبہ کا متولی مانتا ہے اور نبی کریم ﷺ خود بھی قریش میں سے ہیں۔ قریش کو عرب میں غلبہ حاصل ہے۔ ان کی بدولت پورا عرب اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گیا ہے۔ اب اگر قریش کو چھوڑ کر خزرج کے رئیس سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنا لیا جاتا ہے تو خدشہ ہے کہ کئی ایک قبائل بغاوت کردیں گے اور مسلمانوں میں باہم خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وقت کی نزاکت کو محسوس کیا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو لے کر انصار کی مجلس میں چلے گئے۔ وہاں انصار کی لیڈر شپ تقریریں کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ دیکھیں مسلمان مکہ میں بے یار و مددگار تھے۔ اسلام کو بحیثیت نظام زندگی نافذ کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ ہم نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرایا اور اُن کی ہر طرح سے مدد کی۔ اللہ نے انصار کے ذریعے مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا اور سارا عرب اسلام کے زیر نگیں آ گیا۔ اس لیے خلافت کا حق ہمارا ہے۔

مہاجرین نے انصار کے لیڈروں کی پرجوش تقریریں بڑی تحمل مزاجی کے ساتھ سنیں۔ بالآخر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ مگر بیماری کے باعث لیٹے ہوئے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھایا کہ عرب کے لوگ قریش کی برتری اس لیے مانتے ہیں کہ قریش سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا:

﴿قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ (البقرہ: ۱۲٤)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بناؤں گا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا (اے پروردگار) میری اولاد میں سے بھی (امام و پیشوا بنا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا عہد ظالموں کے لیے نہیں ہے"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ امامت و سیادت کا سلسلہ اولاد ابراہیم علیہ السلام (قریش) میں رہے گا۔ یہود جب تک دین ابراہیمی علیہ السلام پر رہے امامت ان کے پاس رہی۔ جب انہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا تو امامت ان سے چھین لی گئی۔ اس کے بعد امامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کے حصہ میں آئی۔ جب وہ بھی گمراہ ہو گئے تو ان سے بھی امامت لے لی گئی۔ پھر مسلمانوں کا دور آیا۔ قریش سیدنا محمد ﷺ کے اولین پیروکار بنے۔ ان کا تعلق ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ اور یہ عرب قبائل میں اثر و رسوخ بھی رکھتے ہیں۔ اس لیے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلافت قریش کا حق ہے اور انہیں خلافت ملنی چاہیے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا استدلال بجا تھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے سے اور کعبۃ اللہ کے متولی ہونے اور قبائل عرب میں دینی و مذہبی پیشوائی کے باعث خلافت قریش ہی کا استحقاق ہے۔ اور اگر یہ استحقاق ان سے چھین کر کسی دوسرے کو دے دیا گیا تو عرب قبائل اسے تسلیم نہیں کریں گے۔ چنانچہ بغاوت کے شعلے بھڑکیں گے۔ باہمی خانہ جنگی اور خون ریزی ہو گی۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو جائے گا۔ اور ایک ایسی انارکی پیدا ہو جائے گی جس کا تدارک ناممکن ہو جائے گا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معقول و متوازن رائے اور بھرپور استدلال کی بدولت اب یہ بات انصار کی سمجھ میں بھی آ چکی تھی۔ وہ جان چکے تھے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے مہاجرین کا عرب قبائل میں ایک خاص مقام و مرتبہ ہے۔ اور دوسرا یہ کہ انہیں سبقت اسلام کا شرف حاصل ہے۔ انہوں نے اکیلے دعوت اسلام کا کام کیا۔ تیرہ سال تن تنہا اسلام کی راہ میں سختیاں برداشت کیں۔ بے پناہ مظالم کے باوجود انہوں نے اسلام کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ اس لیے یہ بات بجا طور پر کہی جا سکتی ہے کہ مہاجرین کا جو مقام و مرتبہ ہے وہ ان کے سابقون الاولون ہونے کی وجہ سے ہے۔

یہ صحیح ہے کہ انصار نے نبی کریم ﷺ اور مہاجرین کی ہر طرح سے بھرپور مدد کی۔ لیکن سابقون الاولون ہونے کے باعث ان کا مقام مہاجرین جیسا نہیں ہے۔ اس موقع پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ہم تمہاری خدمات کا دل و جان سے اعتراف کرتے ہیں۔ تمہاری کوششوں سے بلاشبہ اسلام کو عزت و رفعت ملی ہے۔ اس لیے اگر ہم حاکم ہوں گے تو تم وزیر بنو گے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حکمت و دانائی اور پرخلوص گفتگو کی وجہ سے انصار اپنے موقف سے دستبردار ہو گئے۔ چنانچہ رئیس الانصار سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بشر بن عبادہ سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے آگے بڑھا۔ پھر سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیعت کی اور پھر تمام مہاجرین وانصار نے متفقہ طور پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد انصار کبھی خلافت کے دعوے دار نہیں بنے۔ ❶ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافتوں کے انعقاد کے وقت انہوں نے روڑے نہیں اٹکائے۔

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ لشکر اسامہ کو فوراً روانہ ہو جانے کا حکم دے دیا۔ کیونکہ اس کے بھیجنے کا حکم خود رسول اللہ ﷺ نے صادر فرمایا تھا۔ یہ لشکر رومیوں سے بدلہ لینے کے لیے گیا تھا۔ اس کو بھیجتے وقت کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ اس وقت مدینہ طیبہ سخت خطرے میں ہے۔ اس لیے اس لشکر کو بھیجنے میں ابھی توقف کیا جائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت کی بنا پر پوری پامردی اور جرات کے ساتھ جواب دیا۔ خواہ کچھ ہو جائے میں اس لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ بھلا جس لشکر کی روانگی کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے، میں اسے کیسے روک سکتا ہوں۔ ❷

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بغاوتوں کا استیصال:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی مسلمانوں کو سخت مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ ایک کڑا وقت تھا۔ مدینہ کی نوزائیدہ سلطنت پر بیرونی طاقتوں کے حملہ کا خدشہ تھا۔ کچھ قبائل نے مرتد ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ جھوٹی نبوتوں کے دعوے دار بھی پیدا ہو گئے تھے اور کچھ لوگوں نے زکوۃ کی ادائیگی سے کھلم کھلا انکار کر دیا تھا۔ اس صورت حال سے مسلمان سخت پریشان اور خوف و ہراس کا شکار تھے۔ ایسے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی دانائی، حکمت اور جرات و بہادری کے ساتھ ان تمام مسائل پر قابو پا لیا۔

❶ سقیفہ بن ساعدہ کے واقعے کی تفصیلات کے لیے دیکھیں: صحیح بخاری، کتاب الحدود، حدیث: ۶۸۳۰۔

❷ تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ طبری، البدایۃ والنہایۃ۔ نیز ڈاکٹر فضل الٰہی ﷾ کی کتاب لشکر اسامہ کی روانگی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ارکان اسلام کا انکار کر دینے والوں کے ساتھ لڑے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی جیسے مدعیان نبوت سے جہاد کیا اور اس فتنہ کا خاتمہ کیا۔ اور اسی طرح مرتدوں اور اسلام کے باغیوں کا ناطقہ بند کر کے انہیں دوبارہ اسلام کی آغوش میں پلٹ آنے پر مجبور کر دیا۔ اس لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جوش جہاد اور جرأت ایمانی کے ساتھ اسلام کو محکوم ہونے اور کفر کی گود میں جانے سے نہ صرف بچا لیا بلکہ اسلام کو ایک ناقابل تسخیر قوت بنا دیا۔ [1]

روم وایران سے نبرد آزمائی اور نئے خلیفہ کا تعین:

ان اندرونی شورشوں کے علاوہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وقت کی دو سپر طاقتوں سے بھی پنجہ آزمائی کی۔ روم وایران پر حملہ کر کے قیصر وکسریٰ کے اقتدار کو چیلنج کیا۔ ان ملکوں کی سرحدوں کو روندکر اسلام کے لشکر آگے بڑھ رہے تھے۔ کچھ ابتدائی کامیابیاں انہیں مل چکی تھیں کہ خلیفہ اسلام کا آخری وقت آ پہنچا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ سے مشورہ کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کر دیا۔ کیونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلافت کا بارِ گراں اٹھانے کے پوری طرح اہل تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں کام کرنے کی زبردست صلاحیت کے حامل تھے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلے ایران پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ چنانچہ انہوں نے ایران کے دارالخلافہ مدائن کو فتح کر کے ایران کی کمر توڑ دی۔ اس کے بعد ایران پھر کبھی نہ اٹھ سکا۔ ایران کی چھ سو سالہ شوکت وسطوت قصہ پارینہ بن گئی۔ آٹھ لاکھ مربع میل کا یہ ملک مسلمانوں کو ملنے سے اسلامی سلطنت کی حدود بہت وسیع ہو گئیں۔ ایران کے بعد سینٹرل ایشیاء کے علاقے آذربائی جان اور آرمینیا وغیرہ فتح کیے گئے۔ اس کے علاوہ شام، فلسطین اور اردن کے علاقے اسلامی سلطنت کا حصہ بنے۔

[1] مرتدین کے خلاف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کارناموں کے لیے دیکھیں: تاریخ طبری، البدایۃ والنہایۃ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شام۔ سرزمین محشر:

شام وہ جگہ ہے جو نبیوں کی سرزمین ہے۔ یہاں اکثریت کے ساتھ انبیائے کرام علیہم السلام کی آمد کا پتا چلتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شام وہ جگہ ہے جہاں قیامت کے روز محشر کا میدان ہوگا۔ عموماً لوگوں کا خیال ہے کہ ساری زمین میدان محشر ہوگی۔ ایسا نہیں ہے اللہ رب العزت صرف شام کی زمین کو کھینچ کر اتنا لمبا چوڑا کر دے گا کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر روز قیامت پیدا ہونے والی انسانی دنیا کے کھڑا ہونے کے لیے کافی ہو جائے گا۔

انبیائے کرام علیہم السلام اور نزول کتب:

مصر میں بھی کچھ انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے تھے جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام، عراق میں سیدنا نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے ممکن ہے ہندوستان کی سرزمین پر بھی کچھ انبیاء و رسل تشریف لائے ہوں مگر اس کا ذکر آسمانی کتابوں قرآن، تورات، انجیل اور زبور وغیرہ میں نہیں ملتا۔ ہاں البتہ ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتابوں، ویدوں میں کچھ انبیاء کا ذکر ملتا ہے مگر یہ کتابیں ہندومت کے پنڈتوں اور پروہتوں کی لکھی ہوئی ہیں اور الہامی نہیں ہیں۔ اس لیے قابل اعتماد نہیں۔ نہ ہم ان کی تائید و تصدیق کر سکتے ہیں نہ انکار۔ قرآن میں صرف ستائیس انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے جن کے حالات سے ہم کسی قدر واقف ہیں۔ ویسے ہم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے وجود پر یقین رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ اس بات کا ذکر خود نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے فرمایا ہے۔

کچھ نبیوں اور رسولوں پر اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ کتابیں نازل کیں۔ جن میں ان کی امتوں کے لیے عقائد، عبادات اور معاملات کی مکمل تفصیلات درج تھیں۔ جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی، سیدنا داؤد پر زبور اتری، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کا نزول ہوا۔ اور آخر الزماں نبی حضرت محمد کریم ﷺ پر سب سے بڑی اور جامع کتاب قرآن حکیم اتاری گئی۔ اور کچھ انبیاء پر صحائف اتارے گئے۔ صحیفہ سے مراد وہ چھوٹی کتاب ہے جو آسمان سے کسی نبی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر اتاری جاتی ہے جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر صحائف اتارے جانے کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

حفاظت قرآن:

الہامی کتابوں میں سے قرآن مجید کی ایک امتیازی شان ہے۔ یہ ایک زندہ جاوید معجزہ ہے۔ ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے باوجود یہ اپنی اصلی حالت پر موجود ہے، نہ صرف مطالب و معانی کے اعتبار سے بلکہ اپنے الفاظ وحروف میں بھی۔ اس کے برعکس دوسری الہامی کتابوں میں سے آج کوئی بھی اپنی اصل حالت میں موجود نہیں۔ وہ سب بے شمار تحریفات کا شکار ہو چکی ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی اصل زبانیں بھی وقت کی دھول میں گم ہو چکی ہیں۔ قرآن اس لیے محفوظ رہا کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ کریم نے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ۝﴾ (الحجر : ۹)

''ہم نے قرآن مجید نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

پہلے پہل قرآن مجید کا نزول اس وقت ہوا جب آپ ﷺ غار حرا میں مصروف عبادت تھے۔ پہلی وحی میں یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۝ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۝ الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ ۝﴾ (العلق:۱ تا ۵)

''اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اپنے رب کے نام سے جو بڑا کرم والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

اس کے بعد قرآن مجید تئیس (23) سال تک برابر نازل ہوتا رہا۔ اس کی ایک سو چودہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سورتوں اور چھ ہزار سے زائد آیات میں سے کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں جس میں کوئی شبہ پیدا ہوگیا یا جس میں کوئی غلطی لگ گئی ہو۔ اس کی حفاظت کا یہ ایک انوکھا اور منفرد طریقہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اسے سینوں میں محفوظ کر دیا ہے۔ اور اسے اس قدر آسان کر دیا ہے کہ سات آٹھ سال کا بچہ بھی محض چند ماہ کی محنت سے اس عظیم الشان کتاب کو اپنے حافظے میں محفوظ کر سکتا ہے۔

تدوین قرآن:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں قرآن مجید کی الگ الگ سورتوں کو اکٹھا کیا اور انہیں ایک کتاب کی صورت میں مدون کیا۔ یہ کام دور صدیقی میں سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک کمیٹی نے سرانجام دیا۔ ❶ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب اسلامی سلطنت کی سرحدیں بہت دور دور تک پھیل چکی تھیں۔ مفتوحہ علاقوں کے لوگ تیزی سے اسلام کے دائرہ میں داخل ہو رہے تھے۔ ان کے عجمی ہونے کی وجہ سے قراءت قرآن کا مسئلہ پیدا ہوا۔ قراءت کے اختلاف اور تنوع کے مسئلہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خوش اسلوبی سے سلجھایا۔ انہوں نے قریش کے لہجہ کے مطابق قرآن مجید کو تحریر کروایا اور اس کے مسودے مختلف اسلامی علاقوں میں بھیج دیے۔ اس طرح قرآن مجید کی قراءت کا مسئلہ بخوبی حل ہوگیا۔ ❷

اسلامی سلطنت کی وسعت:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بائیس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بارہ لاکھ مربع میل کا علاقہ اسلامی سلطنت کا حصہ بنا۔ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے، اس وقت اسلامی حکومت چوالیس لاکھ مربع میل

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، حدیث: ٤٦٧٩.

❷ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، حدیث: ٤٩٨٧، ٤٩٨٨.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر مشتمل تھی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شوریٰ نے خلافت کے لیے منتخب کیا۔ لیکن ان کے زمانے میں فتوحات کا سلسلہ رکا رہا اور حدود اسلامیہ میں کوئی توسیع نہ ہو سکی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بدقسمتی سے مسلمان کچھ غلط فہمیوں کی بنیاد پر آپس میں ہی متصادم رہے۔ جمل وصفین کے معرکے ہوئے جس میں ستر ہزار سے زائد جانوں کا ضیاع ہوا۔ یہ تعداد خلفائے ثلاثہ کے ادوار میں روم وایران اور افریقہ کے محاذوں پر شہید ہونے والے مجاہدوں سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

بعض لوگ معرکہ صفین کی بنا پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدف تنقید بنانے لگتے ہیں۔ یہ کسی طرح بھی روا نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس معاملہ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی شمولیت کو ایک اجتہادی غلطی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بہرصورت انہیں مطعون نہیں کیا جا سکتا۔ ان پر کوئی لعنت نہیں بھیج سکتا۔ نہ انہیں کوئی گالی دے سکتا ہے اور نہ انہیں برا بھلا کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور کاتبِ وحی ہیں۔ اور نبی مکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ حکومت 19 سال چار مہینے ہے۔ ان کے دور میں مسلمان چونسٹھ لاکھ مربع میل علاقے پر حکومت کرتے تھے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد مصر، لیبیا، الجزائر، تیونس، مراکش، سوڈان، افغانستان، ازبکستان، تاجکستان، قازقستان، کرغیزستان، آذربائیجان اور آرمینیا وغیرہ بھی اسلامی حکومت میں شامل ہو گئے۔ مزید برآں سپین بھی حدود اسلامیہ میں داخل ہوا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا استخفاف بے دینی ہے:

محترم سامعین! ماہ محرم میں کچھ لوگ ایک مخصوص پس منظر کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ بہت بری حرکت ہے۔ اور اسلام کے تقاضوں سے سراسر انحراف ہے۔ اس گستاخانہ جسارت سے گریز کیا جانا چاہیے تاکہ ایمان محفوظ رہ سکے۔ اس کے علاوہ یہ پروپیگنڈا کہ خلافت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ حق بزور بازو غصب کر لیا تھا۔ یہ الزام سراسر غلط ہے۔ تاریخ کی کوئی شہادت اس کی تصدیق نہیں کرتی۔ یہ ایک بے ہودہ اور لایعنی اعتراض ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ درحقیقت صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف سراسر سوقیانہ الزام ہے اور کہنے والے کے خبثِ باطن کا اظہار ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ رب العزت نے ''رضی اللہ عنہم'' کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے کہ اللہ اس جماعت سے راضی ہو گیا اور یہ جماعت اللہ سے راضی ہو گئی۔ اس لیے کسی صحابی کو برا بھلا نہیں کہا جا سکتا۔ اگر بشری تقاضوں کے تحت کسی صحابی رسول سے کوئی غلطی سرزد ہو بھی جائے تو کسی شخص کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسے بنیاد بنا کر کسی صحابی کو مطعون کر کے ان کی توہین و تذلیل کرے اور انہیں ہدف تنقید بنائے۔ ایسا کرتے ہوئے اسے اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھنا چاہیے اور اپنے اخلاق و کردار کا بھی جائزہ لینا چاہیے۔ اور اسلام کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے پناہ خدمات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ مزید برآں اس بات کو بھی پیش نگاہ رکھنا چاہیے کہ ان نفوس قدسیہ کو صحبت رسول ﷺ کا شرف بھی حاصل ہے اور خود رسولِ گرامی ﷺ نے ان کی تعلیم و تربیت فرمائی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پاکیزگیٔ کردار:

بحیثیت مجموعی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت پاکیزہ اخلاق و کردار کی حامل تھی۔ اس کی سیرت شائستہ اور صاف و شفاف تھی۔ مگر انسان ہونے کے ناطے کبھی ان سے بھی کوتاہی سرزد ہو جاتی تھی جیسا کہ ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ سے صنفی معاملہ میں ایک غلطی ہو گئی جس کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو رجم کروا دیا۔ (1) ایسی ہی ایک غلطی ایک مسلمان غامدیہ عورت سے ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی پرخلوص توبہ کی تعریف فرمائی۔ اسی طرح سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جو اپنی سستی اور تساہل کی وجہ سے غزوہ تبوک میں اسلامی

---

(1) صحیح بخاری، حدیث: ٦٨٢٤، صحیح مسلم، رقم: ١٦٩٣.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لشکر کے ساتھ نہ جا سکے۔ ان کا پچاس دن تک بائیکاٹ ہوا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔

یہ صحیح ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم نہیں تھے کیونکہ وہ بھی انسان تھے۔ کسی انسان سے کسی لغزش کا وقوع پذیر ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کر کے انہیں راضی کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال و کردار پر خوش تھا اور رسول کریم ﷺ ان کی شب و روز کی کاوشوں سے پوری طرح مطمئن اور مسرور تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ﴾ (الفتح:۲۹)

یہ وہ جماعت ہے جن کے چہروں پر سجدوں کی کثرت کی وجہ سے نشان پڑ چکے ہیں۔ اس جماعت کی مثال اللہ نے تورات میں بھی دی ہے اور انجیل میں بھی دی ہے۔ ایسی جماعت قیامت تک دوبارہ پیدا نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ .

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (الفتح: ٢٨ـ ٢٩)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی امامت:

آج ذوالحجہ کی چودہ تاریخ ہے۔ یہ مہینہ عید الاضحیٰ کا مہینہ ہے۔ اس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ادا کی جاتی ہے اور خصوصاً ان کی زندگی کا یہ پہلو نمایاں کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی فرمانبرداری اور محبت میں اپنی جان، اپنا مال اور اپنے اکلوتے بیٹے تک کو پیش کر دیا۔ اللہ کریم کو ان کی یہ بے مثال فرمانبرداری اتنی پسند آئی کہ انہیں ساری دنیا کا امام بنا دیا، ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا:

﴿قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي﴾ (البقرہ : ١٢٤)

اے اللہ! مجھے تو دنیا کی امامت و پیشوائی بخشی گئی ہے مگر کیا یہ امامت میری اولاد میں بھی منتقل ہوگی؟ کیا یہ عہدہ و مرتبہ میرے اخلاف کو بھی ملے گا اور کیا میری آئندہ نسلیں بھی اس امامت و سیادت پر برقرار رہیں گی؟

اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ (البقرہ : ١٢٤)

تیری وہ اولاد جو تیرے نقش قدم پر چلے گی، اسے یہ مرتبۂ امامت ضرور حاصل ہوگا اور تمہاری نسل و ذریت کے وہ افراد جو ظلم و شقاوت کی راہ اپنا لیں گے، انبیاء علیہم السلام کے مشن کو چھوڑ کر گمراہی کا راستہ اختیار کر لیں گے، بلاشبہ وہ امامت و پیشوائی کے مقدس مرتبے کو حاصل نہ کر پائیں گے۔

اس وقت الہامی ہدایات کی حامل تین بڑی قومیں یہودی، عیسائی اور مسلمان سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی امامت و قیادت کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ ان کا نام احترام سے لیتے ہیں، ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور اپنا اپنا انتساب ان کی طرف کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

آج دنیا کی آبادی کا دو تہائی حصہ انہی اقوام پر مشتمل ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو امام و پیشوا اور قائد و رہنما بنانے کا جو وعدہ کیا تھا، اس کی صداقت اور سچائی میں کوئی کلام نہیں رہا۔

یہود کی ذلت و مسکنت:

آپ کے علم میں ہے کہ یہودی اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانیوں اور اپنے اندرونی کھوٹ کی وجہ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی وراثت کے اہل نہیں رہے، اس لیے:

﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ﴾ (البقرہ: ٦١)

''اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت اور مسکینی مسلط کر دی۔''

امامت و خلافت تو رہی دور کی بات، انہیں تو صدیوں تک باعزت زندگی گزارنے کے لیے کوئی ملک بھی میسر نہ آ سکا۔

عیسائیت اور اُس کے عقائد کی تشکیل نو:

یہودیوں کے بعد عیسائیوں کا دور آیا۔ جاننا چاہیے کہ عیسائی درحقیقت یہودیوں ہی کا پرتو ہیں، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام یہود ہی کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ❶ پھر جن لوگوں نے انہیں نبی مان لیا، ان کی شریعت کو قبول کر لیا، وہ عیسائی بن گئے اور جنہوں نے انکار کیا وہ یہودی کے یہودی رہے۔

---

❶ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئے، خود آپ کے شاگرد آپ کو یہودی عالموں کے لیے مخصوص اصطلاح ''ربی'' کے نام سے پکارتے تھے۔ پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے عام طور پر یہودی معاشرت اور قوانین کی پابندی کو اختیار کیے رکھا۔ آپ کے ابتدائی شاگرد بھی یہودی تھے اور انہوں نے جن غیر قوموں کی طرف عیسائیت کا پیغام پہنچایا، وہ بھی یہودی روایت کے پس منظر اور یہودی تصورات کے ساتھ ہی پہنچایا تھا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی تعلیمات کو یہودیت ہی کی ایک نئی اور صحیح تعبیر کے طور پر پیش کیا، متی کی انجیل میں ہے:

''یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبی اسرائیل کے نبیوں کی کتابوں کو بدلنے یا منسوخ کرنے آیا ہوں، میں منسوخ کرنے نہیں بلکہ انہیں پورا کرنے آیا ہوں، کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں، ایک نقطہ یا ایک شوشہ بھی تورات سے کم نہ ہوگا، جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔'' ⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک عیسائیت کی بات ہے، اس کے پیروکاروں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو بدل دیا ❶ اور ایسے عقائد کی تشکیل کی جو کسی طرح بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے میل نہ کھاتے تھے۔ ❷ مثلاً انہوں نے تثلیث ❸ کا عقیدہ گھڑا جو توحیدی اور الہامی مذاہب کی عین ضد ہے۔

⇦ الغرض سیدنا عیسیٰ علیہ السلام شریعت موسوی کی صحیح تعبیر وتشریح ہی کے لیے تشریف لائے تھے، موسوی شریعت ہی کا احیاء وتجدید آپ علیہ السلام کا مقصد تھا، ہاں آپ علیہ السلام نے یہود کی ظاہر داریوں کے برخلاف اس کی روح اور مقصد کو اپنا مطمعٔ نظر بنایا اور اسی کو سچی مذہبیت قرار دیا۔ شریعت کے دائروں میں جو تنگ نظری اور محدودیت یہودیوں کے ہاں راہ پاگئی تھی، اس کی اصلاح کی اور یہود کی خود ساختہ مذہبی رسومات اور وضعی رویوں کو ہدف تنقید بنایا، جس کی وجہ سے یہودیوں کی اکثریت آپ کی جان کی دشمن ہوگئی۔

❶ موجودہ عیسائیت کے عقائد ونظریات اور مابعد الطبیعاتی موشگافیوں کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور آپ کے افکار واقوال سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ یہ درحقیقت پولوس کے فلسفیانہ افکار وخیالات ہیں جو بدقسمتی سے عیسائیوں میں رچ بس گئے تھے اور آج کی عیسائیت انہی کے گرد گھوم رہی ہے۔

پولوس سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں آپ علیہ السلام کا شدید دشمن تھا۔ آپ کے اٹھائے جانے کے بعد ایک خود ساختہ مکاشفہ کی بنیاد پر وہ حلقہ بگوش عیسائیت ہوگیا اور جلد ہی مسیحیت کا مبلغ اور علمبردار بن کر رومیوں میں اس کا پرچار کرنے لگا، چونکہ رومی بت پرست تھے اور یونانیت کے فلسفہ وکلام سے شغف رکھتے تھے۔ اس لیے پولوس نے ان کی طبیعتوں کے حسب حال ایسے عقائد اور مذہبی رسومات وضع کیں جن کو وہ بآسانی قبول کرسکیں۔ ان عقائد وافعال کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الہامی ہدایات سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس لیے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ موجودہ عیسائیت کا بانی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نہیں، پولوس (سینٹ پال) ہے۔

❷ جیسے عقیدۂ کفار، ابنیت مسیح علیہ السلام کا عقیدہ، عشائے ربانی اور اصطباغ (بپتسمہ) کی رسومات اور تثلیث کا گورکھ دھندا، ان میں سے کوئی چیز بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الہامی تعلیمات اور آسمانی ہدایات سے تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ یہ سب عقائد اور ساری رسومات وحی وتنزیل کی ضوفشانیوں کی ضد اور ظلمت وضلالت کا شاخسانہ ہیں۔ وحی وشریعت سے ہٹ کر اگر خالص عقلی اور منطقی انداز سے بھی ان عقائد پر نظر کی جائے تو ان میں کوئی معقولیت اور استواری نظر نہیں آتی۔ عقل ودانش اور فکر وتدبر کا کوئی پیمانہ ان کی صحت وثقاہت کی تصدیق نہیں کرسکتا۔

❸ تثلیث عربی زبان کے لفظ ثلاثة سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے تین۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان خود ساختہ اور احمقانہ عقائد کی تشکیل وتاسیس اور باطل افکار ونظریات کی نشر واشاعت کے باعث یہ قوم بھی امامت سے خارج ہوگئی۔ ❶

مسلم امہ کی امامتِ کبریٰ:

سب سے آخر میں مسلمانوں کا دور آیا۔ اللہ رب العزت نے اپنے وعدے کے مطابق انہیں نہایت کامل واکمل امامت سے نوازا۔ ایسی اعلیٰ درجے کی امامت جو آدم علیہ السلام تا اب تک کسی قوم کو نہیں ملی۔ مسلمانوں کو یہ امامت کبریٰ کیوں ملی؟ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس

⇦ اللہ تعالیٰ تین اقانیم سے مرکب ہے۔ باپ، بیٹا اور روح القدس یا باپ، بیٹا اور مریم صدیقہ۔ یعنی خدا تعالیٰ، سیدنا مسیح علیہ السلام اور مریم صدیقہ علیہا السلام تینوں مل کر خدا ہیں۔ یہ بہت پیچیدہ اور ناقابل فہم عقیدہ ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں اس کی یوں تشریح کی گئی ہے کہ باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے اور روح القدس خدا ہے۔ یہ تینوں مل کر تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا ہے۔ حالانکہ تینوں کو جب الگ الگ خدا مان لیا گیا اور ہر ایک کو ایک مستقل بالذات وجود تسلیم کر لیا گیا تو خدا ایک کہاں رہا؟ اس طرح تو خدا ایک کی بجائے تین ہو گئے۔

عیسائیت کا یہ فلسفہ کہ یہ تینوں الگ الگ بھی ہیں اور پھر تینوں مل کر ایک بھی ہیں، بڑا عجیب وغریب، مبہم اور الجھا ہوا ہے، آج تک کوئی اس زلف پریشان کو سلجھا نہیں سکا اور کوئی بڑے سے بڑا عیسائی عالم اور سکالر اس ژولیدہ فکری کو دور نہیں کر سکا۔

❶ یہ صحیح ہے کہ آج عیسائیت سے انتساب رکھنے والی قومیں موجودہ دنیا کے سٹیج پر براجمان ہیں۔ عصر حاضر کی علمی، فکری، صنعتی اور سائنسی ترقیاں ان کے دامن سے بندھی ہوئی ہیں اور دنیا کے بڑے بڑے فیصلے ان کی رائے سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

ان قوموں کی سربلندی اور عروج واقبال کی یہ چکا چوند دو وجوہات کی بنا پر ہے۔ ایک تو یہ کہ جب مسلمان اپنے مذہب کی حقیقی روح سے دور ہو گئے اور ان کی طلب وجستجو کے ولولے ماند پڑ گئے اور انہوں نے علم وتحقیق کی شاہراہ کو چھوڑ کر دوسری قوموں کی تقلید وپس خوردگی پر قناعت کر لی تو ان کی صلاحیتیں ضائع اور استعدادیں ختم ہو کر رہ گئیں۔ اس صورت حال میں مغربی قوموں کو آگے آنے کا موقع مل گیا اور دوسرے یہ کہ مغربی قوموں نے علوم وفنون کے سیکھنے میں جس جاں گداز اور جاں گسل محنت ومشقت کو وتیرہ بنایا، وہ بلاشبہ قابل تحسین ہے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ وہ کسی کی محنت کو ضائع اور برباد کر دے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے رسول ﷺ کی فرماں ❶ برداری کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ (الفتح : ۲۸)

”اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور دین حق کے ساتھ بھیجا، اسی اللہ نے عرش پر فیصلہ فرما دیا، کہ دین اسلام دنیا کے تمام دینوں پر غالب آ کر رہے گا۔“

﴿وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (الصف : ۸)

﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (الصف : ۹)

---

❶ دنیا کی امامت وقیادت کی وراثت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے مسلمانوں کو منتقل ہوئی۔ کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کو حقیقی طور پر نبی آخر الزماں ﷺ نے اجاگر کیا اور آپ ﷺ کے اولین پیروکاروں نے اس تعلیم کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیا، اللہ ورسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی شاندار مثالیں قائم کیں، جن کے انعام میں اللہ نے انہیں دنیا میں سرداری اور سروری بخشی اور بارگاہ رب العزت میں بھی وہ محبوب ٹھہرے۔

مگر جب ہم نے اللہ ورسول کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لیا، اطاعت کے تقاضوں سے صرف نظر کیا، اپنے اسلاف کی سی غیرت وحمیت سے تہی دامن ہو گئے اور ان کے اجلے نقش ونگار کو خود اپنے ہاتھوں سے مٹا دیا تو اس نتیجے کے طور پر ہمیں ذلت ورسوائی اور تحقیر وتذلیل کا سامنا کرنا پڑا اور کوئی ہمیں اس سے بچانہ سکا۔ بقول اقبال ؒ

گنوا دی ہم نے میراث جو اسلام سے پائی تھی
ثریا نے آسماں سے زمین پر ہم کو دے مارا

آج اگر غیر قوموں کو ہم پر برتری حاصل ہے تو محض اس وجہ سے ہے کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا ہے، جب کبھی ہم اس انحراف واعراض کو ترک کر کے پھر سے تابعداری کی راہ اپنا لیں گے تو ان شاء اللہ، اللہ پھر سے ہمیں عزت ووقار عطا فرمائے گا، ہم اپنی کھوئی ہوئی عظمت اور گم کردہ تکریم دوبارہ حاصل کر لیں گے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ ملت کفر اور خدا کے باغیوں کو کتنا ہی ناگوار گزرے، کیونکہ جو فیصلہ اللہ رب العزت نے کر لیا۔ زمین پر اسے نافذ ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ ❶

اس سے اگلی آیت میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم ہر وقت اللہ کی خوشنودی کے طلب گار رہتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ ابرو پر اپنی جانیں تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

یہود و نصاریٰ کا اپنے انبیاء علیہم السلام سے سلوک:

اس کے برعکس سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا طرز عمل ملاحظہ کیجئے۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ﴾ (الاحزاب: ٦٩)

جس طرح یہودیوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف و اذیت سے دوچار کیا تھا۔ اے اہل ایمان! تمہارا طرز عمل اور برتاؤ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے ان سے کیا سلوک کیا۔ یہ تعداد میں صرف بارہ تھے،

---

❶ اسلام کے منظر عام پر آتے ہی سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قوم نے بھرپور مخالفت کی، اس کی دعوت کو روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا پھر پورے عرب معاشرے نے مل کر اس دعوت کے پھیلاؤ کے راستے میں رکاوٹیں ڈالیں۔ اندرون عرب کے یہودیوں نے سازشیں کیں اور پھر ایران کے مجوسیوں اور روم کے عیسائیوں نے نخل اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے ہزار جتن کیے لیکن کیا کوئی بھی اسلام کے اثر و نفوذ کو روک سکا؟ کیا کوئی بھی اسلام کے سیل رواں کے آگے بند باندھ سکا ہے؟ ہرگز نہیں، اسلام کا غلبہ و استعلاء اللہ کا فیصلہ تھا۔ وہ نافذ العمل ہو کر رہا۔ یہ برق رفتاری کے ساتھ پھیلتا ہوا تین براعظموں پر محیط ہو گیا اور پورے ایک ہزار برس تک دنیا پر ہر لحاظ سے غالب رہا، مگر جب اس کے ماننے والوں نے خود عملاً اس سے اپنے روابط منقطع کر لیے اور اس کے نتیجے میں ہمیں پسماندگی، تنزل اور اضمحلال کا سامنا کرنا پڑا تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جنہیں حواری کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک ❶ نے غداری کی اور مخبری کر کے سیدنا مسیح علیہ السلام کو پکڑوا دیا۔ یہودیوں نے رومی گورنر ❷ سے ساز باز کر کے بزعم خویش جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی نگاہوں سے ہمیشہ کے لیے ہٹا دیا۔ وہ اپنے اس کارنامے پر پھولے نہ سماتے تھے مگر اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾

(النساء: ۱۵۷)

ان بدبخت یہودیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ صریحاً غلطی پر ہیں۔

﴿وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ (النساء: ۱۵۷)

نہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ سولی پر دیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے یہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ بنا دیا۔

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۝﴾ (النساء: ۱۵۸)

اللہ نے ان کو جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا، اللہ بڑا غالب حکمت والا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات فرمائی اور انہیں دنیاوی جسم کے ساتھ دیکھا۔

---

❶ سیدنا عیسیٰ نے اپنی گرفتاری اور مخبر کے بارے میں پہلے ہی بتا دیا تھا، ایک کھانے کے موقع پر انہوں نے اپنے حواریوں سے کہا کہ تمہیں میں سے ایک شخص جو میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈال رہا ہے، مجھے پکڑوائے گا، اس پر سب حواری نہایت دل گیر ہوئے، بالآخر وہی ہوا، آپ علیہ السلام کے ایک حواری یہودا اسکریوتی نے چند ٹکوں کے عوض آپ کو پکڑوا دیا۔

❷ اس رومی گورنر کا نام پیلاطس تھا۔ یہ قیصر روم کی طرف سے شام و فلسطین کا مقرر کردہ حاکم تھا، اسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بے گناہی کا احساس ہو گیا تھا مگر محض یہودیوں کے بلوے کے خدشے کے پیش نظر اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کرنے کے لیے سپاہیوں کے حوالے کر دیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امامتِ ابراہیمی علیہ السلام:

اللہ رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ (البقرہ: ۱۲۴)

''اے ابراہیم میں تجھے لوگوں کا امام بناتا ہوں۔''

امامت کا یہ انعام بھلا کس وجہ سے ملا؟ فرمانبرداری کی وجہ سے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ﴾ (البقرہ: ۱۳۱)

اللہ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا! تو میرا فرمانبردار بن جا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! میں تو پہلے ہی تیرا فرمانبردار ہوں بلکہ فوراً سرِ تسلیم خم کر دیا اور کہا:

﴿اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝﴾ (البقرہ: ۱۳۱)

''اے اللہ! میں تیرا فرمانبردار بن گیا''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو درجۂ امامت پر فائز کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر چند آزمائشیں ڈالیں جن سے وہ سرخرو ہو کر نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ (البقرہ: ۱۲۴)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب ساری آزمائشوں میں پورے اترے، تب جا کر اللہ تعالیٰ نے انہیں امامت کے شرف سے سرفراز فرمایا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تابع کون؟

اب یہودی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر چلنے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور عیسائی بھی اس کے دعوے دار ہیں اور مسلمان بھی ایسا ہی دعوی رکھتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کس کا دعویٰ درست ہے؟ کون واقعی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پیروکار ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ فرما دیا:

﴿مَا كَانَ إِبْرٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (آل عمران: ٦٧)

اے یہودیو! سن لو سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہودی نہیں تھے۔ اے عیسائیو! تم بھی سن لو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نصرانی نہیں تھے، بلکہ وہ ان سب فرقہ وارانہ نسبتوں سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی راہ پر چلنے والے تھے، انہیں قوموں کی امامت اسی وجہ سے ملی تھی۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ فرمانبرداری کا مفہوم کیا ہے؟ اسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعات حیات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان پیش کرنا پڑی تو جان پیش کر دی، بیٹے اور بیوی کو حجاز کے بے آب و گیاہ ریگستان میں چھوڑنا پڑا تو چھوڑ دیا، بیٹا ہاتھ بٹانے کے قابل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ذبح کرنے کا حکم دے دیا، ابراہیم علیہ السلام یہ حکم بھی بجا لائے۔ تو یہ ہے حقیقی فرمانبرداری جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں۔

ایک بندۂ مومن کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زندگی اور ان کا طرزِ عمل مشعل راہ ہے، جس طرح انھوں نے ہر حکم الٰہی پر سر تسلیم خم کر دیا، اپنے جذبات و عواطف کو سدِ راہ نہیں بننے دیا۔ ٹھیک اسی طرح ایک مسلمان کو بھی اپنی خواہشات، اپنی آرزوؤں اور اپنی تمناؤں سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کے سامنے جھکا دینا چاہیے۔

آقائے دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت دین ابراہیمی علیہ السلام کی تکمیل ہی کے لیے تشریف لائے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا﴾ (النحل: ١٢٣)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے دین ابراہیمی کی تکمیل کرنا ہے۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔''

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حجۃ الوداع کے موقع پر اسلام کی تکمیل اور اتمام کے بارے میں قرآن کی یہ مشہور آیت اتری:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: ۳)

وہ دین جو اللہ رب العزت نے سیدنا آدم علیہ السلام کو دے کر بھیجا تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کی نشاۃ ثانیہ کی اور سرور بزم کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اس کی تکمیل کی۔ آج مالک کائنات نے اپنی رحمت وشفقت سے اسلام کو درجۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے، اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور اس دین کو تمہارے لیے پسند کر لیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فرماں برداری اور ہمارا طرزِ عمل:

شروع میں تلاوت کی گئی آیات میں ایک ایسی صالح اور پاکیزہ جماعت کا تذکرہ ہے جسے اللہ کریم نے ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ کا سرٹیفکیٹ دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ منفرد اور عالی قدر اعزاز کس وجہ سے ملا؟ اپنے رب کی فرمانبرداری اور تابعداری کی وجہ سے۔

اگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ہماری ہی طرح کلمہ پڑھتے، ہماری ہی طرح زبانی کلامی اسلام کے دعوے دار ہوتے، اسلام کے حکموں سے انحراف کرتے اور اسلام کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دیتے تو کسی صورت بھی انہیں رب کی رضا اور خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل نہ ہوسکتا، جہاں تک ہماری بات ہے تو یہ بالکل واضح ہے کہ ہماری دینی حالت اتنی ناگفتہ بہ اور کمزور ہے کہ نہیں معلوم ہم اللہ تعالیٰ کی آخری بارگاہ میں کامیاب وکامران ٹھہریں گے یا خائب وخاسر اور ناکام رہیں گے۔ جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بے مثال فرمانبرداری سے اپنے رب کو راضی کیا، ٹھیک اسی طرح حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی کمال فرمانبرداری کے ساتھ اپنے رب کو راضی کر لیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرمایا اللہ کریم نے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾ (الفتح: ۲۹)

یہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ساتھ آپ کے ہم نشینوں کا اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا دل نشین تذکرہ ہے۔ انہوں نے اپنے رب کو راضی کیا، کیسے راضی کیا؟

﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ (الفتح: ۲۹)

انہوں نے اپنے رب کو اس طرح راضی کیا کہ چاہے خوشی ہو، چاہے غمی ہو یا زندگی کا کوئی کتنا ہی سخت ترین مرحلہ درپیش ہو، وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ کافروں کے مقابلے میں انتہائی سخت اور آپس میں بہت رحمدل اور شفیق ہیں۔ ان کی یہ خوبی اللہ کو بہت پسند ہے۔ غزوۂ بدر میں کفر و اسلام کی معرکہ آرائی دیکھ لیجئے۔

کفر و اسلام کی معرکہ آرائی:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر میں ہیں اور ان کا بھائی عقیل غیر اسلامی لشکر میں ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر میں ہیں، ان کا بیٹا عبد الرحمٰن بن ابی بکر کافروں کے لشکر میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی لشکر میں ہیں۔ آپ کے چچا عباس اور ابولہب کفر کے لشکر میں ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر میں ہیں، ان کا سگا ماموں کفر کے لشکر میں ہے۔ ان سب کی خون کی بناء پر رشتہ داریاں ہیں، باہمی محبت بھی ہے مگر دوسری طرف فکر و عقیدہ کی بنیاد پر ان کے درمیان ایسا بعد ہے کہ دونوں گروہ الگ الگ ملتوں میں تقسیم ہو کر رہ گئے ہیں۔ خونی رشتہ داریاں عقیدہ و نظریہ کے سامنے ہیچ ہو گئی ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد الرحمٰن کا اپنے زمانۂ کفر میں اپنے باپ سے آمنا سامنا ہوا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: او خبیث میرا مال کہاں ہے تو کافر بیٹا کہنے لگا کہ بڑھاپے نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کی عقل پر پردہ ڈال دیا ہے اور آپ کی عقل ماری گئی ہے۔ اس لیے آپ مجھ سے اپنا مال طلب کر رہے ہیں۔

اس واقعہ کے برسوں بعد اللہ کریم نے عبدالرحمٰن کو اسلام کی سعادت سے ہم کنار کیا۔ ایک دن دونوں باپ بیٹا بیٹھے تھے کہ عبدالرحمٰن کہنے لگے۔ ابا جان! بدر کے میدان میں آپ میری تلوار کی زد میں تھے مگر احترام پدری کے باعث میں نے کسی بھی اقدام سے گریز کیا۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اگر تم میری زد میں آجاتے تو میں تجھے بیٹا سمجھ کر ہرگز نہ چھوڑتا، کیونکہ تو اس وقت اللہ کا دشمن تھا، اللہ کی محبت اور فرمانبرداری کا تقاضا یہ تھا کہ میں تیری گردن تن سے جدا کر دیتا۔

لیکن آج مسلمان اہل کفر سے دوستیاں کرتے ہیں، ان سے رشتہ داریاں قائم کرتے ہیں، اپنا مال ان کے بنکوں میں جمع کرواتے ہیں۔ ان سے ہر طرح کے فائدے اٹھاتے ہیں، رشوتیں لیتے ہیں اور اپنی قوم کے ساتھ غداری کرتے ہیں۔

اوصافِ صحابہ رضی اللہ عنہم

یہ تو ہمارا حال ہے مگر جس جماعت کا ذکر ہو رہا ہے، وہ کافروں کی دشمنی میں سخت ہے اور مومنوں کے لیے انتہائی مہربانی کی حامل ہے۔ اگر تم دیکھو تو وہ قیام میں ہوں گے، کبھی سجدوں میں ہوں گے اور کبھی رکوع میں جھکے ہوں گے، وہ قیام، رکوع اور سجدوں میں کیا کرتے ہیں؟

﴿يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ (الفتح : ۲۹)

”وہ اپنے رب کا فضل تلاش کرتے ہیں اور اپنے اللہ کی خوشنودی کے طلب گار ہیں۔“

﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ﴾ (الفتح : ۲۹)

”ان کی یہ نشانیاں اللہ کریم نے تورات و انجیل میں پہلے سے بیان کر دی تھیں۔“

کہ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کی کثرت کی وجہ سے محراب پڑ جائیں گے۔

﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ (الفتح : ۲۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس سے اگلے الفاظ ذرا غور و تدبر سے سنیں تو آپ کو پورا مضمون سمجھ میں آجائے گا۔

﴿كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ﴾ (الفتح : ٢٩)

آغاز دعوتِ اسلام:

جب آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت کا آغاز کیا تو بنو ہاشم کے ۴۵ افراد کو جمع کر کے انہیں اسلام پیش کیا، مگر آپ کے اپنے خاندان میں سے کسی نے بھی اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ سوائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے جن کی عمر سب سے کم تھی، نبی کریم ﷺ نے تین دفعہ اسلام پیش کیا، بنو ہاشم نے تینوں دفعہ انکار کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تینوں دفعہ کھڑے ہو کر اپنے آپ کو پیش کیا۔

اس کے بعد ایک دفعہ پھر آپ ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر اپنی قوم کو پکارا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو اس پر بدبخت ابولہب نے معاذ اللہ آپ ﷺ کی شان اقدس میں نہایت نازیبا الفاظ کہے۔ اس کے جواب میں پوری سورت لہب اتری۔

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝﴾ (اللهب : ١) [1]

اسلام کی دعوت سے پہلے ابولہب آپ سے محبت کرتا تھا مگر دعوت کے بعد ایڑی چوٹی سے آپ ﷺ کی مخالفت کرنے لگا۔ اس نے کہا اے بھتیجے جو دین تو پیش کر رہا ہے اور تمہارا دعویٰ ہے کہ یہی اصل دین ابراہیمی ہے، ہم کبھی یہ دین قبول نہ کریں گے۔ سارے عربوں کا اسے مان لینا تو دور کی بات ہے، اسے تو تیرا اپنا خاندان بھی تسلیم نہ کرے گا۔ اگر تیرے خاندان نے اسے قبول کر بھی لیا تو تیرا خاندان سارے عرب کے ساتھ نہیں لڑ سکے گا۔

اللہ رب العزت نے یہاں مثال بیان فرمائی ہے:

﴿كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى﴾ (الفتح : ٢٩)

---

[1] دیکھیں: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، حدیث: ٤٧٧٠، صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ٢٠٨.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام اپنے آغاز کے وقت ایک انگوری کی مانند تھا۔ انگوری جب زمین سے نکلتی ہے تو بڑی کمزور ہوتی ہے اور پھر وہ اپنی جڑ کے اوپر مضبوط کھڑی ہو جاتی ہے اور لہلہانے لگتی ہے۔

اہل کفر اسلام کی کھیتی کو لہلہاتے ہوئے دیکھ کر برداشت نہیں کر پاتے۔

﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ (الفتح : ۲۹)

گویا اہل کفر کے سینوں پر مونگ دلا جا رہا ہے۔

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (الفتح : ۲۹)

اس کے برعکس وہ لوگ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کریں گے، نیک عمل کو اپنا شعار بنائیں گے، اللہ انہیں دنیا وآخرت کی کامیابیوں سے سرفراز فرمائیں گے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بے مثال شجاعت:

تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی پورا عرب اسلام کے زیرنگیں آچکا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے باطل پوری قوت کے ساتھ اہل اسلام پر پل پڑا تھا، کہیں مدعیان نبوت کی شورشیں تھیں، کہیں مانعین زکوۃ کا گروہ تھا۔ کہیں روم کے عساکر قاہرہ تھے اور کہیں عرب قبائل میں پھیلنے والی ارتداد کی طاقت ورلہر تھی۔

لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست ایمانی اور بے مثال جرأت و بہادری سے ان سب باطل گروہوں اور شیطانی لشکروں کی بیخ کنی کی، اسلام کی طرف بڑھنے والا ہر قدم روک دیا اور اسلام کی طرف اٹھنے والی ہر ناپاک آنکھ نکال باہر کی۔

عہدِ فاروقی میں اسلامی سلطنت کی وسعت:

جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور حکومت آیا تو اللہ کریم نے اسلام کو بے انتہا وسعت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بخش دی۔ ان کے دور میں بائیس لاکھ مربع میل کا علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل ہوا۔

یہاں میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔ مورخین بالعموم کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بائیس لاکھ مربع میل کے علاقے پر حکومت کرتے تھے۔ لیکن یہ بات باوجوہ درست نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں بائیس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا۔ دس لاکھ مربع میل کا علاقہ پہلے سے اسلامی حکومت کے زیر نگیں تھا۔ اس طرح بتیس لاکھ مربع میل کے مجموعی رقبے پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ رقبہ بڑھ کر چوالیس لاکھ مربع میل ہو گیا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں جو علاقے فتح ہوئے، ان کے رقبے ملاحظہ کیجیے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران فتح ہوا جو آٹھ لاکھ مربع میل پر مشتمل تھا۔ عراق فتح ہوا، اس کا رقبہ چار لاکھ مربع میل تھا۔ اردن، فلسطین اور شام کے علاقے فتح ہوئے۔ ان کا مجموعی رقبہ چار لاکھ مربع میل تھا، ایشیائی ترکی کے علاقے اسلام کے زیر نگین آئے جو دو لاکھ مربع میل پر مبنی تھے۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مصر فتح ہوا، یہ علاقہ چار لاکھ مربع میل پر مشتمل تھا۔ ان سب کا مجموعی رقبہ بائیس لاکھ مربع میل بن جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آزمائش:

پھر بالآخر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم پر اللہ کی آزمائش آئی اور ایک دفعہ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یہودیوں اور مجوسیوں کی مشترکہ سازش کے نتیجے میں شہید ہوئے۔ اب مسلمان گروہوں میں بٹ گئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساڑھے پانچ سالہ دور حکومت میں جمل وصفین کے خون ریز معرکے وقوع پذیر ہوئے جو منافقین کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ تھے۔ ان رزم آرائیوں میں ستر ہزار مسلمان شہید ہو گئے۔

جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی فرمانبرداری کا عہد کیا تو اللہ کریم نے ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر مختلف آزمائشیں ڈال کر آزمایا، وہ ہر آزمائش سے سرخرو ہو کر نکلے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی آزمائش میں ڈال کر آزمایا، وہ بھی ان آزمائشوں کی بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ ظرفی:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کو دیکھئے،اس میں مسلمانوں کے لیے ایک آزمائش تھی، باغیوں نے چالیس دن تک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا، اس دوران انصار آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: خلیفہ اگر اجازت دیں تو ان باغیوں اور بلوائیوں کو قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے فرمایا خلیفہ ہونے کے ناطے میں آپ کو جو حکم دوں وہ حق ہے، لیکن میں تمہیں ان سے لڑنے کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔

پھر موقع حج سے ذرا پہلے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جیسے طاقتور گورنر حاضر ہوئے۔ انہوں نے بھی آپ سے اس کی اجازت طلب کی، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی اجازت نہ دی۔ بلکہ فرمایا! میں اپنی جان دے دوں گا، لیکن مسلمانوں میں خون ریزی کبھی برداشت نہیں کروں گا۔ ❶

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ان سے پہلے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت پر نظر ڈالئے۔ وہ بھی اسلام کے مخالفین اور معاندین کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش تین افراد نے کی تھی۔ ان میں سے ایک ابولؤلؤ فیروز مجوسی تھا جو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، دوسرا جفینہ عیسائی تھا اور تیسرا ایرانی عہدے دار ہرمزان تھا۔ جو کسریٰ ایران یزدگرد کا قریبی عزیز تھا، یہ مؤخر الذکر شخص بڑا فریبی اور شاطر تھا۔ یہ مسلمانوں کو بار بار دھوکہ دیتا اور دجل وفریب سے انہیں قتل کر دیتا۔ اس طرح اس کے ہاتھ سینکڑوں مسلمانوں کے خون سے رنگین ہو گئے۔ اس کا طریقۂ واردات یہ تھا کہ وہ مسلمانوں سے بظاہر صلح کر لیتا اور پھر انہیں غافل پا کر اچانک ان پر دھاوا بول دیتا۔

❶ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ طبری، البدایۃ والنہایۃ وغیرہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بالآخر یہ کمینہ صفت اور کینہ پرور مجوسی گرفتار ہوا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد نبوی میں سنگ ریزوں پر آرام فرما رہے تھے۔ انہیں جگا کر بتایا گیا کہ یہ دشمن اسلام پکڑا گیا ہے جس نے بہت سے مسلمانوں کو دھوکہ دے کر شہید کیا ہے۔ یہ شاہانہ لباس میں ملبوس تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لباس پر پیوند لگے ہوئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس مرد درویش کو وہ رعب و دبدبہ عطا فرما رکھا تھا کہ دشمن انہیں دیکھ کر مرعوب اور خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ہرمزان بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا، اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ قتل کر دیا جائے گا، اس لیے اس نے اپنی زندگی بچانے کے لیے ایک حیلے سے کام لیا۔

اس نے کہا امیر المؤمنین مجھے سخت پیاس لگی ہے، میں اس وقت تک آپ کے سوالوں کے جواب نہیں دے سکتا جب تک آپ مجھے پانی نہ پلا دیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا، اسے پانی پلایا جائے۔ جب اسے پانی پیش کیا گیا تو وہ پیالہ لے کر کھڑا ہو گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا پانی کیوں نہیں پیتے؟ اس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ پانی پینے سے پہلے ہی قتل نہ کر دیا جاؤں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہیں تمہیں پانی پینے سے پہلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ سن کر اس نے پانی زمین پر گرا دیا اور کہنے لگا آپ نے مجھے امان دے دی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تجھے امان نہیں دی۔ صرف پانی پینے کی اجازت دی ہے۔ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، امیر المؤمنین! بے شک اس نے حیلہ گری سے کام لیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک حاکم، خلیفہ اور اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ اس نے حیلہ بھی کیا ہے تو آپ اس کو امان دے دیں۔

اب یہ تین افراد تھے جنہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی سازش تیار کی تھی۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ گواہی دیتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دو دن پہلے میں ان تینوں کے پاس سے گزرا تو یہ گھبرا کر بھاگے اور ان کے پاس سے ایک خنجر گرا، جو بعد میں انہیں دے دیا گیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب یہ خنجر سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دکھایا گیا تو انہوں نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور کہا کہ یہ تو وہی خنجر ہے جو میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے ان فلاں فلاں افراد کے پاس دیکھا تھا۔ ❶

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پس پردہ محرکات:

اب آپ کہیں گے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں شہید کیا گیا؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے ہمیں اس وقت کی عالمی صورت حال پر نظر ڈالنا ہوگی۔

جزیرہ نمائے عرب ❷ کے آس پاس اس زمانے میں دو سپر پاورز، دو عالمی طاقتیں اور دو عالمگیر قوتیں روم اور ایران کے نام سے موجود تھیں۔ جو کئی صدیوں سے دنیا کے ایک بڑے علاقے پر براجمان تھیں۔ کوئی تیسرا ملک ان کی ٹکر کا نہیں تھا۔ ان کے مخصوص تمدن تھے۔ ان کی اپنی اپنی تہذیب اور معاشرت تھی، یہ اپنے دور کی متمدن قوتیں تھیں، علوم و فنون اور تہذیب و حضارت کے شعبوں میں ان کا تفوق اور برتری بلاشبہ تسلیم شدہ تھی۔

---

❶ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ طبری، البدایۃ والنہایۃ۔

❷ جزیرہ خشکی کے ایسے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو سمندر کے بیچ میں واقع ہو جس کو چاروں طرف سے سمندر نے گھیر رکھا ہو اور جزیرہ نما ایسے خطۂ ارض کو کہتے ہیں جس کے تین طرف سمندر واقع ہو اور چوتھی سمت خشکی سے ملحق ہو۔ عرب کا محل وقوع بھی کچھ اس طرح کا ہے۔ اس کے مغرب میں بحر احمر اور جزیرہ نمائے سینا ہے، مشرق میں خلیج فارس اور جنوبی عراق کا ایک بڑا حصہ ہے۔ جنوب میں بحیرہ عرب ہے جو درحقیقت بحر ہند کا پھیلاؤ ہے اور شمال میں ملک شام اور کسی قدر شمالی عراق ہے۔

محل وقوع سے اندازہ ہوتا ہے کہ عرب کے تین اطراف سمندر سے ملتے ہیں اور ایک خشکی سے، اس لیے اسے جزیرہ نما عرب کہا گیا ہے۔ جزیرہ نما عرب کا مجموعی رقبہ بارہ لاکھ مربع میل ہے۔

جزیرہ نمائے عرب طبعی اور جغرافیائی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اندرونی طور پر یہ ہر چہار جانب سے صحراؤں اور ریگستانوں سے گھرا ہوا ہے، جس کی بدولت یہ ایسا محفوظ قلعہ بن گیا ہے کہ بیرونی قوموں کے لیے اس پر قبضہ کرنا اور اپنا اثر ونفوذ پھیلانا سخت مشکل ہے، یہی وجہ ہے کہ قلب جزیرۃ العرب کے باشندے عہد قدیم سے اپنے جملہ معاملات میں مکمل طور پر آزاد اور خودمختار نظر آتے ہیں، حالانکہ یہ ایسی دو عظیم طاقتوں کے ہمسایہ تھے کہ اگر یہ ٹھوس قدرتی رکاوٹ نہ ہوتی تو ان کے حملوں کو روک لینا باشندگان عرب کے بس کی بات نہ تھی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کے مقابلے میں عرب بالکل جاہل، غیر متمدن اور پسماندہ تھے۔ ان کی کوئی مرکزی حکومت نہ تھی، یہ کسی قانون اور ضابطہ کے پابند نہ تھے۔ قبائلی نظام نے ان کی وحدت کو پارہ پارہ کر رکھا تھا۔ صدیوں سے ان کو کوئی ایسا لیڈر نہ ملا تھا جو ان منتشر قبائل کو متحد کر کے انہیں ایک قوت بنا دیتا۔ ان خرابیوں کی وجہ سے روم و ایران کی قوتیں عربوں کو خاطر میں نہیں لاتی تھیں مگر جب اسلام آیا اور اسلام کے دائرہ میں آنے والوں کو سیدنا محمد ﷺ جیسا عظیم قائد، بے مثال لیڈر اور لاثانی رہنما ملا، جس نے اپنے پیروکاروں کی کچھ اِس نہج سے تربیت کی کہ ریگ زارِ عرب کے بسنے والوں میں یکا یک ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ ان کی خوابیدہ صلاحیتیں جاگ اٹھیں۔ برائی پسند عربوں میں صالحیت اور للّٰہیت کے نہایت اعلیٰ نمونے پیدا ہوئے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عرب ایک طوفان کی طرح اٹھے اور روم و ایران کی طاقتوں سے براہ راست ٹکرا گئے، جس کے نتیجے میں وقت کی یہ دونوں قوتیں مسلمانوں کے جوش وخروش اور ایمان افروز جذبات کے سامنے ڈھیر ہو گئیں۔

اب آپ جان سکتے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پیچھے کن کن قوتوں کے ہاتھ کارفرما تھے اور ان کے اغراض ومقاصد کیا تھے؟ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایران کی آتش پرست تہذیب اور ایشیائے کوچک کی بازنطینی مسیحیت کا بیڑا غرق کر دیا تھا، ان کی صدیوں پرانی حکومتیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئی تھیں۔

اس صورت حال میں باشندگان روم و ایران اور عرب کے یہودی سازشی سب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دشمن ہو گئے تھے اور اپنے انتقام کی آگ کو سرد کرنے کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے سے ہٹا دینے کے آرزو مند تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جونہی انہیں موقع ملا انہوں نے اسلام کے اس روشن ستارے کو، مہتاب عالمتاب کو اور نیر تاباں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا، تاکہ وہ اسلام کے سیل رواں کو روک سکیں۔ لیکن اس طرح کے اوچھے ہتھکنڈوں سے یہ سیلاب تند و تیز کیسے رک سکتا تھا؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ کے بعد بھی اسلام کے قدم نہایت برق رفتاری کے ساتھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اٹھتے رہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سارا شمالی افریقہ، سنٹرل ایشیاء اور افغانستان وسوڈان جیسے بڑے بڑے علاقے اسلامی سلطنت کا حصہ بنے۔

الغرض اللہ کریم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے جوش جہاد اور بے مثال جرأتوں کے سبب دنیا میں ان کی دھاک بٹھادی اور قرآن میں ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ﴾ کہہ کر ان کے لیے اپنی خوشنودی کا اظہار کردیا۔

اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فرمانبرداری اور اطاعت وانقیاد کا بے مثال جذبہ تھا، اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔ جب شراب کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دے دیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ مدینہ کی گلیوں میں اعلان کردیں کہ آج سے شراب حرام کردی گئی ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ۝﴾

(المائدہ : ۹۰)

اس وقت تک شراب کی قطعی حرمت نہیں ہوئی تھی اور لوگوں میں ابھی اس کا چلن باقی تھا، کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم پی لیتے تھے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حرمت خمر کا اعلان کرتے ہوئے مدینے کی گلیوں سے گزرے، جب کچھ دیر بعد واپس پلٹے تو دیکھا کہ شمع نبوت کے پروانوں نے شراب کے مٹکے توڑ کر گلیوں میں بہادیئے ہیں۔ مدینے کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ یہ ہے حقیقی فرمانبرداری کہ ادھر لسان نبوت سے کوئی حکم نکلا، ادھر جاں نثاران رسول نے اپنی گردنوں کو خم کردیا۔ ❶

اسلام کی برق رفتار نشر واشاعت:

اطاعت وفرمانبرداری کی یہ مثالیں ہمیں بعد کے ادوار میں بھی ملتی ہیں۔ علماء، متعدد

❶ صحیح بخاری، کتاب المظالم، حدیث : ۲٤٦٤.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلفاء، محدثین اور راویان حدیث نے ایسی کئی مثالیں چھوڑی ہیں۔ الغرض مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی کوششوں سے اسلام ترقی کرتا اور پھیلتا رہا۔ نبی کریم ﷺ نے ۶۳۲ھ میں انتقال فرمایا اور ۷۳۲ء تک صرف ایک صدی کے اندر اندر مسلمان شمالی افریقہ کے آخری خطے المغرب (مراکش) تک پہنچ چکے تھے۔ اس دور کا معروف فاتح عقبہ ❶ بن نافع رحمہ اللہ شہروں پر شہر فتح کرتا ہوا، خدا کی حاکمیت کا پھریرا لہراتا ہوا، اپنے گھوڑے پر اڑا چلا جا رہا تھا، جوشِ جہاد سے لبریز سپہ سالار کا گھوڑا خشکی پر تانیں اڑاتا ہوا معاً بحر اوقیانوس میں اتر گیا، اس پر اُس کی زبان سے نکلا، اے اللہ تیری زمین ختم ہوگئی ہے۔ اگر میں جانتا کہ زمین اس سے آگے بھی موجود ہے تو میں تیرے دین کو وہاں بھی پہنچا دیتا۔

---

❶ عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کا شمار اسلام کے بڑے بڑے فاتحین اور سپہ سالاروں میں ہوتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی ولادت دورِ رسالت کے آخری دنوں میں ہوئی۔ آپ معروف اسلامی کمانڈر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے۔ عنفوانِ شباب ہی سے انہوں نے اپنے ماموں کی کمان میں مصر کی فوجی مہمات میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات ۴۳ھ سے قبل انہیں افریقی فوجوں کا سپہ سالار مقرر کر دیا تھا۔ اسی زمانے میں انہوں نے سوڈان پر پے در پے حملے کر کے اس ملک کا بیشتر حصہ فتح کر لیا۔

۵۰ھ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کو افریقہ کی مہمات کا قائد مقرر کیا۔ چنانچہ انہوں نے دس ہزار سرفروش مجاہدوں کے ساتھ ایسی دلیرانہ کاروائیاں کیں کہ بلادِ مغرب میں ایک زلزلہ آ گیا۔ انہوں نے رومیوں اور بربروں کو شکستوں پر شکستیں دیں۔

عقبہ شہروں پر شہر فتح کرتا ہوا شمالی افریقہ کی آخری سرحد پر پہنچ گیا تھا۔ اس سے آگے بحر ظلمات (بحر اوقیانوس) تھا۔ پرانے زمانے میں اسے بحر ظلمات غالباً اس لیے کہا جاتا تھا کہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس سے آگے کیا ہے۔ یہ بحر الکاہل کے بعد دنیا کا دوسرا بڑا سمندر ہے جس کا رقبہ ۸۵ ملین کلو میٹر ہے۔ اس کی اوسط گہرائی ۳۹۰۰ میٹر ہے۔ یہ دنیا کی اہم ترین اور مصروف ترین بحری تجارتی شاہراہ ہے۔

عقبہ رحمہ اللہ نے اپنا برق رفتار گھوڑا سمندر میں ڈال دیا، آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا: اے خدا! اگر سمندر بیچ میں حائل نہ ہو جاتا اور زمین ختم نہ ہو جاتی تو میں برابر فتح کے پھریرے اڑاتا اور تیری توحید کے نغمے الاپتا آگے بڑھتا چلا جاتا۔

عقبہ رحمہ اللہ کا ایک اور قابلِ فخر کارنامہ جسے تاریخ نے اپنے صفحات میں زندہ رکھا ہے، قیروان کی ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علامہ اقبال رحمۃ اللہ نے اس واقعہ کی کیا خوب ترجمانی کی ہے:

دشت تو دشت تھے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اا۷ء میں طارق ❶ بن زیاد نے مراکش سے نکل کر ایک آبنائے عبور کر کے چھ لاکھ مربع

⇦⇦ عظیم فوجی چھاؤنی کا قیام ہے۔ جس جگہ پر چھاؤنی تعمیر کی گئی وہاں گھنا جنگل تھا، جو حشرات الارض اور خون خوار درندوں کا مسکن تھا۔ عقبہ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور پھر پکار کر باآواز بلند کہا، اے سانپو! اور اے درندو! ہم رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین ہیں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ ہم یہاں اقامت اختیار کرنے والے ہیں۔ اگر تم یہاں سے نہ گئے تو ہم تمہیں ہلاک کرنے میں آزاد ہوں گے۔

اس اعلان کے بعد چشم فلک نے عجیب نظارہ دیکھا۔ تمام درندے اور حشرات اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے جنگل سے بھاگ رہے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا جنگل ان کے وجود سے خالی ہو گیا، چنانچہ درخت کاٹ کر یہاں چھاؤنی تعمیر کی گئی جو جلد ہی ایک بڑے شہر کا روپ دھار گئی، یہ شہر عرب ملک تیونس کے علاقے میں ہے۔

اللہ کا یہ شیر عمر بھر اسلام کے پرچم کو بلند رکھے ہوئے جہاد وقتال میں مصروف رہا، بالآخر ۶۵ھ میں ایک نام نہاد مسلمان، غدار بربری سردار کسیلہ برتسی نے الجزائر کے معروف مقام بسکرہ کے قریب دھوکہ دہی سے انہیں شہید کر دیا۔ یہ جگہ آج بھی ان کے نام پر ''سیدی عقبہ'' کہلاتی ہے۔ عقبہ نے اپنی نوک شمشیر سے جن خطوں پر اسلام کے نقش ونگار بنائے تھے وہ ہمیشہ کے لیے اسلام کا حصہ بن گئے۔

❶ خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی کے زمانے میں موسیٰ بن نصیر مراکش اور اس کے گرد ونواح کے علاقوں کا گورنر تھا۔ اس کے ہمسائے میں اندلس کا ملک واقع تھا۔ بس دونوں کے درمیان ایک سمندری پٹی حائل تھی۔ اس زمانے میں اندلس کا حکمران راڈرک تھا۔ وہ ایک عمر رسیدہ، تجربہ کار ہوشیار اور بیدار مغز آدمی تھا، مگر تھا بڑا ظالم سفاک، سنگدل اور عیاش، اہل اندلس اس کے ظلم وستم سے بہت تنگ تھے۔ ظلم کی ماری ہوئی عوام نے موسیٰ بن نصیر سے دادرسی کی التجا کی۔ موسیٰ بن نصیر نے دربارِ خلافت سے اجازت پا کر ۹۲ھ میں اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے، طنجہ کے گورنر طارق بن زیاد کو سات ہزار کی فوج دے کر اندلس کی طرف روانہ کر دیا۔

طارق سمندری پٹی عبور کر کے اندلس کی مشرقی ساحلی چٹان پر اترا، جو بعد میں اس کے نام پر ⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میل پر پھیلے ہوئے ملک اندلس پر حملہ کر دیا اور پر جوش معرکہ آرائیوں کے بعد اسے فتح کر لیا، بعد کے ادوار میں مسلمانوں نے فرانس کے بھی تین شہر فتح کر لیے اور بالآخر مسیحی مرکز قسطنطنیہ فتح کر کے مشرق سے عیسائیت کا خاتمہ کر دیا، اللہ کا یہ فرمان سچ ثابت ہوا۔

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ (الفتح : ۲۸)

غیر قوموں کی نقالی:

اللہ تعالیٰ نے عرش پر فیصلہ کر لیا ہے کہ میں دین اسلام کو ادیانِ عالم پر غالب کروں گا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو کون بدل سکتا ہے؟ آج اگر امریکہ، روس، جاپان، چین اور یورپ کی تمام قوتیں مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جائیں مگر مسلمان اللہ رب العزت کی فرمانبرداری کا

⇦ ''جبل الطارق'' کہلائی، جسے آج کل ''جبرالٹر'' کہا جاتا ہے جو جبل الطارق کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

یہاں پہنچ کر طارق نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ان کشتیوں کو جلا دیا جن پر سوار ہو کر وہ یہاں پہنچے تھے۔ تاکہ مسلمان واپسی کا خیال دل سے نکال دیں اور پوری ہمت، بہادری اور یکسوئی کے ساتھ لڑیں۔

راڈرک کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ان لفظوں میں دی گئی۔ بادشاہ! ہمارے ملک پر ایسے لوگوں نے حملہ کر دیا ہے جو نہ معلوم آسمان سے اترے ہیں یا زمین سے نکلے ہیں۔ راڈرک فوراً ایک لاکھ کیل کانٹے سے لیس فوج کے ساتھ مقابلے میں آیا، آٹھ دن برابر لڑائی ہوتی رہی، آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح بخشی اور دشمن ستر ہزار لاشیں چھوڑ کر بھاگ گیا، خود راڈرک بدحواسی کے عالم میں دریا میں گرا اور ڈوب کر مر گیا۔ اس جنگ میں تین ہزار مسلمان بھی شہید ہوئے۔

اس کے بعد طارق دم لینے کے لیے بیٹھا نہیں بلکہ دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے شہروں پر شہر فتح کرتا چلا گیا اور پورے اندلس کو اپنے زیر نگیں کر لیا۔ اس زمانے کا اندلس، اسپین، پرتگال، اور جنوبی فرانس کے کچھ علاقوں پر مشتمل تھا۔ جس کا مجموعی رقبہ چھ لاکھ مربع میل اور آبادی اڑھائی کروڑ نفوس پر مبنی تھی۔

مسلمان یہاں آٹھ صدیوں تک حکمران رہے۔ ان آٹھ سو سالوں میں مسلمانوں نے یہاں علم و حکمت اور تہذیب و دانش کے وہ چراغ روشن کیے جن سے یورپ کے ظلمت کدے جگمگا اٹھے۔ مسیحی دنیا اندھیروں اور تاریکیوں سے نکل کر علوم و فنون، تہذیب و شائستگی اور تمدن و حضارت سے آشنا ہوئی۔

بالآخر مسلمان پندرہویں صدی عیسوی کے اواخر میں یہاں سے نکالے گئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

راستہ اختیار کرلیں تو یقین کیجئے ساری دنیائے کفرمل کر بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ لیکن جب ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا راستہ چھوڑ بیٹھے۔ ہماری خوشیاں اور غمیاں غیروں کی تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار بن گئیں، ہماری قدریں بدل گئیں، بے حیائی اور تماش بینی کا چلن عام ہوا اور ناچنے گانے والے طائفے ہمارے قومی ہیرو ٹھہرے تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں؟

مسلمان کا لفظی معنیٰ کیا ہے؟ اللہ کا فرمانبردار ہونا اور ہمارا یہ نام خود فاطر السموات والارض نے رکھا ہے۔

﴿هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (الحج : ۷۸)

''اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔''

اب ذرا اپنی غمیوں پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ مرنے والے کے لواحقین کے لیے تین دن کھانا بھیجیں، مگر ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ ابھی تکفین وتدفین کا عمل بھی مکمل نہیں ہونے پاتا کہ دیگیں پکنی شروع ہوجاتی ہیں۔ اب تو شادیوں میں اتنے نفیس کھانے نہیں ملتے، جتنے قل، ساتے میں ملتے ہیں۔ کیا ان خود ساختہ رسموں کو اپنا کر بھی ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں اور ہماری اطاعت وحکم برداری میں کوئی فرق نہیں آتا؟

شرک کی نحوست:

شرک سے بڑھ کر کون سا گناہ ہے؟ کیا ہم اس نحوست میں بھی پوری طرح مبتلا نہیں ہیں؟ بلاشبہ ہمارے اسلاف نے دعوت وارشاد کے میدان میں زریں کارنامے سرانجام دیئے مگر ہم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہیں ہی قبلۂ حاجات بنا لیا، انہی کی قبروں پر جا کر نہایت دلسوزی اور الحاح وزاری کے ساتھ اپنی التجائیں پیش کرتے ہیں اور نہ جانے کن کن خرافات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ زمانے بھر کی بدقماش عورتیں بھی یہ گمان رکھتی ہیں کہ اگر وہ بزرگوں کے عرس میں شریک ہوگئیں تو ان کے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ یہ ہمارے تصورات ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو اسلام سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔

بتایئے امامت وخلافت آپ کو کیسے ملے؟ خلافت وامامت کی پہلی شرط تو فرمانبرداری ہے۔ اگر اس پہلی شرط ہی کے پورا کرنے میں ہم ناکام ہو گئے تو پھر دنیا کی قیادت وسیادت ہمیں کیونکر میسر آسکتی ہے؟

بڑی بڑی آزمائشیں تو دور کی باتیں ہیں ہم تو اپنی شادیوں اور غمیوں کو بھی اسلام کی تعلیم کے مطابق سرانجام نہیں دے رہے، ہماری یہ بنیادی تقریبات بھی اسلام سے انحراف کا مظہر ہیں۔

یہ انڈیا جو آپ کے شکر گڑھ اور سیالکوٹ سیکٹر پر بمباری کر رہا ہے۔ پہلے اس نے فالتو پانی چھوڑ کر ہمیں ڈبویا، مگر ہم اِن صنم پرستوں کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے ساتھ ضرور تجارت کرنی ہے۔ ہم تمہاری دوستی کے بغیر رہ نہیں سکتے، حالانکہ ان بدبختوں نے پانچ لاکھ کشمیریوں کو شہید کر دیا، لاکھوں عفت مآب عورتوں کی عزتیں پامال کیں۔ اندرون ہندوستان میں لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ مودی نے گجرات میں جو مسلمانوں پر لرزہ خیز مظالم ڈھائے، انہوں نے جنگلوں کے وحشی درندوں کو بھی شرما دیا ہے۔

آج ہم مسلمان ہو کر بھی اللہ کے فرمانبردار نہیں ہیں۔ مسلمان کا تو معنی ہی یہی ہے کہ وہ اپنے رب کا مطیع وفرمانبردار بندہ ہے لیکن اگر وہ رب کا فرمانبردار بندہ نہ بنے تو اسے کیا کہا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا مکمل مطیع وفرماں بردار بنائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تزکیہ نفس اور صحابہ رضی اللہ عنہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ أَشْھَدُ أَنْ لَّآ اِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰاۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا﴾ [الفتح: ۲۹]

محترم حضرات! خطبہ مسنونہ کے بعد [illegible] آیت [illegible] سورۃ الفتح کی [illegible]
چونکہ ہمیں [illegible] ہوتا [illegible] ہے [illegible] خطبہ جمعہ میں میں نے یہی آیت تلاوت کی ہے
اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے خصوصی طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف بیان فرمائی ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اپنی رضا مندی کا اظہار کیا ہے۔ اور ان کے طرز عمل اور ان کے نیک اعمال پر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔

بنی اسرائیل کی نافرمانی:

صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نیکی، پرہیز گاری اور تقویٰ واخلاق میں وہ مقام رکھتی ہے کہ جب سے دنیا بنی ہے دنیا میں ایسی جماعت پیدا نہیں ہوئی۔ دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے۔ ظاہر ہے وہ سب کے سب اپنی اپنی قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ سب نے دعوت وتبلیغ کے میدان میں بڑا کام کیا۔ جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا۔ جب بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی۔ اس وقت ان کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بحیرہ احمر عبور کر کے صحرائے سینا میں آ گئے۔

یہاں اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے سرداروں کو کوہ طور پر بلایا اور انہیں تختیوں پر لکھی ہوئی صورت میں تورات عطا فرمائی۔ اور انہیں کئی ایک انعامات سے نوازا۔ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات بخشی۔ یہ بنی اسرائیل پر بہت بڑا احسان تھا۔ کیونکہ غلام کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ غلام بھیڑ بکری کی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح آپ بھیڑ بکری کو منڈی سے جا کر خرید لیتے ہیں اسی طرح غلام انسانوں کو خریدا اور بیچا جا سکتا ہے۔ غلام اپنی تذلیل دیکھتا ہے مگر اپنی بے بسی کی وجہ سے مالک کی مرضی کے سامنے جھکا رہنے پر مجبور رہتا ہے کہ اس کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں۔

فرعون اور اس کی قوم کے ظلم وعدوان کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿يُذَبِّحُونَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ وَفِي ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ﴾ (البقرہ:۴۹)

”وہ تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اور اس حالت میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی۔"

وہ بدبخت بنی اسرائیل کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرتے تھے کہ ان کے بیٹوں کو تو ذبح کر دیتے تھے اور ان کی بیٹیوں کو عیاشی کے لیے زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ یہ بنی اسرائیل کے لیے واقعتاً ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔

بنی اسرائیل کی طرف صرف موسیٰ علیہ السلام ہی مبعوث نہ ہوئے تھے بلکہ بہت سے انبیاء علیہم السلام آئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام نبی ہوئے۔ ان کے بعد یکے بعد دیگرے نبیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر سیدنا داؤد علیہ السلام آئے۔ ان کے بعد سیدنا سلیمان علیہ السلام بھیجے گئے۔ سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کو تو مقامِ نبوت کے ساتھ ساتھ حکومت و سلطنت بھی عطا ہوئی۔ ان دونوں کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی انبیاء آئے سب کے سب بنی اسرائیل ہی کی طرف آئے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ (الحدید:٢٦)

"ہم نے ان دونوں (نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام) کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی۔"

یعنی نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اور چاروں کتابیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن بھی اسی سلسلے کے نبیوں پر نازل ہوئیں۔ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم فرمایا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اس سے صریحاً انکار کیا۔ سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بھی وہ جہاد سے جی چراتے رہے۔ حتیٰ کہ اس روگردانی کی وجہ سے سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام ان سے ناراض رہتے تھے اور ان کی مذمت کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود یہ اپنی اصلاح کے لیے تیار نہ تھے۔

فرشتوں کی ذمہ داریاں:

بنی اسرائیل کی اس مجموعی کیفیت کے باوجود انفرادی طور پر ان میں سے اچھے لوگ بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

موجود تھے جن کی پاک دامنی اور خدا خوفی کی وجہ سے فرشتے ان سے کلام کرتے تھے۔ حالانکہ عمومی طور پر فرشتے کسی امتی سے کلام نہیں کرتے۔ اگر وہ کسی مقرب بارگاہ الٰہی سے ہم کلام ہوتے ہیں تو یقیناً یہ ایک بڑے اعزاز کی بات ہے۔ ویسے فرشتے ہر انسان پر اترتے ہیں۔ انہیں کراماً کاتبین کہا جاتا ہے۔ یہ میرے اور آپ کے ساتھ بھی موجود ہیں۔ آپ کے ساتھ ان کی ڈیوٹی ہے۔ وہ شب و روز آپ کی ڈائری لکھتے ہیں۔ جو گناہ آپ سے سرزد ہوتے ہیں وہ بھی لکھتے ہیں اور جو آپ نیکیاں کرتے ہیں وہ بھی ساتھ ساتھ لکھتے جاتے ہیں۔ اور جب آپ کو قبر میں اتار دیا جاتا ہے تو فرشتے وہاں بھی حاضر ہوتے ہیں۔ آپ سے سوال جواب کرتے ہیں۔ ان فرشتوں کو منکر نکیر کہتے ہیں۔ اور پھر اس کے علاوہ بھی فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾

(الرعد:۱۱)

”اس (اللہ) کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔“

یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے کہ اس نے شیطان سے تحفظ کے لیے ہر انسان کے لیے دو دو فرشتے پہرے دار مقرر کر دیے ہیں۔ ایک فرشتہ آگے سے انسان کی حفاظت کرتا ہے اور دوسرا پیچھے سے۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان انسان کو ورغلا تو سکتا ہے، اس کے ذہن میں وسوسے تو ڈال سکتا ہے، اور گناہ کو اس کی نظروں میں مرغوب کر کے تو پیش کر سکتا ہے مگر وہ یہ اختیار نہیں رکھتا کہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ سے گناہ کروائے اور زبردستی آپ کو مجبور کرے کہ آپ شراب پئیں، بدکاری کریں، چوری کریں اور حرام کھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شیطان کے اس طرح کے تسلط سے محفوظ رکھا ہے۔

عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم

مؤرخین کے نزدیک سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آج سے چار ہزار سال پہلے کا ہے۔ اللہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نے ان کی اولاد میں سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک بیسیوں نبی بھیجے جن کا تذکرہ قرآن مجید اور دوسری الہامی کتابوں اور کتب تاریخ میں موجود ہے۔ ان سب کی امتیں تھیں اور سب کے بڑے باکمال اولین پیروکار تھے۔ جن میں جوش وجذبہ، عزیمت واستقامت اور یقین وایمان کی اعلیٰ صفات پائی جاتی تھیں مگر بایں ہمہ وہ اس مقام ومرتبہ کے حامل نہ بن سکے جس پر بعد میں سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ فائز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی تعریفیں بیان کی ہیں۔

اللہ کریم نے فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ (الفتح : ٢٩)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔ تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں (اور) اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں۔ سجدوں کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔''

ایک مشرک کی کارستانی:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ٹیلی ویژن تھے نہ سینما گھر، نہ کمپیوٹر تھے نہ موبائل فون اور نہ انٹرنیٹ۔ ہاں البتہ زندہ ڈراموں کی ایک شکل موجود تھی جیسے مکے میں ایک شخص تھا جس کے غلط کردار کے حوالے سے قرآن مجید میں یہ آیت اتری:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾

(آل عمران: 77)

''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں۔''

یہ شخص ایران جاتا جو اس وقت کی دنیا کا سب سے بڑا تہذیب یافتہ ملک سمجھا جاتا تھا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایرانی تمدن میں رقص و سرود، موسیقی اور ڈراموں وغیرہ کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ پورا ایرانی کلچر اس کا دلدادہ تھا۔ جیسے آج ہمارا نام نہاد اسلامی معاشرہ ان چیزوں سے بری طرح آلودہ ہے۔ چنانچہ یہ شخص ایران سے رستم واسفندیار کے افسانوں پر مشتمل ڈرامے لاکر مکے والوں کو سٹیج کر کے دکھاتا۔

ہمارا المیہ:

ذرا سوچیے! آج آپ کے پاس فراغت کے لمحات ہیں تو آپ کیا کرتے ہیں۔ موبائل فون پر ویڈیوز دیکھتے ہیں۔ یوٹیوب پر ایسے سین دیکھتے ہیں جو انسان کو گناہ میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق انسان آنکھوں سے بھی زنا کرتا ہے، کانوں سے بھی اس کا مرتکب ہوتا ہے اور ہاتھ پاؤں سے بھی ایسا کرتا ہے اور بالآخر شرمگاہ اس کو سچا یا جھوٹا کر دیتی ہے۔

آپ بے حیائی کا کوئی بھی سین دیکھتے ہیں، سینما گھر جا کر دیکھتے ہیں یا گھر میں ٹی وی پر مخرب اخلاق پروگرامز دیکھتے ہیں۔ اب تو ڈش انٹینا عام ہے جس پر ساری دنیا کے پروگرامز دیکھ لیے جا سکتے ہیں۔ بہر حال آپ ایسا کوئی بھی پروگرام دیکھتے ہیں جو انسان کو گناہ اور غلط کاری کی طرف لے جاتا ہے تو گویا آپ آنکھوں کا زنا کرتے ہیں۔ کانوں سے بے حیائی کی باتیں سن کر کانوں کا زنا کرتے ہیں۔ اور ہاتھوں سے غلیظ اور فحش ویڈیوز لگا کر ہاتھوں سے اس جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور آخر کار ان ابتدائی محرکات سے دل میں حرام کاری کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور پھر موقع ملنے پر انسان اس برائی میں عملاً ملوث ہو جاتا ہے۔

ہماری بے حسی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل:

آج اخباروں میں کیا چھپتا ہے؟ قوم کی بہو بیٹیوں کی نیم عریاں تصاویر شائع ہوتی ہیں۔ یہ اخلاق باختہ خواتین ہیں جو آپ کو دعوت گناہ دیتی ہیں۔ قوم کے منچلے نوجوان ان کی دعوت پر لبیک کہنے لگتے ہیں۔ اور ان کے دل و دماغ میں بدکاری کی ہوس پیدا ہونے لگتی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ لیکن نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ایسے نہ تھے وہ اپنے وقت کے شیطانی پروگراموں سے متاثر نہیں ہوتے تھے وہ اپنی آنکھوں، کانوں زبانوں اور ہاتھ پاؤں کو گناہ کی بے ہودگیوں سے محفوظ رکھتے تھے۔ یہی نہیں ان کے کردار واخلاق اتنے اجلے اور پاکیزہ تھے کہ وہ عزتوں کے محافظ تھے۔ خواتین کی عزت وناموس کی حفاظت کے لیے اپنی جان تک کی بازی لگا دیتے تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی زندگی کی مشکلات میں سے اگر فراغت کے لمحات ملتے تھے تو وہ ان کو بے کار مشغلوں میں ضائع نہیں کرتے تھے۔ وہ رب تعالیٰ کی عبادت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ کبھی ہاتھ باندھ کر قیام میں ہوتے، کبھی خمیدہ کمر رکوع میں ہوتے اور کبھی اپنی جبینِ نیاز کو زمین پر رکھے دکھائی دیتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف ومحاسن کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا﴾

(الفتح : ۲۹)

”تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں ہیں۔“

اب ذرا آپ دیکھیں، آپ کا وقت کیسے گزرتا ہے۔ یہ جمعے کا خطبہ آدھے پونے گھنٹے کا ہے۔ آپ اس کے لیے بڑی مشکل سے وقت نکال پاتے ہیں۔ اکثر لوگ اس وقت آتے ہیں جب آخری پانچ منٹ رہ جاتے ہیں۔ ان کے لیے جمعے کا پورا خطبہ سننا ایک بوجھ ہے۔ وہ دنیاوی گپ شپ اور فضول بحثوں میں گھنٹوں صرف کر دیں گے مگر مختصر سا خطبہ سننا ان پر گراں گزرتا ہے۔ یہی ہے ہمارے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان فرق۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کی خوشنودی کے طلب گار تھے۔ وہ خدا کے حضور عجز وانکساری سے روتے اور کہتے اے اللہ تو اپنا فضل وکرم ہمارے شامل حال فرما دے۔ اے اللہ تو ہماری بخشش فرما دے۔ اے اللہ تو ہمیں ایمان کی حالت میں موت نصیب فرما اور اے اللہ تو ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما دے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذوق عبادت:

نبی کریم ﷺ اکثر غزوات اور جنگوں کے دوران رات کو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسلامی لشکر کی حفاظت کے لیے پہرہ پر متعین کر دیتے۔ یہ پہرے دار صحابہ رضی اللہ عنہم اس وقت کو بھی یونہی نہ جانے دیتے بلکہ نوافل کی ادائیگی کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ نوافل میں قرآن پڑھتے، [1] ان پر رقت طاری ہوتی اور پھر ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے بھیگ جاتیں۔ اس حالت میں ان کی پکار یہ ہوتی تھی:

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ (آل عمران: ۱۹۲)

"اے اللہ تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے درحقیقت بڑی ذلت و رسوائی میں ڈال دیا۔ اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔"

قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم کی رفعت و عظمت کا تذکرہ کرتے ہوئے مزید کہتا ہے

﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ﴾ (آل عمران:۱۹۱)

"جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانیں ذکر الٰہی سے ہر وقت تر رہتی تھیں۔ وہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہوں تب بھی، اپنے کاروبار حیات میں مصروف ہوں تب بھی، اپنی مجلس میں بیٹھے ہوں تب بھی اور جب وہ دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد رات کو کمر سیدھی کرنے کے لیے اور ستانے کے لیے لیٹیں تب بھی اللہ کے ذکر اور حمد و ستائش میں مصروف ہوتے تھے۔

ناقدین صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں:

ہم میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں فلاں صحابی رضی اللہ عنہ نے غلطی کی، فلاں صحابی سے لغزش ہوگئی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان سے بہت کم غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اور اگر کہیں انسانی

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، حدیث: ۱۹۸، مسند احمد، حدیث: ۱٤۷۰٤۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقاضوں کے تحت وہ لغزش فکر کا شکار ہوئے بھی ہیں تو ان کی غلطیاں ہماری طرح فاش اور دیدہ دانستہ نہ تھیں۔ جونہی وہ اپنی غلطی سے مطلع ہوتے۔ فوراً عاجزی اور انکساری کے ساتھ اس سے رجوع کر لیتے اور اپنے رب سے معافی مانگ لیتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے کردار و اخلاق پر انگلی اٹھانے سے پہلے خود اپنے اخلاق و کردار کا بھی جائزہ لے لینا چاہیے کہ ہمارے شب و روز کن سرگرمیوں میں گزرتے ہیں اور ہم اپنے دن رات کے اعمال میں کہاں تک اللہ کی خوشنودی و رضا مندی کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔

سیدنا آدم علیہ السلام کی بھول:

بھول جانا انسانی سرشت میں شامل ہے کیونکہ انسانیت کے باپ سیدنا آدم علیہ السلام سے بھی بھول ہوگئی تھی۔ اس لیے بھولنے کا مادہ ان کی اولاد میں بھی منتقل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمایا تھا:

﴿وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝﴾ (البقرہ: ۳۵)

"اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ظالموں میں شمار ہوگے۔"

مگر آدم علیہ السلام شیطان کے ورغلانے سے اس درخت کے پاس گئے اور اس کا پھل کھالیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے کپڑے اتر گئے۔ اس نافرمانی کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم وحوا علیہما السلام سے مخاطب ہوکر فرمایا:

﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝﴾ (البقرہ: ۳۸)

"ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ پھر جب میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انسانی ہدایت کا الٰہی بندوبست:

ہدایت کا سب انسانوں تک پہنچانے کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ (بنی اسرائیل:۱۵)

''اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک لوگوں کے پاس ایک پیغمبر نہ بھیج دیں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں یہ نا انصافی نہیں کرتا کہ رسول بھی نہ بھیجوں اور بندے کو یہ بھی نہ بتاؤں کہ سیدھا راستہ کون سا ہے اور پھر اسے ان جانے میں ہی پکڑ کر عذاب کے حوالے کردوں۔ اگر ایسا ہو تو یہ صریحاً ظلم ہوگا انصاف نہ ہوگا۔

اللہ کسی قوم یا فرد پر اس وقت عذاب بھیجتا ہے جب رسولوں کے ذریعے اتمام حجت کر لیتا ہے۔ رسول آتے ہیں اور وہ پوری محنت، جدو جہد اور دیانت داری کے ساتھ اللہ کا ایک ایک حکم کھول کھول کر اپنے مخاطبین کو پہنچا دیتے ہیں۔ نہ صرف زبانی طور پر بلکہ عملی طور پر رول ماڈل بن کر بھی اللہ کا پیغام اپنے ماننے والوں کے دل و دماغ میں اتار دیتے ہیں۔

جس طرح سیدنا محمد کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی شریعت کو من وعن اپنی امت تک زبانی اور عملی ہر دو طریقوں سے پہنچایا۔ آپ ﷺ کے بعد صحابہ نے یہ پیغام بلا کم و کاست آگے منتقل کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین پھر تبع تابعین پھر ائمہ فقہاء و محدثین اسی الٰہی پیام کو اپنے بعد آنے والی نسلوں کو بڑی محنت سے پہنچاتے رہے۔ کیونکہ علمائے امت ہی انبیاء کے مشن کے وارث ہیں۔

تبلیغ دین اور علمائے کرام:

یہ میں جو آپ کو دین کی باتیں بتا رہا ہوں یہ باتیں میں نے علماء ہی سے سیکھی ہیں۔ دینی مدرسے سے تعلیم کے دوران سیکھی ہیں۔ عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی مدینہ یونیورسٹی سے سیکھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اسی طرح مدارس دینیہ میں پڑھنے والے طلبا کل کو عالم بنیں گے اور معاشرے میں دین کی نشر واشاعت کے ذمہ دار ٹھہریں گے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجرمین سے پوچھے گا

﴿اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾

(المومنون:۱۰۵)

”کیا تم وہی لوگ نہیں ہو کہ میری آیات تمہیں سنائی جاتی تھیں تو تم انہیں جھٹلاتے تھے۔“

اے جہنم میں جانے والو! کیا میری آیتیں تمہیں نہیں پہنچیں۔ کیا کسی عالم دین نے تمہیں قرآن پڑھ کر نہیں سنایا۔ کیا تمہیں میری حدیثیں نہیں سنائی گئیں۔ ان باتوں کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکے گا۔

جہنمیوں کی پکار:

جہنم میں جانے والے اس موقع پر اپنے قصور کا اعتراف کریں گے۔ اپنی بداعمالیوں کو تسلیم کریں گے اور کہیں گے:

﴿قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ﴾

(المومنون: ۱۰۶)

”وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہماری بدبختی ہم پر چھا گئی تھی۔“

یا اللہ ہماری بدقسمتی اور بدبختی ہم پر غالب آ گئی اور ہم گمراہی کی دلدل میں دھنستے چلے گئے۔ ہم مسجد میں جانے والوں کو مذاق کیا کرتے تھے کہ بس ان کو تو کام ہی نمازیں پڑھنے کا ہے۔ دنیا کی ترقی وخوشحالی اور عزت و وقار کے لیے پیسے کی ضرورت ہے۔ اگر پیسہ نہیں ہے تو راحت ومسرت بھی نہیں ہے۔ یہ ہمارا خیال ہے اس لیے ہم تو پیسہ کمانے کے پیچھے دوڑتے ہیں اور یہی ہمارا سب سے بڑا مقصد زندگی بن چکا ہے۔ اور ہم پیسہ کمانے کی ہوس میں کرپشن، بددیانتی رشوت ستانی اور ہر طرح کے ظلم واستحصال سے بھی نہیں چوکتے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اکلِ حلال اور انبیاء علیہم السلام کا طرز عمل:

درحقیقت پیسہ ہی اس امت کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اگر پیسہ حلال ذریعے سے آتا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ہاں جائز ذرائع سے ملنے والے پیسے سے بھی مستحق افراد کا حصہ نکالا جانا چاہیے تا کہ یہ پیسہ پاک ہو جائے۔ لیکن اگر پیسہ حرام ذرائع سے آتا ہے تو بلا شبہ یہ تباہی ہی تباہی کا باعث ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں تک کو حلال کھانے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴾ (المومنون: ۵۱)

''اے پیغمبرو، پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جو عمل بھی کرتے ہو میں اس کو بخوبی جانتا ہوں۔''

اے میرے رسولو! پاکیزہ رزق کھاؤ اور نیک عملی کی راہ اختیار کرو۔ تمہارے اعمال کو اللہ سے بڑھ کر جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ اس لیے اللہ کے ہر رسول نے حلال کھایا۔ آپ دیکھیے رسولوں نے حلال کی روزی کمانے کے لیے تجارتیں کیں۔ بکریاں چرائیں، لوہاروں ترکھانوں کے کام کیے اور مزدوریاں کیں مگر کبھی لقمہ حرام نہیں کھایا۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے عزیز واقارب کے لیے، اپنی اولاد کے لیے اور خود اپنے لیے صدقہ کو بھی حرام قرار دیا۔ اس خدشہ سے کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ لوگ خانوادۂ رسول کو ہی زیادہ سے زیادہ صدقہ دیتے چلے جائیں اور دوسرے مستحق محروم ہی رہ جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بنو ہاشم کو تحفہ تو دے سکتے ہو مگر صدقہ نہیں دے سکتے۔

ایک دفعہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ایک گری پڑی کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی تھی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے منہ میں انگلی ڈال کر وہ کھجور نکال دی کہ کہیں یہ صدقے کی کھجور نہ ہو۔ اس لیے سیدوں کو صدقہ نہیں لگتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض احتیاط کی وجہ سے وہ کھجور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے منہ سے نکال دی تھی۔ حالانکہ یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کھجور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

واقعی صدقے کی ہے۔ ❶

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ومجلس آرائی کا شرف حاصل تھا، ان کے متعلق قرآن کہتا ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا﴾

(آل عمران: ۱۹۱)

"جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار: یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اٹھتے بیٹھتے کروٹیں بدلتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے تھے اور زمین وآسمان میں بکھری اللہ کی نشانیوں پر غور کرتے تھے اور پھر پکار اٹھتے تھے کہ اے اللہ یہ سب کچھ تو نے بے کار اور عبث تو پیدا نہیں کیا۔ اسی طرح ہمیں بھی یونہی بے مقصد تو پیدا نہیں کیا ہماری تخلیق کا بھی تو کوئی مقصد ہے۔

مسلمانوں کی خوش قسمتی:

آپ دیکھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت بخشی ہے۔ اسلام کی دولت سے نوازا ہے۔ یقین کیجئے یہ دولت بڑی گرانمایہ ہے۔ وہ سائنس دان جو نوبل پرائز حاصل کرتے ہیں۔ یہ پرائز کروڑوں ڈالرز میں ہوتا ہے۔ یہ سائنس دان خلا میں سیاروں کی چالیں معلوم کرتے ہیں اور کائنات کے رازہائے دروں پردہ کو دریافت کرتے ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود انہیں اپنے رب کی معرفت حاصل نہیں ہے۔ وہ اشیاء کی خاصیتوں اور ان میں جاری بعض قوانین

❶ صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، حدیث: ۱۴۸۵، ۱۶۹۱، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، حدیث: ۱۰۶۹.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فطرت سے تو کسی حد تک آگاہ ہیں مگر ان چیزوں کو بنانے والے کو نہیں پہچانتے۔ یہ ان کی حد درجہ بدقسمتی اور حرماں نصیبی ہے۔

مقصدِ زندگی:

جہاں تک ایک مسلمان کا معاملہ ہے وہ اس حوالے سے انتہائی خوش قسمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خود ہی اس کا مقصد زندگی بتا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات: ٥٦)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔''

جنوں اور انسانوں کی تخلیق و آفرینش کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی بندگی کریں، توحید کی راہ اختیار کریں اور اللہ کے سوا دوسرے معبودوں سے منہ موڑ کر صرف اپنے رب کی عبودیت و غلامی کو اپنائیں۔

اہل ایمان کا یہ قول کہ:

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

(آل عمران: ١٩١)

''اے ہمارے پروردگار! یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا۔ تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔''

نظامِ کائنات کی حیرت انگیزی:

اے اللہ تو نے یہ سلسلہ کائنات، یہ زمین و آسمان کا نظام، یہ مظاہر فطرت، یہ سورج، یہ چاند ستارے اور کہکشائیں بس یونہی تو نہیں بنا دیں جو اربوں کھربوں ستاروں پر مشتمل ہیں۔ کہکشاؤں میں ایسے ستارے بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں جو ہمارے سورج سے بھی ضخامت میں بڑے ہیں۔ اور پھر خلا میں بڑے بڑے بلیک ہولز ہیں جنہیں ستاروں اور سیاروں کا قبرستان کہا جاتا ہے۔ ہر وہ ستارہ جو اپنی مدت عمر پوری کر چکا ہوتا ہے اپنے سیاروں سمیت

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح بلیک ہول میں ڈال دیا جاتا ہے جس طرح ہم اپنے مرنے والے شخص کو قبر میں اتار دیتے ہیں۔

میں نے امریکہ میں ایک ایک نمائش دیکھی۔ ایک فٹ بال گراؤنڈ تھا جسے گلوبل شکل میں بنایا ہوا تھا۔ جیسے وہ کوئی گول گیند ہو، ہم اس کے اندر بیٹھ گئے، انہوں نے ہمیں سورج چاند اور ستاروں کی چالیں دکھائیں اور اتنے بڑے بڑے بلیک ہولز دکھائے جن میں ہماری زمین سے ہزاروں گنا بڑے ستارے یوں غائب ہو جاتے کہ ان کو کوئی ڈھونڈنا بھی چاہے تو نہیں ڈھونڈ سکتا۔

آپ کی زمین بلیک ہول میں غائب کیوں نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ اللہ اس کی حفاظت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کے لیے آکسیجن پیدا کی ہے، پانی پیدا کیا ہے، خوراک پیدا کی ہے اور ہر طرح کی خورد ونوش کی چیزوں سے تمہیں نوازا ہے۔ میرے علم کے مطابق کسی اور سیارے پر آکسیجن موجود نہیں ہے، نہ پانی موجود ہے اور نہ کسی جاندار مخلوق کا تصور پایا جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی مخلوق موجود ہے تو وہ فرشتے ہیں جو آسمانوں پر رہتے ہیں۔

فرشتوں کی تعداد:

فرشتوں کی تعداد انسانوں سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ ہر انسان کے ساتھ کئی کئی فرشتے ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ جس طرح انسانوں کے طواف کے لیے بیت اللہ شریف ہے ٹھیک اسی طرح فرشتوں کے لیے آسمان پر بیت المعمور ہے۔ یہ ساتویں آسمان پر ہے۔ ہر روز ستر ہزار فرشتے اس میں داخل ہوتے ہیں اور پھر قیامت تک وہ کبھی اس میں داخل نہ ہوسکیں گے۔ ❶ کیونکہ فرشتوں کی تعداد کے پیش نظر ان کی دوبارہ کبھی باری نہ آسکے گی۔ اس کے برعکس حج و عمرہ کی غرض سے انسان بار ہا بیت اللہ شریف جا سکتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فرشتوں کی تعداد انسانوں سے کہیں زیادہ ہے۔

❶ صحیح مسلم، باب الاسراء بالرسول، حدیث: ۱۶۲، مسند احمد، حدیث: ۱۵۵۸.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہر چیز اللہ کی حمد کرتی ہے:

فرشتے اللہ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ اللہ کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور کبھی کسی حکم سے سرتابی نہیں کرتے۔ اسی طرح انسانوں اور جنوں میں سے جن کو اللہ نے ہدایت سے نوازا ہے وہ اللہ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ ان فہم وشعور رکھنے والی مخلوقات کے علاوہ چرندے، پرندے درندے اور سمندروں میں رہنے والے طرح طرح کے جانور اللہ تعالیٰ کی حمد وستائش میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ﴾

(بنی اسرائیل:٤٤)

”کوئی چیز ایسی نہیں جو اُس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو۔“

چیونٹی کی گفتگو:

لیکن ان کی تعریف وستائش ہماری سمجھ سے بالا تر ہے۔ انسانوں میں سے فقط سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی بولیاں سکھائی تھیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام نے ایک چیونٹی کی آواز سنی جو کہہ رہی تھی۔

﴿قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ﴾ (النمل:١٨)

”ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو، اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں اور انھیں خبر بھی نہ ہو۔“

اِس سرکردہ چیونٹی نے یہ اعلان اس وقت کیا تھا جب سیدنا سلیمان علیہ السلام کا لشکر اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ایک وادی میں سے گزر رہا تھا۔ چیونٹی کی یہ پکار سیدنا سلیمان علیہ السلام نے سن لی تھی۔ اس اہم واقعہ کی وجہ سے جس سورت میں یہ ذکر ہوا ہے اس کا نام ہی اللہ تعالیٰ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نے نمل (چیونٹی) رکھ دیا۔

ہد ہد کا مکالمہ:

اسی طرح ہد ہد کے سیدنا سلیمان علیہ السلام سے مکالمے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:

﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ﴾ (النمل: ۲۰)

''آپ نے پرندوں کا جائزہ لیا اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے کہ میں فلاں ہد ہد کو نہیں دیکھتا کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے؟''

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں سارے پرندے حاضری دیتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ہد ہد کو نہ پایا تو پوچھا کہ کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھ رہا۔ کہیں وہ غائب تو نہیں ہو گیا۔ اگر وہ مجھے نظر آ گیا تو میں اسے پکڑ کر سزا دوں گا:

﴿لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ﴾

(النمل: ۲۱)

''یقیناً میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے سامنے کوئی صریح دلیل بیان کرے۔''

اگر وہ کوئی معقول عذر نہ پیش کر سکا اور اپنی غیر حاضری کی وجہ نہ بتا سکا تو میں اسے ضرور سزا دوں گا۔ جب ہد ہد آیا تو سیدنا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا:

﴿فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ﴾

(النمل: ۲۲)

''ہد ہد نے آ کر کہا میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں جس کی آپ کو خبر ہی نہیں۔ میں ملک سبا کی ایک سچی خبر آپ کے پاس لایا ہوں۔''

اے بادشاہ وقت! آپ دنیا کے ایک وسیع علاقے پر حکومت کرتے ہیں۔ لیکن میں ایک

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایسے علاقے سے ہو کر آیا ہوں جہاں ایک عورت حکمران ہے اور لوگ اللہ رب العزت کو چھوڑ کر سورج کی پرستش کر رہے ہیں مگر آپ اتنی بڑی خبر سے ناواقف ہیں۔ آپ کو معلوم ہی نہیں کہ لوگ خدائے واحد کو چھوڑ کر سورج کو اپنا معبود والہ بنائے ہوئے ہیں اور اس کے سامنے اپنی پیشانیوں کو جھکائے ہوئے ہیں۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام فلسطین میں تھے اور ملک سبا یمن کا پرانا نام ہے۔ فلسطین سے یمن کا فاصلہ تقریباً پندرہ سو میل ہے۔ اس ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر جو کچھ ہو رہا تھا سیدنا سلیمان علیہ السلام اس سے بالکل بے خبر تھے۔ باوجود اس کے کہ ہواؤں پر ان کی حکومت تھی۔ پرندے ان کے مطیع اور فرماں بردار تھے اور جنات ان کے تابع فرمان تھے۔ مگر ان سب قوتوں کے باوجود سیدنا سلیمان علیہ السلام اتنی بڑی خبر سے آگاہ نہ ہو سکے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی رفعت:

گزارش یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ (الفتح : ۲۹)

”تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں ہیں۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم فضول کاموں میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ وہ اکثر رکوع میں جھکے ہوتے، سجدوں میں پڑے ہوتے، اللہ کے فضل اور خوشنودی کے متلاشی ہوتے، اللہ کی بارگاہ میں روتے، اس سے اس کی رحمت کے طلب گار ہوتے، اپنے لیے بخشش و مغفرت مانگتے اور مزید کہتے:

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۝﴾ (آل عمران : ۱۹۲)

”اے اللہ تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے درحقیقت بڑی ذلت و رسوائی میں ڈال دیا اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔“

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

آتش دوزخ کی شدت:

محترم سامعین! جہنم کی آگ اس قدر شدید ہے کہ اس کی مثال اس دنیا میں موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہزار برس تک اس کو جلایا تو یہ سرخ ہوگئی، پھر اسے ہزار برس جلایا تو یہ سفید ہوگئی، پھر ہزار برس تک اسے جلایا گیا تو یہ کالی سیاہ ہوگئی۔ اب جہنم کی آگ رنگت میں کالی بجھنگ ہے۔ ❶ آپ نے سورج دیکھا ہے جو آگ اور حرارت کا سب سے بڑا منبع ہے جس میں لاکھوں اونچے اونچے شعلے اٹھ رہے ہیں۔ یہ سفید نظر آتا ہے اسی طرح جب بجلی چمکتی ہے تو بھی ہمیں سفید دکھائی دیتی ہے۔ مگر جہنم کی آگ میں روشنی اور سفیدی بالکل نہیں ہے۔ جہنم کی آگ سے اہل جہنم کی جب جلدیں جل جائیں گی تو اللہ تعالیٰ ان کو پھر تروتازہ کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ﴾

(النساء : ٥٦)

"جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو ہم اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزا چکھیں۔"

ہماری اس دنیا کے تمام ڈاکٹرز مل کر اور عصر حاضر کی تمام میڈیکل ٹیکنالوجی کو بروئے کار لا کر بھی مکمل جلی ہوئی جلد کو نئی جلد میں نہیں بدل سکتے۔ نیا گوشت پوست پیدا نہیں کر سکتے۔ مگر جہنم میں جہنمیوں کی جلدیں جلتی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ بار بار انہیں بدلتا رہے گا تاکہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف نہ ہونے پائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی سمجھ عطا فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

❶ جامع الترمذی، ابواب صفة جهنم، حدیث : ٢٥٩١ .

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (المجادلہ: 22)

معزز سامعین کرام! اس آیت میں مالکِ کائنات نے ایک جماعت کی تعریف فرمائی ہے۔ جانتے ہیں کہ وہ کون سی جماعت ہے؟ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے۔ اس آیت میں جو صفاتِ حمیدہ بیان ہوئی ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم ہر لحاظ سے اس پر پورے اترے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات:

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (المجادلہ : ۲۲)

''کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان میں کبھی یہ بات نہ پائیں گے''

﴿يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ (المجادلہ : ۲۲)

''کہ وہ ان لوگوں سے محبت رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔''

﴿وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ﴾ (المجادلہ : ۲۲)

''اگرچہ یہ مخالفت کرنے والے ان کے سگے ماں باپ اور بیٹے ہی کیوں نہ ہوں۔''

﴿اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ (المجادلہ : ۲۲)

''یا ان کے بھائی یا خاندانی رشتہ سے کتنے ہی قریب ہوں۔''

تو پھر بھی وہ ان کو دوست نہیں رکھتے۔ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس لیے کہ

﴿اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ﴾ (المجادلہ : ۲۲)

''کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کو راسخ فرما دیا ہے۔''

اب ایسے دل جو ایمان و یقین سے معمور ہوں، وہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کے لیے بھلا کیسے کوئی جگہ ہو سکتی ہے؟ ظاہر ہے دونوں کی محبت ایک دل میں نہیں سما سکتی۔

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم:

اللہ رب العزت نے جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک منفرد اعزاز بخشا ہے اور وہ اعزاز یہ ہے:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (المائدہ : ۱۱۹)

''اللہ کریم اس جماعت سے راضی ہو گیا اور یہ اپنے رب سے راضی ہو گئے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

واقعی یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ایک ایسا بے مثال ایوارڈ ہے جس کے سامنے دنیا بھر کے اعزازات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

پھر یہی نہیں، اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی مزید عزت افزائی کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ٥﴾ (المجادلہ : ۲۲)

''خوب آگاہ ہو جاؤ! یہی وہ جماعت ہے جو فلاح پانے والی ہے۔''

دنیا و آخرت کی ساری کامیابیاں جن کا مقدر ہیں، یہی جماعت نجات پانے والی ہے۔ کس چیز سے نجات؟ جہنم سے نجات، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

''جو جہنم سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ کامیاب ہو گیا۔''

مالک کائنات نے اس جماعت کی صفات بیان فرمائی ہیں اور ان کو اپنی جماعت قرار دیا ہے اور اس جماعت کے افراد کے لیے اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے یہ سرٹیفکیٹ دیا ہے کہ

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ (المائدہ : ۱۱۹)

''کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت سے راضی ہو گیا اور یہ جماعت اپنے رب سے راضی ہو گئی۔''

یہ جماعت حزب اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے، اسی جماعت کے لیے ساری کامرانیاں ہیں۔

عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم

آج چھبیس (۲۶) ذوالحجہ ہے۔ اس دن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ صحابہ میں ویسے تو ہر صحابی کا بڑا مقام ومرتبہ ہے جو صحابیت کی وجہ سے اسے ملا ہے لیکن ان میں سب سے اعلیٰ وارفع مرتبہ کے حامل عشرہ مبشرہ ہیں اور وہ دس ہیں: سیدنا ابوبکر صدیق،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ بن عبید اللہ، سیدنا زبیر بن عوام، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا سعید بن زید، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم۔

عشرہ مبشرہ کی فضیلت:

عشرہ مبشرہ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نام لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت کی بشارت دی۔ اس سے زیادہ کسی شخص کی اور خوش قسمتی کیا ہوسکتی ہے کہ دنیا میں اسے جنت کی بشارت مل جائے اور یہ بشارت بھی کس کی زبان سے؟ زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے، لسان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور سرور کائنات کے مقدس ومحترم الفاظ میں:

یہ رتبہ بلند ملا، جس کو مل گیا،
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں،

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت:

۱۸، ذوالحجہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دل گداز واقعہ پیش آیا اور چھبیس (۲۶) ذوالحجہ کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا، جانتے ہیں یہ حملہ کس نے کیا اور اس کے پیچھے کس کی سازش ❶ کارفرما تھی؟ یہ حملہ ایک ایرانی آتش پرست ابولؤلؤ فیروز ❷ نے کیا تھا جو

---

❶ یہ یہودیوں اور مجوسیوں کی مشترکہ سازش تھی، ان کے ناپاک گٹھ جوڑ کا نتیجہ تھا، یہودی اپنی اسلام مخالف سازشوں اور شرارتوں کے نتیجے میں جزیرۃ العرب سے نکالے گئے تھے اور ایران کے مجوسیوں کی ہزار سالہ گورنمنٹ اور حکومت مسلمانوں کے ہاتھوں تہس نہس ہوگئی تھی۔ یہ دونوں کھل کر مسلمانوں سے مقابلے کی پوزیشن میں نہ تھے۔ اس لیے پس پردہ اپنا مکروہ اور گھناؤنا کھیل کھیلنے لگے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ بھی انہی کی سازشوں کا نتیجہ تھا۔

❷ ابولؤلؤ فیروز ایرانی الاصل اور مجوسی المذہب تھا۔ ایران کی فتح کے نتیجہ میں جب گرفتار شدہ ایرانی سپاہی تقسیم ہوئے تو یہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔ یہ پیشہ کے اعتبار سے نجار، نقاش اور آہن گر تھا۔ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ اس سے صرف چار درہم روزانہ لیتے تھے۔ ایک دن یہ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: میرے مالک نے مجھ پر زیادہ ٹیکس مقرر کر رکھا ہے، اسے کم کروا دیجیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا پیشہ پوچھا تو فرمایا: تمہارے پیشہ کے اعتبار سے یہ رقم کچھ زیادہ نہیں، یہ سن کر ابولؤلؤ ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معروف صحابیٔ رسول سیدنا مغیرہ ❶ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔

اس حملہ کا پس منظر یہ ہے کہ ایک دفعہ ابولؤلؤ فیروز سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت

⇦ فیروز غصے سے اندر ہی اندر تلملانے لگا۔

واپس آکر اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس نے ایک دو دھاری خنجر تیار کیا، اسے زہر آلود کیا۔ اس سلسلہ میں اس نے ایرانی سردار ہرمزان سے بھی مشاورت کی، گویا اس سازش میں ذاتی انتقام اور قومی غیظ و غضب دونوں عناصر کارفرما تھے۔

چنانچہ یہ بدبخت ۲۶، ذوالحجہ ۲۳ھ کو مسجد کے محراب میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھانے لگے تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ پر پے در پے چھے (۶) وار کیے اور بھاگتے بھاگتے بدحواسی میں تیرہ (۱۳) مزید افراد کو زخمی کیا، پکڑے جانے پر اپنے ہی خنجر سے اس نے اپنا گلا کاٹ لیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ انہی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہادت عظمیٰ کے مرتبے پر فائز ہو گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

❶ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابیٔ رسول تھے۔ مدبر عرب تھے، بڑے بڑے مسائل کو بہت جلد اپنے حسن تدبیر سے حل کر لیتے تھے۔ غزوۂ خندق کے سال ۵ ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کی ایک مہم میں انہیں منصب دار بنا کر بھیجا، انہوں نے کمال بہادری سے دشمن کو شکست دی۔

عہد صدیقی میں یمامہ کے مرتدین کی سرکوبی میں پیش پیش رہے۔ ایرانی مہمات میں دو مرتبہ سفیر بن کر امرائے ایران کے درباروں میں گئے اور کمال جرأت و بہادری سے اسلام کے مؤقف کو پیش کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے فہم و تدبر کی وجہ سے پہلے انہیں بصرہ کا گورنر بنایا اور بعد ازاں تبادلہ کر کے کوفہ کا گورنر بنا دیا، اسی طرح سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۴۱ھ میں وہ دوبارہ کوفہ کے گورنر بنائے گئے۔ ۴۲ھ میں انہوں نے اپنے حسن تدبیر سے خارجیوں کی بڑھتی ہوئی شورشوں پر قابو پا لیا۔

۵۰ھ میں کوفہ میں بڑے پیمانے پر طاعون کی وبا پھیلی جس میں ان کا انتقال ہو گیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر ستر (۷۰) سال تھی۔

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صرف میدان سیاست کے ہی شاہسوار نہ تھے، بلکہ علم و فکر کی دنیا میں بھی اپنا ایک نمایاں مقام رکھتے تھے۔ کتب حدیث میں ان سے مروی ۱۳۳ روایات موجود ہیں۔ ان میں سے ۹، متفق علیہ ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، میرے آقا مجھ سے زیادہ اجرت وصول کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا! تم کام کیا کرتے ہو؟ جب اس نے بتایا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے کام کے پیش نظر یہ اجرت زیادہ نہیں ہے۔

ابولؤلؤ اس جواب سے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھانے لگا اور آپ کو شہید کرنے کے لیے موقع کی تاک میں رہا اور بالآخر چھبیس (۲۶) یا ستائیس (۲۷) ذوالحجہ کو نماز فجر میں آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس حادثہ سے جانبر نہ ہو سکے اور چار دن بعد یکم محرم کو خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ ① اسی محرم کی دس (۱۰) تاریخ کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سانحہ شہادت پیش آیا۔ محرم میں ان دو سنگین اور عظیم حادثات کے واقع ہونے نے اسلامی تاریخ پر بہت گہرا اثر ڈالا اور اس کے نتیجہ میں امت مسلمہ بہتر فرقوں میں بٹ کر رہ گئی۔

غلبہ اسلام:

اس بات کو بخوبی سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دیا۔

قرآن مجید میں اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى﴾ (الصف : ۹)

''اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔''

﴿وَدِيْنِ الْحَقِّ﴾ (صف : ۹)

''اور دین حق کے ساتھ۔''

جس وقت اللہ رب العزت نے آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا۔ اسی وقت عرش پر یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ

﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (ص : ۹)

① سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیل کے لیے دیکھیں: البدایۃ والنہایۃ، طبقات ابن سعد، الاصابۃ لابن حجر۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''کہ اسلام بالآخر دنیا کے تمام دینوں پر غالب آ کر رہے گا۔''

﴿وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (ص : ۸)

''اگرچہ یہ بات کافروں کو سخت ناپسند ہو۔''

اب اسلام کا انکار کرنا اور اس کی مخالفت کرنا، اللہ رب العزت کے فیصلے کو نہ ماننے کے مترادف ہے۔

جب اللہ رب العزت نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اسلام دنیا کے تمام دینوں پر غالب آ کر رہے گا تو پھر اللہ کے ارادے اور فیصلے کو کون تبدیل کر سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیس سالہ (۲۳) دور نبوت میں (جس میں تیرہ سالہ مکی دور اور دس سالہ مدنی دور شامل ہے) تمام جزیرہ نما عرب کے وسیع وعریض خطوں میں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی۔ اللہ کریم کے وعدے کے مطابق یمن، عمان، بحرین اور نجد وحجاز کے علاقے اسلام کے زیرنگیں آ چکے تھے۔ عراق اور شام کی سرحدوں تک دس لاکھ مربع میل کے علاقوں پر اسلام کا پھریرا لہرانے لگا تھا۔

اسلام کی یہ شان وشوکت اہل کفر کے سینوں پر مونگ دلنے لگی۔ اسلام کا ایک ناقابل شکست طاقت بن جانا انہیں ہرگز گوارا نہ تھا۔ مگر اپنے تمام تر برے عزائم اور سازشوں کے باوجود وہ اسلام کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔

مسلمانوں کے خلاف سازش کی ایک وجہ:

عربوں کے بہت سے قبائل عراق وشام میں بس گئے تھے۔ شام میں بسنے والے عرب قبیلے عیسائیت سے متأثر ہو کر عیسائی بن گئے تھے اور عراق میں رہنے والے عرب خاندان مجوسیوں کی ہمسائیگی میں ہونے کی وجہ سے مجوسیت کے رنگ میں رنگ گئے تھے۔

اب اسلام مخالف قوتوں پر ایک خوف سوار تھا کہ اگر سارے عرب اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تو ہمارا کیا بنے گا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روم وایران کی فتح کا منصوبہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، تو انہوں نے فتنۂ ارتداد ❶ کی سرکوبی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی اور کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ قیصر وکسریٰ کی رعونت اور خدائی پر ضرب کاری لگائی جائے اور بندگان خدا کو ان کے ظلم واستحصال سے نجات دلائی جائے۔ میں آپ کو کفر کے ان سرغنوں سے لڑانا چاہتا ہوں تاکہ باطل کا پرچم سرنگوں ہو اور حق کا بول بالا ہو۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ان ایمان افروز خیالات پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خوشی سے اچھل پڑے اور کہنے لگے: ابوبکر رضی اللہ عنہ! میں نے جب بھی کسی نیک کام کا ارادہ کیا، اس میں آپ کو سبقت کرتے ہوئے پایا، میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ فتنۂ ارتداد کا خاتمہ ہو گیا، جھوٹی نبوت کے دعوے دار کیفر کردار کو پہنچ گئے، اب ہمیں یہ کام کرنا چاہیے۔

آپ کے علم میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عراق کے متعدد شہر فتح ہوئے، شام کے فوجی اہمیت کے کچھ علاقے اسلامی سلطنت کا حصہ بنے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

❶ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور ہی میں مختلف اسباب کی بنا پر کئی ایک سرداران عرب اسلام سے منحرف ہو گئے تھے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے قول کے مطابق عرب کے ۲۴ قبائل مرتد ہو گئے تھے۔ اس بغاوت کی تہہ میں زیادہ تر سیاسی مصالح اور تحفظات کے عناصر کارفرما تھے۔ اس فتنہ کے بھڑکانے میں یہودی، عیسائی اور مجوسی ذہن بھی کام کر رہا تھا۔ یہ لوگ مرتدین کے پشت پناہ بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ تو جزیرۃ العرب ایک آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا اور چاروں طرف سے الحاد وارتداد اور دین قیم سے انحراف کا غلغلہ بلند ہونے لگا۔

مرتدین میں سے نعمان بن منذر نے بحرین میں سر اٹھایا۔ لقیط بن مالک نے عمان میں علم بغاوت بلند کیا اور کندہ کے علاقے میں کئی سرداروں نے ارتداد وانحراف کی راہ اختیار کی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کے لیے بروقت قدم اٹھایا اور مرتد قبائل کے خاتمے کے لیے اپنے بہادر سپہ سالاروں کو بھیجا، چنانچہ علاء بن حضرمی کو بحرین بھیج کر نعمان بن منذر کا قلع قمع کروایا۔ حذیفہ بن محصن نے لقیط بن مالک کو قتل کیا اور زیاد بن لبید نے اہل کندہ کی سرکوبی کی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آخری ایام حیات میں مسلمان شام کے علاقے یرموک میں برسر پیکار تھے۔

رومی مقبوضات کی فتح:

سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ❶ اور یزید ❷ بن ابوسفیان اسلامی فوجوں کے ساتھ وہاں پڑے ہوئے تھے۔ سیدنا خالد ❸ بن ولید رضی اللہ عنہ عراق کے بیشتر علاقے فتح کر چکے تھے۔ مگر

❶ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جنہیں زبان رسالت سے جنت کی خوش خبری ملی۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور ہمارا امین ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے دوسرے دن مسلمان ہوئے۔ بدر کے حق و باطل کے معرکے میں اپنے والد کے بار بار سامنے آنے پر ناگزیر حالت میں اسے تلوار کے وار سے ڈھیر کر دیا اور حق کا بول بالا کیا۔

غزوۂ احد میں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور دفاع کیا۔ خود کی وہ کڑیاں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر پیوست ہوگئی تھیں انہیں نکالتے ہوئے ان کے دو دانت گر گئے۔ دور صدیقی میں آپ رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین کے معاون بن کر رہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو اسلامی افواج کا سپہ سالار بنا دیا۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شام میں پھیلنے والی طاعون کی وبا میں ۱۸ھ میں انتقال فرمایا۔

❷ یزید رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سوتیلے برادر کلاں تھے۔ ان کی والدہ کا نام زینب بنت نوفل تھا۔ یہ جلیل القدر شخصیت کے مالک تھے، فضلاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے تھے۔ اپنے بہترین کاموں کی وجہ سے انہیں ''یزید الخیر'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر اپنے خاندان کے ساتھ اسلام لائے۔ غزوۂ حنین میں شرکت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک سو اونٹ مرحمت فرمائے۔ امام ابن حزم نے اپنی کتاب ''جوامع السیرۃ'' میں انہیں کاتبین وحی کی فہرست میں ساتویں نمبر پر شمار کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں علاقہ ''تیما'' پر امیر بنا کر بھیجا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبیلہ بنی فراس کے صدقات پر عامل بھی بنایا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابوسفیان کو شام کی طرف بھیجی جانے والی فوجوں کے ایک حصے کا امیر جیش بنا کر روانہ فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے دمشق اور یرموک کی فتوحات میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کے بعض علاقوں کا والی مقرر فرمایا۔

جب دمشق میں طاعون (عمواس) کی وبا پھیلی، تو اس وبا میں ۱۹ھ کو انہوں نے وہیں انتقال فرمایا۔

❸ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسلام کے نامور سپہ سالار تھے۔ ان کا تعلق قریش کے معروف خاندان بنو مخزوم ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شام کے محاذ پر مسلمانوں کی پیش قدمی گزشتہ آٹھ نو ماہ سے رکی ہوئی تھی۔ چنانچہ خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عراق سے فوراً شام کے محاذ پر پہنچیں۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شام اور عراق کے مابین واقع ایک بہت بڑے صحرا کو عبور کر کے شام پہنچے اور پھر خلیفۂ اسلام کی ہدایت کے مطابق جنگ کی۔ اس جنگ میں اپنائی گئی حکمت عملی اور منصوبہ بندی سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی حربی صلاحیت کی آئینہ دار تھی۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یرموک ❶ میں تین دن کی بہادرانہ معرکہ آرائی کے بعد ایسی فیصلہ کن شکست دی کہ اس کے بعد رومی فوجیں کہیں بھی مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے قدموں کو نہ روک سکیں اور یوں سارا شام مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ اسلامی فوجیں رومیوں کا تعاقب کرتے ہوئے ترکی تک جا پہنچیں۔ اس علاقے کا معروف اور قدیم شہر قسطنطنیہ ❷ جو ایشیاء اور یورپ کو ایک دوسرے سے جدا کرنے والے سمندر

⇦⇦ سے تھا۔ ۷ ھ میں اسلام لائے، ۸ ھ میں جنگ موتہ میں اسلامی لشکر کے امیر بنے، اسی موقع پر نبی کریم ﷺ نے انہیں ''سیف اللہ'' کا خطاب دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ اسلامی فوج کے ایک دستے کے افسر تھے۔ آپ ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ کو عرب کے معروف بت عزیٰ کو گرانے کے لیے بھیجا تو وہ کامیابی سے اس مہم سے عہدہ برآ ہوئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو جھوٹے مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لیے بھیجا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے طلیحہ اور مسیلمہ دونوں کو شکست فاش دی۔

اس کے بعد ایران و روم کی لڑائیوں میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اور ہر جنگ سے سرخ رو ہو کر نکلے، دور فاروقی رضی اللہ عنہ میں حمص میں چند دن بیمار رہ کر ۲۲ھ کو وفات پائی۔

❶ یرموک کا تاریخی مقام جہاں مسیحی رومیوں اور عرب مسلمانوں میں ۱۵ھ میں ایک تاریخ ساز جنگ لڑی گئی تھی، اردن کی حدود میں شامل ہے۔ یہ جنگ تاریخ عالم کی بڑی جنگوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں رومی فوجوں کی تعداد دو لاکھ تھی اور مسلمان سپاہ تیس ہزار تھی، ایک ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس میں شامل تھے۔ جن میں ایک سو بدری صحابہ تھے۔ دونوں طرف سے بڑے جوش وخروش کے ساتھ معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ بالآخر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا اور شام ہمیشہ کے لیے رومیوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس جنگ میں ایک لاکھ رومی قتل ہوئے اور تین ہزار مسلمان خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔

❷ قسطنطنیہ ایک قدیم تاریخی شہر ہے۔ اس سے دنیا کی دو عظیم تہذیبوں اسلام اور مسیحیت کی یادگاریں ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باسفورس ❶ کے کنارے آباد تھا۔ اب مسلمانوں کی نظروں کے بالکل سامنے تھا۔

اس شہر کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ جو لشکر اس کو فتح کرے گا وہ جنتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ بڑی خواہش تھی کہ وہ اس پیش گوئی ❷ کا مصداق بنیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ترکی کا سارا ایشیائی حصہ فتح ہو چکا تھا۔ سیدنا عمرو

⇦⇦ وابستہ ہیں۔ اس شہر کی بنیادیں تیسری صدی عیسوی میں معروف رومی بادشاہ قسطنطین اعظم نے رکھی تھیں۔ اس لیے یہ شہر اس کے نام سے قسطنطنیہ موسوم ہوا۔ یہ شہر کئی سو برس تک مسیحیت کا علمی، فکری اور مذہبی مرکز رہا۔

مسلمان اس شہر کی اہمیت کے پیش نظر اسے اپنے ابتدائی دور ہی میں فتح کر لینا چاہتے تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور سے سلطان مراد ثانی کے عہد تک اس پر آٹھ حملے کیے گئے مگر یہ شہر بڑا سخت جان واقع ہوا اور فتح نہ ہو سکا، بالآخر ترک مسلمان محمد فاتح ۸۵۵ھ میں خلیفہ بنا تو اس نے قبائے خلافت پہنتے ہی قسطنطنیہ کی تسخیر کی تیاریاں شروع کر دیں چنانچہ دو سال بعد ۸۵۷ھ/۱۴۵۳ء میں اس نے اپنی دلیرانہ کاروائیوں اور شاندار حکمت عملی سے اسے فتح کر لیا اور ادرنہ کی بجائے اسے دارالخلافہ بنایا، جو پانچ سو برس تک خلفائے اسلام کا پایۂ تخت رہا۔

یہ شہر ایک خوبصورت اور قدرتی محل وقوع رکھتا ہے اور ایک نہایت اہم مقام پر واقع ہے۔ اس کے ایک طرف بحیرہ مارمورا ہے تو دوسری طرف باسفورس کا سمندر ہے۔ آبنائے باسفورس سے پانی کی ایک شاخ نکل کر چار میل اندر تک چلی گئی ہے، جس سے شہر کی خوبصورتی میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ اس شاخ کو ''شاخ زریں'' کہتے ہیں۔

یہ شہر ایشیاء اور یورپ کے سنگم پر واقع ہے۔ زیادہ حصہ یورپ میں ہے اور کچھ حصہ ایشیاء میں ہے۔ آج کل اس شہر کو استنبول کہا جاتا ہے۔

❶ ان فتوحات کی تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ طبری، البدایۃ والنہایۃ۔

❷ بخاری، کتاب الجهاد باب ما قيل في قتال الروم جلد دوم پوری حدیث اس طرح ہے۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر جہاد کرے گا۔ اس کی بخشش ہو گی۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں بھی ان میں شامل ہوں گی۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بن العاص رضی اللہ عنہ ❶ نے مصر کی تسخیر کر لی تھی اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عراق کو اسلامی سلطنت کا مستقل حصہ بنا دیا تھا۔ یہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رشتے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں بھی ہیں۔ ان کا مقام ومرتبہ یہ ہے کہ جب غزوۂ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے نرغے میں آ گئے۔ اس وقت سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما اور سات انصاری مجاہد ساتھ تھے۔

غزوۂ احد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی جاں نثاری:

مسلمانوں نے ابتداء ہی میں ابوسفیان کے لشکر پر تابڑ توڑ حملے کیے۔ جس کے نتیجہ میں حملہ آور کفر کا لشکر بھاگ نکلا۔ اسلامی سپاہ نے ان بھاگنے والوں کا تعاقب کیا۔

جنگ شروع ہونے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ سیدنا

---

❶ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اسلام کے عظیم سپہ سالار، بلند پایہ سیاست دان اور مدبر عرب تھے۔ قبیلہ قریش کی ایک شاخ ''بنوسہم'' سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد عاص بن وائل عرب کے بڑے سرداروں میں سے تھے۔ انہوں نے غزوۂ خندق کے بعد سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ جا کر اسلام قبول کر لیا تھا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عرب کے ایک بڑے بت ''سواع'' کو توڑنے کے لیے بھیجا، سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے منہدم کر دیا۔ ۸ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کی غرض سے اپنا خط دے کر شاہان عمان جیفر اور عبد کی طرف بھیجا، چنانچہ وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو عمان کا والی مقرر کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں عمان سے بلا کر شام کے محاذوں پر بھیج دیا۔ ان کی زیر کمان فوج کی تعداد ۹ (نو) ہزار تھی، چنانچہ شام و فلسطین کی فتوحات میں ان کا کلیدی کردار رہا۔
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں انہوں نے مصر پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر بڑی حکمت عملی کے ساتھ انہوں نے مصر پر قبضہ کر کے اسے اسلامی قلمرو میں شامل کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر کا گورنر نامزد کیا۔ ۲۶ھ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی شکایات پر انہیں معزول کر دیا۔ مگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں وہ پھر مصر کے گورنر بن گئے۔ مگر جلد ہی انہیں موت کا بلاوا آ گیا اور وہ ۴۳ھ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں پہاڑ کے عقب میں اس گھاٹی پر متعین کیا تھا جہاں سے کفار کے حملہ کا خدشہ ہوسکتا تھا۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مگر وہ زمانۂ جاہلیت میں بھی انتہائی بہادر اور دلیر تھے۔ جنگی بصیرت ان پر ختم تھی، انہوں نے ستانوے جنگیں لڑیں مگر کسی جنگ میں بھی شکست سے دوچار نہیں ہوئے۔

جب سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ مسلمانوں کے تیر انداز دستے نے اپنی مقررہ جگہ چھوڑ دی ہے تو انہوں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ایک لمبا چکر کاٹ کر عقب سے لشکر اسلام پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں باقی رہ جانے والے دس مجاہدوں نے قریشی لشکر کو روکنے کی بھرپور کوشش کی مگر یہ سب ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔

لشکر کفار کے اس اچانک حملے سے جاں نثاران اسلام میں ایک دفعہ کھلبلی مچ گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کے گھیرے میں آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے ساتوں انصاری مجاہد یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یہ انصاری اللہ اور رسول کی محبت میں شہید ہو گئے ہیں۔ اب تم مہاجر رہ گئے ہو۔ تلوار سے جنگ ممکن نہیں رہی۔ لہٰذا تیر اندازی کرو۔

اس وقت تیر اندازی تھی۔ آج جہازوں اور میزائلوں کے ہوائی حملے ہیں، جس کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ﴾ (الانفال : ٦٠)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں بھرپور جنگ لڑی، حتی کہ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو پینتیس (۳۵) زخم لگے اور وہ زخم کھا کھا کر گر پڑے۔ اب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اکیلے حفاظت نبوی کے لیے رہ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ترکش سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور کہا کہ سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، کافروں پر اتنی تیر اندازی کرو کہ یہ مجھ تک نہ پہنچ سکیں۔ سیدنا سعد بن ابی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقاص رضی اللہ عنہ نے اتنی تیر اندازی کی کہ جس کو بھی تیر مارا، وہی کافر جہنم واصل ہوگیا۔

ایران پر قبضہ:

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کی جنگ کے لیے بھیجا۔ وہاں مقابلے میں کسریٰ ایران یزدگرد ❶ تھا۔ اس نے اپنے ایک سپہ سالار ❷ کو بھیجا۔ قادسیہ کے میدان میں چار دن تک جنگ جاری رہی، پھر اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو ایسی شاندار فتح عطا کی کہ اب سارا ایران مسلمانوں کے سامنے کھلا پڑا تھا۔ مسلمان آگے بڑھے اور دجلہ کو عبور کر کے ایرانی دارالحکومت مدائن میں داخل ہو گئے اور پھر متعدد لڑائیوں کے بعد ایران کی چھ سو سالہ سپر طاقت کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔

اسلام سے پہلے ایرانی سلطنت اتنی طاقتور تھی کہ اس نے رومیوں کو شکست دے کر ان

❶ یزدگرد ایران کے ساسانی فرماں روا شہر یار بن خسرو پرویز کا بیٹا تھا۔ یہ ۶۳۴ء میں تخت نشین ہوا۔ اس وقت تک اسلامی فوج دریائے فرات کے گردونواح کے علاقے فتح کر چکی تھی۔ یزدگرد نے مسلمانوں کو روکنے کے لیے ازسرنو ایک لاکھ کی فوج منظم کی، مگر اسے پے در پے شکستوں کا سامنا کرنا پڑا، بالآخر فرار ہو کر پہلے بلخ پہنچا، پھر چینیوں اور ترکوں سے مدد کی استدعا کی۔ مگر کسی طرف سے بھی اسے مدد نہ مل سکی۔ آخر ترکستان کی سرحد پر ایک آسیابان نے اسے پناہ دی مگر پھر خود ہی جواہرات کے لالچ میں ۶۵۲ء میں اسے قتل کر دیا۔ اس طرح ساسانی عہد کا آخری چراغ بھی گل ہوگیا۔

❷ یہ سپہ سالار ایران کا معروف افسانوی پہلوان رستم تھا۔ یزدگرد نے ایک لاکھ کی فوج رستم کے حوالے کر دی، رستم نے اپنے دو ماتحت افسروں جابان اور نرسی کی قیادت میں اس فوج کو مسلمانوں سے لڑایا، وہ کئی روز تک اپنے تخت پر بیٹھا ایرانی سپاہ کو داد شجاعت دیتا رہا۔ بالآخر تلوار لے کر خود میدان کارزار میں ٹوٹ پڑا، مگر جلد ہی زخموں کی تاب نہ لا کر معرکۂ کارزار سے راہ فرار اختیار کی۔

بھاگتے ہوئے ایرانی سپہ سالار کو ایک مسلمان سپاہی ہلال بن علقمہ نے دیکھ کر تعاقب کیا۔ رستم نے نہر میں چھلانگ لگا دی، وہ سپاہی بھی نہر میں کود گیا، اسے پکڑ کر باہر نکالا اور تلوار کے وار سے اس کی گردن اڑا دی، اس کے بعد مسلمان سپاہی نے رستم کے تخت پر چڑھ کر پکارا رب کعبہ کی قسم! میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے۔

رستم کے قتل کا سن کر ایرانی سپاہ بھاگ نکلی، اس طرح قادسیہ کا میدان مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہا، مجموعی طور پر اس جنگ میں آٹھ ہزار مسلمان شہید ہوئے اور تیس ہزار ایرانی فوجی مارے گئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے بیت المقدس کی صلیب چھین لی۔ ایرانی عالمی طاقت ہونے کے باوجود اپنا دارالحکومت چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ اپنی جانیں بچانے کے لیے انہوں نے اپنا مشہور قصر ابیض (سفید محل) بھی چھوڑ دیا تھا، جسے آج کی زبان میں وائٹ ہاؤس سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

ایرانی دارالحکومت مدائن اتنا خوب صورت، دلکش اور مسحور کن شہر تھا کہ ہر طرف نظر افروز باغات، دلفریب چشمے اور ندیاں اور نظر کو خیرہ کرتے ہوئے محلات پھیلے ہوئے تھے۔ [41] مسلمان جب اس شہر میں داخل ہوئے تو ان کی زبان پر وہ کلمات تھے جو کہ اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل اور فرعون کے واقعہ میں بیان کیے ہیں کہ

﴿كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ٥ وَزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ٥ وَنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فَاكِهِيْنَ ٥ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ٥ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ٥﴾

(الدخان: ۲۵ تا ۲۹)

''وہ کتنے ہی باغات، چشمے، کھیتیاں، راحت بخش ٹھکانے اور عیش و آرام کی چیزیں چھوڑ کر چلے گئے اور ہم نے ان کا وارث ایک دوسری قوم کو بنا دیا۔ پھر نہ تو ان پر آسمان رویا اور نہ زمین ہی نے آنسو بہائے اور نہ انہیں کوئی مہلت ہی مل سکی۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات (ایک غلط فہمی کا ازالہ)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فتوحات کے حوالے سے میں ایک عام غلطی کی اصلاح کرنا چاہتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت بائیس لاکھ مربع میل علاقے پر محیط تھی۔ بلاشبہ یہ فگر ٹھیک ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ بائیس لاکھ مربع میل کا رقبہ وہ ہے جو سیدنا فاروق اعظم کے دس سالہ دورِ حکومت میں اسلامی سلطنت کا باقاعدہ حصہ بنا تھا۔ دورِ نبوی میں دس لاکھ مربع میل اور اسی طرح دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں فتح ہونے والا علاقہ اس کے علاوہ تھا۔

دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں فتح ہونے والے علاقوں کے رقبہ کا اگر آپ ٹھیک اندازہ کرنا

[41] قادسیہ کی جنگ کی تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ طبری، البدایۃ والنہایۃ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چاہیں تو درج ذیل اعداد و شمار پر نظر ڈال لیجئے۔ یہ تاریخ سے ثابت شدہ حقائق ہیں۔

ایران آٹھ لاکھ مربع میل کا ملک ہے، عراق چار لاکھ مربع میل کا ملک ہے۔ موجودہ شام ڈیڑھ لاکھ مربع میل کا ہے۔ لیکن اگر اردن اور فلسطین کو بھی ساتھ شامل کر لیا جائے جو دور فاروقی رضی اللہ عنہ میں شام کے ساتھ ملحق تھے تو ان کا مجموعی رقبہ بھی چار لاکھ مربع میل بن جاتا ہے۔ مصر چار لاکھ مربع میل علاقے پر مشتمل ہے اور دو لاکھ مربع میل علاقہ ایشیائی ترکی کا شامل کر لیا جائے تو ان سب کا مجموعی رقبہ بائیس لاکھ مربع میل بن جاتا ہے۔ آج بھی آپ ان ملکوں کے رقبے تاریخ اور جغرافیہ کی کتابوں میں بآسانی دیکھ سکتے ہیں۔

گویا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بتیس (۳۲) لاکھ مربع میل سے بھی زیادہ علاقے پر ایک مستحکم، خوش حال اور پر امن حکومت قائم کی۔ مگر آج صورت حال یہ ہے کہ ۱۹۶۷ء میں ہم سے ہمارا قبلۂ اول چھین لیا گیا، گزشتہ اڑتالیس برس سے مسلمان اس پر رو رہے ہیں۔ مگر یہودیوں سے قبضہ واپس نہیں لے سکے۔ کیونکہ ہم نام کے مسلمان ہیں۔ ہمارے عمل مسلمانوں جیسے نہیں ہیں۔

رومی عیسائیوں کا مطالبہ:

مگر دوسری طرف دیکھئے، جب سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا تو عیسائیوں نے دیکھا کہ ہم اسلامی لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے، طاقت سے ان کو نہیں ہٹا سکتے تو وہ سپہ سالاران اسلام سے عرض گزار ہوئے کہ اگر خلیفۃ المسلمین عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود تشریف لے آئیں تو ہم بغیر لڑے شہر کی چابیاں ان کے حوالے کر دیں گے۔ ❶

موجودہ مسلمانوں کی بے بسی:

صلیبی ❷ جنگوں کے زمانے میں تقریباً نوے سال بیت المقدس عیسائیوں کے قبضے میں

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ طبری، البدایۃ والنہایۃ۔

❷ صلیبی جنگوں سے مراد وہ جنگیں ہیں جو مسیحی یورپ نے مسلمانوں سے بیت المقدس اور اس کے ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہا۔ پھر عظیم مسلمان سپہ سالار صلاح الدین ❶ ایوبی رحمہ اللہ نے اپنی دلیرانہ کاروائیوں سے اسے واپس لے لیا، مگر آج نقشۂ عالم پر ساٹھ اسلامی حکومتیں اور مملکتیں موجود ہیں۔ جو افرادی قوت، معدنی وسائل اور زرعی پیداوار سے مالا مال ہیں۔ ان ساٹھ حکومتوں میں سے ستاون باقاعدہ یونائیٹڈ نیشنز کی ممبر ہیں، مگر حالت یہ ہے کہ یہ ساٹھ کے ساٹھ ملک اس قابل نہیں ہیں کہ وہ ظالم یہودیوں سے اپنا قبلۂ اول واپس لے سکیں۔

آج اہل کفر مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کر رہے ہیں۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اسے دکھا رہا ہے۔ اخبارات کی چیختی چلاتی شہ سرخیاں اپنا سر پیٹ رہی ہیں اور ٹیلی ویژن کے نشریے ان حقائق سے پردہ اٹھا رہے ہیں۔

ان حالات میں ہم بخوبی دیکھ سکتے ہیں کہ ہمارا کیا حال ہے، ہم کہاں کھڑے ہیں اور قوموں کی برادری میں ہمارا کیا مقام ہے؟ بتوں کی پرستش کرنے والا ہندو ہمیں دن رات دھمکاتا ہے۔ کشمیر پر اس نے گزشتہ اڑسٹھ برسوں سے قبضہ کر رکھا ہے۔ ہم کشمیر بھی واپس نہیں

⇦ گردونواح کے علاقے چھین لینے کے لیے لڑیں۔ ان جنگوں کا زمانہ ۱۰۹۵ء سے لے کر ۱۲۹۱ء تک پوری دو صدیوں پر محیط ہے۔ مسیحی حلقوں میں انہیں Holy Wars (مقدس جنگیں) کہا جاتا ہے۔ یہ جنگیں اہل یورپ کی جہالت و وحشت کی یادگاریں ہیں۔ یہ ۹ بڑی بڑی جنگیں ہیں جن میں عیسائی مورخین کے بقول ساٹھ لاکھ انسانی جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ ان جنگوں کو کروسیڈ بھی کہا جاتا ہے۔

❶ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ قلعہ تکریت میں ۵۳۲ھ میں پیدا ہوئے، ان کے والد کا نام نجم الدین ایوب تھا۔ صلاح الدین نسلاً کرد تھا۔ سولہ سال کی عمر میں وہ نور الدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس نے صلاح الدین کو مصر کی مہم پر بھیجا، جسے اس نے نہایت کامیابی سے سرانجام دیا اور کامیابی حاصل کی، تیسری صلیبی جنگ جو ۱۱۸۷ء سے ۱۱۹۲ء تک جاری رہی، اس میں ایوبی نے یورپ کے ان متحدہ لشکروں کا مقابلہ کیا، جو انگلستان کے سپہ سالار رچرڈ کی قیادت میں مسلم علاقوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے نہایت دلیری اور عالی حوصلگی کے ساتھ عیسائیوں کو شکستوں پر شکستیں دے کر بالآخر ۹۰ سال بعد بیت المقدس کو آزاد کروالیا۔

۱۱۹۳ء کو سلطان کو ٹھنڈ لگ جانے کی وجہ سے بیماری نے آلیا اور بالآخر دمشق میں اسی سال ان کا انتقال ہوگیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لے سکے۔ سوا کروڑ مسلمان وہاں غلام ہیں، بیس کروڑ مسلمان ہندوستان کے اندر بدترین غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، کئی ہزار فسادات کی نذر ہو چکے ہیں، مگر ہم ان کی مدد نہیں کر سکے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم صرف نام کے مسلمان ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی:

حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانو! تم پہلی قوموں کے قدم بہ قدم چلو گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ان قوموں سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور کون؟ ❶

جو خرابیاں اور جو کمی ان میں تھی وہ ساری کی ساری تمہارے اندر بھی آجائے گی۔ آج یہود ونصاریٰ سود کھاتے ہیں تو ہم بھی سود کھا رہے ہیں، وہ حرام کھاتے ہیں تو ہم بھی کھاتے ہیں، وہ خیانت کرتے ہیں تو ہم بھی کرتے ہیں اور وہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں تو ہم بھی کرتے ہیں۔ آپ بتائیے کیا فرق ہے یہود ونصاریٰ میں اور ہم میں۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے علماء کے بارے میں فرمایا:

﴿إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ٣٤)

"ان کے مولوی، ان کے درویش اور ان کے گوشہ نشین باطل طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کا راستہ بتانے کی بجائے، اس کے راستے سے روکتے ہیں۔"

انصاف سے کہیے! کیا آج ہمارے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے ٹھیک ایسی ہی روش کو نہیں اپنا رکھا ہے؟ کیا یہ شہرت ومقبولیت کے پجاری، عہدہ ومنصب کے حریص اور درہم ودینار کے بندے نہیں بن چکے ہیں؟

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں کی خوش فہمی:

یہود کے اندر ایک نقص یہ تھا کہ وہ عمل نہیں کرتے تھے اور اس بدعملی کے پیچھے ان کا یہ عقیدہ ونظریہ کارفرما تھا کہ یہودی کبھی جہنم میں نہیں جائیں گے، اگر گئے بھی تو یہ عرصہ چند روز سے زیادہ نہیں ہوگا۔

﴿وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾ (البقرہ: ۸۰)

''اور وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی مگر صرف چند دن۔''

یہودی ذہنیت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا﴾ (البقرہ: ۸۰)

''کیا اللہ نے تمہارے ساتھ اس بارے میں کوئی وعدہ کر رکھا ہے؟''

کہ گناہ بھی کرو اور جہنم میں بھی نہ جاؤ اور اگر جاؤ بھی تو محض چند دن کے لیے۔

﴿بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً﴾ (البقرہ: ۸۱)

''کیوں نہیں جو گناہ کرے گا۔''

﴿وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ﴾ (البقرہ: ۸۱)

''اس کے گناہ اس کو گھیر لیں گے۔''

﴿فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ (البقرہ: ۸۱)

''یہ جہنم میں جائیں گے۔''

﴿هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (البقرہ: ۸۱)

''وہ ہمیشہ کے لیے جائیں گے۔''

یہودی ذہنیت اور ہمارا طرزِ عمل:

میں کل جماعت کروا رہا تھا، ساتھ ہی پوڑیوں والی ایک دکان تھی، چند پولیس والے آئے، پوڑیوں کا ناشتہ کرنے لگے اور باتوں باتوں میں یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ ان پر اللہ و

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رسول ﷺ کے یہ یہ احسانات ہیں۔ میں نے کہا یہ اللہ و رسول ﷺ کا نام لیتے ہیں، لیکن عمل یہ ہے کہ رشوت کھاتے ہیں، ظلم کرتے ہیں اور طرح طرح کے عیبوں کا مرقع ہیں۔ بات صرف پولیس والوں کی نہیں، پورا معاشرہ اس رنگ میں رنگ گیا ہے۔

آپ جو اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں، آپ بھی توحید کے دعوے دار ہیں اور گمان رکھتے ہیں کہ یقیناً ہماری نجات ہو جائے گی، جہنم میں جائیں گے بھی تو محض گنتی کے چند روز اور پھر جہنم سے نکال لیے جائیں گے۔

ذرا غور کیجئے!

کیا یہ روش اور سوچ و فکر کا یہ انداز ہو بہو یہود کا سا نہیں ہے؟ کیا وہ بھی اس طرح کی خوش فہمیوں میں مبتلاء نہ تھے؟ بتائیے جو شخص باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھائے، وہ محض توحید کا زبانی دعویٰ کر کے اکل حرام کے وبال سے نجات پا جائے گا؟

ذرا سورۂ فجر کی ان آیات کو ملاحظہ کیجئے:

﴿وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۝ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝﴾

(الفجر: ۱۹۔۲۰)

میراث ہم اللہ کے حکم کے مطابق تقسیم نہیں کرتے، مال طاقت کے بل بوتے پر کمزوروں سے چھین لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ توحید کی برکت سے جنت میں چلے جائیں گے؟

﴿كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝﴾ (الفجر: ۲۱، ۲۲)

بدبختو! جس زمین کی پشت پر بیٹھ کر ایسے ویسے کام کرتے ہو، ایک دن یہ توڑ دی جائے گی۔ تیرا رب نزول فرمائے گا اور فرشتے صف در صف اتریں گے۔

﴿وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ﴾ (الفجر: ۲۳)

''اور جہنم کھینچ کر سامنے لائی جائے گی۔''

﴿يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ۝﴾ (الفجر: ۲۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اس دن انسان نصیحت پکڑے گا لیکن اب نصیحت پکڑنے کا کیا فائدہ؟''

اس طرح کم تولتے ہیں، کم پیائش کرتے ہیں، نمبر دو، نمبر تین، نمبر چار مال بیچتے ہیں، اور کہتے ہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، توحید کی برکت سے ہم جنت میں جائیں گے۔

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝﴾ (المطففين : ١ـ٤)

یہ جو کم تولتے ہیں، کم پیائش کرتے ہیں، ان کا کیا گمان ہے کہ مرنے کے بعد یہ اٹھائے نہیں جائیں گے؟

﴿لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝﴾ (المطففين : ٥)

ایک عظیم دن ہوگا۔

﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝﴾ (المطففين : ٦)

''کہ وہ رب العالمین کے روبرو کھڑے ہوں گے۔''

آج کی مسلم دنیا پر نظر ڈال کر دیکھ لو کہ اس کے اعمال یہود و نصاریٰ کی عین مشابہ ہیں، ہو بہو ان کی نقالی اور تقلید ہے۔ سچ فرمایا تھا مخبر صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہود و نصاریٰ اگر گوہ کے بل میں داخل ہوں گے تو یہ نام نہاد مسلمان بھی ان کے پیچھے داخل ہو جائیں گے۔ [1]

اب میں اپنی بات کو سمیٹتا ہوں اور اپنے موضوع ''سیرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ'' کی طرف آتا ہوں۔

رومی اور ایرانی شہنشاہیت کا خاتمہ:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بتیس لاکھ مربع میل علاقے پر حکمران تھے۔ اس سے اہل کفر کے گھروں میں ایک ماتم بپا ہو گیا تھا۔ بالخصوص ایرانیوں کی سینکڑوں سالہ رعونت و نخوت خاک

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں مل گئی تھی اور وہ اندر ہی اندر پیچ وتاب کھانے لگے تھے۔ ایران کی ساسانی شہنشائیت کا آخری فرماں روا اور تاجدار کسریٰ یزدگرد ایران پر مسلمانوں کا تسلط ہوتے ہی چین کے صوبے سنکیانگ ❶ کی طرف فرار ہوگیا اور وہیں پناہ گزیں ہوگیا۔ اسلامی فوجوں نے وہاں تک ان کا تعاقب کیا۔ یہ فوجیں جب اس مہم سے واپس لوٹیں تو پھر سینٹرل ایشیاء کے کچھ مزید علاقے فتح کیے اور جو علاقے دور فاروقی کے مسلم شاہینوں کی پے در پے یلغاروں سے بچ گئے تھے وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوگئے۔ یوں سارا مشرق وسطیٰ مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ دونوں قبلے بیت الحرام اور بیت المقدس اسلامی حکومت میں شامل تھے۔ مسلمانوں کی اس شان وشوکت سے اہل کفر اس قدر پریشان تھے کہ گویا ان کے سینوں پر مونگ دلی جارہی ہے۔

یہودی، عیسائی اور مجوسی گٹھ جوڑ:

بالآخر ملت کفر نے اسلام کے خلاف ایک گہری چال چلی، عبداللہ ❷ بن سبا نامی ایک

❶ سنکیانگ چین کا وہ صوبہ ہے جس کی سرحدیں پاکستان کے ساتھ ملحق ہیں۔ یہ مسلم اکثریت کا صوبہ ہے۔ چین میں کمیونزم کی آمد سے پہلے یہاں نوے فیصد آبادی مسلمانوں کی تھی، یہاں پہلی صدی کے آواخر تک مسلمانوں کے قدم پہنچ چکے تھے، قتیبہ بن مسلم جو ایک نامور مسلم سپہ سالار تھے، تاریخ سے ثابت ہے کہ وہ ترکستان کے مختلف علاقوں پر یلغاریں کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے تھے۔

سنکیانگ وہی علاقہ ہے جسے عربی مورخین کاشغر سے تعبیر کرتے ہیں، علامہ اقبال اپنے ایک شعر میں کہتے ہیں:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

❷ عبداللہ بن سبا ایک شاطر وچالاک یہودی تھا۔ مدینہ منورہ سے یہودی قبائل کے انخلاء اور خیبر وغیرہ کے علاقوں میں سے یہودیوں کے اخراج کی وجہ سے یہودی بحیثیت قوم کے اندر ہی اندر غصے سے تلملا رہے تھے، مگر مسلمانوں سے کھلم کھلا تصادم کی پوزیشن میں نہ تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے عناد وانتقام کی خاطر فکری محاذ پر مسلمانوں کے عقائد وافکار میں بگاڑ پیدا کرنے کے لیے اپنی تخریبی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا اور اس سلسلے میں ایران کے مجوسیوں سے بھی روابط قائم کر لیے۔ ان سب کا سرغنہ عبداللہ بن سبا ہی تھا جس نے منافقانہ طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہودی نے سازش کا آغاز کیا۔ اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھا اور فکری محاذ پر اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہو گیا۔ مسلمانوں کے عقائد وافکار میں بگاڑ پیدا کرنے کے لیے پروپیگنڈا شروع کر دیا، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تو اس کی دال نہ گل سکی۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ جفینہ نامی ایک عیسائی شخص اور معروف ایرانی لیڈر ہرمزان جو کسریٰ ایران یزدگرد کا رشتہ دار تھا۔ ان دونوں کے درمیان اسلام اور مسلمانوں کی عداوت پر گٹھ جوڑ قائم ہو گیا۔

ہرمزان کا معاملہ یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدے کرتا پھر توڑ دیتا اور اس طرح انہیں نقصان پہنچاتا۔ بالآخر یہ گرفتار ہوا اور مسجد نبوی میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے صحن میں سنگریزوں پر استراحت فرما تھے۔

ہرمزان نہ صرف بدعہدی کا مرتکب ہوا تھا بلکہ اس نے دھوکے سے بہت سے مسلمانوں کو شہید بھی کیا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ان پر بہت غصہ تھا۔ ترجمان کے ذریعے اس سے گفتگو ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا! تم ایک عالمی طاقت تھے پھر شکست کیوں کھا گئے؟

ہرمزان نے جواب دیا، پہلے اللہ ہمارے ساتھ تھا، اب مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اس لیے ہم شکست کھا گئے۔

اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اس بدطینت اور عہد شکن شخص کو قتل کروا دیا جائے۔ ہرمزان نے بھانپ لیا کہ اب میرے قتل کا حکم ہونے والا ہے، تو کہنے لگا مجھے پانی پلا دیجیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اسے پانی پلایا جائے۔ چنانچہ اسے پانی کا پیالہ دیا گیا۔ وہ پانی کا پیالہ پکڑ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا پانی کیوں نہیں پیتے؟ اس نے کہا مجھے خطرہ ہے کہ پانی پینے سے پہلے ہی قتل نہ کر دیا جاؤں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تجھے کوئی ڈر نہیں، جب تک تو پانی نہ پی لے تجھے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ تو اس نے پانی پھینک دیا اور کہنے لگا آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے امان دے دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تمہیں کیسے امان دے دی؟ کہنے لگا، جب آپ نے مجھ سے یہ کہا کہ جب تک تم پانی نہ پی لو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تجھے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ میں نے تو پانی پیا نہیں۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ غصے میں آگئے۔ مگر دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، امیر المؤمنین! بے شک اس نے جان بچانے کا حیلہ کیا ہے مگر پھر بھی آپ اس کو پناہ دے دیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت میں ملوث افراد میں سے ایک تو یہی ہرمزان تھا، دوسرا جفینہ عیسائی اور تیسرا ابولؤلؤ فیروز مجوسی تھا۔ تینوں نے مشورہ کر کے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دینے کا بھیمانہ منصوبہ تیار کیا۔ طے یہ پایا کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ منصوبے کے تحت ابولؤلؤ فیروز منبر کے نیچے چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے تو یہ بدبخت نکل کر آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوا۔ اس نے خنجر سے تین چار وار کیے اور فرار ہونے کی کوشش کی مگر پکڑا گیا۔ خنجر کے وار انتہائی گہرے تھے۔ ان سے آنتیں تک کٹ گئیں۔ وہ سرجری کا زمانہ نہیں تھا، میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی۔ اس لیے کٹی ہوئی آنتوں کو درست کرنا ممکن نہ تھا۔

طبیب کو بلایا گیا، اس نے دیکھ کر کہا! اگر اس زخم سے آنتیں محفوظ ہیں تو مرہم پٹی ہوجائے گی اور یہ ٹھیک ہو جائیں گے، لیکن اگر آنتیں کٹ گئی ہیں تو پھر علاج ممکن نہیں، طبیب نے آنتوں کے معائنہ کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تو وہ زخم کے راستے سے باہر نکل آیا۔ اس پر طبیب نے امیر المؤمنین سے کہا! آپ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں، مطلب یہ تھا کہ اب آپ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں۔

وہ دور مسلمانوں کی شان وشوکت اور قوت کا دور تھا۔ دنیا میں کوئی ایسی طاقت موجود نہ تھی جو انہیں برسر میدان للکار سکے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ایک خفیہ پلاننگ کے ذریعے شہید کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قاتل ابولؤلؤ فیروز نے بعد میں خودکشی کر لی تھی۔ اس خفیہ منصوبہ بندی کے بارے میں سیدنا عبدالرحمٰن [1] بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے تین دن پہلے ہرمزان جفینہ

[1] سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی عشرہ مبشرہ صحابہ میں شامل ہیں۔ واقعہ فیل کے دسویں سال پیدا ہوئے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رہنمائی سے دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کی تو مکہ والوں ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عیسائی اور ابولؤلؤ فیروز کو چھپ کر باتیں کرتے دیکھا۔ میں ان کے پاس سے گزرا تو یہ گھبرا کر بھاگے تو ان کا خنجر زمین پر گر پڑا۔ میں نے اٹھا کر ان کو دوبارہ پکڑا دیا۔ جب سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آلۂ قتل کو دیکھا تو تصدیق کی کہ یہ وہی خنجر ہے جو میں نے ان کے پاس دیکھا تھا۔

عالم کفر کی طرف سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ❶ کا مقصد یہی تھا کہ کسی طرح اسلام کا سیل رواں تھم سکے، لیکن اللہ رب العزت نے اسلام کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کرنے کا جو وعدہ فرمایا ہے، اس کے پیش نظر اسلام کی رفتار کو کون روک سکتا ہے۔

دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ کی فتوحات:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، ان کا دور خلافت بارہ سال پر محیط ہے۔ اس دور میں بارہ لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا۔ مغرب میں لیبیا، الجزائر، مراکش اور تیونس کے ممالک فتح ہوئے۔ وسط ایشیاء میں آذر بائیجان، آرمینیا، جارجیا، ازبکستان، تاجکستان اور کرغیزستان کے علاقے مسخر ہوئے، بارہ لاکھ مربع میل کوئی چھوٹا علاقہ نہیں ہے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ ❷

⇦ نے ان سے سب کچھ چھین لیا، خالی ہاتھ مدینہ پہنچے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سعد بن ربیع انصاری کا بھائی بنا دیا۔ انہوں نے ہر طرح کے تعاون کی پیش کش کی مگر آپ رضی اللہ عنہ نے معذرت کر لی اور اپنا کاروبار شروع کیا۔ کاروبار میں اتنی برکت ہوئی کہ وہ مٹی میں بھی ہاتھ ڈالتے تو وہ سونا بن جاتی، چنانچہ جلد ہی ان کا شمار مدینہ کے دولت مندوں میں ہونے لگا۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت اسلام کی سربلندی کے لیے بلا دریغ خرچ کی، تیس ہزار غلام خرید کر آزاد کیے۔ غزوۂ بدر و احد میں بڑی بہادری سے لڑے۔ غزوۂ احد میں ان کے جسم پر بیس زخم لگے۔ پاؤں کے شدید زخم کی وجہ سے لنگڑا کر چلتے تھے۔ ۳۱ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

❶ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ طبری، تاریخ الخلفاء للسیوطی۔

❷ تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ طبری، فتوح البلدان وغیرہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر الزامات اور اُن کی حقیقت:

یہود و مجوس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے پروپیگنڈے کے میڈیا سے کام لیا۔ آپ پر متعدد ناروا الزامات عائد کیے۔ اقربا پروری کا الزام سب سے بڑا تھا۔ یہ کہا گیا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کو ہی صوبوں کا عمال اور گورنر مقرر کیا ہے، مال غنیمت سے بھی اپنے رشتہ داروں کو نوازا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فلاں فلاں کام تقویٰ اور پرہیزگاری کے خلاف کیے ہیں۔

کوفہ اور بصرہ ابتداء میں دو فوجی چھاؤنیاں تھیں جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں معرض وجود میں آئیں۔ مسلمانوں کی بڑے پیمانے پر آبادکاری سے یہ دو بڑے شہر بن گئے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے۔ یہود و مجوس جو منافقت کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی صفوں میں شامل ہو گئے تھے۔ انہوں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر کئی ایک سوقیانہ الزامات لگائے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کی شکایتیں کیں۔ مثلاً یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ انصاف نہیں کرتے اور یہ کہ ان میں فلاں فلاں کمی پائی جاتی ہے۔ اس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک رشتہ دار ولید بن عقبہ کو گورنر نامزد کر دیا۔

دوسرا الزام یہ تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بارہ سال تک شام کا گورنر بنائے رکھا اور ان کے زیر حکومت علاقے میں اضافہ بھی کر دیا، یہ الزام بھی سراسر فضول تھا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے سے گورنر چلے آرہے تھے۔ علاقے میں ان کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کے پیش نظر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں بحال رکھا، اس میں اقرباء پروری کا شائبہ تک نہ تھا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر تیسرا الزام یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان ❶ بن حکم کے لیے مکہ و

❶ مروان بن الحکم بنوامیہ کا ایک قابل ترین فرد تھا، اس کا باپ حکم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا حقیقی چچا تھا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان کو اپنا سیکرٹری نامزد کیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ کچھ دیر مدینہ کے والی بھی رہے۔ یزید بن معاویہ کے بعد یہ خلیفہ بنے۔ ۹ ماہ خلافت کے بعد ۶۵ء میں وفات پا گئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدینہ میں آنے کی ممانعت کر دی تھی مگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں ان کو بلا لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں استفسار کیا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا تھا اور چوتھا اعتراض یہ تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا، اور یہ بھی ان کا رشتہ دار تھا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت چوالیس لاکھ مربع میل رقبے پر مشتمل تھی اور یہ دنیا کی سب سے بڑی مملکت تھی جو امن واستحکام اور خوش حالی میں اپنی مثال آپ تھی۔ اس کی وسعت اور پھیلاؤ کا اندازہ دنیا کے دو بڑے ملکوں سے تقابل کر کے کریں تو بات زیادہ واضح انداز سے سمجھ میں آجائے گی۔ امریکہ دنیا کا ایک بڑا ملک ہے مگر اس کا مجموعی رقبہ ۲۹ لاکھ ۴۷ ہزار مربع میل ہے اور چین دنیا کے ایک بڑے حصے پر پھیلا ہوا ہے مگر یہ بھی فقط ۳۰ لاکھ مربع میل رقبے پر محیط ہے، اس موازنے سے اسلامی حکومت کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اتنی بڑی سلطنت کے نظم ونسق اور انتظام والصرام سے متعلقہ امور میں انسانی تقاضوں کے تحت کسی چھوٹی موٹی غلطی کا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی شہادت تو خود قرآن نے دی ہے۔

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (المجادلہ : ۲۲)

اور پھر اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ بھی دے دیا۔

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (المجادلہ : ۲۲)

اللہ اس جماعت سے راضی ہو گیا اور یہ جماعت اللہ سے راضی ہو گئی۔ نقص اور غلطی تو انسانی طبیعت کا جزو لازم ہے۔ اگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا اجتہاد کسی معاملہ میں غلط بھی تھا تو پھر بھی ان کے لیے اجر وثواب ہے۔ ان کی غلطی کسی بدنیتی پر مبنی نہ تھی۔ (1)

بلوائیوں نے غلط اعتراضات کو اچھال کر ایک شور برپا کرنے کی کوشش کی، مصر، بصرہ

(1) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر کیے جانے والے اعتراضات کا تسلی بخش جواب کے لیے دیکھیں: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کی کتاب ''خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت''۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور کوفہ سے انہوں نے دارالخلافہ مدینہ منورہ کا رخ کیا، مجموعی طور پر ان کی تعداد دو ہزار کے لگ بھگ تھی، انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا، جو چالیس دن تک جاری رہا، اس دوران صورت حال کچھ اس طرح کی ہوگئی تھی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانے پینے کی فراہمی معطل ہوگئی تھی اور ان کا مسجد میں آنا بھی ممکن نہ رہا تھا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا باغیوں سے خطاب:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی بالکونی پر چڑھ کر باغیوں سے خطاب کیا۔ اے لوگو! مسجد نبوی ﷺ تنگ ہوگئی تھی، آقائے دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا تھا، جو شخص اپنے مال سے زمین خرید کر مسجد میں شامل کر دے، میں اسے جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ میں نے اپنے مال سے اتنی زمین خرید کر مسجد میں شامل کر دی کہ آج یہ مسلمانوں کے لیے فراخ ہوگئی ہے اور آج مجھے اسی مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنے سے روکا جا رہا ہے۔

اے لوگو! جب مسلمان مدینے میں آئے تو ان کے پینے کے لیے پانی کی انتہائی قلت تھی، بیر رومہ ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا، جو شخص اپنے مال سے اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے، میں اسے جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ میں نے بیر رومہ کو خریدا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، آج مجھے اسی کنویں سے پانی لینے سے روک دیا گیا ہے۔ [1]

اے لوگو! تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو حالانکہ کسی مسلمان کو تین حالتوں کے سوا قتل کرنا جائز نہیں، ایک تو یہ کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کر دے تو وہ قصاص میں قتل کیا جائے، دوسرا یہ کہ ایک شادی شدہ مسلمان بدکاری کا ارتکاب کرے تو اسے رجم کر دیا جائے، تیسرا یہ کہ کوئی شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے۔ یہ اللہ و رسول ﷺ سے بغاوت ہے۔ لہٰذا اس کا قتل جائز ہے۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی مسلمان کا قتل جائز نہیں، تو تم

[1] صحيح بخاري، كتاب الوصايا، حديث: ٢٧٧٨، جامع الترمذي، ابواب المناقب، حديث: ٣٧٠٣.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجھے کس بناء پر قتل کرنا چاہتے ہو؟ اس میں شک نہیں کہ یہ تقریر بہت متاثر کن تھی، اگر مخاطبین ذرا بھی ایمان کی روشنی سے بہرہ ور ہوتے اور اللہ کا خوف انہیں دامن گیر ہوتا تو وہ ضرور محاصرہ اٹھا کر چلے جاتے، مگر یہ تو یہودی و مجوسی ٹولہ تھا جنہوں نے مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے منافقانہ طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بصیرت اور دانائی دیکھیے کہ انہوں نے اس موقع پر لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: لوگو! اگر تم نے مجھے شہید کر دیا تو یاد رکھو تم قیامت تک نہ تو ایک امام کے جھنڈے کے نیچے جہاد کر سکو گے اور نہ ایک امام کے پیچھے کبھی نماز پڑھ سکو گے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ان تاریخ ساز الفاظ کی صداقت آج بھی مسلم ہے۔ مسلمان بیسیوں فرقوں میں بٹ چکے ہیں، ان میں عقائد و افکار کا اتنا بعد پیدا ہو چکا ہے اور وہ ایک دوسرے سے اتنے متنفر ہو چکے ہیں کہ ایک پلیٹ فارم پر ان کا متحد ہونا قریب قریب محال ہو چکا ہے۔

جمل وصفین کی جنگیں:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا چھ سالہ دور حکومت فتنوں کی نذر ہو گیا۔ پہلے جنگ جمل ❶ ہوئی جس میں دس ہزار مسلمان شہید ہو گئے۔ پھر جنگ صفین ❷ ہوئی جس میں تقریباً پینتالیس ہزار مسلمان خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔

کیا آپ جانتے ہیں یہ سازش کس نے کی؟ اس فتنہ کو کس نے ہوا دی اور اس کے اولین محرک کون لوگ تھے؟ بلاشبہ یہ سازش اور فتنہ پردازی یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں اور

---

❶ جمل وصفین کی باہمی خونریز جنگیں درحقیقت منافقوں اور اسلام دشمنوں کی سازشوں کی مرہونِ منت ہیں اور نہایت قابل افسوس واقعات ہیں۔ جمل کا مطلب اونٹ ہے چونکہ اس جنگ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اونٹ پر سوار تھیں اس لیے یہ جنگ جمل کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہ جمادی الثانی ۳۶ھ کو ہوئی۔

❷ صفین ایک میدان کا نام ہے جہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان منافقین کی ناپاک کوششوں کی وجہ سے ایک خون ریز جنگ برپا ہوئی۔ اس لیے اسے صفین سے موسوم کیا گیا، یہ جمادی الاول ۳۷ھ میں ہوئی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منافقوں کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشترکہ کوششوں کا نتیجہ تھی، مسلمان اپنے شریفانہ اطوار کی بناء پر ان بدبختوں کی گہری چالوں کو ٹھیک طور پر سمجھ نہ سکے اور ان کے پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ جمل وصفین کے خونی معرکے محض غلط فہمیوں کی بنیاد پر رونما ہوئے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں گہری مماثلت:

محرم الحرام کا مہینہ قریب ہے، اس ماہ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا واقعہ پیش آیا، شیعہ بھائی بیان کرتے ہیں کہ خانوادۂ رسالت کے لیے تین دن پانی بند رہا، اس عظیم المرتبت خاندان کے سارے افراد شہید کر دیئے گئے۔ ان عالی قدر افراد کے سر نیزوں پر بلند کیے گئے۔ فقط آل بیت اطہار کی مستورات کو زندہ چھوڑا گیا۔ ہمیں ان میں سے کسی بات سے بھی انکار نہیں، بلاشبہ کربلا کا واقعہ اسلامی تاریخ کا ایک دل فگار اور اندوہناک واقعہ ہے اور دنیا اس غم انگیز اور کربناک سانحہ پر اپنے آنسوؤں کا ایک سیلاب بہا چکی ہے۔

مگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے المیۂ شہادت پر بھی غور کرتے جایئے۔ کیا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین نہیں کی گئی؟ کیا ان پر چالیس دن تک پانی بند نہیں رکھا گیا؟ کیا ان پر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے بند نہیں کر دیئے گئے جس کی توسیع میں سب سے زیادہ انہی کا حصہ تھا، اور کیا انہیں عین تلاوت قرآن کے دوران شہید نہیں کیا گیا؟

بلاشبہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی گہری مماثلت رکھتی ہے۔ اس لیے دونوں کا بیان کیا جانا ضروری ہے۔ ان میں کسی ایک کی شہادت کو تو ہر پہلو اور ہر زاویۂ نگاہ سے بیان کرنا اور دوسرے سے مکمل طور پر پہلو تہی کرنا اور اغماض برتنا قرین انصاف نہیں ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی عظمت وکردار:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کردار کے اس پہلو پر بھی نظر ڈالیے اور ان کے تقویٰ و تدین اور طہارت فکر ونظر کی داد دیجئے کہ جب اہل مدینہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے دفاع میں باغیوں سے لڑنے کی اجازت مانگی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کر دیا اور فرمایا! میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے تحفظ کی خاطر مسلمانوں میں خون ریزی کو جائز تصور نہیں کرتا۔

یہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کردار کی بلندی اور ان کے اخلاق کی برتری تھی، ورنہ آپ رضی اللہ عنہ چوالیس لاکھ مربع میل کی سلطنت کے خلیفہ اور حکمران تھے، مسلمان آپ پر جان چھڑکتے تھے۔ ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں سرکاری فوج موجود تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ذرا اشارہ کرتے تو فتنہ پردازوں کی تکا بوٹی ہو جاتی، مگر آپ رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اہل کفر کے عزائم کو سمجھیں، ان کے پروپیگنڈے کا شکار نہ ہوں۔ مگر آج ہم کسی گہری سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔ آج مسلمان قتل وغارت گری کا شکار ہو چکے ہیں۔ ایک مسلمان ملک دوسرے کا دشمن بن چکا ہے۔ انجانے میں ایک دوسرے کے گلے کٹ رہے ہیں۔ کرۂ ارض پر ساٹھ اسلامی مملکتیں اور حکومتیں موجود ہیں مگر ان میں اتفاق واتحاد، اخوت و بھائی چارے اور باہمی یگانگت کی کوئی قدر دکھائی نہیں دیتی۔

یہ نفاق، یہ قتل و غارت گری، یہ فرقہ بندی اور گروہی عصبیت کیوں پیدا ہوئی، یقیناً اس ساری صورت حال کو اہل کفر وشر کے پرزور پروپیگنڈے نے جنم دیا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خلافت راشدہ صرف تیس برس ❶ ہی کیوں رہی؟ اگر یہ اتنا اچھا نظام ہوتا تو صدیوں قائم رہتا۔ ٹھیک ہے اللہ کی مشیت تیس برس ہی کی تھی، لیکن خلافت راشدہ کے ان تیس برسوں میں قرآن، سیرت، حدیث اور دین سب کچھ محفوظ ہو گیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

---

❶ یہ صحیح ہے کہ خلافت راشدہ کا حقیقی نظام ٹھیک طور پر تیس برس ہی چلا اور اس کے بعد کی مسلم حکومتیں، حکومت وریاست کے چلانے میں اس اعلیٰ معیار کو قائم نہ رکھ سکیں۔ جو خلافت راشدہ کا شعار تھا۔ مگر پھر بھی بعد کی مسلمان حکومتیں قرآن وسنت اور خلافت راشدہ کے نظائر سے برابر اعتناء کرتی رہی ہیں اور لوگوں کو عدل وانصاف کی فراہمی جاری رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان صدیوں تک خوش حال اور مستحکم حکومتیں قائم رکھنے میں کامیاب رہے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غلبۂ اسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ .

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (الصف : ٨، ٩)

یہ اٹھائیسویں پارے کی سورت الصّف کی دو آیات ہیں۔ ان کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اہل کفر اسلام کے متعلق یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اپنے باطل عزائم کے ساتھ اسلام کے چراغ کو گل کردیں، لیکن اللہ تعالیٰ عرش پر فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ قیامت تک اسلام کی شمع کو روشن رکھے گا۔ خواہ کافر اس کو بجھانے کی جتنی چاہیں کوششیں کرلیں، ان کی ہر کوشش ناکامی سے دوچار ہوگی۔ اسلام جلد یا بدیر غالب آکر رہے گا۔ اللہ رب العزت کا یہ فیصلہ ہر حال میں نافذ ہو کر رہے گا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلی وحی:

آپ کے علم میں ہے کہ پہلی وحی سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات پر مشتمل تھی۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝﴾ (العلق: ۱-۵)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے قلم کے ساتھ انسان کو علوم وفنون کی دولت سے نوازا ہے۔ اس شرف میں دوسری کوئی مخلوق انسان کے ساتھ شریک نہیں۔ ویسے حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسے کہا لکھ دے تو اس نے لکھنا شروع کر دیا۔ قلم کو لکھنے کے لیے کسی کی مدد اور سہارے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کے لیے بس اللہ تعالیٰ کا حکم ہی کافی تھا۔

نبی کریم ﷺ پہلی وحی کے بعد گھر تشریف لائے اور اپنی اہلیہ محترمہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو وحی کی تمام سرگزشت سنائی۔ آپ ﷺ کی یہ باتیں سن کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور ان سے وحی سے متعلق پورا واقعہ ذکر کیا۔ ورقہ نے یہ پورا واقعہ غور وتدبر اور انہماک سے سنا اور کہا اے محمد ﷺ! خوش ہو جایئے۔ یہ تو وہی ناموس ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر آیا تھا اور یہی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر آیا تھا۔ اے محمد ﷺ! آپ بھی اللہ کے نبی ہیں۔ کاش اللہ مجھے اتنی زندگی دے، میں اتنا عرصہ جی سکوں کہ جب آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو مکہ سے ہجرت پر مجبور کر دے گی، تو میں اس وقت آپ ﷺ کی مدد کروں، مگر ورقہ اس وقت بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ وہ آپ ﷺ کے واقعۂ ہجرت سے پہلے وفات پا گیا۔

اپنے خاندان کو دعوتِ اسلام:

نبی کریم ﷺ نے ورقہ کی بات سن کر کہا کہ اہل مکہ تو مجھ سے اپنے بچوں سے بھی زیادہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محبت کرتے ہیں۔ یہ مجھے کیوں کر نکالیں گے؟ ورقہ نے کہا آپ جس دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ابتداء میں دنیا کی کوئی قوم بھی اسے برداشت کرنے والی نہیں ہوتی۔ ❶ بلکہ آپ کا خاندان بھی اس دعوت کو برداشت نہیں کر پائے گا۔ جب یہ آیت اتری

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ (الشعراء: ٢١٤)

اے نبی ﷺ! اپنے قرابت داروں کو ڈرایئے اور اپنے رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے آگاہ کیجئے۔ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ نے بنو ہاشم کو اپنے ہاں دعوت دی۔ چنانچہ بنو ہاشم کے ۴۵ افراد نے اس دعوت میں شرکت کی۔ ابولہب بھی اس دعوت میں شریک تھا۔ جب سرور کونین ﷺ نے ان جمع شدہ قرابت داروں کو اللہ کا پیغام پہنچایا اور انہیں بتایا کہ آپ کے جدِ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی یہی پیغام لائے تھے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اسی پیغام کی تکمیل کے لیے بھیجا ہے اور وہ پیغام یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کامیاب ہو جاؤ گے اور پورا عرب مل کر بھی تمہیں کامیابی کی راہ سے نہیں ہٹا سکے گا۔

آپ ﷺ کی دعوت اور پیغام کی سوائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سب نے مخالفت کی۔ ابولہب اس مخالفت میں سب سے پیش پیش تھا۔ اس نے کہا اے میرے خاندان کے لوگو! محمد ﷺ کو اس دعوت سے روکو ورنہ سارا عرب آپ کا دشمن ہو جائے گا اور بنو ہاشم اکیلے پورے عرب سے نہیں لڑ سکیں گے۔ بھلا بنو ہاشم کس کس قبیلے سے لڑیں گے اور کس کس سے اپنے تعلقات بگاڑیں گے؟ ❷

دعوتِ عام:

اس کے بعد عام دعوت کا اعلان ہوا۔ نبی محترم ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر قریش کو پکارا۔ لوگ جمع ہو گئے؟ تو آپ ﷺ نے نہایت حکیمانہ انداز سے اللہ تعالیٰ کا پیغام ان کے

❶ صحیح مسلم، کتاب بدء الوحی، حدیث ٣، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بدء الوحی، حدیث: ١٦٠.

❷ اس واقعے کی تفصیل کے لیے دیکھیں: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، حدیث: ۴۷۷۰، ۴۷۷۱.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سامنے رکھا۔ اس موقع پر بھی ابولہب نے آپ ﷺ کی شدید مخالفت کی، بدزبانی کی اور برا بھلا کہا۔

سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے:

نبی کریم ﷺ کی دعوت و تبلیغ کے ابتدائی مرحلے میں مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ عورتوں میں سے آپ ﷺ کی اہلیہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مشرف بہ اسلام ہوئیں، غلاموں میں سے یہ سعادت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی اور بچوں میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو آغوش اسلام میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ معاشرے کے کمزور طبقات میں سے کچھ افراد کو دولت اسلام کی نعمت میسر آئی۔ جیسے آل یاسر وغیرہ۔ ❶

کفار کے مظالم:

اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام کی دعوت قبول کرنے والوں پر کافروں نے لرزہ خیز مظالم ڈھائے۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کو ابوجہل بدبخت نے تشدد کر کے شہید کر دیا۔ خود نبی کریم ﷺ کو ابتداء میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کعبۃ اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب سجدے میں گئے تو ایک مشرک عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کے گلے میں کپڑا ڈال کر بل دینے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا سانس رکنے لگا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو بھاگتے ہوئے گئے۔ عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دیا اور قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ (المؤمن: ۲۸)

کیا تم محمد ﷺ کو اس لیے قتل کر دینا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، ❷ حالانکہ

---

❶ ان جلیل القدر ہستیوں کے قبول اسلام کے واقعات کی تفصیل کے لیے دیکھیں: سیرۃ ابن ہشام، الاصابۃ لابن حجر۔

❷ صحیح بخاری، حدیث: ۳۸۵۶.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ اپنے رب کے پاس سے بینات لے کر آئے ہیں، روشن دلائل لے کر آئے ہیں؟ ایک دفعہ ابو جہل نے آپ ﷺ کی ایذا رسانی کا ایک پروگرام بنایا کہ جب آپ ﷺ سجدے میں جائیں گے تو میں ایک بھاری پتھر سر مبارک پر گرا دوں گا۔ جب یہ بدبخت اپنے منصوبے کے مطابق پتھر اٹھانے کے لیے بڑھا تو جبریل علیہ السلام سامنے آئے اور ابو جہل کو آگ کی خندق دکھائی تو وہ خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔

ہجرتِ حبشہ:

الغرض کفار کے ظلم و تشدد سے مسلمانوں پر مکہ کی سرزمین تنگ ہوگئی اور مسلمانوں کے لیے صورت حال اتنی مخدوش اور بدتر ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کو کہنا پڑا کہ اے مسلمانو! اگر تم اپنے دین کو بچانے کے لیے ہجرت کر سکتے ہو تو ہجرت کر جاؤ۔ جائے ہجرت کا تعین کرنے کے لیے آپ ﷺ نے روم اور ایران پر نظر ڈالی تو ان کو اسلام کا بدترین دشمن پایا۔ آخر گہرے غور و تدبر کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت کرنا طے پایا کیونکہ وہاں کا حکمران نجاشی بہت رحمدل اور عادل تھا۔ پہلی ہجرت حبشہ میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والے اس قافلے میں نبی کریم ﷺ کے داماد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کی لختِ جگر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ ❶ نبی ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی، بلاشبہ یہ دونوں کے لیے منفرد اعزاز تھا۔ ❷

قریشی وفد کی حبشہ آمد:

اسلام کے جاں نثاروں کا یہ مختصر سا قافلہ جب حبشہ کی سرزمین پر وارد ہوا اور امن و سلامتی کے ساتھ زندگی کے دن گزارنے لگا تو اسلام کے دشمن اس کو بھی برداشت نہ کر سکے۔ چنانچہ قریش نے ہنگامی طور پر ایک میٹنگ بلائی۔ جس میں فیصلہ کیا گیا کہ فوری طور پر یہاں

❶ اس ہجرت کی تفصیل کے لیے دیکھیں: سیرۃ ابن ہشام، ص: ۱۴۸، ۱۴۹۔

❷ مستدرك حاكم: ٦٨٤٩.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے دو افراد کو سفیر بنا کر حبشہ بھیجا جائے۔ یہ وفد نجاشی سے مطالبہ کرے گا کہ یہ لوگ ہمارے باغی ہیں، ان کو ہمارے حوالے کیا جائے۔ چنانچہ عمرو بن عاص اور عبد اللہ بن ربیع کو نجاشی کے پاس بھیجا گیا، انہوں نے جا کر نجاشی سے کہا کہ ہماری قوم کے کچھ افراد بغاوت کر کے آپ کے ملک میں پناہ لے چکے ہیں۔ نہ یہ ہمارے دین پر ہیں اور نہ انہوں نے عیسائیت قبول کی ہے۔ بلکہ ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے۔ لہٰذا ان کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ ❶

نجاشی کے دربار میں سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی تقریر:

نجاشی نے کہا یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ دوسرے فریق کی بات سنے بغیر کوئی فیصلہ کر دیا جائے۔ ❷ چنانچہ دوسرے دن مسلمانوں کو نجاشی کے دربار میں بلایا گیا۔ مسلم وفد کی قیادت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ نجاشی نے ان سے پوچھا آپ لوگ کس دین کے پیروکار ہیں؟ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے پورے اطمینان اور نہایت وضاحت کے ساتھ جواب دیا اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، غریبوں پر ظلم ڈھاتے تھے، ڈاکے ڈالتے تھے اور ایک دوسرے کی عزتیں پامال کرتے تھے۔ پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا کہ اپنے آخری نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف مبعوث فرمایا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ تمہارے خالق نے تمہیں کس لیے پیدا کیا ہے، تمہارا مقصود زندگی کیا ہے، تمہیں مرنے کے بعد کہاں جانا ہے اور کس کے حضور کھڑے ہو کر اپنی حیات وزیست کے بیتے لمحوں کا حساب دینا ہے۔

بادشاہ نے مزید سوال کیا۔ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی کلام بھی اترا ہے۔ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا تمہیں اس قرآن سے کچھ یاد ہے۔ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں یاد ہے چنانچہ بادشاہ کے سامنے سورہ مریم کی وہ آیات تلاوت فرمائیں جن میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کا ذکر ہے۔ نجاشی نے

---

❶ سیرۃ ابن ہشام، ص: ۱۵۵۔

❷ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی مقرر کرتے ہوئے ارشاد فرمائی تھی کہ اے علی رضی اللہ عنہ! دونوں فریقوں کی بات سنے بغیر کبھی فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرنا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب یہ آیات سنیں تو ان پر حق واضح ہو گیا اور اس کا حال یہ ہو گیا تھا۔ [1]

﴿وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۝﴾ (المائدہ : ۸۳)

نجاشی کا ایمان افروز بیان:

یہ قرآن کی اثر پذیری تھی کہ نجاشی قرآن کی آیتیں سنتا جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر داڑھی پر گر رہے تھے۔ اب حق کو پہچان کر اس کا انکار ممکن نہ تھا۔ نجاشی نے قریش کے سفیروں کو نظر اٹھا کر دیکھا اور کہا۔ میری سلطنت سے نکل جاؤ۔ یہ لوگ سیدھی راہ پر ہیں۔ میں انہیں پناہ دیتا ہوں۔ میں کسی صورت میں بھی تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ نجاشی نے بہت ذلیل کر کے انہیں دربار سے نکال دیا۔ اس صورت حال میں ان دونوں نے بڑی بے عزتی محسوس کی۔ عمرو بن عاص نے اپنے ساتھی سے کہا کہ بادشاہ کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ کل میں بادشاہ کو بتاؤں گا کہ مسلمان نہ صرف یہ عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ اس نظریہ کو ہدف تنقید بناتے ہیں۔ یہ بات سن کر بادشاہ فوراً ان کو نکال دے گا۔ کیونکہ کوئی شخص اپنے عقیدے پر چوٹ برداشت نہیں کر سکتا۔ کل دیکھنا ہوتا کیا ہے!

قریشی وفد کی ایک اور چال:

عبد اللہ بن ربیع کہنے لگا، یار چھوڑو، یہ ہمارے رشتے دار ہیں۔ ہمارے ہم قوم ہیں اگر ان کو پناہ مل گئی ہے تو اتنا پیچھا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ عمرو بن عاص کہنے لگا میں بھی اپنی ہٹ کا پکا ہوں، ان کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا، دوسرے دن دربار میں پیش ہو کر کہنے لگا۔ اے بادشاہ تو نے ان کو پناہ تو دے دی ہے مگر یہ عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں وہ اللہ کا بندہ ہے کیا پھر بھی تو ان کو پناہ دے گا۔ نجاشی نے کہا، مجھے ان کی بات سننے دو، جس طرح کل میں

[1] مکمل تفصیل کے لیے دیکھیں: سیرۃ ابن ہشام، ص: ۱۵۶، ۱۵۷۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے یہ بات سنی تھی، آج پھر سنوں گا۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں کو پھر بلایا اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت کے بارے میں قرآن کا نقطۂ نظر جاننا چاہا۔ ❶

جواب میں سیدنا جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

﴿وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝﴾

(مریم: ١٦ تا ٢١)

قرآن کی فصاحت و بلاغت:

قرآن حسن صوت اور حسن معانی کا بے مثال مرقع ہے۔ قرآن کی صوتی اور معنوی خوبیاں انہی خوش نصیبوں پر کھلتی ہیں جو قرآن کے ترجمہ، تفسیر و تاویل اور قرآنی الفاظ کے حسن وشکوہ سے واقف ہوں۔ ہمارے دینی مدارس میں طلباء قرأت سبعہ کی تعلیم پاتے ہیں اور ماشاء اللہ خوب صورت انداز سے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ہیں تو دل سے ان کے لیے دعائیں نکلتی ہیں قیامت کے دن ایسے خوش قسمت افراد سے کہا جائے گا۔ قرآن پڑھتے جاؤ اور جنت کی منزلیں چڑھتے جاؤ۔

عزت کا حقیقی راستہ:

قرآن کا پڑھنا باعث برکت ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ آج ہم نے عملی طور پر قرآن کی تعلیمات کو پس پشت ڈال رکھا ہے، جس کا نتیجہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ آج ساری دنیا میں عرب عرب کا دشمن ہے۔ مسلمان، مسلمان کا

❶ تفصیل کے لیے دیکھیں: سیرۃ ابن ہشام، ص: ١٥٦، ١٥٧۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دشمن ہے، ہم عیسائیوں اور یہودیوں کو راضی کرنے میں لگے ہوئے ہیں، خواہ اس ناروا کوشش میں مسلمان ہی کیوں نہ پس جائیں، لیکن یہ لوگ ہم سے راضی ہو جائیں۔ یقین کریں یہ محض خام خیالی ہے۔ وہ ہم سے کبھی راضی ہونے والے نہیں۔ ہمیں معذرت خواہی کی بجائے جہاد کا وہ طرز عمل اپنانے کی ضرورت ہے جسے اپنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا میں سربلند ہوئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے تھے۔ انہیں زخم بھی لگتے تھے اور بعض اوقات اس راہ میں ان کی جانیں بھی نچھاور ہو جاتی تھیں۔ مگر وہ ایمان و یقین اور جہاد و قتال کے راستے پر ڈٹے رہتے تھے۔ اس لیے کہ ان کا اللہ پر ایمان بہت مضبوط تھا۔

خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سامنے جو آیات تلاوت فرمائی تھیں۔ اب ان کا ترجمہ سنیے تاکہ آپ پر ان آیات کا معنی ومفہوم واضح ہو جائے۔

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اس کتاب میں مریم علیہا السلام کا حال بیان کرو جبکہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرقی سمت میں ایک جگہ گوشہ نشین ہو گئی تھیں اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ گئی تھی۔ اس حالت میں ہم نے ان کے پاس ایک فرشتے کو بھیجا، وہ اس کے سامنے ایک انسان کی شکل میں نمودار ہوا۔ یہ دیکھ کر سیدہ مریم علیہا السلام بول اٹھیں کہ اگر تو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ فرشتے نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ تجھے ایک نیک اور پاکباز لڑکے کی خوش خبری سنا دوں۔ سیدہ مریم علیہا السلام نے کہا، میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا۔ مجھے تو کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی غلط کار عورت بھی نہیں ہوں۔ فرشتے نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ تیرا رب فرماتا ہے میرے لیے ایسا کرنا بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ اِس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت بنائیں اور یہ کام ہو کر رہے گا۔"

نجاشی کا اعترافِ حق:

نجاشی نے یہ آیات خاموشی اور غور کے ساتھ سنیں اور پھر زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہنے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لگا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ اس قدر صحیح ہے کہ آپ علیہ السلام کا مقام و مرتبہ اور آپ علیہ السلام کی حیثیت میں اس تنکا کے برابر بھی کمی وبیشی نہیں ہے۔ جو لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹے قرار دیتے ہیں۔ وہ سراسر جھوٹ کہتے ہیں ان کی بات میں کوئی وزن نہیں۔ سچ وہی ہے جو قرآن کہتا ہے۔ ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیش گوئی فرمائی تھی۔ قیامت کے قریب تمہارے لیے ایک جلتے ہوئے انگارے کو ہاتھ میں پکڑنا آسان ہوگا۔ لیکن اسلام پر عمل کرنا دشوار ہوگا۔ آج حقیقی اسلام اور مسلمانوں کی عملی زندگی کو دیکھنے سے اس پیش گوئی کی تصدیق ہوتی ہے۔ اسلام کی تعلیمات کو چھوڑ کر آج ہم ذلیل و رسوا اور کمزور و بے بس ہوگئے ہیں۔ آج کفر ہم پر مسلط ہو چکا ہے۔ اسرائیل غیر مسلم حکومتوں کی وساطت سے ۱۹۴۸ء میں ناجائز طور پر فلسطین پر قابض ہوا۔ یہ ساٹھ لاکھ آبادی کا ایک چھوٹا سا ملک ہے مگر اس نے ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کا بھرکس نکال کر رکھ دیا۔ عربوں کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ بیت المقدس ان سے چھن گیا۔ جس پر اب تک اسرائیل قابض ہے، ہم ایک ارب ساٹھ کروڑ کی افرادی قوت کے باوجود اسرائیل کے پنجے سے بیت المقدس واگزار نہ کروا سکے۔

غلبۂ اسلام کی پیش گوئی:

صحیح مسلم کی حدیث ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانو! اسلام دنیا پر غالب آکر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے عرش پر اس کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تم عرب والوں سے لڑو گے تو وہ مفتوح ہو جائیں گے اور عرب پر تمہارا قبضہ ہو جائے گا، پھر تم فارس والوں سے لڑو گے تو ایران کے مالک بن جاؤ گے، پھر تم اہل روم سے لڑو گے تو انہیں شکست دے دو گے۔

ایران اور روم اس زمانے کی دو سپر طاقتیں تھیں جو بہت وسیع و عریض علاقوں پر مشتمل تھیں۔

❶ سیرۃ ابن ہشام، ص: ۱۵۷۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دونوں طاقتوں نے کئی کئی ممالک کو اپنے اندر ضم کر رکھا تھا، مگر نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق یہ دونوں عظیم قوتیں صحرائے عرب سے اٹھنے والی اسلامی سپاہ کے سامنے ڈھیر ہو گئیں۔

صلیبی جنگیں:

قرون وسطیٰ میں یورپ میں عیسائیت کی اسلام دشمنی اور تعصب نے انگڑائی لی۔ عیسائی پادریوں نے اس عقیدے کو بڑی شد و مد کے ساتھ پھیلایا کہ اب بیت المقدس کو حاصل کرنے کا وقت آ پہنچا ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام ایک ہزار سال گزرنے کے بعد اب اپنی قبر سے اٹھنے والے ہیں اور وہ صلیبی لشکروں کی قیادت کریں گے اور بیت المقدس فتح کر لیں گے، چنانچہ جرمنی فرانس، انگلستان، اٹلی اور یورپ کے کچھ چھوٹے ملکوں کے فرماں رواؤں کی کوششوں اور پادریوں کی ہمہ وقت کی کاوشوں سے ۹ لاکھ کا لشکر جرار تیار ہو گیا۔ اس لشکر نے بیت المقدس پر حملہ کیا۔ کوئی خاص مزاحمت نہ ہونے کی بنا پر اس نے بالآخر ۱۰۹۹ء میں بیت المقدس کو فتح کر لیا اور یہاں پر آباد ستر ہزار مسلمان آبادی کا صفایا کر دیا۔ یہ انتہاء درجے کی سنگدلی اور سفاکی تھی۔ جو جنونی عیسائیوں کے تعصب اور بغض و کینہ کا اظہار تھی۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب دنیا کی مجموعی آبادی آج کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ اس وقت دنیا کی آبادی سات ارب نفوس پر مشتمل ہے۔ اس میں دو ارب عیسائی، ایک ارب ساٹھ کروڑ مسلمان، ایک ارب بدھ، ۸۰ کروڑ ہندو اور کچھ دیگر قومیں شامل ہیں۔

مسلمانوں کی بے بسی:

آج مسلمان ایک ارب ساٹھ کروڑ ہو کر بھی ذلیل و خوار ہیں۔ آج آپ کا دنیا میں نہ کوئی مقام ہے نہ عزت اور نہ کوئی آپ کو کسی گنتی میں شمار کرتا ہے اور نہ عالمی فورمز اور مشورہ خانوں میں آپ کی آواز کو کوئی پذیرائی حاصل ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ یہ سب اس لیے ہے کہ ہم کہنے کی حد تک مسلمان ہیں لیکن درحقیقت ہم ایک سچے مسلمان کی خصوصیات اور محاسن سے محروم ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مایوسی کی کوئی وجہ نہیں:

لیکن پھر بھی مایوسی کی کوئی بات نہیں۔ اچھے مسلمان اب بھی موجود ہیں۔ گو وہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے مسلمان موجود رہیں گے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کرے گا۔ آخری زمانے میں مسلمان دجال سے لڑیں گے تو اللہ تعالیٰ اس وقت بھی ان کی مدد فرمائے گا۔

مسلمانوں کی بدعملی کی ایک مثال:

ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مدد سے مایوس نہیں ہیں اور نہ کبھی مایوس ہونا چاہیے۔ مگر مسلمانوں کی اسلام سے حد سے بڑھی ہوئی دوری دیکھ کر افسوس ضرور ہوتا ہے۔ میں ایک دفعہ اسلام آباد میں تھا۔ ایک ڈیلی گیشن آیا۔ باتوں باتوں میں اس کے افراد کہنے لگے ہم بڑے پکے مسلمان ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی نماز نہیں پڑھی۔ اس ڈیلی گیشن کا تعلق سنٹرل ایشیاء سے تھا۔ ہم اس علاقے کی زبان نہیں جانتے تھے۔ میں نے ایک ترجمان عورت سے اس بارے میں پوچھا کہ تم کہتے ہو ہم بڑے پکے مسلمان ہیں مگر تم میں سے کسی نے بھی نماز ادا نہیں کی، تو وہ کہتی ہے نماز کیا ہوتی ہے؟ گویا ان کو اسلام کے اس اہم ترین بنیادی رکن کا بھی علم نہ تھا۔

پنجاب کی سکھ حکومت کے مظالم:

دور کیوں جائیں، اسی پنجاب کی گزشتہ تاریخ کی ورق گردانی کرکے دیکھ لیں، انیسوی صدی عیسوی کے آغاز میں پنجاب اور سرحد میں سکھوں کی حکومت قائم ہوئی۔ رنجیت [1] سنگھ

---

[1] رنجیت سنگھ 1780ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوا۔ 1792ء میں اُس نے ایک سکھ تنظیم میں شمولیت کرلی، چند سالوں بعد وہ اِس کا لیڈر بن گیا، اب اُس نے سکھوں کی طاقت کو جمع کرکے جولائی 1799ء میں لاہور پر قبضہ کرلیا۔ 1801ء میں اُس نے امرتسر پر اپنا تسلط جمالیا۔ بعدازاں ملتان، پشاور اور کشمیر بھی اُس کی سلطنت کا حصہ بن گئے۔ اِس طرح یہ سکھ ریاست بہت وسعت اختیار کرگئی۔ 1939ء میں ⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقریباً چالیس سال بلا شرکت غیرے پنجاب کا حکمران رہا۔ لاہور اس کا دارالحکومت تھا۔ اس بدبخت نے بادشاہی مسجد کو گھوڑوں کا اصطبل بنا دیا اور دیگر مسجدوں پر تالے ڈال دیئے۔ مسلمانوں کو دین و شریعت پر عمل کرنے سے روکا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان قرآن بھول گئے، نماز بھول گئے، دین بھول گئے اور سکھوں اور ہندوؤں کے رسم و رواج اپنا لیے اور قریب تھا کہ اس علاقے سے اسلام کے نشانات مٹ جاتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس علاقے میں اسلام کو باقی رکھنا تھا۔ اس لیے سکھوں کے جبر کا یہ نظام ۱۸۴۹ء میں انگریزوں کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا۔

انگریز بھی اگرچہ غیر مسلم تھے لیکن انہوں نے مسلمانوں کو حکومت و ریاست سے تو محروم کیا مگر ان کے مذہب میں بے جا مداخلت سے گریز کیا۔ انگریزوں کی تقریباً ایک سو سال غلامی کے بعد بالآخر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی مل گئی۔

کیمونسٹ روس کے مظالم:

ایک اور مثال سینٹرل ایشیاء کی ہے۔ مسلم آبادی کے اس وسیع و عریض خطے میں ماضی میں بڑے بڑے مفسرین، محدثین، فقہاء، فلاسفہ، اطباء اور سائنس دانوں نے جنم لیا، جب کارل مارکس ❶

⇦ رنجیت سنگھ لاہور میں وفات پا گیا۔ رنجیت سنگھ کے جانشین اس وسیع سلطنت کو دانش مندی کے ساتھ سنبھال نہ سکے، وہ اقتدار کے لیے آپس ہی میں لڑنے لگے، انگریزوں نے اس خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر 1849ء میں پنجاب پر قبضہ کرلیا، اس طرح پنجاب کی سکھ حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

❶ کارل مارکس 1818ء میں جرمنی کے قصبے ٹرائر میں پیدا ہوا۔ اُس کا باپ ایک یہودی قانون دان تھا۔ سترہ سال کی عمر میں اُس نے قانون کی تعلیم کے لیے بون یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ پھر برلن یونیورسٹی میں منتقل ہوگیا۔ بعد ازاں جینا یونیورسٹی سے فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ 1842ء میں اُس نے کولون سے چھپنے والے ایک اخبار میں اپنا پہلا مضمون لکھا۔ جس میں اُس نے معاصر سیاسی و سماجی حالات پر شدید تنقید کی۔ جس کی بنا پر اُسے جرمنی سے نکلنا پڑا۔ اب مارکس پیرس منتقل ہوگیا، یہاں اُس نے کیمونسٹ نظریات اپنا لیے۔ 1845ء میں اُسے اپنی انقلابی سرگرمیوں کی وجہ سے پیرس چھوڑنے کا حکم ملا تو وہ برسلز چلا گیا۔ 1847ء میں اُس کی کتاب ''افلاس فلسفہ'' شائع ہوئی۔ اِس سے اگلے سال اُس نے اپنا ⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے فکر وفلسفہ کے پھیلاؤ کے باعث لینن ❶ اور اسٹالن ❷ کے ہاتھوں سوشل ازم کا انقلاب برپا ہوا۔ ۱۹۱۷ء میں کمیونسٹوں نے زار روس کی حکومت کا تختہ الٹ کر ملک کے درو بست پر قبضہ

⇐⇐ مشہور پروگرام ''مینی فیسٹو آف دی کیمونسٹ پارٹی'' تشکیل دیا۔ اسی برس مارکس کولون واپس آ گیا۔ لیکن چند ماہ بعد ہی اُسے وہاں سے نکال دیا گیا۔ تب وہ لندن چلا گیا جہاں اُس نے اپنی بقیہ زندگی گزاری۔ 1868ء میں اُس کی معروف کتاب ''داس کیپیٹل'' شائع ہوئی جس میں اُس نے سرمایہ دارانہ نظام کی تشریح وتعبیر کے علاوہ اس کے استحصالی طریقوں کی بھی وضاحت کی۔ الغرض مارکس کی تحریروں نے اشتراکت کے لیے نظریاتی اساس مہیا کی۔ 1917ء کا روسی اور 1949ء کا چینی انقلاب مارکس کی انھیں تحریروں کی عملی تفسیر تھا۔ 1883ء میں کیمونسٹ نظریات کا پرچار کرنے والا یہ شخص وفات پا گیا۔

❶ لینن 1870ء میں روس کے ایک قصبے سمبرسک میں پیدا ہوا۔ یہ کارل مارکس کا پرخلوص چیلا تھا۔ اس نے وہی حکمت عملی اپنائی جس کی مارکس نے حمایت کی تھی۔ 23 برس کی عمر میں یہ ایک پرجوش مارکسی بن گیا تھا۔ 1897ء میں انقلابی سرگرمیوں میں شمولیت کے الزام میں اُسے گرفتار کرلیا گیا۔ چودہ مہینے اُس نے جیل میں گزارے۔ اِس کے بعد اُسے سائبیریا جلاوطن کردیا گیا۔ یہیں اُس نے اپنی مشہور کتاب ''روس میں سرمایہ داری کا فروغ'' لکھی۔ 1900ء میں لینن اپنی جلاوطنی کی سزا پوری کر کے فرانس چلا گیا۔ پھر اُس نے مغربی یورپ کے کئی ملکوں کا سفر کیا۔ اِس طرح اُس نے سترہ برس ایک پیشہ ور انقلابی کی حیثیت سے کام کرتے گزار دیے، پھر روس واپس آ گیا اور انقلابی پارٹی میں شمولیت اختیار کرلی۔ جب یہ انقلابی پارٹی دو حصوں میں تقسیم ہوئی تو لینن بالشویک حصہ کا رہنما بن گیا۔ 1917ء میں زار روس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا تو لینن نے اپنے کارکنوں کی مدد سے یہاں ایک سوشلسٹ حکومت قائم کردی۔ لینن اِس نئی حکومت کا سربراہ بن گیا۔ 1922ء میں لینن پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ دو سال تک اِسی حالت میں رہنے کے بعد 1924ء میں اُس کا انتقال ہوگیا۔ اُس کی موت کے بعد اس کی لاش کو حنوط کر کے محفوظ کرلیا گیا اور ماسکو کے ریڈ سکوائر کے عجائب گھر میں سجا دیا گیا۔

❷ جوزف سٹالن 1879ء میں جارجیا میں ایک غریب موچی کے گھر پیدا ہوا۔ اس لیے اُس کی پرورش کسمپرسی کے ماحول میں ہوئی۔ اُس نے ابتدائی تعلیم ایک کلیسائی مدرسہ میں حاصل کی۔ پھر مزید تعلیم کے لیے ایک سکول میں داخل ہوا۔ مگر مارکسی خیالات کی وجہ سے نکال دیا گیا۔ 1896ء میں وہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا ممبر بن گیا اور 1903ء میں جلاوطن ہوا۔ 1917ء کے اشتراکی انقلاب میں اُس نے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ وہ لینن کے بعد سربراہِ حکومت بنا۔ اِس کے دورِ حکومت میں روسی سرحدوں میں ⇐⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرلیا۔ پرجوش کیمونسٹوں نے اس کے فوراً بعد وسط ایشیاء کی مسلم ریاستوں کو بھی ہڑپ کرلیا۔ آذر بائی جان، ازبکستان، قازقستان، کرغیزستان، ترکمانستان اور دیگر کئی ایک مسلم ریاستیں، روسیوں کے خونی پنجوں میں جکڑی گئیں۔

کیمونسٹ روس نے قبضہ کے بعد ان علاقوں کے مسلمانوں کی مذہبی سرگرمیوں پر سخت ترین پابندیاں عائد کردیں۔ بلخ، بخارا، خیوا، سمرقند، تاشقند اور دیگر شہروں کی مساجد کو مقفل کر دیا گیا۔ قرآن، حدیث اور مذہبی کتابوں کو اپنے پاس رکھنا جرم قرار دیا گیا۔ مذہبی علوم کے درس و تدریس کے سلسلے بند کر دیئے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصے بعد ہی مسلمان دین سے دور ہونے لگے۔ ان کی آنے والی نسلیں صرف نام کی حد تک مسلمان رہ گئیں۔ مگر آخر کار یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا کرم فرمایا۔ پچھتّر سال بعد ظلم کا یہ نظام ٹوٹا۔ افغان جہاد کے نتیجہ میں گزشتہ صدی کے آخری عشرے میں یہ مسلم ریاستیں روسیوں کی آہنی جکڑ بندیوں سے پھر آزاد ہوگئیں۔ آہستہ آہستہ یہاں اسلامی فکر اور اسلامی تعلیمات کا احیاء ہوا۔ آج یہ علاقے پھر سے دینی سرگرمیوں کے مرکز بن گئے ہیں۔ لوگ پچھتّر سالہ دور استبداد کے بعد پھر اپنے ماضی کی طرف لوٹ گئے ہیں۔ اسلام سے ان کے رشتے پھر سے مضبوط ہو رہے ہیں۔

دورِ غلامی

بدقسمتی سے گزشتہ دو صدیوں میں بحیثیت مجموعی عالم اسلام مغرب کا غلام رہا۔ ان دو صدیوں کی غلامی کے دور میں اگرچہ مسلمان انفرادی طور پر اسلام سے ممکنہ حد تک وابستہ رہے مگر بحیثیت نظام زندگی اسلام سے ان کا کوئی سروکار نہ رہا، عرب کسی حد تک اپنے دین و

⇦ بے حد توسیع ہوئی۔ ایشیا اور یورپ کے کئی ایک ممالک روسی مملکت کا حصہ بن گئے۔ سٹالن 1953ء میں کریملن میں مر گیا۔ اس کی لاش کو محفوظ کر کے "ریڈ سکوائر" کے عجائب گھر میں لینن کی میت کے برابر عوامی نمائش کے لیے رکھ دیا گیا۔ سٹالن کی طبیعت کی سب سے اہم خصوصیت اُس کی سفاکی تھی۔ رحم کی کوئی درخواست اُس پر اثر انداز نہ ہوسکتی تھی۔ اُس نے مختلف حربے اختیار کر کے لاکھوں افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب کی حفاظت میں کوشاں رہے۔ ترکی آزاد تھا۔ اگرچہ وہاں نظام خلافت بہت کمزور ہو چکا تھا مگر پھر بھی وہ دین کی حفاظت کے لیے سرگرم رہا۔

آپس کی ناچاقی:

اب مسلمان ملک اگرچہ آزاد ہیں۔ مگر اب انہیں ایک دوسری صورت حال کا سامنا ہے۔ وہ ہے ان کی آپس کی ناچاقی۔ سعودی عرب کئی ملکوں سے ناراض ہے۔ قطر سے ناراض ہے، کویت سے ناراض ہے، یو اے ای سے ناراض ہے۔ امریکہ اور مغربی ملک اس خلیج کو اور بڑھانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ انہوں نے سعودی عرب کو اگر ۱۱۰ بلین ڈالر کا اسلحہ بیچا ہے تو چھوٹے سے ملک قطر کو ۱۵ ارب ڈالر کا اسلحہ فروخت کیا ہے، قطر میں امریکہ کا بڑا فوجی اڈہ ہے۔ اگر سعودی عرب قطر پر حملہ کرتا ہے تو امریکی اڈہ اس کا اسلحہ اور اس کے لڑاکا طیارے سعودی عرب کے خلاف استعمال ہوں گے۔

بھارتی ظلم وتشدد

اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے ہندوستان کی حالت سب سے زیادہ مخدوش ہے۔ یہاں بیس کروڑ مسلمان بڑی کسمپرسی اور بے بسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ اب تک یہاں چھے ہزار فسادات ہو چکے ہیں جن میں لاکھوں مسلمان جنونی ہندوؤں کے ہاتھوں اپنی جان کی بازی ہار چکے ہیں۔ درندہ صفت ہندوؤں کے مسلمان عورتوں پر مجرمانہ حملوں کی وجہ سے عزت دار مسلمان زندہ درگور ہو کر رہ گئے ہیں۔ بمبئی اور گجرات میں جو فسادات ہوئے اور جس طرح مسلمانوں پر لرزہ خیز مظالم ڈھائے گئے اور مسلمانوں کی عزت و ناموس کو جس طرح خاک میں ملایا گیا، وہ سب جان کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ہم بحیثیت ایک امت کے یہ سب دلدوز واقعات دیکھتے ہیں مگر ظالم کا ہاتھ پکڑنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ ہم کیسے مسلمان ہیں؟

ہماری دینی صورتِ حال:

کہنے کو تو ہم مسلمان ہیں، لیکن ۸۰ فیصد لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ ۹۰ فیصد لوگ زکوٰۃ نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیتے۔ ۷۰ فیصد لوگوں کو صحیح طور پر کلمہ پڑھنا نہیں آتا۔ پاکستان کابینہ کے رکن رحمٰن ملک کو سورۂ اخلاص تک یاد نہیں۔ ایک دفعہ اُس سے یہ چھوٹی سی سورت سنی گئی تو دو آیتوں کے علاوہ تیسری آیت نہیں سنا سکا، جب ہمارے تعلیم یافتہ اور باشعور طبقہ کا حال یہ ہے تو ہمارے غیر تعلیم یافتہ لوگوں کی حالت کیا ہوگی؟

اصحاب الاخدود کا واقعہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے معاشرے میں نیک لوگ بھی موجود ہیں۔ لیکن ان کی تعداد کتنی ہے؟ مسلمانوں کی اکثریت گمراہی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اللہ کو بھولی ہوئی ہے۔ شراب وشباب کی رسیا ہے۔ ان کا ہر قدم ایسی سرگرمیوں کی طرف اٹھ رہا ہے جو اسلام کے برعکس ہیں۔ جب کہ ایک بندۂ مومن کو دین و مذہب پر مرمٹنے والی راسخ العقیدگی کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ سورہ البروج میں ایک واقعہ کا بہت مختصر انداز میں ذکر ہوا ہے۔ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے ۴۸ سال پہلے یمن کے صوبہ نجران میں پیش آیا۔ یہاں ذونواس ❶ نامی بادشاہ کی حکومت تھی۔ یہ اس وقت کے اہل ایمان کا بدترین دشمن تھا۔ اس نے آگ کی خندقیں کھود کر راسخ العقیدہ اہل ایمان کو شعلوں اور انگاروں میں پھینک دیا۔ انہوں نے آگ میں گر کر اپنی جانیں تو دے دیں مگر کسی صورت ایمان سے انکار نہ کیا۔ ❷

❶ سلطنتِ حمیر (یمن) کے ایک بادشاہ تبان اسعد ابوکرب نے یہودی مذہب قبول کرلیا تھا۔ اس لیے اُس نے یمن میں یہودیت کی خوب اشاعت کی۔ جب اِس کا بیٹا ذونواس اس کا جانشین بنا تو اُس نے جنوبی عرب میں واقع عیسائیوں کے مرکز نجران پر حملہ کردیا، تاکہ وہاں سے عیسائیت کا خاتمہ کر کے وہاں کے باشندوں کو یہودیت قبول کرنے پر مجبور کردے۔ نجران پہنچ کر اُس نے لوگوں کو دین یہود قبول کرنے کی دعوت دی مگر انھوں نے انکار کیا۔ اس پر اُس نے بکثرت لوگوں کو آگ سے بھرے گڑھوں میں پھینکوا کر جلا دیا اور بہت سوں کو قتل کردیا، یہاں تک کہ مجموعی طور پر بیس ہزار لوگ مارے گئے۔ یہ واقعہ 523ء میں پیش آیا۔ اس ظلم و بربریت کو روکنے کے لیے حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے اپنے ایک تجربہ کار جنرل ارباط کو ستر ہزار فوج دے کر بھیجا۔ اُس نے 525ء میں ذونواس کو قتل کر کے یمن کی یہودی ریاست کا خاتمہ کردیا۔

❷ اس واقعے کی تفصیل کے لیے دیکھیں: حدیث نمبر: ۳۰۰۵، نیز تفسیر ابن کثیر۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید نے اس کا تذکرہ کچھ اس طرح کیا ہے۔

﴿قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۝ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۝ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ۝﴾ (البروج : ٤-٧)

افغانستان میں امریکیوں کی بربریت:

وہ مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر بڑی بے رحمی کے ساتھ آگ کی خندقوں میں ڈالتے اور خود خندق کے کنارے بیٹھ کر تماشا دیکھتے تھے۔ حال ہی میں افغانستان میں یہ تجربہ دہرایا گیا۔ اڑھائی لاکھ افراد کو دور جدید کے مہلک ترین اور ہلاکت آفرین ڈیزی کٹر بموں اور بی ۵۲ باون بمبار طیاروں کی وحشیانہ بمباری سے موت کے منہ میں دھکیل دیا گیا اور ہمارے حکمران امریکہ کے اتحادی بن کر انسانیت کے اس قاتل کو سپورٹ کرتے رہے۔ کیا مسلمانوں کی خونریزی میں ہم بھی برابر کے شریک نہ ہوئے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک وقت آئے گا، عیسائیوں کے بارہ لشکر اتریں گے۔ ہر لشکر میں ۸۰ ہزار فوجی ہوں گے۔ پہلا اسلامی لشکر جوان کے مقابلے کے لیے نکلے گا۔ وہ ٹھہر نہیں سکے گا اور واپسی کی راہ لینے ہی میں عافیت سمجھے گا، دوسرا اسلامی لشکر جم کر لڑے گا اور شہید ہو جائے گا اور تیسرے لشکر کو اللہ تعالیٰ فتح عطا کرے گا۔ یہ تمام واقعات وقوع پذیر ہونے والے ہیں۔ مگر ہم اس کے وقت کا ٹھیک ٹھیک تعین نہیں کر سکتے۔

ہم اللہ کریم سے دعا گو ہیں کہ وہ مسلمانوں کو اپنے دین پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ ان کی لغزشوں کو معاف فرمادے اور عالم اسلام کو پھر سے غلبہ عطا فرمائے تاکہ وہ عزت وسرفرازی کے ساتھ جی سکیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دینِ اسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ أَشْھَدُ أَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ .

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ٥﴾ (التوبۃ:33، الصف:9)

”وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسولوں کو دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار گزرے“

عظیم احسان:

محترم سامعین! یہ آیت مبارکہ سورۃ صف کی ہے اور ہو بہو انہی الفاظ کے ساتھ سورۃ توبہ میں بھی موجود ہے۔ میں گزشتہ کئی جمعۃ المبارک میں اسے پڑھتا رہا ہوں اور آج بھی اسی مضمون کو مکمل کر رہا ہوں۔ نبی کریم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری امت پر اللہ کا بہت بڑا

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

احسان ہے۔قرآن مجید نے اس احسان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آل عمران:164)

''بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اس سے پہلے یہ سب لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔''

اپنے گھرانے کو دعوت اسلام:

نبی کریم ﷺ نے جب دعوت وتبلیغ کے کام کا آغاز کیا تو سب سے پہلے اپنے گھرانے سے شروع کیا۔اللہ رب العزت نے خود اس کا حکم دیا تھا:

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ (الشعراء:٢١٤)

''(اے نبی) اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ۔''

چنانچہ اس حکم ربانی پر نبی محترم ﷺ نے اپنے گھرانے بنو ہاشم سے تبلیغ کا آغاز کیا۔ آپ ﷺ نے بنو ہاشم کے پینتالیس افراد کی دعوت کی۔ان کو کھانے پر بلایا۔اس کے بعد کھڑے ہو کر ان سے خطاب کیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔اللہ تعالیٰ نے مجھے اس امت کی طرف بھیجا ہے۔آپ لوگوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کی صحیح صورت کو مسخ کر دیا ہے۔ میں اسی دین ابراہیمی کی صحیح صورت کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔اس کو قبول کرو اور اس کے مطابق زندگی بسر کرو۔ [1]

ابولہب کی مخالفت:

اس موقع پر نبی ﷺ کا خطاب سننے والوں میں آپ ﷺ کے چچازاد، پھوپھی زاد بھائی

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، حدیث: ٤٧٧٠.

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور کئی ایک رشتہ دار موجود تھے۔ آپ ﷺ کا چچا ابولہب بھی موجود تھا۔ اس نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو سنا تو کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ اے بنو ہاشم! محمد ﷺ جس دین کی دعوت دے رہے ہیں اس سے قوم قریش میں ایک بہت بڑا رخنہ پڑ جائے گا، قوم تقسیم ہو جائے گی، بنو ہاشم قریش کے پچاس ساٹھ قبیلوں سے کٹ کر رہ جائیں گے اور اگر تصادم کی نوبت آئی تو بنو ہاشم ان سارے قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اس لیے محمد ﷺ کو اس دعوت سے روکو۔

اور یہ مسئلہ صرف قریش کا نہیں بلکہ عرب کے دوسرے قبائل کا بھی ہے۔ وہ بھی اسے قبول نہیں کریں گے، آپ ﷺ کی بھرپور مخالفت کریں گے، آپ ﷺ کی دشمنی میں پوری طاقت صرف کر دیں گے اور یہ جھگڑا اتنا بڑھ جائے گا کہ بنو ہاشم کسی صورت بھی ان متحدہ طاقتوں کے مقابلہ کی پوزیشن میں نہ ہوں گے۔ بنو ہاشم پر ہر طرف سے شدید دباؤ پڑے گا۔ قریش کی ساری قوم تو ہماری دشمن ہو گی ہی، پورا عرب بھی ہمارا دشمن ہو جائے گا۔ بنو ہاشم پھر اس وقت سوچیں گے کہ ہم پر یہ کیا مصیبت نازل ہو گئی۔ اس لیے قبل اس کے کہ تم پر یہ مصیبت نازل ہو اس کا تدارک کر لو اور محمد ﷺ کو اس دعوت کو پھیلانے سے روک دو۔

ابولہب نبی کریم ﷺ کی پہلی آواز دعوت پر آپ ﷺ اور بنو ہاشم کا ہمدرد وبہی خواہ بن کر سامنے آیا تھا۔ اس نے اپنے خاندان والوں کو متنبہ کیا تھا کہ اس دعوت کے نتیجے میں ایک بہت بڑا فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔ کیونکہ اس پر سب کے سب بنو ہاشم اکٹھے نہیں ہوں گے۔ اور پھر قریش کے سارے قبائل بھی ہمارے دشمن ہو جائیں گے۔ اور پھر قریش کے قبائل کے ساتھ ساتھ بھلا ہم سارے عرب کے ساتھ کیسے لڑ سکتے ہیں؟ اس دعوت کے نتیجے میں ہماری مخالفت اتنی بڑھ جائے گی کہ خون خرابہ ہو گا اور بہت سے افراد قتل ہو جائیں گے۔

ابولہب نے کچھ اس ڈھب سے جوشیلی تقریر کر ڈالی تھی کہ اس موقع پر بنو ہاشم کے کسی ایک فرد نے بھی نبی کریم ﷺ کو اپنے تعاون کا یقین نہ دلایا۔ بلکہ سب نے یہی بات کہی کہ جو دعوت آپ پیش کر رہے ہیں، دین ابراہیمی علیہ السلام کی جو تصویر کشی کر رہے ہیں، یہ قوم اس کو ماننے پر آمادہ نہ ہو گی۔ اس پر چلنے کے لیے تیار نہیں ہو گی، اس سے خون ریزی، قتل وغارت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گری اور فساد کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ابولہب تو اپنے خیر خواہانہ جذبات میں اس قدر آگے بڑھ گیا کہ ان جذبات نے بالآخر دشمنی کی صورت اختیار کر لی۔ وہ ہر موقع پر آپ ﷺ کی مخالفت کرنے لگا۔ آپ ﷺ دعوت کا کام کرنے کے لیے ان لوگوں کے پاس جاتے جو بیت اللہ کی زیارت کی غرض سے باہر سے آئے ہوئے ہوتے تھے اور انہیں دین ابراہیمی کا پیغام دیتے تو ابولہب آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اس دعوت کی مذمت کرتا آپ ﷺ کو برا بھلا کہتا اور آپ ﷺ کی تکذیب کرتا۔ اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ابولہب کا نام لے کر اس کی درگت بنائی ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝﴾ (اللھب: ۱ تا ۵)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہوگیا۔ نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔ وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا۔ اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تائید:

خاندان کو دعوت دینے کے اس موقع پر کوئی شخص بھی آپ ﷺ کی نصرت وحمایت کے لیے نہیں اٹھتا۔ البتہ ایک تیرہ سال کا بچہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے ہاں ہی پرورش پا رہا تھا، اٹھتا ہے اور آپ ﷺ کو اپنے تعاون کا یقین دلاتا ہے۔ اگرچہ ابھی جوانی کی دہلیز پر اس کے قدم پڑنا شروع ہوئے ہیں۔ مگر وہ کہتا ہے کہ اے نبی ﷺ میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ ❶ یہ سن کر بنو ہاشم کے افراد کھل کھلا کر ہنسنا شروع کر دیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ لو یہ کل کا بچہ محمد ﷺ کا ساتھ دے گا اور پورے عرب میں اٹھنے والے طوفان سے

❶ تفصیل کے لیے دیکھیں: البدایۃ والنہایۃ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ٹکرائے گا۔ اور ہر طرف سے پیش آمدہ مخالفتوں کا سامنا کرے گا۔

قوم کی غلط فہمی اور اس کا رد:

اور پھر قوم دعوت نبوی ﷺ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت نہیں سمجھتی۔ وہ اپنے زعم میں خود دین ابراہیمی علیہ السلام پر چل رہی ہے۔ ان کا خیال باطل یہ تھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین میں بھی بت پرستی موجود تھی۔ حالانکہ ان کا یہ عقیدہ سراسر باطل اور لغو تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو بت شکن تھے۔ بت توڑنے والے تھے۔ بتوں کی مخالفت کرنے والے تھے اور بت پرستی سے روکنے والے تھے۔ دین ابراہیمی علیہ السلام تو اللہ کی توحید و یکتائی کا علمبردار ہے۔ وہ بھلا صنم پرستی کی کیسے دعوت دے سکتا ہے؟

سعادت مند افراد:

پوری قوم قریش نے تو نبی کریم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنا تھا یا نہیں، خود آپ کے گھرانے بنو ہاشم کے لوگ بھی اس وقت اس دعوت پر لبیک کہنے کو تیار نہیں تھے۔ بہرصورت اسی معاشرے میں کچھ نیک بخت لوگ موجود تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا۔ جیسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا۔ عورتوں میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام کے شرف سے ہم کنار ہوئیں۔ بچوں میں یہ سعادت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ اس طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ملنے والے دوست و احباب جیسے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مگر ابھی ان کی تعداد اتنی کم تھی کہ وہ قریش پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈال سکتے تھے۔ اور نہ بحیثیت مجموعی قوم کو دعوتِ توحید کی طرف مائل کر سکتے تھے۔

دعوتِ عام:

پھر جب نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرا حکم ملا کہ اے نبی ﷺ اپنی پوری قوم کو اسلام کی دعوت دو تو آپ ﷺ دعوت دینے کے لیے صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور با آواز

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلند قوم قریش کو پکارا۔ آپ ﷺ نے قبائلِ قریش میں سے ہر قبیلہ کے سردار کو بلایا۔ جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا تم مجھے کیسا انسان پاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم آپ کو ایک بہت اچھا اور قابل قدر انسان پاتے ہیں۔ اس لیے ہم آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں۔ حد سے بڑھ کر آپ ﷺ پر اعتماد رکھتے ہیں اور اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھتے ہیں۔ آپ کو امین سمجھتے ہیں اور جو کچھ بھی آپ کہتے ہیں اسے سچ جانتے ہیں۔

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر جرار بڑھا چلا آ رہا ہے جو ابھی تم پر حملہ کر دے گا تو کیا تم اسے سچ مان لو گے۔ اس پر قوم نے بیک زبان ہو کر کہا ہم بلاشبہ اس بات کو سچ تسلیم کر لیں گے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں کبھی ہم سے جھوٹ نہیں بولا۔ [61] ہمیشہ سچ بولا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھتے ہیں کیونکہ آپ ان میں کبھی خیانت نہیں کرتے۔ جب آپ لوگوں کے معاملہ میں کوئی خیانت نہیں کرتے تو پھر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کیوں خیانت کریں گے؟

اللہ تعالیٰ کی امانت:

اللہ تعالیٰ کا پیغام بھی دراصل ایک امانت ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں فرمایا ہے

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝﴾

(الاحزاب:۷۲)

”ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے پر تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے۔ مگر انسان نے اسے اٹھالیا۔ بے شک

[61] صحيح بخاري، كتاب التفسير، حديث: ٤٧٧٠.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اصل دین:

آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی ایک امانت ہے جو میں تمہیں پہنچا رہا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اصل دین توحید کی پیروی تھا۔ وہ اللہ کی بندگی اور اس کی وحدانیت پر قائم تھا۔ تم لوگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے دعوی دار ہو مگر تم نے ان کی راہ چھوڑ کر بت پرستی کا راستہ اختیار کر لیا۔ اور تم نے اللہ کی دعوت کو بدل کر شیطان کی روش اختیار کر لی ہے۔ اگر تم مجھ پر یقین رکھتے ہو کہ میں تم سے جھوٹ نہیں بولتا تو پھر اس بات کو بھی مان لو کہ اگر تم نے شرک کا راستہ اختیار کیا تو وہ تمہیں جہنم میں جھونک دے گا اور تمہیں ایسا عذاب دے گا کہ کسی اور کو ایسا عذاب نہ دے گا۔

ابولہب کی پھر مخالفت:

قوم کے کچھ لوگوں نے تو یہ باتیں تحمل مزاجی کے ساتھ سنیں اور کسی ردِ عمل کا اظہار نہ کیا۔ مگر کچھ نے مخالفت کا وتیرہ اختیار کیا۔ نبی کریم ﷺ کا چچا ابولہب جس نے بنو ہاشم کی مجلس میں بھی آپ ﷺ کی دعوت کی مخالفت کی تھی۔ گو اُس نے اُس وقت خیر خواہانہ انداز اختیار کیا تھا۔ مگر اس موقع پر اس نے کھلم کھلا آپ ﷺ کی مخالفت کی اور آپ ﷺ کو انتہائی برا بھلا کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بدبخت کی مذمت میں پوری ایک سورت نازل فرمادی۔

مشرکین کی ایک فکری غلطی:

جب دوسرے عرب قبیلوں نے ابولہب کی مخالفت دیکھی تو وہ بھی آپ ﷺ کی عداوت پر کمر بستہ ہو گئے۔ کسی نے خاموشی اختیار کی اور کسی نے کہا کہ اگر محمد ﷺ کی دعوت کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے آباؤ اجداد بھی غلط راہ پر چلتے رہے ہیں۔ وہ بھی شرک کا ارتکاب کرتے رہے ہیں۔ سیدنا محمد ﷺ کی دعوت کی زد تو خود ہمارے باپ دادوں پر بھی پڑتی ہے۔ جبکہ ہماری دانست میں تو ہمارے باپ دادا دینِ ابراہیمی کے پیروکار

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ کیونکہ ہم نے انہیں ایسا ہی پایا ہے۔

﴿قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا لَهَا عٰبِدِيْنَ﴾ (الانبياء : ٥٣)

''انہوں نے کہا ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے''

ہم نے تو اپنے باپ دادا کو انہیں کی عبادت کرتے دیکھا ہے۔ ان ہی مشکل کشاؤں کے سامنے جھکتے پایا ہے۔ رہا محمد ﷺ کا معاملہ تو یہ ہمارے سامنے پیدا ہوئے۔ جوان ہوئے اور اب نبوت کا دعوی کرتے ہیں۔ ان کے کہنے پر ہم اپنے ان معبودوں کی عبادت چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا بھی پرستش کرتے تھے؟ یہ بات ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ ان کی اسی سوچ کی وجہ سے ان کا آپ ﷺ سے کھلم کھلا ٹکراؤ شروع ہو گیا۔

قریش کا وفد ابو طالب کی خدمت میں:

اب پہلے تو قریش کے دانا اور سر کردہ افراد کا ایک وفد آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس گیا۔ اور کہا کہ آپ نے اپنے بھتیجے محمد ﷺ کی پرورش اپنے بیٹے کی طرح کی ہے کیونکہ وہ آپ کے بڑے بھائی عبد اللہ کا لخت جگر ہے۔ آپ نے انہیں اپنے بیٹوں عقیل، جعفر، طالب اور علی کی طرح پالا ہے۔ مگر یہ دین ابراہیمی کے نام پر ایک نیا دین لے کر آگئے ہیں۔ اور اسے توحید کا نام دیتے ہیں اور بت پرستی کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ وہ دین ہے جسے اللہ نے اتارا ہے۔ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے نبی آئے ہیں سب کے سب اسی دین پر تھے۔ اور میں بھی اسی دین کی دعوت دیتا ہوں۔ کیونکہ یہی دین حق ہے۔

جس دین کو تم نے دین ابراہیمی سمجھ لیا ہے۔ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دین نہیں ہے۔ بھلا ابراہیم علیہ السلام کے دین کو بت پرستی سے کیا واسطہ؟ درحقیقت تم شیطان کے بہکاوے میں آگئے ہو۔ تم نے ابراہیم علیہ السلام کے دین کی اصل راہ کو چھوڑ کر شیطان کا راستہ اپنا لیا ہے۔

وفد کے ارکان نے ابو طالب سے یہ بھی کہا کہ آپ کے بھتیجے ہمارے باپ دادا کو بھی گمراہ کہتے ہیں۔ اور ہمیں بھی گم کردہ راہ سمجھتے ہیں۔ اس کا صاف مطلب تو یہ ہوا کہ اکیلے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد ﷺ ہی صراط مستقیم پر ہیں۔

ابو طالب، عتبہ، شیبہ، حکیم بن حزام، ابو جہل اور اس طرح کے دوسرے قریشی سرداروں کے دباؤ میں آ گئے۔ اپنے بھتیجے محمد کریم ﷺ کو بلایا اور ان سے کہا۔ اے میرے بھتیجے! یہ قوم کے بڑے بڑے سردار اور معزز لوگ ہیں۔ یہ آپ سے گفتگو کرنے آئے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر آپ اس نئی دعوت کی تبلیغ سے نہ رکے تو ہم انہیں مٹا دیں گے۔ بھتیجے اب بتاؤ میں قوم کے ان سرداروں کو کیا جواب دوں؟ ❶

نبی کریم ﷺ کی قریشی وفد سے گفتگو:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا! چچا جان اگر یہ ایک کلمے کو مان لیں اور اس کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیں تو یہ عرب وعجم کے مالک بن جائیں گے۔ تمام اجنبی قومیں ان کی رعایا ہوں گی۔ اور مرنے کے بعد یہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو اللہ کریم انہیں جنت میں داخل فرمائیں گے۔ یہ سن کر ابو جہل نے کہا کہ بھتیجے اگر ایک کلمے سے یہ ساری نعمتیں مل سکتی ہیں تو میں فوراً ہی اس کی پیروی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بتایئے وہ کلمہ کون سا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"

اے میری قوم کے سردارو! اے میری قوم کے بزرگو! اللہ کے علاوہ کوئی اور الٰہ نہیں ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سیدنا اسماعیل علیہ السلام، دوسرے انبیاء اور نیک لوگوں کے جو مجسمے تم نے بنائے ہوئے ہیں وہ ہرگز معبود نہیں ہیں۔ یہ سب شیطان کے حیلے ہیں، شیطان کا دین ہے، اور اس کی پھیلائی ہوئی گمراہی ہے۔ اور تم اس گمراہی میں پھنس کر دین ودنیا کے خسارے سے دوچار ہو چکے ہو۔

❶ ابو طالب اور اس وفد کی ملاقات کی تفصیلات کے لیے دیکھیں: سیرۃ ابن ہشام، ص: ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابوجہل کی تاویل:

یہ سن کر ابوجہل کہنے لگا۔ بھتیجے! صرف ایک کلمے کی پیروی کرنے سے دنیا میں بادشاہی بھی مل جائے، سارا عرب ہماری ماتحتی اختیار کر لے اور قیصر و کسریٰ ہماری رعایا بن جائیں اور مرنے کے بعد ہمیں جنت بھی مل جائے۔ یہ تو بہت حیران کن بات ہے۔ مگر اے محمد ﷺ! تین سو ساٹھ بت مل کر تو ہماری ضرورتیں پوری کر نہیں سکتے اور آپ نے تین سو ساٹھ ربوں کا ایک ہی رب بنا دیا۔

﴿إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝﴾ (ص : ٥)

''یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔''

بتوں کے خودساختہ اختیارات:

آپ نے ہندوستان میں دیویوں اور دیوتاؤں کے مجسّمے دیکھے ہوں گے۔ طاقت کی دیوی کا مجسمہ دیکھا ہو گا جس کے بیس بیس ہاتھ نکلے ہوئے ہیں۔ ایک ہاتھ سے وہ اپنے پیروکاروں کو مالی مدد دیتی ہے۔ دوسرے ہاتھ سے ہتھیار فراہم کرتی ہے۔ اور تیسرے ہاتھ سے جرأت و شجاعت بانٹتی ہے۔ اسی طرح لکشمی دیوی کے بھی کئی ہاتھ ہوتے ہیں۔ کسی سے وہ خزانہ دیتی ہے اور کسی سے خوشیاں دیتی ہے۔ اسی طرح دیوتا ہوتے ہیں جو کسی کو اولاد دیتے ہیں۔ کسی کو صحت عطا کرتے ہیں اور کسی کو امن و عافیت دیتے ہیں۔

مشرکین مکہ کی حیرانی کی اصل وجہ:

ٹھیک یہی معاملہ قریش کا تھا۔ انہوں نے بھی ایک ایک بت کے کئی کئی ہاتھ بنائے ہوئے تھے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ کسی ایک طاقت ہی کے مالک نہیں ہیں بلکہ بیک وقت بیسیوں طاقتوں کے مالک ہیں۔ ابوجہل کی بات کا مطلب بھی یہی تھا کہ ہمارے تین سو ساٹھ رب ہیں اور ہر رب کے بیسیوں ہاتھ ہیں۔ وہ سارے مل کر ہماری ضرورتیں پوری نہیں کر سکتے۔ مگر اے محمد ﷺ تو کہتا ہے کہ صرف ایک رب کی پوجا کرو۔ وہ اکیلا ہی تمہاری ساری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضرور تمہیں پوری کر دے گا۔ اکیلا ہی سب کی سنے گا۔ اکیلا ہی سب کچھ کرے گا۔ وہ اکیلا ہی عرب وعجم کو ہماری ماتحتی میں دے دے گا۔ اور قیصر وکسریٰ کو ہماری رعایا بنا دے گا اور مرنے کے بعد ہمیں حیران کن نعمتوں سے شاد کام کرے گا ہمارے لیے تو یہ سب ایک عجیب وغریب معاملہ ہے۔

دینِ اسلام کی برتری:

قریش اللہ واحد کا انکار کرتے تھے۔ اور ان میں سے کچھ آخری دم تک انکار کرتے رہے مگر اللہ نے اپنے دین کو تمام مشرکانہ دینوں پر غالب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ۝﴾ (التوبة: ۳۳، الصف:۹)

اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اگرچہ بتوں کے پوجنے والے اور بتوں کو نفع ونقصان کا مالک سمجھنے والوں کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے۔ اللہ تعالیٰ نے عرش پر فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ دین اسلام کو تمام باطل مذاہب پر غالب کر کے رہے گا۔

ہجرت حبشہ:

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ نبوت کے تیرہ سالہ مکی دور میں دو دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہجرت کی۔ پہلی دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تو تقریباً بارہ مرد اور کچھ عورتیں مہاجر بنی تھیں اور دوسری دفعہ کی ہجرت حبشہ میں کوئی بیاسی آدمی اور عورتیں شامل تھیں۔ وہاں مسلمانوں کی شاہ حبشہ نجاشی سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بحث بھی ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خدا کی بیوی بناتے تھے۔ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں اپنے موقف کی حمایت میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو اپنی نشانی بنایا اور وہ اللہ کے حکم کے ساتھ امید سے ہو گئیں۔ اللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نے جس طرح سیدنا آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ اسی طرح بغیر باپ کے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی پیدا کیا۔ ❶

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ (آل عمران:۵۹)

''اللہ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال آدم (علیہ السلام) کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا۔''

ہجرت مدینہ:

ہجرت حبشہ کے بعد مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی یہ سب سے بڑی ہجرت تھی۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ مدینہ سے اسی بیاسی افراد جن کا تعلق اوس اور خزرج قبیلوں سے تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا کہ اگر آپ ہمارے ساتھ تشریف لے جائیں تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے انصار سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے انصار! تم کہتے ہو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سپورٹ کریں گے اور ان کا ساتھ دیں گے۔ لیکن جانتے ہو اس ساتھ دینے کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب سارے عالم کفر کے ساتھ اعلان جنگ کرنا ہے۔ جب تم ساری دنیا کے خلاف اعلان جنگ کر دو گے۔ اور تمام دنیا کا کفر تم پر ٹوٹ پڑے گا۔ اس وقت تم اپنے سرداروں کو، اپنے ماں باپ کو، اپنے بہن بھائیوں کو قتل کروا کر پچھتانا نہ شروع کر دینا۔ کہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے؟ ہم سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے کی غلطی سرزد ہوئی۔

---

❶ ہجرتِ حبشہ کی تفصیل کے لیے دیکھیں: سیرۃ ابن ہشام۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نظریہ پاکستان سے غداری:

آج ہم نے نظریہ پاکستان سے بدعہدی کی ہے۔ ہم نے یہ ملک کلمہ اسلام کی بنیاد پر حاصل کیا تھا۔ مگر کیا عملاً یہاں اسلامی قانون کی عملداری نظر آتی ہے؟ آج سارا عالم کفر مل کر پاکستان کے خلاف دشمنی میں متحد ہو گئے ہیں۔ صرف اس لیے کہ پاکستان میں اسلام کا نظام نہ آنے پائے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی نہ ہو۔ اللہ وحدہ لاشریک کے نام کا بول بالا نہ ہو۔ پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے کبھی اسے دہشت گرد کہا جاتا ہے اور کبھی کوئی اور الزام عائد کر دیا جاتا ہے۔

سامعین محترم! وقت پورا ہو چکا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ملتِ کفر کی سازشوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخِ اسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ .

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الانفال: ۲٤، ۲٥)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اُس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جبکہ رسول تمھیں اُس چیز کی طرف بلائے جو تمھیں زندگی بخشنے والی ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اُس کے دل کے درمیان حائل ہے اور اُس کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے اور بچو اُس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انھیں لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنھوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو اور جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔‘‘

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

حکمِ الٰہی پر عمل کریں

یہ سورۂ انعام کی آیات مبارکہ ہیں ان میں فرمایا گیا ہے کہ اہل ایمان جب اللہ اور اُس کے رسول کا حکم سنیں تو اُسے قبول کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کریں اور یہ خیال نہ کریں کہ اب طبیعت آمادہ نہیں ہے اور حالات موافق اور سازگار نہیں ہیں۔ جب حالات موافق ہوں گے، طبیعت آمادہ ہوگی تو اس حکم پر عمل کرلیا جائے گا۔

اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی دعوت اور اُس کے رسول کی دعوت پر لبیک نہیں کہتا اور حالات کی سازگاری اور موافقت کے انتظار میں رہتا ہے۔ ایسا شخص کبھی بھی حکم الٰہی پر عمل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اللہ بندے اور اُس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اُس سے عمل کی توفیق اور طاقت سلب ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَ اعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ أَنَّهٗٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۝﴾ (الانفال : ٢٤)

''اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اُس کے دل کے درمیان حائل ہے اور اُسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔''

اور دوسری آیت میں حکم ہے:

﴿وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَ اعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝﴾ (الانفال : ٢٥)

''اور بچو اُس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انھیں لوگوں تک محدود نہ رہے گی اور جان لو کہ اللہ سخت بدلہ لینے والا ہے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی مدد واستعانت

﴿وَاذْكُرُوٓا۟ إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِى ٱلْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ ٱلنَّاسُ فَـَٔاوَىٰكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِۦ وَرَزَقَكُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (الانفال: ۲۶)

''یاد کرو وہ وقت جبکہ تم زمین میں تھوڑے تھے، زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا۔ تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمھیں مٹا نہ دیں۔ پھر اللہ نے تمھیں جائے پناہ مہیا کر دی، اپنی مدد سے تمھارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمھیں اچھا رزق پہنچایا تاکہ تم شکر گزار بنو۔''

اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایک اسلامی ریاست بخشی ہے، تمھیں ایک جائے پناہ عطا فرمائی ہے تاکہ تم اللہ کریم کا شکریہ ادا کرو۔ آج کی ہماری دنیا کی مجموعی آبادی ساڑھے آٹھ ارب ہے۔ اس میں سے مسلمانوں کی تعداد ایک ارب ساٹھ کروڑ ہے اور اٹھاون اسلامی ممالک ہیں۔ یونائیٹڈ نیشن کے ایک سو بانوے ممبر ممالک میں سے اٹھاون مسلمان ہیں۔

اہل کفر کا اسلام سے خوف

بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کی مردم شماری کا حکم دیا۔ اس مردم شماری کے مطابق تقریباً آٹھ سو مرد، نو سو عورتیں اور تین سو بچے مجموعی آبادی تھی۔ اتنی مختصر سی ابتدائی مسلم آبادی کو اللہ تعالیٰ نے زمین کا ایک ٹکڑا عطا فرمایا۔ جہاں اسلام نشو ونما پانے لگا اور پھلنے پھولنے لگا۔ اِس سے کافر اندر ہی اندر پیچ وتاب کھانے لگے۔ قریش کو غم کھائے جا رہا تھا کہ وہ کعبے کے متولی ہیں انھیں اہل عرب پر بالادستی حاصل ہے۔ اگر اسلام کی نشر واشاعت یونہی جاری رہی تو اُن کی بالادستی بالآخر ختم ہو جائے گی۔ سب سے زیادہ فکر قیصر روم اور کسریٰ ایران کو تھی کہ اگر اسلام اسی طرح برق رفتاری کے ساتھ پھیلتا گیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو جلد ہی اُن کی حکومتیں نیست و نابود ہو جائیں گی۔ ❶

اُس زمانے میں عراق، افغانستان اور سینٹرل ایشیا کے پانچ چھے ممالک کسریٰ ایران کے قبضے میں تھے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایرانی فرماں روا خسرو پرویز تھا۔ لیکن خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جس ایرانی بادشاہ سے مسلمانوں نے جنگیں لڑیں اُس کا نام یزدگرد تھا۔ جہاں تک قیصر روم کا تعلق ہے۔ شام، مصر، ترکی، قسطنطنیہ، بلغاریہ اور رومانیہ اُس کے قبضے میں تھے حتیٰ کہ اٹلی جو مسیحیت کا روحانی مرکز تھا یہ سب ممالک قیصر روم کے کنٹرول میں تھے۔ اتنی بڑی وسیع و عریض سلطنت بھی اندر سے خوف زدہ تھی مگر کس سے؟ مدینے کی چھوٹی سی اور نوزائیدہ ریاست سے۔ اس لیے کہ رومی سمجھتے تھے کہ اُن کی سلطنت اور مذہب میں بے شمار خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں اور مدینے سے آوازۂ حق بلند ہو رہا ہے۔ اہل عرب زیادہ دیر تک حق کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور جلد ہی اُس کے مقابلے میں ڈھیر ہو جائیں گے۔ اور اس سے اگلا نشانہ ہم ہوں گے اور ہم بھی تازہ دم اور حق پسند مسلم مجاہدوں کے سامنے نہ ٹھہر سکیں گے۔

عیسائیت کے خودساختہ عقائد:

محترم سامعین! آخر کیا وجہ تھی کہ وہ حق کی آواز کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور کیوں اُن پر ایک خوف طاری تھا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس بات کو محسوس کرتے تھے کہ اسلام حق کا دین ہے، اِس کی تعلیمات وحی الٰہی پر مشتمل ہیں۔ اِس کے برعکس عیسائیت کے موجودہ عقائد و افکار کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ درحقیقت سینٹ پال کی وضعی تعلیمات ہیں جو سیدنا مسیح علیہ السلام کے بیسیوں سال بعد تشکیل دی گئیں ہیں۔ ان میں مشہور عقیدہ تثلیث کا عقیدہ ہے۔ جس کا مطلب ہے اللہ واحد و یکتا نہیں ہے بلکہ اللہ، سیدہ مریم اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تینوں خدا ہیں، اور جو لوگ گناہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، اس کے ازالے

❶ صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۶۰، صحیح مسلم، حدیث: ۱۴۹.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہوئے ہیں۔ اب اُن پر ایمان رکھنے والوں کے لیے راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ وہ جو مرضی کریں، عیسیٰ علیہ السلام اُن کے لیے کفارہ بن جائیں گے، یہ کفارہ اور تثلیث کا خود ساختہ عقیدہ بہت بعد کی پیداوار ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الہامی تعلیمات سے اسے کوئی تعلق نہیں۔

اصحاب الاخدود پر مظالم

عیسائیت سے منسوب ہونے والوں کی اکثریت اگرچہ گمراہی کی دلدل میں دھنسی ہوئی تھی، اس کے باوجود کچھ راسخ العقیدہ عیسائی دنیا میں پھیل کر دعوت دین کا کام کر رہے تھے۔ جیسے نجران میں نبی کریم ﷺ سے اڑتالیس سال پہلے ایک پختہ فکر و عمل کا حامل درویش رہتا تھا۔ اِس علاقے کا بادشاہ بت پرست تھا اور جادو پر یقین رکھتا تھا۔ ایک بچے کو وہ جادو سکھانے کے لیے جادوگروں کے پاس بھیجتا تھا۔ یہ بچہ اس درویش کے پاس رُک جاتا اور اُس سے دینِ حق کی تعلیم پاتا۔ بچہ اس دین کی تعلیم کی سچائی کا قائل ہوگیا اور دل سے مسلمان ہوگیا۔ جب بچے نے اپنا دین ظاہر کیا تو بت پرست بادشاہ آگ بگولا ہوگیا اور اِس بچے کو قتل کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ چنانچہ تلوار سے اُس کی گردن اڑانے کی کوشش کی گئی مگر اس خدا پرست لڑکے کا بال بھی بیکا نہ ہو سکا۔ پھر اُسے پہاڑ کی چوٹی سے گرا کر ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی مگر قادرِ مطلق اللہ بزرگ و برتر نے اُسے محفوظ رکھا۔ اِس کے برعکس بچے کو مارنے کے لیے جانے والے سپاہی پہاڑ سے گر کر خود موت کے منہ میں اُتر گئے اور بچہ صحیح وسالم واپس آ گیا۔ اِس کے بعد بادشاہ نے بچے کو کشتی میں بٹھا کر سمندر میں غرق کرنے کی کوشش کی مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس دفعہ بھی اُسے بچا لیا۔ سمندر میں طوفان آیا، کشتی غرق ہوگئی، سب مارے گئے مگر بچہ صحیح وسلامت واپس آ گیا۔

اب بچہ بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے بادشاہ! اصل دین وہی ہے جس کی میں دعوت دیتا ہوں۔ اگر اللہ مجھے بچانا چاہتا ہے تو تمھاری ہزار کوششیں میری جان نہیں لے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سکتیں۔ اگر تو واقعی مجھے شہید کرنا چاہتا ہے تو میرے رب کا نام لے تو تمھیں مجھ پر قدرت حاصل ہو سکے گی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مجھے اونچی جگہ پر کھڑا کرو اور پھر میرے ترکش میں سے ایک تیر لے کر بسم اللہ رب هذا الغلام کہہ کر میری طرف چلا دو، تمھاری آرزو پوری ہو جائے گی، اس طرح تم مجھے شہید کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے چنانچہ جب اس تجویز کو اپنایا گیا، تیر بچے کی کنپٹی پر لگا اور وہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گیا۔

یہ منظر ایک خلق کثیر دیکھ رہی تھی۔ اللہ رب العزت نے حق بات اُن کے دلوں میں ڈال دی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اب بادشاہ کے لیے ایک اور مصیبت کھڑی ہو گئی۔ یہ سارا واقعہ سورۂ بروج میں بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝﴾ (البروج: 1تا 7)

”قسم ہے مضبوط قلعوں والے آسمان کی، اور اُس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور دیکھنے والے کی اور دیکھی جانے والی چیز کی کہ مارے گئے گڑھے والے، جس میں بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی۔ جبکہ وہ اس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے اُسے دیکھ رہے تھے۔“

اس بدبخت بادشاہ نے کلمۂ حق کا اقرار کرنے والے ان سب اہل ایمان کو گرفتار کروالیا اور انھیں دین کی سچی راہ سے ہٹانے کے لیے ظلم وتشدد کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ بڑی بڑی خندقیں کھدوائی گئیں، ان میں ایندھن ڈال کر آگ کے آلاؤ بھڑکانے لگے، آگ کے اونچے اونچے شعلے اُٹھ رہے تھے۔ اہل ایمان کی عزیمت اور استقامت کو آزمانے کے لیے ان بھڑکتی ہوئی اور شعلے مارتی ہوئی خندقوں پر لایا جا رہا تھا۔ بچے کے عقیدۂ توحید کو دیکھ کر مسلمان ہونے والوں سے کہا جاتا کہ تم اس بچے کے رب کو مانتے ہو یا انکار کرتے ہو؟ اب جو انکار کرتا اُسے

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

چھوڑ دیا جاتا اور جو ماننے کا اقرار کرتا اُسے آگ میں جلا کر راکھ کر دیا جاتا۔ ①

اہل ایمان کا قصور کیا تھا؟

ظالم بادشاہ اور اس کے ظلم میں شریک درباری، حواری خندقوں کے کنارے بیٹھے مسلمانوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ قہقہے لگا رہے تھے اور لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ان جلنے والوں کا قصور کیا تھا؟ کیا یہ کسی جرم میں ملوث تھے یا ریاست کو گرانے اور حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش میں شریک تھے؟ ایسا کچھ بھی نہیں تھا، اِن کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ اپنے رب پر ایمان رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾

(البروج: ٨)

''اور اِن اہل ایمان سے اُن کی دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اُس خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔''

اِن کا قصور فقط یہی تھا کہ وہ صرف ایک رب تعالیٰ پر ایمان لائے تھے۔ انھوں نے اُن تمام معبودوں کو ماننے سے انکار کر دیا تھا جن کی بادشاہ اور اُس کے حواری پوجا کرتے تھے۔ یہی عقیدہ ہر دور میں اسلام کے پیروکاروں کا رہا ہے۔ یہی عقیدہ آقائے دو جہاں محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔ جنھوں نے اس عقیدے کو مانا وہ سب کے سب ستائے گئے، انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں اور انھیں گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا گیا۔

ہجرت حبشہ:

ہجرت مدینہ سے پہلے دو مرتبہ انھیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی، وہاں مسلمانوں کو سکھ کا سانس لینا نصیب ہوا تو کفر کے علمبرداروں نے کوشش کی کہ وہاں بھی انھیں امن وچین

① صحيح مسلم، باب قصة اصحاب الاخدود، حديث: ٣٠٠٥.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے نہ رہنے دیا جائے۔ چنانچہ قریش مکہ نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو سفیر بنا کر شاہِ حبشہ نجاشی کے دربار میں بھیجا۔ انھوں نے نجاشی کے دربار میں پیش ہو کر عرض کیا کہ اے بادشاہ! ہماری قوم کے کچھ لوگوں نے اپنے باپ دادا کے دین سے بغاوت کر کے ایک نیا دین قبول کر لیا ہے، انھوں نے آپ کے ملک میں پناہ لے رکھی ہے۔ ہماری استدعا ہے کہ ہماری قوم کے ان مجرموں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔

نجاشی ایک انصاف پسند بادشاہ تھا اُس نے کہا کہ فریق ثانی کی بات سنے بغیر میں کس طرح تمھاری بات مانوں، میں دوسرے فریق کو بھی بلاتا ہوں، اُن کی بات سن کر پھر فیصلہ کروں گا۔ یہ انصاف اور عدل پروری کا ایک زریں اُصول ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو ساتھ ہی نصیحت فرمائی کہ اے علی رضی اللہ عنہ! فریق مخالف کی بات سنے بغیر فیصلہ نہ کرنا، کیونکہ محض ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ کر دینا عدل وانصاف کی روح کے منافی ہے۔

سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر:

نجاشی نے ان مہاجرین کو اپنے دربار میں بلایا اور چند سوالات کیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور شاہِ حبشہ کے سوالوں کے جوابات دینے شروع کیے۔

نجاشی کا پہلا سوال یہ تھا کہ آخر وہ کون سا دین ہے جو تم نے اپنے آباء واجداد کے دین سے انحراف کر کے اختیار کیا ہے؟ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں ایک طویل تقریر کی کہ اے بادشاہ ہم دنیا کے راندے ہوئے لوگ تھے، قوموں کی برادری میں ہمارا کوئی مقام نہ تھا، ہم مردار کھاتے تھے، ظلم کرتے تھے اور ایک دوسرے کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔ اللہ نے ہماری اس حالت پر ترس کھایا اور ہماری طرف اپنے آخری رسول سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث کیا۔ انھوں نے ہمیں دین اسلام کی تعلیم دی لیکن ہماری قوم نے یہ دین پسند نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا۔انھوں نے ہمیں اسلام کو قبول کر لینے کی پاداش میں اتنا ستایا کہ ہم مجبور ہو کر اپنا وطن چھوڑ کر آپ کے پاس پناہ لینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ اے بادشاہ! اس کے علاوہ ہمارا کوئی قصور نہیں۔

نجاشی نے پوچھا کیا تمھارے نبی پر کوئی کلام اُترا ہے۔ کیونکہ بادشاہ عیسائی مذہب کا پیروکار تھا اس لیے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کر دی۔

﴿كٓهٰيٰعٓصٓ ٥ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ٥ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ٥ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّ لَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ٥ وَ اِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ٥ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ٥﴾ (مریم : ۱ تا ۶)

”کٓهٰيٰعٓصٓ! یہ ہے ذکر اُس رحمت کا جو تیرے رب نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر کی تھی۔ جبکہ اُس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا، اُس نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے بھڑک اُٹھا ہے۔ لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا، مجھے اپنے پیچھے بھائی بندوں کی برائیوں کا خوف ہے اور میری بیوی بھی بانجھ ہے۔ پس تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی جانشین ہو، اے میرے رب! تو اُسے ایک مقبول بندہ بنا لے۔“

قرآن کی اثر انگیزی:

جب نجاشی اور اُس کے درباریوں نے قرآن سنا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے جن سے اُن کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔

﴿وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝﴾ (المائدہ: ۸۳)

''اور جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اُترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔ وہ بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار پر ہم ایمان لائے، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔''

اب نجاشی اور اُس کے حق پرست درباری بھی پکار اٹھے کہ یہ تو اہل ایمان ہیں، ہم بھی اس طرح ایمان لاتے ہیں کیونکہ اب حق اُن کے سامنے واضح ہو چکا تھا۔ اب وہ اپنی زبان حال سے پکار رہے تھے۔

﴿وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَ نَا مِنَ الْحَقِّ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ (المائدہ: ۸٤)

''اور ہمارے پاس کون سا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لائیں اور ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کی رفاقت میں داخل کر دے گا۔''

نجاشی دینِ حق کی پکار سن کر رو پڑا، اُس نے حق کو پہچان لیا تھا، اُس نے قریش کے سفیروں کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اور کہا! تم لوگ واپس چلے جاؤ، میں انھیں کبھی بھی تمھارے حوالے نہیں کرسکتا۔ چنانچہ قریش کے یہ سفیر ذلیل ورسوا ہو کر دربار سے نکلے تو عمرو بن العاص اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ میں کل نجاشی سے دوبارہ ملوں گا اور اُسے ایک ایسی بات بتاؤں گا کہ وہ مسلمانوں کو حبشہ سے نکال دینے پر مجبور ہو جائے گا۔ عبداللہ بن ربیعہ کہنے لگا کہ یار چھوڑ اتنی مخالفت نہ کر، آخر یہ ہمارے رشتے دار ہیں ان کو پناہ مل گئی ہے تو اپنے مذہب کے مطابق انھیں عبادت کرنے دو، عمرو بن العاص کہنے لگا کہ میں تو کبھی ان کو نہیں چھوڑوں گا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قریشی سفیروں کی ناکام چال

دوسرے دن یہ دونوں پھر نجاشی کے دربار میں پیش ہوئے اور کہنے لگے کہ اے بادشاہ! تو نے انھیں مظلوم سمجھ کر پناہ دے دی ہے، ذرا یہ تو معلوم کریں کہ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں، یہ انھیں اللہ کا بیٹا نہیں مانتے، بلکہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، نجاشی نے مسلمانوں کو دوبارہ بلایا اور پوچھا کہ اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اس بار بھی سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اس پس منظر میں قرآن کی آیات تلاوت فرمانے لگے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّاo فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّاo قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّاo قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّاo قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّاo قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّاo﴾

(مریم: ١٦ تا ٢١)

"اور اے نبی! اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو جبکہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب گوشہ نشین ہوگئی تھی اور پردہ ڈال کر اُن سے چھپ بیٹھی تھی، اس حالت میں ہم نے اُس کے پاس اپنی روح (فرشتے) کو بھیجا اور وہ اُس کے سامنے پورے انسان کی شکل میں نمودار ہوا، مریم یکا یک بول اٹھی کہ اگر تو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں، اُس نے کہا میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ (بشارت سناؤں) مریم نے کہا کہ میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور نہ ہی میں کوئی غلط کردار کی حامل عورت ہوں؟ فرشتے نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیے بہت آسان ہے۔ اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ اُس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ہو کر رہے گا۔"

نجاشی نے یہ آیات پورے دھیان اور توجہ سے سنیں تو زمین سے ایک تنکا اُٹھایا اور اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ قرآن نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا جو مقام بیان کیا ہے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مقام و مرتبہ تنکا برابر بھی اس سے کم یا زیادہ نہیں ہے، اُن کا مقام یہی ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں اور اُس کا امر ہیں۔ ❶

ہماری عملی حالت اور کفر کی سازشیں

سامعین محترم! آج پورا عالم کفر مل کر مسلمانوں کے خلاف گھناؤنی سازشوں میں مصروف ہے۔ آج عرب ممالک بھی گھراؤ میں ہیں اور پاکستان بھی۔ دنیا کا ہر مسلمان اس جرم میں اہل کفر کے نشانے پر ہے کہ وہ مسلمان کیوں ہے، حالانکہ آج کا مسلمان حقیقت میں ویسا مسلمان نہیں ہے جیسا مسلمان ہونا چاہیے۔ ہم اسلام کی تعریف کے مطابق ٹھیک مسلمان نہیں ہیں۔ ہم تو محض اس لیے مسلمان ہیں کہ ہمارے ماں باپ اور دادا مسلمان تھے۔

اس طرح تو قریش بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد تھے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر چلنے کا دعویٰ بھی رکھتے تھے۔ لیکن کیا محض دعویٰ کرنے پر انھیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پیروکار تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو بت شکن تھے اور یہ بت بنانے والے تھے۔

آخر میں گزارش ہے کہ وقت زیادہ ہو چکا ہے ورنہ میں اس مضمون کو اور زیادہ پھیلا کر اور زیادہ وضاحت کے ساتھ پیش کرتا۔ اللہ رب العزت ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

❶ ہجرتِ حبشہ کی تفصیلات کے لیے دیکھیں سیرۃ ابن ہشام، ص: ۱۵۰ تا ۱۵۸۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○﴾ (البقرہ: 130۔ 131)

یہ آیات مبارکہ جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں، سورۂ بقرہ کی ہیں۔ اس وقت دنیا میں مذہبی اعتبار سے تین بڑی قومیں آباد ہیں۔ عیسائی، یہودی اور مسلمان۔ یہ تینوں قومیں دعویٰ رکھتی ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر تھے۔ یہود کہتے ہیں کہ وہ یہودی تھے، عیسائیوں کا کہنا ہے کہ وہ عیسائی تھے اور مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ وہ مسلمان تھے۔ گویا سب کے سب سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے اپنے رشتہ وتعلق اور انتساب کے دعوے دار ہیں اور اس ربط وتعلق پر فخر کا اظہار کرتے ہیں۔ اس طرح بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ آج کی آدھی سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زیادہ انسانی برادری اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتی ہے اور جو شخص سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی امامت وسیادت سے انکار کرتا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ مَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾ (البقرہ: 130)

''اور دین ابراہیمی سے صرف وہی بے رغبتی کرے گا جو محض بے وقوف ہو۔''

یعنی دین ابراہیمی سے تو صرف وہی شخص انکار کرسکتا ہے جو بے وقوف ہو، عقل وشعور سے عاری ہو اور فہم وفراست سے تہی دامن ہو۔ اور جو شخص فہم وادراک کا ذرا سا بھی مادہ رکھتا ہے وہ کبھی جدالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قیادت وسیادت دینی کا انکار نہیں کرسکتا۔

نبی کریم ﷺ اور دعوت ابراہیمی:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دین ابراہیمی علیہ السلام کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا﴾ (النحل: 123)

''پھر ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ پوری طرح یکسو ہو کر ابراہیم کے طریقے کی پیروی کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی طرف یہ وحی فرمائی کہ تو نے دین ابراہیم کی پیروی کرنی ہے۔ آپ ﷺ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے تھے۔ اللہ کا دین تو وہی تھا جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے چلا آرہا تھا۔ دین کے بنیادی ضابطے اب بھی وہی تھے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تمدنی ضرورتوں کے تحت کچھ احکامات میں تبدیلیاں ضرور واقع ہوتی رہیں یا پھر ان احکامات کو اپنی اصل حالت پر لایا گیا جن کا حقیقی چہرہ مذہب کے پیروکاروں نے اپنے ہاتھوں سے بری طرح مسخ کردیا تھا۔

یہود ونصاریٰ کے دعوے:

اس لیے نبی کریم ﷺ کی شریعت میں چند احکامات بدلے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مگر دین ابراہیمی کے بنیادی تصورات اب بھی اسی طرح شریعت محمدی ﷺ کا حصہ ہیں۔ اس پر یہود و نصاریٰ نے شور مچانا شروع کر دیا کہ مسلمان گمراہ ہیں، اس لیے کہ وہ دین ابراہیمی سے ہٹے ہوئے ہیں اور ہم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کے صحیح پیروکار ہیں۔ ان کے دعووں کے جواب میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝﴾ (آل عمران : 67)

”سیدنا ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی، بلکہ وہ تو یکسو (خالص) مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔“

اے یہودیو! تم یہودی تو اس لیے کہلاتے ہو کہ تم نسلاً یہودی ہو اور عیسائیو! تم عیسائی اس لیے کہلاتے ہو کہ تم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر اتارے گئے چند احکامات کی پیروی کرتے ہو اور ذرا تاریخ پر نظر ڈال کر تو دیکھو۔ تمہارا وجود تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بہت بعد کا ہے تو پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہودی اور عیسائی کیسے ہوئے اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے دین کے سلسلے میں گروہی نسبتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس نے تو اپنے احکامات کی پاسداری کرنے والوں کا نام مسلمان رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (الحج : 78)

”اس اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔“

یہی نام خود اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیا تھا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فوراً اس نام کو قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾

(البقرہ : 131)

”جب اس کے رب نے اس سے کہا فرمانبردار ہو جا تو انہوں نے کہا میں نے اپنے رب کی فرمانبرداری اختیار کی۔“

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مسلمان کون؟

مسلمان کے اصلی معنی فرماں بردار کے ہیں۔ یعنی جو شخص بھی اللہ و رسول پر ایمان لائے اس کے حکموں اور ضابطوں کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور اپنی زندگی کو اللہ کے اتارے گئے ضابطوں کے مطابق ڈھال لے، وہ مسلمان ہے۔ اس اعتبار سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا یحییٰ علیہ السلام، سیدنا زکریا علیہ السلام سب کے سب نبی مسلمان تھے اور دین اسلام ہی کے مبلغ و داعی تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اب اس میں کسی کمی بیشی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام کی تکمیل اور اس کی عمومیت:

اللہ تعالیٰ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: 03)

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔“

اسلام کی تعلیمات سب کے لیے عام ہیں۔ جو شخص بھی ان تعلیمات کو قبول کر لیتا ہے، وہ ملت اسلامیہ کا حصہ بن جاتا ہے۔ خواہ وہ نسلاً کسی بھی قوم سے تعلق رکھتا ہو، کوئی بھی زبان بولتا ہو اور اپنی جلد کا جیسا بھی رنگ رکھتا ہو۔ پس وہ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہی اسلامی قومیت کا ایک فرد بن جاتا ہے۔

یہودیت کا نسلی فلسفہ:

اس کے برعکس یہودیت ایک نسلی مذہب ہے۔ یعنی اصلی یہودی صرف وہی ہو سکتا ہے جو کسی یہودی گھرانے میں پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت موجودہ اسرائیلی ریاست نسلیت کے فلسفے

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پر قائم ہے۔ اس کے باشندے اپنے آپ کو اصلی یہودی سمجھتے ہیں اور افریقہ میں جو لوگ تبلیغی کوششوں سے یہودیت کے زمرے میں شامل ہوئے۔ انہیں اصلی یہودی نہیں سمجھا جاتا۔ وہ عزت و مرتبے کے اعتبار سے نسلی فلسفے کے پروردہ یہودیوں کے برابر نہیں ہیں۔

عیسائیوں کا دین سے انحراف:

اسی طرح موجودہ مسیحی فرقوں کا معاملہ ہے۔ انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اصلی تعلیمات سے انحراف کر کے عیسائی مفکر و مبلغ سینٹ پال کی تعلیمات اور افکار کو اپنا لیا ہے۔ حالانکہ اس کے دینی افکار و تصورات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الہامی تعلیمات سے ذرا بھی میل نہیں کھاتے۔ دراصل سینٹ پال نے دوسری قوموں کو عیسائیت کے رنگ میں رنگنے کے لیے ان ہی کے مذہب کے عقائد و رسومات کو عیسائی تعلیمات کا نام دے دیا ہے۔

مرکز انبیاء اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی سرگزشت:

شام و فلسطین کا علاقہ انبیائے بنی اسرائیل کا مرکز رہا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام عراق سے ہجرت کر کے یہیں آئے تھے، یہیں سیدنا اسحاق علیہ السلام، ان کے بیٹے سیدنا یعقوب علیہ السلام جن کا دوسرا نام اسرائیل تھا، پیدا ہوئے۔ پھر سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں نے یہیں جنم لیا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش گاہ بھی یہی علاقہ ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام بھی یہاں ہی پیدا ہوئے۔ انہیں ان کے بھائیوں نے حاسدانہ جذبات سے مغلوب ہو کر ایک اندھے کنویں میں پھینک دیا تھا اور پھر وہاں سے نکال کر مصر جانے والے ایک قافلے کو فروخت کر دیا۔ قرآن مجید نے اس کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

﴿وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ۠﴾

(یوسف: 20)

”اور انہوں نے اسے بہت ہی ہلکی قیمت پر گنتی کے چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا۔ وہ تو یوسف علیہ السلام کے بارے میں بہت ہی بے رغبت تھے۔“

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

چند درہموں کے عوض انہوں نے اس لیے سیدنا یوسف علیہ السلام کو فروخت کر دیا کہ وہ درحقیقت ان سے جان چھڑانا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ سیدنا یوسف علیہ السلام سے حسد کرتے تھے۔ اس بنا پر کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا تھا۔ جس میں انہوں نے گیارہ ستاروں، ایک چاند اور سورج کو اپنے سامنے جھکتے دیکھا تھا۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اس کی یہ تعبیر بیان فرمائی تھی۔

﴿وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (یوسف: 60)

''اسی طرح تیرا رب تجھے منتخب کرے گا اور تمہیں باتوں کی تہ تک پہنچنا سکھائے گا اور تیرے اوپر اور آل یعقوب علیہ السلام پر اپنی نعمت اس طرح پوری کرے گا جس طرح اس سے پہلے وہ تیرے بزرگوں، ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام پر کر چکا ہے۔ یقیناً تیرا رب علیم اور حکیم ہے۔''

قرآن مجید میں سیدنا یوسف علیہ السلام کا واقعہ بڑی تفصیل سے ذکر ہوا ہے کہ وہ کس طرح فروخت ہو کر مصر پہنچے اور کس طرح انہیں نبوت کے اعزاز سے سرفراز فرمایا گیا۔ اور پھر کس طرح وہ سرزمین مصر میں ایک بڑی آزمائش سے دوچار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش کا یوں ذکر کیا ہے۔

﴿وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾ (یوسف: 23)

''اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف علیہ السلام تھے۔ یوسف علیہ السلام کو بہلانا پھسلانا شروع کر دیا کہ وہ اپنے نفس کی نگرانی چھوڑ دے اور دروازے بند کر کے کہنے لگی لو آجاؤ۔''

چونکہ سیدنا یوسف علیہ السلام بہت حسین وجمیل اور خوب رو نوجوان تھے۔ اس لیے عزیز مصر کی بیوی جن کے گھر میں آپ علیہ السلام پرورش پا رہے تھے آپ علیہ السلام پر فریفتہ ہوگئی اور اپنے منصوبے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق آپ علیہ السلام کو ورغلانے کی انتہائی کوشش کی۔ مگر آپ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور نظرِ عنایت سے اس آزمائش سے بال بال بچ گئے۔ معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھے آسمان پر سیدنا یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انہیں دیکھ کر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ساری دنیا کا حسن و جمال دے دیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں:

شب معراج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے آسمان پر سیدنا آدم علیہ السلام سے، دوسرے آسمان پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے، تیسرے آسمان پر سیدنا ادریس علیہ السلام سے، چوتھے آسمان پر سیدنا یوسف علیہ السلام سے، پانچویں آسمان پر سیدنا ہارون علیہ السلام سے، چھٹے آسمان پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان پر اپنے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے۔ اسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہوئی۔ سیدنا جبریل علیہ السلام بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: هٰذا ابوك۔ یہ تیرے والد ہیں، تیرے جد امجد ہیں اور تو ان کی نسل میں سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام شکل وصورت اور ہیئت کے اعتبار سے مجھ جیسے ہی تھے۔ [1]

عصمت انبیاء علیہم السلام:

ابھی آپ کے سامنے سیدنا یوسف علیہ السلام کا ذکر خیر ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن و رعنائی سے نوازا تھا۔ وہ ایک بڑی آزمائش سے سرخرو ہو کر نکلے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی حفاظت فرمائی تھی، اسی لیے انبیاء علیہم السلام کو معصوم سمجھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاق و کردار کی خود حفاظت فرماتا ہے اور انہیں غلطیوں اور لغزشوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا اور کسی نبی کے قدم بشری تقاضوں کے باعث کسی غلط سمت اٹھ جاتے تو اس کی پوری امت بہک جاتی۔ نبی اگر غلطی کرتا تو ساری امت غلطی کرتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی

[1] معراج کی روایت بالتفصیل دیکھیں: بخاری، حدیث: ۷۵۱۷، مسلم، حدیث: ۱۶۲۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حفاظت فرماتا ہے۔ نبی ان معنوں میں معصوم ہوتے ہیں کہ جہاں کہیں ان کے بلند تر کردار میں کسی کمزوری کے ابھر آنے کا خدشہ ہوسکتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ خود اپنے فضل و رحمت سے اصلاح فرمادیتا ہے۔ کیونکہ اگر نبی ہی سیدھے راستے سے ہٹ جائے تو دوسرا کون ہے جو سیدھی راہ پر گامزن رہ سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿یٰسٓ ۝ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝﴾ (یٰسٓ: 1 تا 4)

''یٰس! قسم ہے قرآن حکیم کی، یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں، سیدھی راہ پر ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نبی کو سیدھے رستے پر چلنے والا قرار دیا ہے۔ اب اگر کوئی بد بخت کافر کہے کہ آپ ﷺ سیدھی راہ پر نہیں تھے تو وہ جھوٹ کہتا ہے اور ہذیان بکتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے صراط مستقیم پر چلنے کی گواہی تو خود اللہ کریم نے دی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی اصلاح اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ جہاں کہیں ان کا خیال یا کوئی رائے متناسب راستے سے ذرا دائیں بائیں ہونے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کی اصلاح فرمادیتے ہیں۔ اس کی ایک مثال دیکھیے کہ جب غزوۂ بدر میں ستر (70) مشرکین کو مسلمانوں نے گرفتار کرلیا تو اب ان کے بارے میں صلاح مشورہ ہونے لگا کہ ان کا کیا کیا جائے۔ انہیں قتل کردیا جائے یا فدیہ لے کر رہا کردیا جائے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ ان سب قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے نکلے ہیں۔ اب یہ ہمارے قابو میں آگئے ہیں۔ تو ان کا خاتمہ کردیا جائے تاکہ یہ دوبارہ جمعیت کفر کے لیے طاقت کا باعث نہ بنیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تجویز یہ تھی کہ انہیں فدیہ لے کر رہا کردیا جائے۔ اس لیے کہ ایک تو مسلمان اس وقت مالی زبوں حالی کا شکار ہیں۔ ایک شخص کا فدیہ تقریباً چار ہزار درہم ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر اچھی خاصی رقم میسر آجائے گی۔ جس سے مسلمانوں کو معاشی بحران سے نکلنے میں مدد ملے گی۔ دوسرا یہ کہ ہماری ان سے قرابت

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

داریاں بھی ہیں اور تیسرا یہ کہ ممکن ہے ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ مسلمان ہونے کی سعادت سے بہرہ ور فرما دیں۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی نرم دلی اور مصلحت کے باعث سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا اور اسی کے مطابق اس معاملے کا فیصلہ صادر فرما دیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ اے نبی ﷺ تم نے مال کو ترجیح دی۔ حالانکہ یہ لوگ واقعتاً شجر اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کے لیے نکلے تھے اور اگر ان کا زور چڑھ جاتا تو یہ ایسا ہی کرتے۔ اس لیے ان کی سزا تو یہی تھی جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تجویز کی تھی۔ ❶

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک صائب الرائے انسان تھے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ قرآن کی آیات کا نزول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہوا۔ اس لیے ایک دفعہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ قرآن اگرچہ اترتا ہمارے آنگن میں ہے لیکن اترتا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہے۔ مثلاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پردہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے پردے کا حکم اتار دیا۔ ❷ اسی طرح نماز کے لیے مسلمانوں کو بلانے کے لیے کلمات کے تعین کا مسئلہ سامنے آیا۔ مختلف تجویزیں دی گئیں۔ کسی نے آگ جلانے کی تجویز دی، کسی نے ناقوس اور نقارے بجانے کی رائے دی۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ اس سلسلے میں کوئی ایسا حکم اترے جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہو اور جس میں نبی کریم ﷺ کی دعوت کا ذکر ہو۔ چنانچہ انہیں خواب آیا، ایسا ہی خواب عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بھی دیکھا۔ جس میں کوئی شخص نماز کی دعوت دینے کے لیے ایسے ہی کلمات کہہ رہا ہے جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے۔ ❸

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، حدیث: ۱۷۶۳.

❷ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، حدیث: ۴۰۲، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، حدیث: ۲۳۹۹.

❸ سنن ابی داؤد، حدیث: ۵۰۰، ۵۰۳، ترمذی، حدیث: ۱۸۹.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس قدر ومنزلت سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ کا بھی تعین ہوتا ہے۔ بلاشبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقام بہت بلند تر تھا۔ مگر بحیثیت مجموعی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ان سے بھی بڑھ کر تھا۔ اس بات کا اقرار خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے خود کہا کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم سب سے زیادہ مقام ومرتبہ رکھتے ہیں۔

اعجاز القرآن:

اللہ تعالیٰ نے یہ گواہی دینے کے بعد کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صراط مستقیم پر ہیں، فرمایا!

﴿تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝﴾ (یٰس: 5)

''(یہ قرآن) غالب اور رحیم ہستی کا نازل کردہ ہے۔''

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صراط مستقیم پر ہونے کی گواہی یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والی کتاب زبردست اور انتہائی رحم کرنے والے کی جانب سے نازل کی گئی ہے۔ آپ اس کے پرشکوہ الفاظ، اعلیٰ درجے کی فصاحت و بلاغت، بے مثال معانی ومضامین اور شاندار طرز استدلال کو بغور دیکھیں تو آپ اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ کتاب واقعتاً اللہ رحیم وعزیز کی طرف سے ہی اتاری گئی ہے۔ اب ذرا سوچیے کہ ایسی عظیم الشان کتاب جس شخص پر اتاری گئی ہے۔ وہ کیسے راہ حق وصواب سے بھٹک سکتا ہے۔

قرآن کا چیلنج:

بعض لوگوں نے یہ شبہ ظاہر کیا تھا کہ یہ کتاب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتب کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کلام نہیں ہے۔ اس کے اس خدشہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝﴾ (البقرہ: 23)

''اور ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا، اگر تمہیں اس بارے میں شک ہو اور تم

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔ تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔“

یعنی اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ نے اس کتاب کو اپنے ذہن سے وضع کر لیا ہے تو تم بھی تجربہ کر کے دیکھو۔ تم اہل عرب ہو، زبان دانی پر تمہیں ناز ہے اور فصاحت و بلاغت تم پر ختم ہے، تم اپنے مقابلے میں ساری دنیا کو گونگا تصور کرتے ہو، اس لیے خم ٹھونک کر میدان میں نکلو۔ قرآن کے مقابلے میں پوری کتاب نہ سہی، ایک سورت ہی بنا لاؤ۔

قرآن کی فصاحت و بلاغت:

قرآن کا یہ چیلنج گونجتا رہا مگر اس کے مقابلے میں عرب ادیبوں، شاعروں اور خطیبوں کی زبانیں گنگ ہو کر رہ گئیں۔ قرآن کے اعلیٰ ترین معیار کے مقابلے میں کوئی ایک جملہ بھی نہ بنا کر لا سکا۔ عرب شعراء میں یہ دستور تھا کہ وہ اپنا بہترین کلام کعبۃ اللہ میں لٹکا دیتے تھے۔ جب تک اس سے بہتر کلام نہ آ جاتا اس کلام کو اتارا نہ جاتا۔ ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے سورہ کوثر ایک چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ کر بیت اللہ کی دیوار پر لٹکا دی۔ ایک لمبے عرصے تک لوگ اسے پڑھتے رہے اور اس کی فصاحت و بلاغت سے متاثر ہوتے رہے۔ ایک دن عربی کا ایک بڑا ماہر ادیب آیا۔ اس نے بغور سورۂ کوثر کو پڑھا۔ اس کی لسانی خوبیوں کو جانچا پرکھا تو اس نے نیچے لکھ دیا۔

﴿مَا هٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾

یہ کسی آدمی کا کلام نہیں ہے۔ یہ جملہ کس نے لکھا۔ کسی مسلمان نے نہیں بلکہ ایک کافر و مشرک ادیب اور ماہر زبان و ادب نے تحریر کیا۔ گویا ان تین مختصر سی آیتوں میں اتنی فصاحت و بلاغت، اعلیٰ درجے کی سلاست و لطافت اور حلاوت و شیرینی پائی جاتی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

قرآن کریم کا معجزہ:

بلاشبہ قرآن مجید ایک زندہ معجزہ ہے۔ ڈیڑھ ہزار سال گزرنے پر بھی اس کی معجز

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرازیوں اور حیرت انگیزیوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ آج غیر مسلم بھی قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ عربی نہ جاننے کے باعث نہ تو قرآن مجید کو عربی متن کے مطابق پڑھ سکتے ہیں اور نہ براہ راست اس کے معانی و مفاہیم سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ محض تراجم کی مدد سے قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ ترجمہ الہامی الفاظ وحروف پر مشتمل نہیں ہوتا مگر پھر بھی اس کے اعلیٰ درجے کے مضامین اور انسانی فطرت کو اپیل کرنے والے احکامات و ہدایات پڑھ کر وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتے اور اسے الٰہی کلام ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ❶

قرآن جیسا کلام بنانے کی ناکام کوشش:

تاریخ کے مختلف ادوار میں کچھ لوگوں نے قرآن سے ملتا جلتا کلام لانے کی کوشش کی مگر وہ ایسا فصیح و بلیغ اور شیریں کلام لانے میں سخت ناکام رہے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہی مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ قرآن جیسا کلام بنا لانے کی بھی ناکام

❶ قرآن مجید اپنی سچائی، صداقت اور برحق ہونے کے لیے کسی خارجی شہادت کا محتاج نہیں ہے۔ اس کے بیانات اتنی صحت وثقاہت کے آئینہ دار ہیں کہ جو بھی ان پر غور کرے گا بے ساختہ پکار اٹھے گا کہ اس کا حرف حرف درست ہے۔ فرانس کے ایک معروف سرجن ڈاکٹر مورس بوکائلے کہتے ہیں کہ مجھے قرآن حکیم کے فطرت سے متعلقہ بیانات کو سائنس کی روشنی میں جانچنے اور پرکھنے کا ذوق وتجسس پیدا ہوا۔ تاکہ دیکھوں کہ قرآن کے اس طرح کے اشارات اور جدید سائنس کے ثابت شدہ حقائق میں کس حد تک موافقت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ جب میں نے پہلے پہل قرآنی وحی وتنزیل کا جائزہ لیا تو میرا نقطہ نظر بالکل معروضی تھا۔ پہلے سے کوئی سوچا سمجھا منصوبہ نہ تھا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ قرآن مجید نے تخلیق کائنات، فلکیات، ارضیات، عالم حیوانات ونباتات، بعض مادوں کی تشریح اور انسانی تولید کے موضوع پر جو کچھ بیان کیا ہے میں کسی ایک بیان میں بھی غلطی کا پتہ نہ لگا سکا۔ ان میں سے کوئی ایک بیان بھی ایسا نہ تھا جو ناقابل قبول ہو اور جس پر سائنس کے نقطہ نظر سے حرف گیری کی جا سکے۔

ڈاکٹر بوکائلے قرآن حکیم کی صداقت سے اس قدر متاثر ہوا کہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ یہ صرف ایک مثال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغربی فضلا کی ایسی ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ جس جس نے بھی قرآن کو تعصب وہٹ دھرمی سے بالاتر ہو کر پڑھا اس کی صداقت کا قائل ہو گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوشش کی۔ مگر انتہائی کاوش وجستجو اور ہزار جتن کرنے کے بعد بھی وہ قرآن کے مقابلے میں کچھ نہ لا سکا۔ ایک دفعہ ایک صحابی رسول ﷺ تجارت کے سلسلے میں مسیلمہ کے قبیلے بنو حنیفہ میں جا پہنچا۔ اس قبیلے کے ایک فرد نے اس صحابی رسول ﷺ سے کہا کہ آؤ میں تمہیں وہ کلام سناؤں جو محمد ﷺ پر اترنے والے کلام سے بھی بڑھ کر ہے۔ چنانچہ جب اس صحابی نے وہ کلام سنا تو پکار اٹھے۔ یہ کیسا کلام ہے؟ اسے قرآن سے کیا نسبت ہے۔ یہ ہرگز قرآن کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ تمہارا یہ کلام تو کلام الٰہی کے عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

فتنہ خلق قرآن کا پس منظر:

اسی طرح امام احمد بن حنبل کے زمانے میں جب خلق قرآن کا فتنہ اٹھا۔ (41) تو احمد بن

(41) عہد عباسیہ میں جب یونانی کتب فلسفہ عربی میں ترجمہ ہوئیں اور عباسی خلیفہ مامون الرشید کی نظروں سے گزریں تو وہ دل و جان سے اس فلسفہ کا اسیر ہو گیا اور مذہب کی اصل راہ سے ہٹ گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین کے مسلمات میں بھی اسے شکوک وشبہات نظر آنے لگے۔ معتزلی علماء کی صحبت نے اسے اور بھی بگاڑ دیا۔ ان معتزلی علماء ہی نے اسے ''خلق قرآن'' کی تلقین کی اور علمائے امت کو اس کی طرف بلانے کی دعوت دی۔ چنانچہ مامون نے علمائے بغداد کے نام ایک طویل خط لکھا جس میں اس امر کے شواہد پیش کیے کہ قرآن مخلوق و محدث ہے۔ مامون نے بہ جبر اس نظریے کی طرف بلایا اور نہ ماننے والوں پر سختیاں شروع کر دیں۔ بہتوں نے ان سختیوں کی تاب نہ لا کر ہمت ہار دی اور اس نظریے کے قائل ہو گئے۔ لیکن کچھ ثابت قدم رہے۔

ان ستودہ صفات ہستیوں میں سب سے سربر آوردہ ہستی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تھی۔ انہوں نے اس خود ساختہ نظریہ کا پوری پامردی سے انکار کیا اور اس پر ڈٹ گئے۔ مامون نے انہیں بغداد لانے کا حکم دیا۔ ابھی آپ راستہ ہی میں تھے کہ مامون اس دنیا سے چل بسا۔ اس کے بعد اس کا بھائی معتصم باللہ سریر آرائے خلافت ہوا۔ یہ بھی معتزلی عقیدے کا حامل تھا۔ اس نے امام صاحب کو جیل میں ڈلوا دیا۔ جہاں انہوں نے اڑھائی سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اس کے بعد انہیں جیل سے لا کر معتصم کے دربار میں پیش کیا گیا۔

یہاں معتزلی جماعت سے ان کا مناظرہ کروایا گیا یہ سب بڑھ بڑھ کر بول رہے تھے۔ لیکن امام صاحب کی تنہا آواز اپنے دلائل کے زور پر انہیں خاموشی پر مجبور کر دیتی تھی۔ آخر کار ان بدبختوں نے معتصم کو بہکا کر امام صاحب کو کوڑے لگوائے۔ جب امام صاحب کوڑوں کی ضرب سے بے ہوش ہو گئے تو معتصم ڈر گیا ⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حنبل رحمہ اللہ اس بدعی اور گمراہ کن فلسفیانہ تصور کے خلاف ڈٹ گئے۔ مامون الرشید ❶ اس

⇦⇦ اور انہیں رہا کر دیا۔ معتصم کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ خلیفہ بنا۔ اس نے امام صاحب پر کوئی سختی نہ کی۔ البتہ انہیں شہر بدر کر دیا۔ اس طرح امام صاحب زندگی بھر اس کی نگاہوں سے اوجھل رہے۔

مذکورہ تینوں عباسی خلفا کے زمانے میں خلق قرآن کے معتزلی عقیدہ کو نہ ماننے والوں پر ظلم وتشدد کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اور اس راہ میں کتنے ہی اہل حق جان سے گزر گئے۔ معروف شخصیات میں سے محمد بن نوح نیشاپوری، نعیم بن حماد الخزاعی، ابو یعقوب البویطی، احمد بن نصر اور یوسف بن یحییٰ فقیہ نے ان خلفاء کی ستم آرائیوں کے باعث قید خانوں ہی میں وفات پائی۔

واثق باللہ کے بعد متوکل علی اللہ برسر اقتدار آیا تو اس نے اس فتنہ خلق قرآن کا خاتمہ کر دیا۔ جس کی بدولت علماء و محدثین کو سختیوں سے نجات ملی۔ اس کے اس کارنامے کی وجہ سے بعض علماء نے اسے خلفائے راشدین کے مماثل قرار دیا۔ چنانچہ قاضی ابراہیم بن محمد تیمی کہتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فتنہ ارتداد کا خاتمہ کیا۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے بنو امیہ کے مظالم کا تدارک کیا اور متوکل نے ''خلق قرآن'' کی بدعت کو مٹا کر سنت کو زندہ کیا۔

❶ مامون الرشید عظیم عباسی خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا تھا۔ اس کی والدہ کا نام مراجیل تھا۔ جو ایک فارسی النسل خاتون تھی۔ مامون 15 ربیع الاول 170ھ بمطابق 14 ستمبر 786ء میں پیدا ہوا۔ بچپن میں اس کے لیے تعلیم کے بے پناہ مواقع میسر تھے اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ بے پناہ ذہانت وفطانت رکھتا تھا۔ اس لیے اس نے بچپن ہی سے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اس کے بعد تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا۔ صرف ونحو کے سبق لیے۔ حساب کی تعلیم پائی اور لگان کی کیلکولیشن میں حساب کا اطلاق سیکھا۔ مزید برآں مامون اعلیٰ درجے کا علمی و ادبی ذوق بھی رکھتا تھا۔

یہ صحیح ہے کہ مامون فلسفۂ اعتزال کے باعث عامۃ المسلمین کی دینی راہ سے ہٹ گیا تھا اور اس نے وہ روش اپنالی تھی جو اعتزالی فکر کے علمبرداروں نے اس کے لیے تجویز کی تھی۔ مگر اس کی زندگی کا دوسرا رخ یہ تھا کہ وہ علوم وفنون کا دلدادہ تھا۔ اس لیے اس نے مروجہ علوم و معارف خصوصاً سائنسی فنون کو بے انتہاء ترقی دی۔ اس نے اپنے والد کے قائم کردہ علمی ادارے بیت الحکمت کی سرپرستی کی اور اسے بے حد توسیع دی۔ اپنے بیس سالہ دور حکومت میں مامون نے سائنسی علوم کی ترویج واشاعت کے لیے خزانہ شاہی کے دروازے کھولے رکھے جس کی بدولت ان علوم وفنون نے حیرت انگیز ترقی کی منزلیں طے کیں۔

مامون نے 48 سال کی عمر میں رجب 218ھ بمطابق جولائی 834ء میں وفات پائی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقت خلیفہ تھا۔ وہ یونانی فلسفہ سے سخت متاثر تھا اور اپنے درباری معتزلہ ❶ کے زیر اثر تھا۔ وہ

❶ معتزلہ ایک فرقہ کا نام ہے۔ معتزلہ کے لفظ کا مادہ ''عزل'' ہے۔ اس کے معنی علیحدگی کے ہیں۔ اس طرح معتزلہ کے معنی جدا ہونے والے اور الگ ہونے والے کے ہیں۔ یہ ایک ایسا عجمی مکتب فکر تھا جس نے اپنے خیال میں روایت سے زیادہ درایت کو، نقل سے زیادہ عقل کو اور تقلید سے زیادہ اجتہاد کو اہمیت دی اور یوں اس نے ایک مستقل مکتب فکر کی شکل اختیار کر لی۔

معتزلہ کب ظہور پذیر ہوئے۔ ماہ و سال کے آئینے میں اس کا ٹھیک تعین تو ممکن نہیں۔ ہاں البتہ اول اول یہ بصرہ میں نمودار ہوئے۔ حسن بصری رحمہ اللہ کے حلقے میں نشست رکھتے تھے۔ پھر ان سے اختلاف کر کے الگ ہو گئے۔ معتزلی مکتب فکر کے دو مؤسس حضرات واصل بن عطا اور عمرو بن عبید کی ولادت 80ھ کی ہے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ معتزلہ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ظہور پذیر ہوئے۔ اگر سال کا تعین کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ 100ھ سے 110ھ کے مابین اس مکتبہ فکر کی بنیاد پڑی۔

معتزلہ شروع میں دین اسلام کے مخالف نہ تھے۔ بلکہ دین کے مبلغ اور سپاہی تھے۔ دین کی نصرت و حمایت میں مخالفین اسلام کا مقابلہ کرتے تھے۔ کئی دفعہ انہوں نے ادیان باطلہ کے علمبرداروں کو اپنے مسکت دلائل سے لاجواب کر دیا۔ لیکن پھر انہوں نے محسوس کیا کہ حریف جدل و مناظرے پر غیر معمولی استحضار رکھتا ہے۔ انہیں علومِ عقلیہ اور فلسفہ میں مہارت حاصل ہے تو ہم کیوں نہ انہیں کے ہتھیاروں سے ان کا مقابلہ کریں۔

اس خیال نے ان کی توجہ فلسفہ و منطق کی طرف مبذول کر دی۔ معتزلہ نے فلسفے کی طرف توجہ اس لیے مبذول نہیں کی تھی کہ انہیں فلسفے سے خود کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ انہوں نے دین اسلام کے مخالفوں کا رد کرنے کے لیے بطور خاص فلسفہ سے کام لیا۔ مگر فلسفے نے بعد ازاں ان کی زندگی کو ایک عظیم انقلاب سے دوچار کر دیا۔ اور رفتہ رفتہ وہ فلسفے سے بحیثیت فلسفی دلچسپی لینے لگے۔ اور اس سے ان کی وابستگی بڑھ گئی اور غیر محسوس طور پر اپنے اہداف دینی سے دور ہوتے چلے گئے۔

شروع شروع میں معتزلہ امت اسلامیہ کی برہمی اور مختلف اذیتوں کا شکار رہے۔ مگر جلد ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ وہ قوت و طاقت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس لیے انہیں برسر اقتدار طبقہ سے راہ و رسم رکھنی چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے اموی خلیفہ یزید بن ولید بن عبد الملک پر اپنے اثرات مرتب کیے۔ اور کسی حد تک اسے اپنا ہم نوا بنا لیا۔ اموی دور کے بعد عباسی برسر اقتدار آئے تو معتزلہ ان کی طرف جھک گئے۔ خلیفہ مہدی بن منصور کے زمانے میں معتزلہ کی آواز کچھ دبی رہی۔ کیونکہ مہدی زنادقہ اور مخالفین کے لیے نہایت سخت گیر اور متشدد واقع ہوا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کا دور شروع ہوا تو معتزلہ نے اطمینان ⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہر دینی عقیدے کو فلسفے اور منطق کی دلیل کے ساتھ ماننے کا عادی ہو چکا تھا۔ حالانکہ یونانی فلسفہ کوئی مستقل بالذات چیز نہیں تھا۔ یونانیوں کا فلسفہ محض چند ذہنی تخیلات تھے جن کی بنیاد کسی ٹھوس حقیقت پر نہیں تھی، نہ یہ کسی تجربہ و استقراء پر مبنی تھے۔ یونانی فلسفے کو اگر محض ایک جملے میں سمجھنا ہو تو اسے ایک طرح کی ذہنی ورزش سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یعنی یونانی محض عقلی معموں اور فلسفیانہ موشگافیوں میں الجھے رہتے تھے اور اسی دنیا میں مست رہتے تھے۔ اس محدود دائرے سے باہر حقیقت کی دنیا سے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا۔

قرآن مجید کے متعلق معتزلہ کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ حادث ہے۔ حادث کا مطلب ہے ایسی چیز جو پہلے موجود نہ ہو اور بعد میں وجود میں آئی ہو۔ اس طرح قرآن کے متعلق ان کا عقیدہ یہ بن گیا تھا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ اس کی مخلوق ہے۔ مامون کے مرنے کے بعد معتصم باللہ ❶

⇦ کا سانس لیا۔ اور یہ لوگ پھر سے نمودار ہونا شروع ہو گئے اور حصول اقتدار کی کوششوں میں لگ گئے۔ لیکن ابھی ان میں اتنی قوت پیدا نہ ہوئی تھی کہ وہ علی الاعلان اپنی رائے کا اظہار کرتے۔ کیونکہ ہارون الرشید امور دین میں محتاط اور سخت واقع ہوا تھا۔

مگر ہارون الرشید کے بعد مامون الرشید سریر آرائے خلافت ہوا تو وہ معتزلہ سے پوری طرح متاثر ہو گیا۔ اس کے بعد کے دو فرماں روا معتصم اور واثق بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ مگر ان کے بعد متوکل علی اللہ نے معتزلہ کے افکار و عقائد کی پوری بساط ہی لپیٹ کر رکھ دی۔ یوں ان کی سرگرمیوں کا خاتمہ ہوا۔

اگرچہ اس کے بعد بحیثیت مکتب فکر یہ دوبارہ نہ اٹھ سکے۔ مگر ان کے افکار و تصورات بعد میں جنم لینے والے کئی گروہوں میں جلوہ گر رہے۔ اور عقلیت پسند جماعتوں میں مختلف شکلوں میں ظہور پذیر ہوتے رہے۔

❶ معتصم باللہ ہارون الرشید کا منجھلا بیٹا تھا جو ایک لونڈی ماردہ کے بطن سے تھا۔ معتصم کی ولادت 180ھ بمطابق 796ء میں سلطنت روم کی سرحد کے قریب ایک مقام "زبطرہ" میں ہوئی۔ معتصم کو علم و فضل کے حصول میں کوئی دلچسپی پیدا نہ ہو سکی۔ اس کے برعکس اس میں سپاہیانہ اوصاف جلوہ گر ہوئے۔ وہ قوی جسم اور قوی دل رکھتا تھا۔ غیر معمولی جسمانی قوت کا مالک تھا۔ توانا سے توانا آدمی کا بازو دبا دیتا تو اس کی ہڈیاں چٹخ جاتی تھیں۔ وہ پانچ من کا وزن اٹھا کر چل سکتا تھا۔ اس کی ساری دلچسپیاں میدان کارزار سے وابستہ تھیں۔

مامون نے مرتے دم عاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے معتصم کو خلیفہ نامزد کر دیا۔ اگرچہ اس کی اپنی اولاد بھی موجود تھی مگر وہ اپنے بھائی کو حکومت و ریاست کا اہل سمجھتا تھا۔ ایک فوجی دل و دماغ رکھنے ⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ بنا۔ یہ بھی اپنے پیشرو مامون کا ہم عقیدہ تھا۔ اس نے احمد ابن حنبل کو طلب کیا اور عقیدۂ خلق قرآن کے داعی اور مبلغ قاضی ابو داؤد ❶ سے مناظرہ کرنے کو کہا۔

⇦⇦ کے باعث معتصم نے رومیوں سے بڑی بڑی جنگیں لڑیں اور بارہا انہیں شکستوں پر شکستیں دیں۔ اور ان کا ناطقہ بند کیے رکھا۔ عموریہ کی فتح اس کی ایک یادگار فتح ہے جس کی مؤرخین اسلام نے بڑی تعریف کی ہے۔

معتصم نے ایرانیوں کا زور توڑنے کے لیے ترکوں کو آگے لانے کی پالیسی اپنائی۔ چنانچہ اس نے لاکھوں ترکوں کو فوج میں بھرتی کر لیا۔ اس سے ایرانیوں کا زور بھی ٹوٹا اور حکومت کی شان وشوکت میں بھی اضافہ ہوا۔ مزید برآں کئی عظیم الشان فتوحات بھی حاصل ہوئیں۔ لیکن آگے چل کر جب حکومت کمزور پڑی تو ترکوں کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ خلفاء کا وقار اور دبدبہ بالکل جاتا رہا۔ خلفاء ان کے ہاتھوں میں تماشہ بن کر رہ گئے تھے۔ ترک جسے چاہتے تخت پر قائم رکھتے اور جسے چاہتے اتار دیتے۔ معتصم کو آخر میں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا مگر اب حالات اس کے قابو سے باہر ہو چکے تھے۔

ترک تہذیب وتمدن سے ناآشنا اور وحشی تھے۔ اس لیے بغداد میں ان کے ہجوم سے اہل شہر کو بڑی تکلیفیں پہنچتی تھیں یہ بے تحاشہ گھوڑے دوڑاتے پھرتے جس سے عورتیں بچے اور بوڑھے کچل جاتے مگر یہ بالکل پرواہ نہ کرتے۔ معتصم نے اس کا حل یہ نکالا کہ بغداد کے قریب ایک مستقل شہر سامرا آباد کیا۔ ترک سپاہیوں کو یہاں ٹھہرایا اور پھر دار الخلافہ بھی یہیں منتقل کر لیا۔ سامرا میں ہی 20 ربیع الاول 227ھ بمطابق 7 جنوری 842ء کو معتصم کا انتقال ہوا اور یہیں دفن ہوا۔

❷ قاضی احمد بن ابی داؤد 160ھ بمطابق 776ء میں بصرہ کے نواح میں پیدا ہوا۔ اس نے بچپن ہی میں مروجہ علوم پر دسترس حاصل کر لی۔ اس طرح یہ اپنے وقت کا عالم وفاضل اور فصیح وبلیغ شخص بن گیا۔ اس نے اعتزال کی تعلیم رئیس المعتزلہ واصل بن عطا کے شاگرد ہیاج بن علاء سلمی کی صحبت میں رہ کر حاصل کی تھی۔

یہ شخص کچھ تو اپنی قابلیت کے بل بوتے پر اور کچھ یحیٰی بن اکثم کی کوششوں سے دربار بغداد میں روشناس ہوا۔ خلیفہ مامون کے عہد میں ایک بڑے مرتبے پر پہنچ گیا اور جلد ہی خلیفہ کا ندیم خاص بن گیا۔ مامون نے اپنے سیکرٹری کی حیثیت سے اسے اپنے پاس رکھا اور اسے اپنی مملکت کا ایک صاحب اقتدار واختیار آدمی بنا دیا۔ مامون کی نظر میں اس کی قدر ومنزلت کا عالم یہ تھا کہ اس نے اپنے بھائی معتصم کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ امور مہمہ میں اس کی فکر ورائے کو شریک رکھا کرے اور اسے اپنے پاس سے دور نہ کرے۔

معتصم بلاشبہ اپنے اسلاف کی طرح تعلیم یافتہ نہ تھا۔ اس کی ساری دلچسپیاں میدانِ کارزار سے ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کا ایک معتزلی سے مناظرہ:

اب امام احمد بن حنبل اور قاضی ابو داؤد معتزلی کے درمیان مناظرہ شروع ہوا۔ قاضی ابو داؤد کہنے لگا جب نبی پاک نہیں تھے تو قرآن پاک بھی نہیں تھا۔ امام صاحب نے فرمایا! کیوں نہیں، قرآن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے پہلے آسمان پر اتار دیا تھا اور پھر تیئس (23) سالوں میں وقتاً فوقتاً نازل ہوا ہے۔ کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا۔ قرآن کی سورۂ طٰہٰ نہیں پڑھی جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۝﴾ (الانبیاء : 25)

''کہ میرے علاوہ کوئی اور خدا نہیں ہے۔ پس تم میری ہی بندگی کرو۔''

⇐⇐ یا حکومت کی شان وشوکت سے وابستہ تھیں۔ اس طرح رعب اور دبدبہ کے اعتبار سے یہ اپنے پیشرو خلفاء کے برابر تھا۔ لیکن اس کے باوجود ''خلق قرآن'' کے فتنہ کی سرپرستی کی وجہ سے اور علماء ومحدثین پر ظلم و تشدد کی باعث یہ اہل علم ونظر کی نگاہوں سے گر گیا اور پھر عام مسلمانوں میں بھی اس کا کوئی قابل احترام مقام نہ رہا۔

یہ اس وصیت کا اثر تھا کہ معتصم نے خلیفہ بنتے ہی اسے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنا دیا۔ چنانچہ اس حیثیت سے وہ اس احتسابی عدالت کا صدر رہا جو مامون نے معتزلی مذہب کو سرکاری مذہب قرار دینے کے بعد قائم کی تھی۔ اس طرح اس نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کے محاسبے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ معتصم باللہ ایک مرحلے پر امام صاحب کو چھوڑ دینا چاہتا تھا مگر یہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے انہیں سزا دلوا کر ہی رہا۔

احمد بن ابی داؤد معتزلی خلیفہ واثق کے زمانے میں بھی منصب قضا پر فائز رہا۔ اس نے واثق کو بھی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ پر ہاتھ ڈالنے کو کہا مگر وہ امام کے مقام ومرتبہ کے پیش نظر ایسا نہ کر سکا۔ البتہ امام صاحب کو اپنے شہر سے چلے جانے کو کہہ دیا۔ چنانچہ امام صاحب واثق کی زندگی میں کبھی اس کے سامنے نہ آئے۔

واثق کے بعد متوکل خلیفہ بنا تو اس نے معتزلہ کی مخالف روش اختیار کی اور اہل سنت سے خوش گوار تعلقات پیدا کر لیے۔ متوکل کے عہد ہی میں قاضی احمد بن ابی داؤد پر مرگی کا دورہ پڑا تو منصب قضا اس کے بیٹے ابو الولید محمد کے سپرد کر دیا گیا۔ بعد میں متوکل نے ابو الولید کو معزول کر کے بھائیوں سمیت قید خانے میں ڈال دیا۔ قیدیوں کو تو بعد میں رہائی مل گئی مگر قاضی احمد بن ابی داؤد اس صدمے کو برداشت نہ کر سکا اور محرم 240ھ کو ملک عدم کو سدھار گیا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قاضی ابو داؤد یہ سن کر لاجواب ہو گیا اور غصے سے پھنکارنے لگا۔ یہ زندیق ہے، گمراہ ہے، اسے درے مارے جائیں اور اس کا سر اتار دیا جائے۔ اب وہ مناظرہ بھول گیا تھا اور ظلم وزیادتی پر اتر آیا تھا۔ کیونکہ اسے حکومتی اشیر باد حاصل تھی۔ چنانچہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو پے در پے کوڑے مارے گئے حتی کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ امام صاحب پر اتنا ظلم کیا گیا کہ دو جلاد پوری طاقت سے انہیں درے مارتے تھے۔ جب یہ تھک جاتے تو دو مزید جلاد ان کی جگہ سنبھال لیتے۔

یہ قساوت، یہ ظلم اور حد سے بڑھی ہوئی بے رحمی دیکھ کر معتصم باللہ کے دل میں رحم آیا۔ وہ تخت سے نیچے اترا۔ ابن حنبل رحمہ اللہ کے سر کو اپنی گود میں رکھا اور پانی کے چھینٹے مارنے لگا۔ جب امام کو ہوش آیا تو گویا ہوئے اگر تم مجھ سے اپنی بات منوانا چاہتے ہو تو

"اعطونی شیئاً من کتاب اللّٰہ وسنة رسولہٖ حتی اقول بہ."

اگر تم مجھ سے یہ منوانا چاہتے ہو کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے تو پھر کتاب اللہ میں سے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی دلیل لاؤ، میری گردن خم ہو جائے گی۔ لیکن یہ فلسفہ جس کے تم اسیر ہو چکے ہو، کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کی بنیاد پر آج ایک دعویٰ کیا جاتا ہے تو کل اسی کی بنیاد پر اس دعویٰ کے بخیے ادھیڑ دیئے جاتے ہیں۔ اس فلسفے کو کسی مضبوط اور مستحکم دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

سائنسی ترقی کی حقیقت:

جس طرح آج سائنسی ترقی کا بڑا چرچا ہے اور واقعتاً سائنس نے علم ونظر کی کچھ منزلیں طے کر لی ہیں۔ اس نے نظام شمسی کو دریافت کیا۔ سیاروں اور ستاروں کی چالیں معلوم کیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کی تحقیق اور ریسرچ مکمل نہیں ہوئی۔ آج سینکڑوں ذہین وفطین افراد کی برسوں کی دماغ سوزیوں اور اربوں ڈالرز کی سرمایہ کاری سے کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو کل اسی بات کو پھر بدل دیا جاتا ہے۔ کیونکہ تحقیق وتفحص نے کچھ نئی منزلیں طے کر لی ہوتی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اس لیے کہ اللہ کا نظام کائنات بہت وسیع ہے اور وسعت پذیر ہے۔ یعنی اس کی وسعت اور پھیلاؤ میں اب بھی برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ ❶

سائنس کی تمام تر ترقیوں اور تگ و دو کے باوجود یہ فیصلہ آج تک نہ ہو سکا کہ کائنات کس طرح وجود میں آئی ہے۔ موجودہ دور کے سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ کائنات بگ بینگ ❷ (BIG BANG) یعنی ایک دھماکے کے ساتھ معرض وجود میں آئی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

❶ 20ویں صدی کے شروع میں روسی ماہر طبیعیات الیگزینڈر فرائیڈ مین کے جمع کردہ اعداد و شمار کے مطابق یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ کائنات مسلسل حرکت کر رہی ہے اور پھیل رہی ہے۔ اس انکشاف کی 1929ء کے مشاہدات سے تصدیق ہوگئی۔ امریکی ماہر فلکیات ایڈوین ہبل نے اپنی دوربین سے آسمان کا مشاہدہ کرنے کے بعد انکشاف کیا کہ ستارے اور کہکشائیں ایک دوسری سے مسلسل دور ہٹ رہے ہیں۔ ایک ایسی کائنات جس میں ہر چیز دوسری چیز سے پرے ہٹتی جا رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلسل پھیل رہی ہے۔

سائنس نے یہ انکشاف گزشتہ صدی میں کیا ہے مگر قرآن مجید نے تقریباً ڈیڑھ ہزار برس پہلے کائنات کی وسعت کی طرف بایں الفاظ اشارہ کیا ہے:

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ (الذاریات:٤٧)

'اور آسمان کو ہم نے اپنے دست قدرت سے بنایا اور ہم اسے وسیع کرتے جا رہے ہیں۔"

گویا اللہ تعالیٰ اس وسیع کائنات کو بنا کر رہ نہیں گئے۔ بلکہ برابر اس میں توسیع فرماتے جا رہے ہیں۔ مشہور ماہر فلکیات سٹیفن ہاکنگ کہتے ہیں کہ کائنات کی وسعت کی دریافت بیسویں صدی کی بڑی دریافتوں میں سے ایک ہے۔ جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف رہنمائی اس وقت کر دی تھی جبکہ ابھی ٹیلی سکوپ ایجاد ہی نہیں ہوئی تھی۔

❷ بگ بینگ (big bang) کا مطلب ہے ایک انتہائی طاقت ور دھماکہ۔ تخلیق کائنات کے سلسلے میں سائنس دانوں کا خیال ہے کہ کائنات کو عدم سے وجود میں لایا گیا ہے۔ اس کے اجزاء ایک نقطے میں بند تھے۔ اس سے پہلے مادہ تھا، نہ توانائی اور نہ وقت۔ آج سے 14 ارب سال پہلے ایک بڑے دھماکے کے سبب یہ سب ایک ساتھ ظہور میں آئے اور باہم گتھا ہوا مادہ چھوٹے بڑے حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اور منتشر ہو کر خلا میں انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ ایک دوسرے سے دور ہوتا چلا گیا۔ اس نظریے کے تحت مادے ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ (یونس : 3)

⇦⇦ کے چھوٹے اور بڑے ٹکڑے کہیں سیارے بن گئے اور کہیں انہیں ستاروں کی حیثیت مل گئی۔ کرہ ارض سورج، چاند مریخ، مشتری اور زحل جیسے سیارے بھی اسی بگ بینگ کا نتیجہ ہیں۔

جدید سائنسی حلقے اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ کائنات کے آغاز اور اس کے وجود کی واحد معقول توجیہ بگ بینگ کا نظریہ ہی ہے۔ کیلی فورنیا یونیورسٹی کے پروفیسر جارج ایبل کے نزدیک تخلیق کائنات کی تفہیم کیلیے اس نظریہ کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ قرآن مجید اس حوالے سے ہماری راہنمائی یوں کرتا ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا﴾

(الانبیاء:۳۰)

''کیا کافروں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین آپس میں گڈ مڈ تھے پھر ہم نے انہیں الگ کر دیا۔''

اس آیت مبارکہ میں کائنات کا نقطہ آغاز بیان کیا گیا ہے یہ کہ ابتداء میں صرف ایک گڈ مڈ اور کئی چیزوں سے مخلوط مادہ تھا۔ اسی کو کھول کر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور دوسرے اجرامِ فلکی کو پیدا فرمایا۔

اس نظریہ سے ماضی کی ان فلسفیانہ بحثوں کا بھی دروازہ بند ہو جاتا ہے کہ عالم حادث ہے یا قدیم اور ازلی۔ اس نظریہ سے واضح ہوتا ہے کہ کائنات اپنا ایک نقطہ آغاز رکھتی ہے اور جو چیز اپنا نقطہ آغاز رکھتی ہے وہ خود بخود معرض وجود میں نہیں آسکتی۔ اس کے وجود کے پیچھے کسی فعال، علیم اور حکیم و صانع ہستی کا موجود ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دھماکے سے تو عمومی مشاہدے کے مطابق چیزیں بگڑتی ہیں اور تباہی و بربادی ہوتی ہے جیسے ایٹم بم کے دھماکے سے تباہ کن نتائج سامنے آتے ہیں۔

اس کے برعکس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں جگہ دھماکہ ہوا اور وہاں تباہی و بربادی کی بجائے بڑی بڑی عمارتیں، فیکٹریاں اور باغات معرض وجود میں آگئے تو آپ ایسی بات کہنے والے کو پاگل قرار دے دیں گے کیونکہ اس کا یہ دعوی آپ کے مشاہدات کے برعکس ہے۔ لیکن اگر واقعتاً ایسا ہی ہو تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ دھماکہ ایک منفرد اور غیر معمولی دھماکہ ہے اور ضرور اس کے پیچھے کسی مافوق الفطرت ہستی کا ہاتھ کارفرما ہے۔

چنانچہ بگ بینگ کا دھماکہ ایک ایسا ہی دھماکہ تھا جس کے نتیجے میں بڑی بڑی کہکشائیں، ستارے، سیارے وغیرہ وجود میں آگئے۔ اور یہ سب زبردست نظم و ضبط کے ساتھ خلا میں اپنے مداروں کے اندر گھوم رہے ہیں۔ چنانچہ یہ دھماکہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کے پیچھے ایک مافوق الفطرت ہستی کا دست قدرت ہے جسے ہم اللہ کے نام سے جانتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا اور پھر عرش پر قائم ہوا۔''

وسعت کائنات اور انسانی علم کی بے بسی:

یہاں استویٰ ❶ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے لغوی معنی بیٹھنے کے ہیں۔ لیکن ذات باری تعالیٰ کے استویٰ کی کیفیت کیا ہے۔ یہ ہمیں معلوم نہیں۔ یہ کیفیت ہمارے فہم وشعور کی سطح سے بالاتر ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی کائنات بہت وسیع وعریض اور بے کراں ہے۔ اس بے انتہاء پھیلی ہوئی اور لامحدود کائنات کا مشاہدہ کرنے کے لیے ذرا اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاؤ۔ آپ کو بے شمار اور لاتعداد جلتے بجھتے اور ٹمٹماتے ہوئے ستارے نظر آئیں گے۔ ان ستاروں میں سے ہر ستارہ ایک کائنات ہے۔ ہر ستارے کی اپنی ایک دنیا ہے اور یہ دنیا پھر مزید سیاروں کی شکل میں بٹی ہوئی ہے اور ہر سیارہ اپنی منفرد نوعیت کا ایک جہان ہے۔

❶ قرآن مجید کی متعدد آیات میں استوی علی العرش کا تذکرہ موجود ہے۔ زیر نظر آیت کے علاوہ سورۂ الاعراف 54، سورۂ رعد:2، سورۂ طہ:5، سورۂ فرقان:59 اور سورۂ حدید:4 میں بھی استوا علی العرش کا ذکر موجود ہے۔ ان نصوص قرآنیہ سے صاف طور پر واضح ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہیں۔ استوی کے معنی علو اور استقرار کے ہیں۔ سلف نے بلا کیف و بلا تشبیہ اس کے یہ معنی مراد لیے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے آسمان پر جلوس کی کیفیت کیا ہے؟ ہم نہ تو یہ کیفیت بیان کر سکتے ہیں اور نہ اس کی کوئی مثال دے سکتے ہیں۔ ہمارا کام بحیثیت مسلمان بلا تاویل اور بلا کیف وتشبیہ اس پر ایمان لانا ہے۔

اس سلسلے میں امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول کس قدر حق وصواب کا حامل ہے کہ استواء تو معلوم ہے۔ مگر اس کی کیفیت نامعلوم ہے اس پر ایمان لانا واجب اور اس کی کیفیت کا سوال کرنا بدعت ہے۔

بعض لوگوں نے نہ معلوم کس بنیاد پر استواء علی العرش کی تاویل کی اور اس کے معنی غلبہ واستیلا اور نفوذ و اقتدار کے لے لیے۔ یہ تفسیر سراسر رائے وقیاس کی پیداوار ہے جس کی کتاب وسنت سے تائید نہیں ہوتی۔ بعض کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ اور ہر شے میں موجود ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم وقدرت کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہے نہ کہ اپنی ذات کے اعتبار سے موجود ہے۔ بہت سی احادیث سے بھی اللہ کریم کے عرش پر متمکن ہونے کی صراحت ہوتی ہے۔ ان میں صرف ایک حدیث ملاحظہ ⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انسان کی بے بسی اور نارسائی کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے نظام شمسی کے دوسرے سیاروں کے بارے میں بھی قابل بھروسہ معلومات نہیں رکھتا۔ وہ آج تک یہ بھی معلوم نہیں کر سکا کہ کس سیارے پر پانی اور آکسیجن موجود ہے؟ کس سیارے پر زندگی کے آثار موجود ہیں اور یہ آثار و علامات کس نوعیت کی ہیں؟ ہمارا قریب ترین اور ہمسایہ سیارہ مریخ ہے۔ مگر ہم اس کے بارے میں بھی کچھ زیادہ نہیں جانتے۔

اسلام۔ دین فطرت:

سامعین محترم! وقت ختم ہوا چاہتا ہے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام فطرت کے دین پر تھے۔ دوسرے لفظوں میں کہنا چاہیے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس کا ہر حکم انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے اور دین کا ہر تقاضا انسانی فطرت کو اپیل کرنے والا ہے۔ اس لیے اسلام ہی انسانی فطرت سے پوری طرح مطابقت رکھنے والا دین ہے۔

نظریہ ارتقاء کی موت:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے۔ ہم بن مانسوں اور بندروں کی اولاد نہیں ہیں۔ ❶ جیسا کہ موجودہ ملحد، بے دین اور خدا بیزار سائنس دانوں کا نظریہ ہے۔ آج

⇦⇦ فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ادخل علی ربی وھو علی عرشه" (بخاری) "قیامت کے دن میں اپنے رب کے پاس جاؤں گا وہ عرش پر ہوگا۔"

❶ یورپ میں چند صدیاں پیشتر کلیسا اور سائنس کے علمبرداروں میں اختلاف و نزاع پیدا ہوا۔ کلیسا نے اپنے اقتدار و اختیار اور اثر و نفوذ سے فائدہ اٹھا کر سائنسی حقائق پیش کرنے والوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ مگر بالآخر سائنس فتح و ظفر مندی سے ہم کنار ہوئی اور کلیسا کی مذہبیت کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ جب سائنس کے قدم مزید آگے بڑھے اور کئی ایک ایجادات منظر عام پر آئیں تو اہل سائنس نے ردعمل کے طور پر نفس مذہب سے ہی بغاوت کر دی اور اللہ تعالیٰ کو کائنات کا خالق و مالک ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر جب 1859ء میں چارلس ڈارون کی کتاب "اصل انواع" (Origin of Species) شائع ہوئی تو اس ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

⇦ تصور کو اور زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ کائنات مادہ و توانائی کے تعامل سے معرض وجود میں آئی ہے۔ یہ کسی خالق و صانع کی تخلیق و تزئین کا نتیجہ نہیں ہے۔

ڈاروِن نے جانداروں کی پیدائش کے بارے میں اپنی اسی کتاب میں ایک نظریہ پیش کیا جو سائنس کی دنیا میں ''نظریہ ارتقا'' (Theory of Evolution) کہلایا۔ اس نظریے کے مطابق تمام زندہ انواع نے ایک خلیہ سے جنم لیا اور یہ خلیہ اتفاقاً مادہ و توانائی کے تعامل سے وجود میں آ گیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ زندگی بے جان مادے سے اتفاقاً وجود میں آ گئی ہے۔ جانداروں کی تخلیق کسی منصوبے، کسی حکمت اور کسی اہتمام سے نہیں ہوئی۔

اس نظریے کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ جانداروں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا یہ خود بخود معرض وجود میں آ گئے ہیں۔

اس نظریے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جاندار علیحدہ علیحدہ شکلوں میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ ان سب کا اعلیٰ یا جدامجد ایک ہی ہے۔ جانداروں کی ابتدائی نسل نے اپنی خوبیاں اپنے بعد آنے والی نسل کو منتقل کر دی تھیں اور یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طویل عرصے کے بعد جانداروں کی شکلیں اپنے آبا و اجداد سے مختلف ہو گئیں۔ اس اختلاف اشکال میں ماحول اور جغرافیائی حالات نے بھی اپنا کردار ادا کیا۔ ڈاروِن کی رائے میں اس میکانکی عمل کا نہایت ترقی یافتہ نتیجہ انسان کی شکل میں سامنے آیا۔ بلکہ اپنی اس کتاب میں اس نے ایک جگہ تو یہ بھی لکھ دیا کہ میں انتہائی غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ انسان ابتداء میں بندر یا کوئی بندر نما مخلوق تھا اور یہ مختلف مراحل سے گزر کر انسانی درجہ پر متمکن ہوا ہے۔

یہ احمقانہ اور بے بنیاد نظریہ قرآن و سنت کی روشنی میں تو غلط ہی ہے خود سائنسی نقطہ نگاہ سے بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ بھلا بے جان مادے سے یک لخت زندگی کا ظہور کیسے ہو گیا۔ اور پھر ایک جاندار سے لاتعداد جانداروں کی پیچیدہ جسامتیں کیسے معرض وجود میں آ گئیں۔ کیا آج کی بے انتہا ترقی کے زمانے میں بھی کوئی لیبارٹری اور کوئی تجربہ گاہ بے جان مادوں کو ملا کر کوئی زندہ خلیہ تیار کر سکتی ہے۔ ہرگز ایسا نہیں کر سکتی۔ دوسرا یہ کہ نظریہ ارتقا جس کو عملی تخلیق کا ایک منطقی طریقہ سمجھا جاتا ہے، اسے کسی نے دیکھا ہے یا تجربہ کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے اور نہ ایسا ہو سکتا ہے۔ ارتقاء کا مزعومہ عمل اتنا پیچیدہ اور اتنے بعید ترین ماضی سے تعلق رکھتا ہے جس کے دیکھنے یا تجربہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

درحقیقت ڈاروِن نے نظریہ ارتقا کو تشکیل دینے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ کیونکہ اس کے عہد میں زندگی کا مطالعہ قدیم ٹیکنالوجی کی مدد سے نہایت ہی ناکافی سطح سے کیا جا سکتا تھا۔ اس وقت سائنس میں ⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سائنس نے (D.N.A) ❶ کی تھیوری پیش کی ہے۔ اس کی بدولت یہ سمجھنا آسان ہو گیا ہے کہ انسان ایک نوع اور جنس کے اعتبار سے ہمیشہ سے ایک مستقل حیثیت کا حامل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بندروں کا (D.N.A) کسی سطح پر بھی انسانی (D.N.A) سے میل نہیں کھاتا۔

⇐ جینیات اور حیاتیاتی کیمیا کے شعبے موجود ہی نہ تھے۔ اس لیے اس نظریہ کا سارا انحصار ڈارون کے تخیل کی قوتوں پر تھا۔ اور پھر یہ بات بھی بڑی اہم ہے کہ اس نے حیاتیات کی باقاعدہ تعلیم ہی نہ پائی تھی۔ جانداروں سے دلچسپی محض اس کا ذوق تھا۔

پھر ڈارون جن انواع کے تسلسل کا ذکر کرتا ہے جانداروں کے قدیم ملنے والے ڈھانچوں اور متحجرات (Fossils) کے ریکارڈ میں ان مختلف النوع شکلوں کا کہیں کوئی پتہ نہیں چلتا۔ بلکہ متحجرات کا ریکارڈ تو یہ شہادت دے رہا ہے کہ تمام زندہ انواع اپنی اصل شکل میں نمودار ہوئی ہیں۔ ان کے جد اعلیٰ کی شکل اور ان کی موجودہ شکل کے درمیان ملی جلی خصوصیات اور اشکال والی کوئی انواع نہیں پائی گئیں۔

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ ڈارون کا مفروضہ نظریہ ارتقاء بالکل باطل، لغو اور بے حقیقت ہے۔ اس کے برعکس ایسے ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ زندہ اجسام تخلیق کے ذریعے وجود میں آئے ہیں اور یہ تخلیق اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور یہ رنگا رنگ جاندار اسی کی کاریگری کا نمونہ ہیں۔

❶ ڈی این اے کیا ہے؟ درحقیقت ہمارا جسم خلیات سے مل کر بنا ہے۔ ہر خلیے میں ایک مکمل کارخانے کی طرح نظام چلتا ہے جس میں بے شمار چیزیں کیمیائی عمل سے گزر کر زندگی کو جاری و ساری رکھتی ہیں۔ ہر خلیے میں ایک چھوٹی سی چوکور یا گول گیند ہوتی ہے جسے مرکزہ کہا جاتا ہے اور یہی مرکزہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جو پورے خلیہ کے کیمیائی عمل کو کنٹرول کرتا ہے اگر اسے نکال دیا جائے تو بقیہ خلیہ ضائع ہو جاتا ہے۔

اس مرکزہ میں دھاگہ نما ساختیں ہوتی ہیں جنہیں کروموسوم کہا جاتا ہے اور ان کے اندر جاندار کی نشوونما، رنگ وشکل اور عادات وخصوصیات وغیرہ سے متعلق تمام تفاصیل درج ہوتی ہیں۔ ہر جاندار خلیے کے اندر کروموسوم کی اپنی مخصوص تعداد طے ہوتی ہے۔ مثلاً انسان میں 46، مکھی میں 8، بلی میں 38، اور مرغی میں 78 کروموسوم موجود ہوتے ہیں۔ جس طرح ہمارا جسم گوشت اور ہڈیوں سے مل کر بنا ہوتا ہے اسی طرح یہ کروموسوم DNA نامی مادے سے بنے ہوتے ہیں جسے جینیاتی مادہ بھی کہا جاتا ہے۔

اس مادے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر یہ اپنے جیسے ٹکڑوں کو بنا سکتا ہے۔ یعنی دو سے چار، چار سے آٹھ اور آٹھ سے سولہ۔ DNA کے ہر متفرق ٹکڑے یا حصے کو GENE کہا جاتا ہے اور ⇐⇐

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ انسان کا گوشت پوست، خون اور جلد کے ٹشوز سب کچھ منفرد ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے دوسری مخلوقات کو پیدا کیا، بندر بھی پیدا کیے اور شیر بھی۔ پرندے بھی بنائے اور چرندے بھی اور پانی کے جانوروں کی بھی تخلیق کی۔ مگر ان سب کا (D.N.A) بھی الگ الگ رکھا ہے۔ جس طرح ایک انگوٹھے کا نشان دوسرے سے نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی یہ حیرت انگیز اور تحیر خیز نشانیاں دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے۔

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔"

عزیز دوستو! اللہ تعالیٰ نے ہماری رشد و ہدایت کے لیے بے شمار انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ آدم علیہ السلام کو بھیجا، نوح علیہ السلام کو بھیجا اور ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے نبی آئے۔ سب کے سب ان کی اولاد میں سے تھے۔ آئندہ دو جمعوں میں ان شاء اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یادگار عید الاضحیٰ کے بارے میں اپنی معروضات پیش کروں گا۔ جن میں عید الاضحیٰ کا فلسفہ اور اس کے دیگر مسائل کا بیان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور دین کی راہ پر چلنے کی توفیق بخشیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

⇦ ہر جاندار میں جس خصلت، شکل یا فعل کے جینز ہوں گے وہ جاندار اسی خصلت، شکل اور فعل کی عکاسی کرے گا۔ مثلاً کسی کا قد چھوٹا یا لمبا ہے اس لیے کہ اس کے جینز میں ایسی ہی خصوصیت تھی۔ کسی کے بال سرخ یا بھورے ہیں یا رنگت سرخ و سفید، گندمی یا انتہائی سیاہ ہے تو اس لیے کہ اس کے جینز کی خصوصیت ویسی ہی تھی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنی اسرائیل سے عہد

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ (البقرہ : ۸۳-۸۵)

حقوقِ والدین:

یہ سورۂ البقرہ کی آیات نمبر ۸۳، ۸۴ اور ۸۵ ہیں۔ جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت فرمائی ہیں۔ ان آیات میں اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ نے ان سے ایک عہد ❶ لیا تھا۔ وہ عہد کیا تھا؟ اللہ کا بنی اسرائیل سے لیا گیا عہد یہ تھا کہ دیکھو میں تمہیں دنیا میں عزت و آبرو اور حکومت و ریاست سے نواز رہا ہوں۔ اب ایک بات یاد رکھنا کہ میری بندگی میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ اس کے بعد تم پر کچھ لوگوں کے حقوق ہیں۔ ان میں سے پہلا حق تمہارے ماں باپ کا ہے ان کے ساتھ ہر حال میں نیکی کرنی ہے، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا ہے، ان سے حسن سلوک کرنا ہے اور ہر آن خندہ پیشانی سے ان کے ساتھ پیش آنا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾

(بنی اسرائیل : ۲۳)

ان کے سامنے زبان پر کبھی ایسی بات نہ لانا جس سے انہیں ذرا بھی تکلیف پہنچے۔ ماں باپ تمہیں ڈانٹیں، برا بھلا کہیں، تم پر ہاتھ اٹھائیں مگر تمہیں کسی صورت بھی یہ اجازت نہیں کہ تم ان کے سامنے اف کا لفظ بھی زبان سے نکالو، تمہیں ہمیشہ ان کی بات کا جواب عزت و احترام کے ساتھ دینا ہے۔

قرابت داروں کے حقوق:

اس کے بعد دوسرا حق قرابتداروں کا ہے۔ یعنی تمہارے بھائی، بہنیں، خالائیں،

❶ عہد کا مطلب ہے معاہدہ کرنا یا وعدہ کرنا۔ قرآن مجید میں عہد کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے ''میثاق'' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ اردو میں عہد و پیمان کی ترکیب مستعمل ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھوپھیاں، ماموں، چچے، تائے، بھتیجے، بھانجے وغیرہ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا ہے۔ ان کے ساتھ ہمدردی اور مہربانی کا معاملہ کرنا ہے۔

یتیموں کے حقوق:

پھر یتیم تمہاری توجہ اور تمہارے حسن سلوک کے مستحق ہیں۔ یتیم سے مراد وہ بچے ہیں جن کی بلوغت سے پہلے ہی ان کے والدین انہیں داغ مفارقت دے کر دنیا سے رخصت ہو جائیں۔ یتیموں کے ساتھ شفقت و محبت کرنا ضروری ہے۔ اگر تمہارے بچے اچھے کپڑے پہنتے ہوں، اچھا کھاتے ہوں اور یتیم بھوکے پیاسے رہتے ہوں، پھٹے پرانے کپڑے پہننے پر مجبور ہوں تو یاد رکھو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم سے ضرور باز پرس کرے گا۔

مسکینوں کے حقوق:

اس کے بعد مسکینوں کے ساتھ بھی اچھے سلوک سے پیش آنا ہے۔ مسکین سے مراد وہ شخص ہے جو روزی کے حصول کے لیے اپنی تگ و دو کرتا ہو، محنت و مشقت سے جی نہ چراتا ہو مگر اس کے باوجود وہ کسی وجہ سے اتنا نہ کما سکتا ہو جس سے اس کے بیوی بچوں کی ٹھیک طرح سے کفالت ہو سکتی ہو۔ ایسا شخص بھی معاشرے کی توجہ و التفات کا پوری طرح مستحق ہے۔ معاشرے کو اس کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے عہد کی پاسداری کریں:

اللہ کریم نے بنی اسرائیل سے ان ذکر کیے گئے چار قسم کے لوگوں سے حسن سلوک کرنے کا عہد لیا تھا۔ یاد رہے کہ یہ عہد صرف بنی اسرائیل ہی سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق ہم مسلمانوں سے بھی ہے، ہمیں بھی ان سے نیکی اور بھلائی سے پیش آنا چاہیے۔

اس معاہدہ کے بعد اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔

﴿ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ﴾ (البقرہ: ۸۳)

ذرا غور کیجئے تم نے یہ معاہدہ کس سے کیا ہے؟ مالک کائنات سے کیا ہے۔ لیکن اگر تم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے معاہدے سے پھر گئے، اپنے عہد کو پس پشت ڈال دیا، تمہارے اس انحراف سے اللہ تعالیٰ کو شکایت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس معاہدے کے ساتھ کچھ اور شرائط بھی رکھی تھیں۔

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَ کُمْ﴾ (البقرہ : ۸۴)

اللہ رب العزت نے فرمایا تھا کہ دیکھو کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا۔ مسلمان کا قتل تو دور کی بات ہے کسی کافر سے بھی بغیر کسی معقول وجہ کے زندگی کا حق نہ چھیننا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

﴿لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَ کُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِ کُمْ﴾

(البقرہ : ۸۴)

بے گناہ انسانوں کے قتل کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ کسی سے اس کا گھر نہ چھیننا۔ ان سب باتوں کا تم نے اللہ تعالیٰ سے اقرار کیا کہ ہم اس معاہدے کی پابندی کریں گے مگر تم اس معاہدے کی ذرا بھی پاسداری نہ کر سکے اور بہت جلد اس کی دھجیاں اڑا دیں۔

خود ہمارا بھی اللہ رب العزت سے ایک معاہدہ ہے، بھلا ہمارا معاہدہ کیا ہے؟ کیا ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ نہیں کر رکھا کہ ہم تیری فرماں برداری کریں گے، تیرے احکام پر من وعن عمل کریں گے؟ مسلمان ہونے کے معنی ہی فرماں بردار ہونے کے ہیں تو پھر کیا ہم نے بھی اپنے رب سے کیا ہوا عہد وقرار پورا کیا ہے؟ یقیناً جواب نفی میں ہے۔

اسلام اور دہشت گردی:

قتل وغارت گری کا جو بازار ہمارے ہاں گرم ہو چکا ہے۔ آئے روز بم دھماکے ہوتے ہیں جن میں بیسیوں بے گناہ بوڑھے، بچے، عورتیں، خاک وخون میں تڑپتے ہوئے زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں۔ یہ کتنا خوف ناک اور بھیانک طرز عمل ہے جو ہم نے اپنا رکھا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک گناہ عظیم ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ رب العزت نے ہماری موجودہ صورت حال کی کیسی ٹھیک عکاسی کی ہے۔

﴿ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ (البقرہ: ۸۵)

تم وہ لوگ ہو جو اپنی ہی جانوں کو قتل کرتے ہو، اپنے ہی لوگوں کو خاک وخون میں تڑپاتے ہو اور پھر لوگوں کو اتنا ستاتے ہو کہ وہ اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے جب لوگ ستائے جائیں گے تو وہ علاقہ چھوڑ کر وہاں چلے جائیں گے جہاں انہیں امان ملے گی، جہاں سکون اور تحفظ حاصل ہوگا۔

﴿تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ (البقرہ: ۸۵)

یہودیوں کا دوغلا پن:

تم ظلم اور زیادتی کے ساتھ یہ سب کچھ کرتے ہو۔ یہودی قبائل آپس میں لڑتے اور ایک دوسرے کے افراد کو قیدی بنا لیتے پھر انہیں فدیہ دے کر چھڑالاتے اور کہتے قیدیوں کو اس طرح چھڑانے کا حکم تورات میں لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ اگر وہ تورات کے احکامات پر ہی عمل کرتے تو باہمی جنگ وجدال ہی نہ کرتے کیونکہ تورات میں باہمی خون ریزی کا کوئی حکم نہیں پایا جاتا۔ یہودیوں کی اس ذہنیت پر اللہ رب العزت نے انہیں جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (البقرہ: ۸۵)

یہ کیسا ایمان ہے کہ تم اللہ کریم کے بعض احکامات کو تو مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو کہ وہ تمہاری طبیعتوں سے میل نہیں کھاتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ایمان سے ہرگز راضی نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے ایمان کی کوئی قدر وقیمت نہیں اور نہ اس کا کوئی بدلہ ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ایک پختہ معاہدہ کرے کہ وہ اس کے حکم اور اس کی مرضی سے کبھی سرتابی نہیں کرے گا۔ اس کے بعد جزوی طور پر کسی بات کو مانے اور کسی کا صاف انکار کر دے۔ نماز پڑھے لیکن روزہ نہ رکھے، حج کرے مگر نماز کا انکاری ہو، روزہ رکھے مگر زکوٰۃ کا منکر ہو۔ یا نماز روزے کا تو قائل ہو مگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق سے روگردانی کا مرتکب ہو تو بھلا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایسے ایمان کا کیا فائدہ۔ بلکہ ایسا ایمان تو سزا کا موجب ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾

(البقرہ: ۸۵)

ان کی سزا یہ ہے کہ پھر دنیا میں ان کے لیے کوئی عزت نہیں، دنیا کی قوموں کی برادری میں ان کا کوئی مقام نہیں، ان کے لیے دنیا میں ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ (البقرہ: ۸۵)

اور یوم قیامت ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ شدید ترین عذاب کے سپرد کر دیئے جائیں گے۔

ہماری غفلت وبدعملی کا نمونہ:

اب آپ خود ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھئے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے جو پختہ قول وقرار اور عہد و پیمان کیا تھا، کیا ہم نے سر بازار اسے توڑ نہیں دیا ہے؟ اللہ کی بندگی کے معاملے میں ہمارا حال یہ ہے کہ سو میں سے اسی (80) افراد نماز نہیں پڑھتے۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہی نہیں ہوتے تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے میثاق کو پورا کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنی ہے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے، ان کے ساتھ احسان مندی سے پیش آنا ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے کا حال یہ ہے کہ یہاں ماں باپ پر ہاتھ اٹھانے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ ایسے بدبخت بیٹے موجود ہیں جو باپوں کی داڑھیاں پکڑ لیتے ہیں اور جو والدین کو دھکے دے کر گھر سے نکال دیتے ہیں۔

اللہ کریم نے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ تمہارا قرابت دار غریب ہو، بھوکا سوتا ہو، اس کے کپڑے پھٹے ہوئے ہوں مگر تم شاندار لباس زیب تن کر کے بڑے فخر کے ساتھ باہر نکلتے ہو، لوگوں کو اپنی شان وشوکت دکھاتے ہو۔ مگر اپنے قرابت داروں کی خبر گیری نہیں کرتے ہو۔ تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے اس معاہدہ کی پابندی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی ہے جو آپ نے اللہ رب العزت سے کیا ہوا ہے؟

آپ ایک ایسے معاشرے میں بستے ہیں جہاں غریبوں، مسکینوں اور مفلوک الحال لوگوں کی کمی نہیں، ان کی روٹی پوری نہیں ہوتی، مگر آپ اپنے گھروں میں ہفتہ ہفتہ گوشت کھاتے ہیں، آپ کے گھروں میں بہترین اور کئی قسم کے پکوان پکتے ہیں، مگر کیا آپ نے کبھی اپنے غریب ہمسایوں کی بھی خبر لی ہے۔ آقائے دو جہاں سیدنا محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب گھر میں سالن پکاؤ تو شوربہ زیادہ رکھو اور اس میں اپنے ہمسائے کو بھی شریک کر لو تو کیا ہم اپنے ہمسایوں کی خبر گیری کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ کسی کو قتل نہ کرو، مگر آج مذہب کے نام پر کیا ہو رہا ہے؟ کیا مذہب قتل و غارت گری کا حکم دیتا ہے؟ کیا اسلام میں کہیں لکھا ہوا ہے کہ بے گناہ لوگوں کو قتل کرو تو تمہیں جنت الاٹ ہو جائے گی؟ یہ کون لوگ ہیں جو امن و آشتی کے دین اسلام کو بدنام کر رہے ہیں؟ کیا اتنے بڑے بڑے فتنے اور فسادات کرنے کے بعد بھی ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رب کریم سے کیے ہوئے وعدے کی عین پاسداری کر رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی کائنات کی وسعت:

آپ کا یہ قصبہ چھوٹا سا ہے۔ آپ کا ضلع اس سے کافی بڑا ہوگا اور آپ کا ملک آپ کے ضلع کے مقابلے میں یقیناً بہت بڑا ہوگا اور یہ ملک زمین کے وسیع و عریض نقشے پر بالکل معمولی دکھائی دے گا۔ زمین اس کے مقابلے میں بہت ہی بڑی ہے۔ اللہ رب العزت صرف زمین کا ہی مالک نہیں، وہ سورج چاند اور کھربوں ستاروں کا بھی مالک ہے۔ سرور کونین ﷺ نے فرمایا: ہماری زمین اللہ تعالیٰ کی لامحدود کائنات کے مقابلے میں صرف اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے جتنی ایک بڑے صحرا میں پڑی ہوئی انگوٹھی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ﴾ (الزمر : ٦٧)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا ہے۔ قیامت کے روز وہ ساتوں آسمانوں کو ایک مٹھی میں لپیٹ لے گا، ذرا اس قادر مطلق مالک الملک کے مقابلے میں اپنی بے بسی اور بیچارگی کا اندازہ تو کرو تم اس سے بچ کر کہاں جاسکو گے؟

عہدِ الٰہی کی خلاف ورزی کا نتیجہ:

کمزور آدمی سے معاہدہ کر کے تو تم مفادات کی خاطر توڑ دیتے ہو کہ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ذرا کسی طاقت ور سے معاہدہ کر کے یہ حرکت کرو تو وہ تمہارا سر پھاڑ دے گا۔

اللہ تعالیٰ کے معاہدے سے انحراف کر کے ہمیں کیا ملا۔ سوائے ذلت و رسوائی کے ہمیں کچھ میسر نہ آسکا۔ آج ہندوستان ہمارا پانی بند کیے ہوئے ہے۔ کشمیر پر اس کا غاصبانہ قبضہ ہے، ہم بیس کروڑ کی کثیر آبادی رکھتے ہیں۔ بیس کروڑ مسلمان ہندوستان میں بستے ہیں، ہندوستان نے انہیں غلام بنایا ہوا ہے۔ ان پر ملازمتوں کے دروازے بند ہیں۔ ان کے لیے تعلیم گاہوں کے دروازے مقفل ہیں۔ اگر بیچارے سالہا سال کی محنتوں کے بعد اپنا کوئی کاروبار کھڑا کرلیں تو ہندو جنونی اس پر حملہ کر کے اُسے جلا دیتے ہیں۔

ہماری یہ ذلت و رسوائی اور تذلیل و توہین ہندوستان ہی میں نہیں ہو رہی، ذرا یہودیوں کو دیکھیے۔ وہ ایک چھوٹے سے ملک اسرائیل کے باشندے ہیں۔ مگر وہ اس قدر بے باک ہیں کہ بائیس عرب ممالک میں سے جس کی چاہیں گردن دبوچ لیں اور جس کے ساتھ چاہیں توہین آمیز سلوک کریں، کسی مسلمان ملک میں یہ ہمت نہیں کہ اس کا ہاتھ پکڑ سکے۔

کبھی آپ نے سوچا کہ ہماری ذلت و اہانت کا یہ تماشا کیوں لگا ہوا ہے؟ اس کی وجہ صاف صاف یہی ہے کہ ہم نے اپنے رب سے عہد و پیمان کر کے اسے کھلے بندوں توڑا ہے اور اس کے نتیجے میں ذلت ہمارا مقدر بن کر رہ گئی ہے۔

یہ تو دنیا کی ذلت و رسوائی ہے۔ آخرت کی ذلت اس سے فزوں تر ہوگی۔

﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ (البقرہ: ۸۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور آخرت میں تو وہ ہولناک عذابوں کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے۔ ذرا اپنے گریبانوں میں جھانکو! تم نے کس کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑا ہے؟

بنی اسرائیل کو عہد شکنی کی سزا:

بنی اسرائیل نے جب اللہ تعالیٰ سے معاہدہ توڑا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ﴾ (بنی اسرائیل : ٤)

یہاں کتاب سے مراد تورات ہے اور تورات کس پر نازل ہوئی تھی؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر۔ تورات میں اللہ رب العزت نے یہ حکم نازل فرما دیا تھا کہ جو قوم اللہ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑے گی، اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں عذاب سے دوچار کرے گا، چاہے یہ عذاب دشمنوں کو مسلط کر کے دے، چاہے آسمان سے کوئی عذاب بھیج کر انہیں تباہ و برباد کر دے۔

تورات میں یہ فیصلہ بھی دیا گیا تھا۔

﴿لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ﴾ (بنی اسرائیل : ٤)

انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ توڑا ہے۔ سرکشی کی زندگی گزاری ہے، اللہ تعالیٰ ان کو دو دفعہ شدید عذاب میں مبتلا کرے گا، دو دفعہ ان پر دشمن مسلط کر کے ان کے سارے کس بل نکال دے گا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا، میں وقت کا نبی ہوں، تم میری بھی نافرمانی کرتے ہو اور رب کائنات کی بھی حکم عدولی کرتے ہو، تم رب العزت سے کیے ہوئے وعدے توڑتے ہو، اللہ تعالیٰ تم پر دشمن کو مسلط کر دے گا۔

بنی اسرائیل بھی اسی طرح بگڑے ہوئے تھے جس طرح آج ہم بگڑے ہوئے ہیں، کہنے لگے عذاب آئے گا تو دیکھ لیں گے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا﴾ (بنی اسرائیل : ٥)

رب کریم کا وعدہ تو پورا ہو کر رہتا ہے۔ رب العزت نے قدیم عراق کے بادشاہ بخت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نصر کو ان پر مسلط کر دیا، وہ فوجیں لے کر فلسطین پر چڑھ دوڑا اور بنی اسرائیل پر پوری طاقت کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ اس نے بنی اسرائیل کا قتل عام کیا، یہودی بستیوں کو پیوند خاک کیا، اس کی فوجوں کے سامنے جو آیا زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

﴿فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ أُولِىْ بَأْسٍ شَدِيْدٍ﴾

(بنی اسرائیل : ۵)

فرمایا کہ پھر ہم نے بنی اسرائیل پر ایسا دشمن مسلط کر دیا جو بہت لڑنے والا تھا۔

﴿فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ﴾ (بنی اسرائیل : ۵)۔

وہ لوگ بنی اسرائیل کے ملک میں ہی نہیں گھسے بلکہ ان کے گھروں میں بھی گھس گئے اور گھروں میں گھس کر ان کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو گرفتار کر کے غلام بنا لیا اور انہیں ہانک کر شام سے عراق لے گئے۔ ان کے لڑنے والے مردوں کو قتل کر دیا گیا، اللہ رب العزت جب عذاب دیتا ہے تو آزادی کی نعمت چھین لیتا ہے اور دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔

﴿لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ﴾ (بنی اسرائیل : ۷)

انہوں نے گھروں کا تقدس ہی پامال نہیں کیا بلکہ ہیکل سلیمانی کی بھی بے حرمتی کی، بخت نصر نے اس کو بالکل تباہ و برباد کر دیا، بیت المقدس بنی اسرائیل کے لیے وہی مقام و مرتبہ رکھتا ہے جو ہمارے نزدیک بیت اللہ کا ہے۔

﴿وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل : ۵)

بنی اسرائیل کے لیے ایک اور موقع:

اللہ تعالیٰ نے جو پہلا وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا۔ بنی اسرائیل کا قبلہ پیوند زمین ہو گیا۔ اس طرح بنی اسرائیل ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے۔ یہ عذاب ایک نسل کے لیے نہیں آیا تھا بلکہ کئی نسلوں پر محیط تھا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کو اللہ رب العزت نے ایک اور چانس دیا۔ ایران کا ایک نیک دل بادشاہ عراق پر حملہ آور ہوا۔ اس نے بنی اسرائیل کو بابل کے ظالم حکمرانوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے نجات دلائی اور انہیں واپس فلسطین بھیج دیا کہ بیت المقدس کو دوبارہ تعمیر کرو اور اپنے ملک کو آباد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل : ٦)

انسان جب غلامی کی زندگی بسر کر رہا ہو تو وہ اتنا بے بس اور مجبور ہوتا ہے کہ نہ تو وہ تدبیریں کر کے آزادی حاصل کرسکتا ہے اور نہ زور بازو کا مظاہرہ کر کے غلامی کے چنگل سے نکل سکتا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے درست فرمایا ہے:

غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں

آزادی اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ﴾ (بنی اسرائیل : ٦)

ہم نے تمہیں دوبارہ تمہارے وطن بھیجنے کا انتظام کیا۔ تمہیں پھر سے نعمت آزادی سے ہم کنار کیا۔ تمہیں حکومت وریاست سے بھی دوبارہ شادکام کیا۔ اللہ رب العزت نے وقت کے نبی پر وحی بھیجی۔

﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ﴾ (بنی اسرائیل : ٧)

اے بنی اسرائیل! اگر تم نیکی کرو گے، نماز پڑھو گے، زکوٰۃ دو گے، ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو گے، قرابت داروں کا حق ادا کرو گے، یتیموں کا حق ادا کرو گے، تو یقیناً یہ سب کچھ تمہارے اپنے ہی فائدے کے لیے ہے۔

﴿وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا﴾ (بنی اسرائیل : ٧)

اور اگر گناہ کے کام کرو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے اور اس کا خمیازہ تمہیں بہرحال بھگتنا پڑے گا۔

بنی اسرائیل کو دوبارہ آزادی ملنے کے بعد بھی ان کے طرز عمل میں کوئی خاص تبدیلی نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئی، پہلے کی طرح وہی عبادات سے گریز تھا، یتیموں، غریبوں اور مسکینوں کی وہی عدم خبرگیری تھی، معاشرے کے غریبوں کے لیے وہی بے التفاتی تھی اور ماں باپ کی طرف وہی عدم توجہی کے رویے برقرار تھے۔

آزادی کی نعمت اور ہمارا رویّہ:

۱۹۴۷ء سے پہلے ہم کس کے غلام تھے؟ انگریزوں کے، انگریز ہمارے پڑھے لکھے نوجوانوں کو ترقی دیتا تھا۔ وہ بابو بنتے تھے اور فوج میں چلے جاتے تو کیپٹن میجر کے عہدے تک ترقی کر جاتے تھے۔ اس سے زیادہ بڑا عہدہ ان کو نہیں دیا جاتا تھا، ہمارے پڑھے لکھے نوجوان پولیس میں جاتے تو ایس پی سے نچلے عہدے تک ترقی پا سکتے تھے۔ ایس پی ہمیشہ انگریز ہی ہوتا تھا۔

زمینیں ہندوؤں اور سکھوں کی تھیں۔ آپ انہیں بٹائی پر کاشت کرتے تھے۔ کسی کا بیٹا کلرک لگ جاتا تو وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا۔ یہ ہماری اوقات تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادی بخشی تو آج ہمارے بیٹے حکمران ہیں، ہمارے بچے وزیر بھی ہیں، رفوج کے جرنیل بھی اور حکومت کے ہر شعبہ کے افسر بھی۔

اللہ رب العزت نے ہمیں آزادی کی نعمت سے نوازا ہے مگر کیا ہم نے آزادی کی اس نعمت کا شکر ادا کیا ہے؟ یا کفران نعمت کے مرتکب ہوئے ہیں؟ کفران نعمت کا معنی ہے ناشکری کرنا، ہم کس کس طرح ناشکری کرتے ہیں اس کا حال آپ دیکھ رہے ہیں، نماز کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ ہمارے معاشرے میں اسی فیصد لوگ نماز نہیں پڑھتے، زکوٰۃ شاید نوے فیصد نہیں دیتے۔ جہاں تک معاشرتی حقوق کا تعلق ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، ہمارے معاشرے میں ان حقوق کا عملاً کوئی تصور ہی نہیں پایا جاتا۔

اور جہاں تک قتل وغارت گری اور انسانی ہلاکتوں کا تعلق ہے تو یہ ہمارے ملک میں اتنی عام ہیں کہ ہمارے ملک کا کوئی شہر اس سے محفوظ نہیں، نہ اس سے کراچی محفوظ ہے، نہ حیدر آباد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محفوظ ہے، نہ سکھر محفوظ ہے، نہ ملتان محفوظ ہے، نہ لاہور محفوظ ہے نہ راولپنڈی محفوظ ہے، نہ کوئٹہ محفوظ ہے اور نہ پشاور محفوظ ہے۔ پورے ملک میں آئے روز دھماکے ہوتے ہیں اور مسلمانوں کا قتل عام ہوتا ہے اور حد یہ ہے کہ یہ قتل عام اور دھماکے اسلام کے نام پر کیے جاتے ہیں۔

یہود و نصاریٰ اور ہم:

نبی کریم ﷺ نے اپنی تریسٹھ سالہ زندگی میں کسی ایک بے گناہ کو قتل کیا ہو تو بتایئے؟ پھر ہم کس کی امت ہیں؟ اور کیا ہم آقائے دوجہاں محمد کریم ﷺ کے اسوہ کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں؟ ہم تو یہودیوں کے طرز عمل کو اپنائے ہوئے ہیں، سرور کونین ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسلمانو! تم بھی یہودیوں کے قدم بہ قدم چلو گے، اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوں گے تو تم بھی ان کے پیچھے بھاگتے ہوئے اس میں داخل ہو جاؤ گے۔[1]

آج وہ سارے کام ہم کر رہے ہیں جو یہودی اور عیسائی کرتے ہیں۔ کیا ہم نے آزادی کا کوئی حقیقی شکریہ ادا کیا ہے؟ ہم نے شکریہ نہیں، ناشکری کی ہے جو کفران نعمت ہے۔

یہودیوں کی دوسری تباہی:

اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے جب پہلی سزا کے بعد بھی اپنی حالت نہ بدلی اور اصلاح کے تمام مواقع ضائع کر دیئے تو پھر ان کی اس دوسری سزا کا موقع آن پہنچا جس کا ان سے وعدہ کیا جا چکا تھا۔ ان بدبختوں نے سیدنا زکریا علیہ السلام کو آرے سے چیر دیا تھا۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا سر قلم کر دیا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بزعم خویش سولی پر چڑھا دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں آسمان پر اٹھا لیا۔ لیکن بدبخت یہودی یہی دعویٰ کرتے تھے۔

﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ﴾ (النساء: ۱۵۷)

ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث: ۳۴۵۶، صحیح مسلم، حدیث: ۲۶۶۹.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ (النساء : ۱۵۷)

انہوں نے نہ آپ علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر دیا۔

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (النساء : ۱۵۸)

اللہ کریم نے اپنی قدرت کاملہ سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ یہودیوں نے جب انبیائے کرام علیہم السلام کے مقدس گروہ میں سے بھی چند برگزیدہ نبیوں کے خون ناحق سے اپنے ہاتھوں کو رنگ لیا تو پھر ان پر اللہ تعالیٰ کا قہر ٹوٹ پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک ظالم رومی بادشاہ ٹیٹس کو مسلط کردیا، اللہ کریم نے فرمایا:

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل : ۷)

اب یہ ان کی سزا کا دوسرا موقع تھا، رومی اس طرح ان پر چڑھ دوڑے کہ انہوں نے مار مار کر ان کے چہرے بگاڑ دیئے۔ ہیکل سلیمانی ❶ کو گرا کر زمین کے برابر کردیا۔ انہوں نے یہودیوں کو اس قدر برباد کیا کہ وہ اس تباہی کی تاب نہ لاتے ہوئے جزیرہ نمائے عرب کی طرف اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگے۔ ان کا ایک قبیلہ خیبر میں آباد ہوگیا۔ تین قبیلے یثرب چلے گئے، کچھ قبائل نے یمن میں پناہ لی۔ اس طرح یہودیوں کی حکومت وسلطنت اور مرکزیت کا خاتمہ ہوگیا۔ وہ دنیا کے مختلف علاقوں میں تتر بتر ہوگئے۔

عہدِ اسلامی میں یہودی سازشیں اور اُن کا خمیازہ:

اس واقعہ کے صدیوں بعد اللہ تعالیٰ کو پھر ان پر رحم آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان کو پیغام بھیجا۔

❶ ہیکل سلیمانی سے مراد بنی اسرائیل کا وہ مشہور عبادت خانہ ہے جسے سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنے دورِ حکومت میں بنوایا تھا۔ اس لیے یہ انہی کے نام منسوب ہوگیا۔ یہ مذہبی مرکز بنی اسرائیل میں عظمت اور تقدس کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ﴾ (بنی اسرائیل : ۸)

اے یہودیو! اگر تم اپنی بداعمالیوں سے اور بار بار کی حماقتوں سے باز آجاؤ تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر سے تم پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے اور تمہارے سابقہ کرتوتوں سے صرف نظر کرے۔ مگر یہودی اپنی شریر سرشت کو نہ بدل سکے۔ ان کی بدطینتی برقرار رہی۔ نبی کریم ﷺ کے مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد وہاں بسنے والے یہودی قبائل نے اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بننے شروع کر دیئے، جس کے نتیجے میں دو یہودی قبیلے ذلیل وخوار ہو کر مدینہ سے نکلے اور ایک اپنی فطری خباثت اور کمینگی کی وجہ سے تہ تیغ کر دیا گیا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہودیوں کو ان کی خساست طبع کے پیش نظر جزیرہ نما عرب سے نکال دیا گیا، یہ جہاں بھی گئے اپنی کینہ پروری، بدفطرتی اور بدخصلتی سے باز نہ آئے۔ اس لیے انہیں کہیں بھی سکون و اطمینان سے رہنا نصیب نہ ہوا۔ صدیوں سے یہودی ایک ہی وضع پر چلے آرہے ہیں، وہ اپنی بدی پسند طبیعتوں کو تبدیل نہیں کر پائے اور آج بھی اپنی اصل فطرت پر قائم ہیں۔

پاکستان اور اسرائیل دو نظریاتی ملک:

صدیوں مختلف ملکوں کی خاک چھاننے کے بعد آج انہوں نے اپنے لیے ایک ملک بنایا ہے جس کو اسرائیل کہتے ہیں۔ یہ ملک ایک نظریے اور ایک مذہب کی بنیاد پر بنا ہے، ہمارا وطن عزیز پاکستان بھی مذہب کے نام پر بنا ہے۔ ہم نے یہ ملک اس لیے حاصل کیا ہے کہ ہم مسلمان ہیں، ہم نے اس ملک میں صرف ایک اللہ کی بندگی کرنی ہے، ہم نے بتوں کو پوجنا ہے، نہ قبروں کو پوجنا ہے اور نہ پیروں کو پوجنا ہے۔

اسلام کے نام پر یہ ملک بنانے کے بعد ہم نے اس کا کیا حشر کیا ہے؟ وہ آپ کے سامنے ہے۔ آج کون سی مصیبت ہے جس میں ہم مبتلا نہیں، مہنگائی کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عذاب، رشوت کا عذاب، سود خوری کا عذاب، کرپشن کا عذاب، قتل و غارت گری کا عذاب، دین سے دوری اور بے حیائی کا عذاب۔ ٹی وی پر ہر پانچ دس منٹ بعد فحش مناظر دکھائے جاتے ہیں، کیا یہ ملک ہم نے اسلام کے نام پر حاصل نہ کیا تھا اور کیا اب اس ملک خداداد میں اسلام کی پاسداری ہوتی ہے۔

ایک دوسرا نظریاتی ملک اسرائیل ہے جو یہودیت کے نام پر معرض وجود میں آیا، اگرچہ اسرائیلی اللہ تعالیٰ سے مخلص نہیں لیکن اپنی قوم کے ساتھ مخلص ہیں۔ اپنے اتحاد و اتفاق کی بدولت انہوں نے نہ صرف بائیس عرب ممالک کو بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو آگے لگایا ہوا ہے۔ حد یہ ہے کہ اسرائیلی یہودی اپنی چالاکی اور عیاری کی بدولت امریکہ جیسے طاقتور ملک کو بھی اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ امریکہ نے اسرائیلی بہکاوے میں آکر پہلے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجائی اور پھر عراق کی۔ اس کے بعد مصر، لیبیا، شام اور یمن میں آفت مچائی ہوئی ہے۔ آج دنیا میں جتنا فساد برپا ہے، اس کے پس پردہ یہودی ذہن کام کر رہا ہے۔

یہودیوں نے امریکی معیشت کو بری طرح سے اپنے چنگل میں جکڑا ہوا ہے۔ یہودی سازش کار پہلے روس کو اسلامی ممالک پر چڑھا لائے تھے، اس کو بھی انہوں نے اپنے فریب کی سحر کاری میں جکڑا اور اپنے بدترین مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ یہودی بلاشبہ شیطان کے ایجنٹ اور مخلص ساتھی ہیں۔ انہوں نے بارہا اپنے رب سے بدعہدی کی مگر اس کے باوجود ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم جہنم میں گئے بھی تو محض چند دن کے لیے جائیں گے۔

یہودیوں کی خوش فہمیاں:

﴿وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾ (البقرہ : ۸۰)

اب ذرا اپنی حالت پر غور کیجیے۔ ہمارا بھی تو یہی دعویٰ ہے کہ اگرچہ ہم سے نماز کے سلسلہ میں کوتاہیاں سرزد ہوں، ہم ماں باپ کو دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دیں، پھر بھی ہم محض ایمان کی برکت سے نجات پا جائیں گے۔ یہ بعینہٖ یہود کا تصور ایمان ہے مگر اللہ تعالیٰ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے یہود کے اس تصور ایمان کا رد کیا ہے۔

﴿قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ﴾ (البقرہ: ۸۰)

تم جو بڑے بڑے دعوے کرتے ہو کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں تم سے کوئی عہد کر رکھا ہے جس کی وہ خلاف ورزی نہ کرے گا۔

﴿اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝﴾ (البقرہ: ۸۰)

تم اللہ تعالیٰ کی طرف وہ باتیں منسوب کرتے ہو جن کا خود تمہیں علم نہیں، اللہ تعالیٰ کا قانون سب کے لیے یکساں ہے۔

﴿بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ﴾ (البقرہ: ۸۱)

جو شخص اللہ کی نافرمانی کرے گا اس کے گناہ اسے گھیر لیں گے۔

﴿فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝﴾ (البقرہ: ۸۱)

یہ لوگ بالآخر جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔ چند ایام کے لیے جہنم میں جانے کا نظریہ محض خود ساختہ ہے۔

اب آپ کہیں گے حدیث میں تو آتا ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے گا وہ جنت میں جائے گا۔ [41] اصل بات یہ ہے کہ شیطان انسان کا ایمان چھین لیتا ہے۔ جیسے یہودی اپنے آپ کو یہودیت سے بھی موسوم کرتے ہیں اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تابعداری کرنے کے بھی دعوے دار ہیں۔ یہ دو باتیں بیک وقت صحیح قرار نہیں پاسکتیں۔ آج یہودی کہتے ہیں کہ فلاں فلاں انبیائے کرام علیہم السلام ہم میں تشریف لائے تھے۔ مگر اس کے باوجود اپنی اصلاح کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اسی طرح لا الہ الا اللہ کہنے سے شفاعت ملے گی مگر اس وقت جب ہم اس کلمے کے تقاضوں سے ٹھیک طور پر ہم آہنگ ہوں گے۔

عالم اسلام کی حالتِ زار:

ایک بات سمجھنے کی ہے۔ آج دنیا کی مجموعی آبادی ساڑھے چھ ارب ہے۔ اس میں سے

---

[41] صحیح بخاری، حدیث: ۳۴۳۵، صحیح مسلم، حدیث: ۷۸.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہودی صرف دو کروڑ پچھتر لاکھ ہیں۔ اتنی قلیل آبادی کی وجہ سے اگر وہ ستائے جائیں، تنگ کیے جائیں اور ظلم وزیادتی کا شکار ہوں تو ان کی طرف سے عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ قلت تعداد کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے، مگر مسلمانوں کو دیکھئے جن کی آبادی ایک ارب ساٹھ کروڑ ہے، دنیا کا تقریباً ہر چوتھا شخص مسلمان ہے۔ دنیا کے ساٹھ ممالک ان کے زیر حکومت ہیں، افریقہ اور ایشیاء کے براعظموں میں ان کا ایک وسیع وعریض بلاک بن جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود کوئی ایک اسلامی ملک بھی ایسا ہے جو کفر کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم اور زیادتی سے باز رکھ سکتا ہے۔

اپنے وطن عزیز پاکستان کو دیکھ لیجئے، ایٹمی قوت کا حامل ہے مگر ہماری بے بسی دیکھئے، ہندوستان ہمارا پانی روک لے تو ہم چھڑا نہیں سکتے۔ اس نے کشمیر پر (٦٧) سالوں سے قبضہ کیا ہوا ہے۔ سن اٹھاسی سے لے کر اب تک سوا لاکھ کشمیریوں کو ذبح کر دیا ہے اور (٦٧) سالوں میں قتل کیے جانے والے کشمیریوں کی مجموعی تعداد پانچ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ ہندوستان کے اندر چھے ہزار سے زیادہ مسلم کش فسادات ہو چکے ہیں جن میں ہزاروں مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ مسلم عورتوں پر مجرمانہ حملے کیے گئے، مسلمانوں کی جائیدادیں جلائی گئیں اور ان کے کاروبار برباد کر دیئے گئے۔ مسلمان اگر ہندوؤں کے ان مظالم کی فریاد لے کر سپریم کورٹ جاتا ہے تو وہ بھی مسلمانوں کی فریاد نہیں سنتا۔

جب تک آپ اللہ تعالیٰ سے فریاد نہیں کریں گے۔ ظلم کے یہ کھلے دروازے بند نہیں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ تمہاری فریاد اس وقت سنے گا ہو جب تم صحیح مسلمان بنو گے۔ اللہ کو چھوڑ کر تم دنیا کے کسی بھی ادارے سے فریاد کرو، کوئی تمہاری دادرسی نہ کرے گا، مثلاً امریکہ کو تم نے اپنی کم فہمی کی وجہ سے اپنا دوست سمجھا ہوا تھا۔ کیا ۱۹۶۵ء کی جنگ میں اس نے آپ کی کوئی مدد کی؟ ۱۹۷۱ء میں آپ شدت سے امریکی امداد کے منتظر رہے۔ اس نے نہ صرف آپ کی کوئی مدد نہیں کی بلکہ آپ کے ملک پاکستان کے دو ٹکڑے کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔

۱۹۷۹ء میں اس خطے میں روس آ گیا۔ روس چونکہ امریکہ کا حریف تھا۔ اس لیے اس نے صرف اتنی مدد کی کہ روس افغانستان سے نکل جائے۔ اس مقصد کے حاصل ہو جانے کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد وہ پھر آپ کو لڑاتا رہا، تمہاری قوت کمزور ہو جانے کے بعد اور نائن الیون کے ڈرامے کے بعد وہ خود اس خطے میں کود پڑا۔ اس نے اہل افغانستان پر وہ مظالم ڈھائے کہ جس کے سامنے ہلاکو ❶ اور چنگیز خاں ❷ کے ہولناک مظالم بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ اس نے پانچ لاکھ افغانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ امریکی دہشت گردی کے نتیجے میں خود ہمارے ملک میں سوا لاکھ انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔

ملتِ کفر کا اتفاق:

نبی کریم ﷺ نے سچ فرمایا:

❶ ہلاکو خاں اپنی سفاکیت اور خون آشامی کے باعث ظلم و بربریت کا ایک استعارہ بن چکا ہے۔ یہ چنگیز خاں کا پوتا تھا۔ ۱۲۴۱ء میں پیدا ہوا۔ اپنے بھائی منگو خاقان کے کہنے پر ایران پر حملہ کیا اور ایران کے شہر برباد کر دیئے اور یہاں ایل خانی حکومت کی بنیاد رکھی۔ پھر ایک لاکھ فوج کے ساتھ بغداد کا رخ کیا۔ عباسی خلیفہ معتصم باللہ کو ۶۵۶ھ میں شکست دے کر بغداد پر ہلہ بول دیا اور قتل و غارت گری کا وہ طوفان برپا کیا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ بغداد کی بیس لاکھ آبادی میں سے سترہ لاکھ افراد قتل کر دیئے گئے۔ بغداد کے محل، مقبرے اور مسجدیں سب ملیا میٹ کر دی گئیں۔ عظیم الشان کتب خانے دریائے دجلہ میں ڈال دیئے گئے۔ بغداد جو پانچ سو سالوں سے مسلمانوں کی علمی و ثقافتی تہذیب کا گہوارہ چلا آ رہا تھا۔ یک لخت برباد کر دیا گیا۔

❷ چنگیز خاں بھی ظلم و تشدد کا استعارہ ہے۔ یہ ۱۱۶۲ء میں دریائے آنان کے قریبی علاقے میں پیدا ہوا۔ اس کا اصل نام تموجن تھا۔ ۱۱۷۵ء میں تیرہ برس کی عمر میں اپنی قوم کا سردار بنا۔ چنگیز خان نے اپنی فہم و فراست اور غیر معمولی فوجی صلاحیتوں کی بدولت منگول قبائل کو متحد کیا۔ ۱۲۰۶ء میں ان قبائل نے چنگیز خان کو خاقان کا خطاب دے کر اپنا سردار تسلیم کر لیا۔

۱۲۱۸ء میں اس نے چین کے بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ ۱۲۱۹ء میں اس کے چند سفیر قتل ہو گئے جو مختلف ممالک میں بھیجے گئے تھے۔ اس واقعہ سے چنگیز خان کی وحشیانہ طبیعت میں انتقام کی چنگاریاں بھڑک اٹھیں۔ چنانچہ وہ اپنے انتقام کی آگ کو فرو کرنے کے لیے مختلف ملکوں پر ٹوٹ پڑا۔ وہ جہاں بھی گیا اپنے پیچھے وحشت و درندگی کی یادگاریں چھوڑ گیا۔ اپنے راستے میں آنے والے ہر شہر کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا اور ہر بستی نذر آتش کر دی۔ بخارا، سمرقند، نیشاپور، مرو اور ہرات اس کی وحشیانہ کاروائیوں کا نشانہ بنے، اس نے اپنی آتش انتقام کو فرو کرنے کے لیے کئی جگہ انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنائے، مزید برآں اس نے مشرقی یورپ کے کئی ملکوں کو تاراج کر ڈالا۔ بالآخر ۱۲۲۷ء میں وفات پا گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

((الکفر ملّة واحدة))

ساری دنیا کا کفر مل کر ایک جمعیت اور ملت بن جاتی ہے۔ یہ کسی اور مسئلے پر اکٹھے ہوں یا نہ ہوں، مسلمانوں کے خلاف سب متحد ہیں، سب مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ تمہیں ان کی چالوں سے بچ کر رہنا چاہیے۔ ان سب کے مقابلے میں اللہ ہی تمہارا مددگار ہے۔ جو کائنات کا مالک ہے اور یہودی جو اس وقت مغرب کے صلیب پرستوں کو ورغلا کر عالم اسلام کو زک پہنچا رہے ہیں۔ ایک وقت ایسا ضرور آنے والا ہے۔ جب یہودی خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔

قربِ قیامت یہودیوں کا قتل عام:

احادیث میں موجود ہے کہ امام مہدی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے نزدیک زمین پر تشریف لائیں گے۔ تو وہ مکار یہودیوں کی خوب خبر لیں گے۔ یہودیوں کا قتل عام ہو گا، یہودیوں پر زمین تنگ ہو جائے گی، کوئی درخت اور پتھر بھی ان کو پناہ نہ دے گا۔ [1] دنیا سے قوم یہود کا نام ونشان مٹ جائے گا کیونکہ بالآخر برائی کو مٹنا ہی ہے۔ جو برائی کا بیج بوئے گا، بالآخر اس کو کاٹنا پڑے گا۔

یہودیوں نے تیسرا موقع ضائع کر دیا:

اے اہل اسلام! یہودیوں کو اللہ بزرگ و برتر نے دو مواقع دیئے تھے۔ لیکن انہوں نے ان سے کوئی سبق نہ سیکھا۔ یہ اللہ کریم کی ان پر مزید مہربانی تھی کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد انہیں اپنی اصلاح وتجدید کا ایک تیسرا موقع بھی ہاتھ آیا۔ انہوں نے جان لیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ کے نبی اور رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سچائی پر مشتمل ہے، لیکن انہوں نے پھر بھی محض عناد و سرکشی اور اپنی روایتی ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا انکار کر دیا۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفتن باب لا تقوم الساعة، حدیث: ۲۹۲۱، ۲۹۲۲۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید نے ان کی ذہنی حالت پر کتنا حقیقت پسندانہ تبصرہ کیا ہے۔

﴿يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَآئَهُمْ﴾ (البقرہ: ۱۴۶)

انہوں نے آقائے دو جہاں سیدنا محمد ﷺ کو اس طرح پہچان لیا تھا جس طرح باپ اپنے بیٹوں کو پہچان لیتا ہے۔ جس طرح سکول اسمبلی میں سینکڑوں بچے کھڑے ہوں، باپ سے کہہ دیا جائے کہ وہ ان میں سے اپنے بچے کو تلاش کر کے لائے تو وہ بغیر کسی دشواری کے چند لمحوں میں اپنے بچے کو تلاش کر کے لے آئے گا۔

اسی طرح ان بدبخت یہودیوں نے بھی آقائے دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کو خوب خوب پہچان لیا تھا مگر شومئی قسمت کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لا سکے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (البقرہ: ۱۴۶)

یہ لوگ جانتے بوجھتے ہوئے حق وصداقت کو نہ صرف چھپاتے ہیں بلکہ کھلم کھلا اس سے انکار و اعراض کرتے ہیں۔ یہودی بالآخر اپنے انجام کو پہنچنے والے ہیں۔ یہ بے حس قوم جو دوسروں کے سہارے زندہ ہے جلد یا بدیر صفحۂ ہستی سے مٹنے والی ہے۔ لیکن اے اہل اسلام! تمہارے لیے ابھی توبہ وانابت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اپنی بداعمالیوں سے توبہ کرو تو آج بھی دنیا کی امامت وقیادت اور حکومت وریاست تمہارے مقدر کا حصہ بن سکتی ہے۔ اگر توبہ نہ کرو گے، اپنی اصلاح کا ہر موقع ضائع کرتے رہو گے تو پھر ذلت ورسوائی کی دلدل سے کبھی باہر نہ نکل سکو گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیت المقدس (اسلامی اور یہودی تاریخ کے آئینے میں)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (بنی اسرائیل : ۱۰)

''پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے تاکہ اُسے اپنی بعض نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں حقیقت میں وہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور قوم یہود:

سامعین محترم! آج ربیع الثانی کی تین تاریخ ہے اور دسمبر کی بائیس ہے۔ آپ کے علم میں ہے کہ پچیس دسمبر کو عیسائیوں کا کرسمس ڈے ہے۔ یہ دن وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خوشی میں مناتے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق بیت المقدس یعنی فلسطین سے تھا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قوم یہود ہی کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ مگر یہودیوں نے اپنی روایتی بدبختی کی وجہ سے اُن کی تکذیب کی اور اُن کی تعلیمات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اُن کی والدہ ماجدہ سیدہ مریم علیہا السلام پر سوقیانہ اور بیہودہ الزام عائد کیا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزات عطا فرمائے جو انہی کے ساتھ خاص تھے۔ کسی اور کو یہ معجزے نہیں دیے گئے تھے۔ بنی اسرائیل کی طرف سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ سیدنا یعقوب، سیدنا یوسف، سیدنا موسیٰ، سیدنا داؤد، سیدنا سلیمان، سیدنا زکریا اور سیدنا یحییٰ علیہم السلام بھی مبعوث ہوئے تھے۔

یہودیت کی ابتداء:

یہودیوں کی قومی تاریخ شاہد ہے کہ یہ ہمیشہ بدبختی کا شکار رہے ہیں۔ ان کی تاریخ کی ابتداء سیدنا یعقوب علیہ السلام سے ہوئی، اُن کے بارہ بیٹے تھے۔ یہودی اُن ہی کی اولاد ہیں اور اپنے آپ کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ اسرائیل سیدنا یعقوب علیہ السلام ہی کا دوسرا نام تھا، یہ اس لیے بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے متعدد انعامات سے نوازا تھا۔ سب سے بڑا انعام تو یہ تھا کہ ان میں پے در پے نبیوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ سارے کے سارے نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ اس لیے اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ﴾ (العنکبوت : ۲۷)

''اور ہم نے اُس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور سیدنا اسحاق علیہ السلام دونوں اللہ کے نبی تھے۔ سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بیٹے سیدنا یعقوب علیہ السلام بھی نبوت کے مرتبے پر فائز تھے۔ اور سیدنا یعقوب علیہ السلام کے فرزند ارجمند سیدنا یوسف علیہ السلام بھی نبوت ورسالت سے سرفراز تھے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مابین پانچ سو برسوں کا فاصلہ ہے۔ اس عرصے میں جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انبیائے کرام علیہم السلام آئے قرآن مجید نے اُن کا ذکر نہیں کیا۔

بیت المقدس یہودی تسلط میں:

بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونے والے انبیاء علیہم السلام کا بیت المقدس سے بڑا گہرا تعلق رہا ہے۔ بیت المقدس کا احترام ہر دور میں باقی رہا ہے، ایک لمبے عرصے تک یہ مسلمانوں کے زیر حفاظت رہا۔ آج اسرائیل کے یہودیوں نے امریکہ کی شہ پر بیت المقدس کو فلسطینی مسلمانوں کی خواہشات کے علی الرغم نہایت ڈھٹائی کے ساتھ اپنا دارالحکومت بنالیا ہے، اِسے صرف امریکہ نے تسلیم کیا ہے۔ اقوام متحدہ کے ایک سو بانوے ممبر ممالک میں سے کوئی بھی اسے تسلیم نہیں کرتا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اس سلسلے میں جو ووٹنگ ہوئی ہے اس کے مطابق ایک سو سڑسٹھ ممالک نے اسرائیل کے اس بے جا فیصلے کے خلاف ووٹ دیا ہے۔

امریکی سرپرستی:

امریکہ اسرائیل کے ان ظالمانہ فیصلوں کی توثیق کر رہا ہے کیونکہ وہ مشرق وسطیٰ کے بدمعاش اسرائیل کا سرپرست ہے، چونکہ امریکہ اس وقت عسکری اعتبار سے دنیا کی بڑی طاقت ہے اس لیے اسی کی نصرت وحمایت سے اسرائیل نے بیت المقدس پر اپنا ظالمانہ تسلط جما رکھا ہے۔ اسرائیل احتجاج کرنے والے فلسطینیوں پر آتش و آہن کی بارش کر کے انھیں شہید بھی کرتا ہے اور بے گناہ نوجوانوں کو پکڑ کر اپنے عقوبت خانوں میں بھی پھینک دیتا ہے۔ بوڑھوں اور بچوں کو بھی اذیت ناک موت سے دوچار کرتا ہے اور عفت مآب مسلم خواتین کی بے حرمتی اور عزت کی پامالی سے بھی گریز نہیں کرتا۔ یہ سب کچھ امریکہ بہادر کی ناک کے نیچے ہو رہا ہے مگر وہ اپنی اسلام دشمنی کی وجہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتا اور اپنے پالتو غنڈے اسرائیل کی سرپرستی کیے جا رہا ہے۔

بیت اللہ اور بیت المقدس کی ابتدائی تاریخ:

بیت المقدس مسلمانوں کے لیے بڑا محترم اور مقدس ہے۔ یہ پندرہ سال تک مسلمانوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا قبلہ رہا۔ زمین پر بننے والی پہلی عبادت گاہ اور اللہ کا پہلا گھر بیت اللہ شریف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران: ٩٦)

"بیشک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی ہے اور تمام جہان والوں کے لیے اِسے مرکزِ ہدایت بنایا گیا ہے۔"

بخاری و مسلم اور مسند احمد میں ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد سیدنا آدم علیہ السلام نے بیت المقدس بنایا تھا جو مدتوں موجود رہا مگر سیدنا نوح علیہ السلام کے زمانے میں آنے والے عظیم طوفان میں بہہ گیا اور اس کے نشانات تک مٹ گئے۔ سیدنا نوح علیہ السلام کے پانچ ہزار سال بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انھوں نے سیدنا آدم علیہ السلام کی تیار کردہ بنیادوں پر ہی بیت اللہ کو دوبارہ تعمیر کیا۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرة: 127، 128)

"اور یاد کرو جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام اس گھر کی دیواریں اُٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے۔ اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے، تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے، اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا لے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت اپنی اطاعت گزار رکھ۔ اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، بیشک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا ہے۔"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب بیت اللہ تعمیر ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اعلان کر دیجیے:

﴿وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾ (الحج: ۲۷)

''اور لوگوں میں حج کی منادی کردو۔ وہ تمھارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل بھی آئیں گے اور سوار ہوکر بھی آئیں گے۔''

اے ابراہیم! ایک اونچی پہاڑی پر چڑھ کر اعلان کردو کہ اب اس گھر میں اللہ کی عبادت بھی ہوگی اور اس گھر کا حج بھی ہوگا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عذر کیا کہ اے اللہ! میری آواز کہاں تک جاسکے گی اور اس ویرانے میں اُسے کون سنے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابراہیم! اعلان کرنا تیرا کام ہے اور تیری آواز کو ہر جگہ پہنچانا ہمارا کام ہے۔ تو جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اذن الٰہی پر یہ اعلان کیا تو روئے زمین پر بسنے والے سب انسانوں نے اسے سنا بلکہ شکم مادر میں موجود بچوں نے بھی اِسے سن لیا۔ اب جن خوش قسمت افراد کے مقدر میں حج کرنا لکھا ہے۔ وہ دنیا کے دور دراز خطوں سے بھی حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے پہنچ جاتے ہیں اور طواف کرتے ہوئے اُن کی زبانوں پر یہ تلبیہ ہوتی ہے:

((لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك))

''میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، سب تعریف تیرے ہی لیے ہے، ہر نعمت تیری ہے اور بادشاہی صرف تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف:

حج بیت اللہ کے علاوہ کسی اور گھر کا نہیں کیا جاسکتا۔ بیت المقدس کے متعلق کتب حدیث میں کوئی روایت موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کبھی کسی نے بیت المقدس

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کا حج کیا تھا۔ یہ اعزاز فقط کعبۃ اللہ کو حاصل ہے لیکن بہر صورت بیت المقدس کو تقدس حاصل رہا ہے۔ یہ یہود کا قبلہ ہے اور پندرہ برس تک مسلمان بھی اس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے ہیں اور اس کی طرف سفر کرنے کو رسول اللہ ﷺ نے باعث ثواب قرار دیا ہے۔

تیرہ سالہ مکہ زندگی اور دو سالہ مدنی زندگی میں بیت المقدس ہی مسلمانوں کا قبلہ رہا۔ پھر شعبان دو ہجری میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی، جس میں مسجد حرام کو مسلمانوں کا قبلہ ٹھہرایا گیا۔ اُس وقت آپ نماز کی حالت میں تھے، آپ ﷺ نے نماز ہی کی حالت میں مسجد الحرام کی طرف منہ پھیر لیا۔ بیت المقدس مدینے سے شمال کی طرف ہے اور بیت اللہ مدینے سے جنوب کی سمت ہے یعنی آپ ﷺ نے نماز ہی کی حالت میں اپنا رُخ انور شمال سے جنوب کی طرف پھیر لیا۔

معراج نبوی ﷺ:

نبی کریم ﷺ کو جب معراج کی سعادت حاصل ہوئی تو آپ ﷺ کے لیے براق لایا گیا۔ آپ ﷺ نے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا فاصلہ براق ہی پر طے کیا۔ وہاں سیدنا آدم علیہ السلام سے لے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام موجود تھے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو سیدنا جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا بازو پکڑا اور مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا۔ آپ ﷺ نے تمام انبیاء کو وہاں نماز پڑھائی۔ [1] اس سے نبی کریم ﷺ کی عظمت ورفعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا یہ سفر معراج جسم وروح دونوں کے ساتھ تھا، فقط روح کے ساتھ نہ تھا۔ بعض لوگوں نے واقعہ معراج کے حوالے سے کچھ عقلی بحثیں اُٹھائی ہیں کہ معراج صرف ایک روحانی معاملہ تھا، یا محض خواب تھا۔ آپ ﷺ نے خواب ہی میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر عالم بالا کا سفر کیا تھا۔ یہ بحثیں سراسر فضول اور لغو ہیں، جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے کو

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۱۷۲.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عالم غیب کے اسرار ورموز سے آگاہ کرنے کے لیے لے جانا چاہتا ہے تو اس میں کیا استحالہ ہے؟ کیا عقلیت زدہ لوگوں کو اللہ کریم کی قدرت وطاقت پر یقین نہیں ہے؟

جب نبی کریم ﷺ بیت الحرام سے بیت المقدس پہنچے تو وہاں ایک سیڑھی لائی گئی۔ اب وہ سیڑھی کیسی تھی، کوئی لفٹ تھی یا کوئی راکٹ تھا یا کوئی خلائی گاڑی تھی؟ اس کے بارے میں ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دنیاوی اسباب ووسائل کے اعتبار سے تو کوئی شخص عمر بھر بھی سفر کرتا رہے تو اُس کے لیے آسمان پر پہنچنا ممکن نہیں مگر آپ ﷺ پلک جھپکنے میں آسمان پر پہنچ گئے۔ پہلے آسمان پر آپ کی ملاقات سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوئی، دوسرے پر عیسیٰ علیہ السلام سے، تیسرے پر ادریس علیہ السلام سے، چوتھے پر ہارون علیہ السلام، پانچویں پر سیدنا یوسف علیہ السلام سے، چھٹے پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

واقعہ معراج اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

یہ سب کچھ کسی خواب وخیال میں نہیں بلکہ حالت بیداری میں ہوا۔ اللہ کی قدرت کاملہ سے یہ سفر اس قدر تیز رفتاری سے طے ہوا کہ آپ ﷺ کا بستر بھی ابھی گرم تھا اور آپ ﷺ کے دروازے کی چٹخنی ابھی ہل رہی تھی۔ اہل ایمان کے لیے تو پورے سفر معراج میں کوئی چیز بھی باعث حیرت واستعجاب نہیں ہے اور کوئی واقعہ بھی ذہنی تذبذب کا باعث نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ﴾ (الحج: ٤٧)

''اور تیرے رب کے ہاں کا ایک دن تمھارے شمار کے ہزار برسوں کے برابر ہوا کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک دن زمینی دنوں کے لحاظ سے ہزار سال پر مشتمل ہے تو اس طویل دن کے تو نہایت ہی مختصر حصے میں سفر معراج اور اس کے مشاہدات ممکن ہیں۔ اب اگر اللہ کی قدرت پر کسی شخص کو تعجب آتا ہے اور اُس کی عقل نارسا اس حقیقت کو قبول کرنے سے انکار

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کرتی ہے تو اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ابوجہل نے یہی سوال کیا تھا کہ تمھارے ساتھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کر آئے ہیں۔ بتایئے کیا یہ ممکن ہے؟ ہم تو مسجد اقصیٰ تک کا فاصلہ گھوڑوں پر ایک ماہ میں طے کرتے ہیں اور ایک ماہ میں واپس پلٹتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارا فاصلہ چشم زدن میں کیسے طے کرلیا؟

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ بات محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، اس پر ایمان رکھتا ہوں اور اسے سو فیصد درست تسلیم کرتا ہوں، ابوجہل نے پھر کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ تو کسی طرح بھی عقل وفہم میں آنے والی بات نہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چونکہ تو ایمان کی حلاوت سے شادکام نہیں ہوا اس لیے تو اس حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتا۔ جب عرش سے فرش تک وحی کے نزول میں ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے سے بھی کم وقت لگتا ہے تو معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ممکن نہیں۔ [1]

واقعہ معراج کی عقلی توجیہ:

اب تک سائنس نے فاصلوں کی پیمائش کے جو پیمانے پیش کیے ہیں اُس کے مطابق روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتی ہے۔ اس حساب سے ایک منٹ میں ایک کروڑ سولہ لاکھ میل کا فاصلہ عبور کر جاتی ہے۔ اگر ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ روشنی ایک گھنٹے میں کتنا فاصلہ طے کرلیتی ہے تو یہ چھیاسٹھ کروڑ چھیانوے لاکھ میل بنتا ہے اور اگر ہم چوبیس گھنٹوں یعنی ایک دن رات میں روشنی کی رفتار سے عبور ہونے والے فاصلے کو معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس کے اعداد وشمار سولہ ارب سات کروڑ چار لاکھ کے ہندسے تک پہنچ جاتے ہیں۔

اب یہ تو روشنی کی رفتار سے طے ہونے والے حیرت انگیز فاصلوں کا ذکر ہوا۔ ممکن ہے

[1] دلائل النبوۃ للبیھقی، شیخ البانی نے اسے اپنی کتاب الاسراء والمعراج میں صحیح کہا ہے۔ (ص: ٦٠، ٦١)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے ہاں اس سے بھی کوئی تیز ترین پیمانہ ہو جو ابھی انسان کے علم میں نہ آیا ہو۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام اور تعمیر بیت المقدس:

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی دوبارہ عظیم الشان تعمیر جنوں سے کروائی تھی۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نگرانی کر رہے تھے اور ایک عصا پر ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ اسی حالت میں اللہ کے حکم سے ملک الموت نے اُن کی روح قبض کر لی۔ جنات بیت المقدس کی تعمیر میں لگے رہے یہاں تک کہ اُسے مکمل کر دیا۔ ادھر دیمک نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے عصا کو نیچے سے کھا لیا۔ اس طرح جب عصا گرا تو سیدنا سلیمان علیہ السلام بھی زمین پر گر گئے۔

قرآن مجید نے اس صورتحال کو اس طرح بیان کیا ہے:

﴿فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ﴾ (سباء: ١٤)

"پھر جب سلیمان علیہ السلام گر پڑے تو جنوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر وہ غیب دان ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔"

یہ دیکھ کر جنوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ ہم تو سیدنا سلیمان علیہ السلام کو زندہ سمجھتے تھے اور یہ تو عرصے سے فوت ہو چکے ہیں، حتیٰ کہ دیمک نے عصا کو کھا لیا اور وہ بوجھ اٹھانے کے قابل نہ رہا۔ ہمیں تو اب معلوم ہوا ہے کہ سلیمان علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ لوگ جنوں کے بارے میں یقین رکھتے تھے کہ یہ غیبی اُمور سے آگاہ ہیں۔ اِس واقعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ جنوں کو بھی غیب کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔ غیبی اُمور سے آگاہی تو صرف اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔

فلسطین کی فتح اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

گزارش یہ ہے کہ پندرہ ہجری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام و فلسطین کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علاقہ اسلامی سلطنت کا حصہ بنا۔ یہ اسلامی سپہ سالاروں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، سیدنا یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مسلسل اور مردانہ وار جدوجہد کے نتیجے میں ممکن ہو سکا۔ اُس زمانے میں شام کا ملک بہت بڑے علاقے پر مشتمل تھا۔ فلسطین اور اردن بھی شام کا حصہ تھے۔ شام کا مجموعی رقبہ چار لاکھ مربع میل تھا کیونکہ موجودہ فلسطین ایک لاکھ مربع میل پر مشتمل ہے۔ اُردن ڈیڑھ لاکھ مربع میل کا ملک ہے اور موجودہ سیریا (شام) بھی ڈیڑھ لاکھ مربع میل کے علاقے پر محیط ہے۔ گویا ان تینوں علاقوں کا مجموعی رقبہ چار لاکھ مربع میل ہو گیا۔

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جس وقت بیت المقدس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو عیسائی محصورین نے اُن سے درخواست کی کہ ہم آپ سے لڑنے کے خواہاں نہیں ہیں۔ بلکہ پُرامن طور پر شہر آپ کے حوالے کر دینا چاہتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود تشریف لائیں تو ہم شہر کی چابیاں اُن کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک غلام کو لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ دونوں کے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ کبھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سوار ہوتے تو غلام پیدل چلتا اور جب غلام سوار ہوتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پیدل چلتے۔ اس طرح سفر کرتے ہوئے جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو اُس وقت غلام اونٹ پر سوار تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اونٹ کی مہار تھامے ہوئے پیدل چل رہے تھے اور لباس پر چودہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر اسلامی لشکر کے سپہ سالار نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ پرانا لباس اُتار کر یہ نیا لباس زیب تن کیجیے، اونٹ ایک بدویانہ سواری ہے، اس کی بجائے گھوڑے پر سواری کیجیے، آپ مسلمانوں کے سربراہ ہیں ایسی حالت میں حریف سے ملنے میں بے توقیری کا خدشہ ہے۔

یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ غصے میں آ گئے اور فرمایا! ہمیں عزت اسلام نے بخشی ہے۔ عزت ظاہری ٹھاٹھ باٹھ میں نہیں ہے۔ عزت و وقار تو اسلام کی اتباع میں ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسی وضع قطع میں عیسائیوں سے ملے، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عیسائیوں سے بیت المقدس کی چابیاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وصول کر رہے تھے تو عیسائی کہہ رہے تھے کہ آپ کو دیکھ کر اُن نشانیوں کی تصدیق ہوگئی ہے جو ہماری مذہبی کتابوں میں درج ہیں۔ تورات کے ذریعے ہمیں معلوم تھا کہ اگر ہم لڑیں گے تو شکست کھائیں گے۔ اس لیے ہم نے بغیر لڑے شہر کی چابیاں آپ کے حوالے کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف وستائش اور نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ﴾ (الفتح : ۲۹)

''اُن کی یہی مثال تورات میں ہے اور یہی مثال انجیل میں ہے۔''

بیت المقدس کی تباہی اور سیدنا عزیر علیہ السلام:

محترم سامعین! سیدنا سلیمان علیہ السلام نے یہودیوں کے لیے ایک عظیم الشان عبادت گاہ بنائی۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یہود کی شرارتوں اور ریشہ دوانیوں کے باعث بابل کا کلدانی فرماں روا بخت نصر اُن پر مسلط ہوگیا۔ اُس نے ہیکل سلیمانی کو گرا دیا اور یہودیوں کا قتل عام کیا اور بہت سوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ عراق لے گیا۔ بیت المقدس کی تباہی کے بعد سیدنا عزیر علیہ السلام کا ایک دفعہ وہاں سے گزر ہوا تو اُس کے تباہ کن مناظر دیکھ کر کہنے لگے کہ کیا یہ شہر بھی کبھی دوبارہ آباد ہوگا۔

قرآن مجید نے اس پورے واقعہ کا اس طرح ذکر کیا ہے:

﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

(البقرة : ۲۵۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''یا پھر مثال کے طور پر اُس شخص کو دیکھو، جس کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھی، وہ کہنے لگا اس کی موت کے بعد اللہ اسے کیسے زندہ کرے گا، اس پر اللہ نے اُس کی روح قبض کرلی اور وہ سو برس تک مردہ پڑا رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے دوبارہ زندگی بخشی اور اُس سے پوچھا، بتاؤ کتنی مدت پڑے رہے ہو، اُس نے کہا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہا ہوں گا، اللہ نے فرمایا: تم پر تو سو برس اس حالت میں گزر چکے ہیں، اب ذرا اپنے کھانے اور پینے کو دیکھو! ان میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی، دوسری طرف اپنے گدھے کو دیکھو (کہ اُس کا پنجر تک بوسیدہ ہوگیا ہے) یہ ہم نے اس لیے کیا ہے کہ ہم تمھیں لوگوں کے لیے نشانی بنا دینا چاہتے ہیں، پھر دیکھو ہم کس طرح ہڈیوں کو اٹھا کر اُن پر گوشت پوست چڑھاتے ہیں۔ اس طرح جب حقیقت اُس کے سامنے کھل گئی تو اُس نے کہا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سو سال تک کے لیے سیدنا عزیر علیہ السلام پر نیند طاری کردی تھی۔ حقیقت میں نیند بھی موت کی بہن ہی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تمھیں نیند سے بیدار کرتا ہے تو درحقیقت تمھیں موت ہی سے بیدار کرتا ہے۔

قیامت کے روز جب لوگ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے تو کہیں گے:

﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ (یٰس: ۵۲)

''ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اُٹھا دیا، یہ وہی چیز ہے جس کا خدائے رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔''

محترم سامعین! عزیر علیہ السلام اور یروشلم کی دوبارہ آبادکاری کی بات ہو رہی تھی۔ سیدنا عزیر علیہ السلام کے سلائے جانے کے زمانے میں ایران کے ایک نیک بخت بادشاہ ذوالقرنین نے بابل کے بخت نصر کی حکومت کا خاتمہ کرکے نہ صرف بنی اسرائیل کو رہائی دلوائی تھی بلکہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے کمال مہربانی فرما کر بیت المقدس کو بھی دوبارہ تعمیر کر دیا تھا۔ اس سے یہودیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی مگر انھوں نے اپنی فطرت کو نہ بدلا اور برابر اپنی غلط روش پر قائم رہے۔

یہودی ذہن کی خباثت:

ان بدبختوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ پر انتہائی گھٹیا الزامات لگائے۔ سیدنا زکریا علیہ السلام کو نبی ماننے سے انکار کر دیا اور انتہائی شقاوت اور سنگدلی سے آرے سے انھیں دولخت کر دیا۔ سیدنا زکریا علیہ السلام کے بیٹے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو ایک بدکار عورت کی خاطر زندگی کے حق سے محروم کر دیا گیا۔ اُن کا سر کاٹ کر اس فاحشہ عورت کی خدمت میں پیش کیا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو رومی بادشاہ کو کہہ کر گرفتار کروایا پھر اپنے تئیں انھیں سولی پر چڑھا دیا مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی قدرت سے آسمان پر اُٹھا لیا۔

حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام:

ان واقعات سے آپ یہود کی گندی ذہنیت اور ذہنی خباثت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تینتیس برس کی جواں سال عمر میں آسمان پر اُٹھائے گئے تھے اور قیامت کے نزدیک ٹھیک اتنی ہی عمر میں زمین پر دوبارہ اُتارے جائیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کہاں سے کھاتے ہیں، پیتے کہاں سے ہیں اور کیسے زندگی بسر کرتے ہیں؟ سیدنا عزیر علیہ السلام کی مثال دیکھیے کہ وہ سو سال تک سوئے رہے لیکن انھیں اس پورے عرصے میں نہ کھانے پینے کی ضرورت پڑی اور نہ رفع حاجت کی۔ لیکن جب بیدار ہوئے تو سب حاجتیں دوبارہ ظاہر ہوگئیں۔ اسی طرح ماں کے پیٹ میں بچے کو رحم کی نالی کے ذریعے خوراک بھی پہنچ رہی ہے اور ماں کے خون میں شامل ہو کر آکسیجن بھی مہیا ہو رہی ہے۔ جب بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو وہ اپنے آپ کھانے پینے بھی لگتا ہے اور اُس کے پھیپھڑے ہوا سے آکسیجن بھی لینے لگتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیت المقدس عیسائیوں کے قبضے میں:

سامعین محترم! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فلسطین اسلامی حکومت میں شامل ہوا تھا۔ اس واقعہ کے ساڑھے چار سو سال بعد ۱۰۹۹ء میں یورپ کے جنوبی عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرلیا اور وہاں کی ساری مسلم آبادی کو تہ تیغ کر دیا۔ پھر نوے برس بعد اللہ تعالیٰ نے عظیم مسلمان سپہ سالار صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کو توفیق بخشی تو اُس نے فلسطین کو عیسائیوں کے قبضے سے نکال لیا۔

اسرائیلی ریاست کا قیام:

۱۹۱۷ء میں برطانیہ نے فلسطین پر قبضہ جمالیا اور اعلان بالفور اسے یہودیوں کی قومی ریاست بنانے کا اعلان کردیا۔ اس کے بعد دنیا بھر سے یہودی فلسطین میں اکٹھے ہوگئے۔ جب ۱۹۴۸ء میں اُن کی تعداد زیادہ ہوگئی تو انہوں نے جنگ چھیڑ دی۔ آپ کے علم میں اضافے کی غرض سے بتاتا ہوں کہ اقوامِ متحدہ نے پانچ ہزار مربع میل کی یہودی ریاست کی منظوری دی تھی۔ مگر ۱۹۶۷ء میں چھ دن کی جنگ میں اسرائیل نے چونتیس ہزار مربع میل علاقے پر قبضہ کرلیا۔ اگر اس میں صحرائے سینا کے رقبہ کو بھی شامل کیا جائے تو یہ پچاس ہزار مربع میل کا علاقہ بن جاتا ہے۔

آج بھی اسرائیل ناجائز طور پر انتیس ہزار مربع میل علاقے پر قابض ہے، مگر اٹھاون مسلمان ممالک جن میں بائیس عرب ممالک بھی شامل ہیں۔ یہ سب مل کر بھی اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ وہ اسرائیل سے اپنے علاقے واپس لے سکیں اور ساٹھ لاکھ کی ایک چھوٹی سی یہودی ریاست کو شکست دے سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر عمل پیرا ہونے اور اپنے قبلہ اول کو واپس لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزے کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:183 تا 185)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محترم سامعین! آج شعبان کی 29 تاریخ ہے۔ رؤیت ہلال کمیٹی شہادتیں اکٹھی کرے گی۔ اگر کوئی مصدقہ شہادت مل گئی تو کل روزہ ہو جائے گا نہیں تو پھر پرسوں یقینی روزہ ہوگا۔ ہم ابھی سے روزے کا تعین نہیں کر سکتے۔ یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کل روزہ ہوگا یا نہیں۔ یہ معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ لیکن بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ رمضان کی آمد آمد ہے اللہ کی رحمتوں کا مہینہ آیا چاہتا ہے۔ رب کریم کی برکتیں اور بخششیں ہم پر سایہ فگن ہونے والی ہیں۔

روزے کی فرضیت اور مقصد:

اے اہل اسلام! روزہ فرض ہے اور اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز اور زکوۃ فرض ہے۔ ابھی جو آیات مبارکہ میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان میں روزے کی فرضیت کا حکم موجود ہے ذرا پھر سماعت فرمایئے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرہ : ۱۸۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزہ فرض کر دیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس سے غرض یہ ہے کہ تم میں تقویٰ ⑪ کی صفت پیدا ہو جائے۔''

⑪ تقویٰ سے کیا مراد ہے؟ تقویٰ کے لفظی معنی تو ڈرنے کے ہیں مگر تقویٰ درحقیقت ایک قلبی کیفیت کا نام ہے۔ یہ کیفیت جب کسی شخص کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو وہ ہر کام، ہر معاملے اور ہر پیش آمدہ مسئلے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہنے لگتا ہے۔ اور اس کی ناراضگی سے خوف کھانے لگتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جس سے آدمی کو کسی گناہ میں ملوث ہونے کا خطرہ ہو، تقویٰ کہلاتا ہے۔
دوسرے لفظوں میں تقویٰ ایک ایسے شعوری جذبے کا نام ہے جس میں انسان کسی بھی گناہ حتیٰ کہ شک و شبہ والی چیزوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ اور اگر کبھی بشری تقاضوں کے باعث اس سے کسی غلطی کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو پھر اللہ کے حضور گڑ گڑا کر توبہ و استغفار کرنے لگتا ہے۔ تقویٰ کی بہترین وضاحت مشہور عالم و فقیہ صحابی رسول سیدنا کعب احبار رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے بھی ہو جاتی ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے تقویٰ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا۔ امیر المومنین کیا تمہارا کسی خاردار راستے سے گزر ہوا ⇐⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی روزہ صرف تم پر ہی فرض نہیں کیا گیا۔ تمہیں ہی بھوک پیاس کا احساس نہیں دلایا گیا بلکہ تم سے پہلی قوموں اور امتوں پر بھی روزہ اسی طرح فرض کیا گیا تھا۔ یہود و نصاریٰ پر بھی روزہ فرض تھا۔ روزے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ لوگوں کو خواہ مخواہ تکلیف اور مشقت میں ڈالا جائے بلکہ اس کی اصلی غرض و غایت یہ ہے کہ روزہ رکھنے والے کے دل و دماغ میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو جائے۔ وہ پرہیز گاری کی راہ اپنا لے۔ اللہ کا خوف اس کے دل میں جنم لے تاکہ وہ گناہ آلود زندگی گزارنے سے بچ سکے۔ کیونکہ روزہ محض کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ اس کی اصل غایت گناہ سے بچنا اور اللہ کی فرماں برداری ہے۔

بیمار اور مسافر کے لیے رخصت:

اس سے اگلی آیات میں روزے کے بعض مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ (البقرہ:184)

’’یہ گنتی کے چند ایام ہیں تم میں سے جو شخص بیمار ہو جائے یا مسافر ہو تو وہ یہ گنتی دوسرے دنوں میں پوری کرے۔‘‘

یہاں اللہ تعالیٰ نے روزوں کو گنتی کے چند دن قرار دیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ گنتے گنتے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ اور روزہ رکھنے کے سلسلے میں چند سہولتیں بھی دی ہیں مثلاً کوئی شخص رمضان المبارک میں بیمار ہو جائے اور روزہ رکھنے کی پوزیشن میں نہ رہے۔ اس طرح اس سے کچھ روزے چھوٹ جائیں تو جتنے روزے اس سے چھوٹے ہیں وہ سال کے بقیہ دنوں

⇦ ہے۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا، کہنے لگے پھر کیسے گزرتے ہو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں اپنے کپڑے سمیٹ کر گزرتا ہوں کہ کہیں کوئی کانٹا میرے دامن میں الجھ کر کپڑوں کو تار تار نہ کر دے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یہی تقویٰ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو ہر قسم کے گناہوں اور نافرمانیوں سے بچا کر گزارے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں رکھ لے۔ اسی طرح ایک شخص لمبے اور تھکا دینے والے سفر پر روانہ ہوتا ہے تو اسے بھی اجازت ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس دن کا روزہ نہ رکھے اور اسے بعد میں پورا کر لے۔ اسی طرح وہ عورتیں جن کے مخصوص ایام کی وجہ سے روزے رہ جائیں وہ بھی سال کے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کر لیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ہم اپنے ایام میں روزے چھوڑ دیتی تھیں اور پھر یہ چھوڑے ہوئے روزے رکھنے میں ہمیں کوئی جلدی نہیں ہوتی تھی۔ جب ہمارا جی چاہتا رکھ لیتیں۔ اور بعض اوقات تو ہم یہ روزے شعبان میں جا کر پورے کرتیں۔ ❶ بہر حال بعض حالات میں روزہ چھوڑ دینے کی سہولت دی گئی ہے مگر اس طرح یہ روزے معاف نہیں ہو جاتے۔ انہیں بعد میں رکھنا ضروری ہے۔

آج کی سفری سہولتیں اور روزہ:

سفر کی وجہ سے روزے میں ملنے والی سہولت کے ضمن میں اس پہلو کو بھی مدنظر رکھیں کہ آج کا سفر پہلے جیسا سفر نہیں رہا۔ پہلے لوگ اونٹوں گھوڑوں پر یا پیدل سفر کرتے تھے۔ موسم کی شدت، طویل اور تھکا دینے والے سفروں کی وجہ سے کچھ لوگ بے ہوش بھی ہو جاتے تھے۔ اس لیے ان کے لیے روزہ چھوڑ دینے کی سہولت رکھی گئی۔ یہ سہولت اگرچہ اب بھی موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گی۔ لیکن آج کل سفر کی سہولتیں بہت زیادہ ہیں۔ سفر بہت آرام دہ ہے۔ بسیں اور کاریں ایئر کنڈیشنڈ ہیں۔ ان حالات میں بآسانی روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے روزہ رکھ لینا ہی زیادہ مناسب ہے۔ ❷

ہاں اگر کوئی بہت لمبے سفر پر روانہ ہو جیسے کراچی سے لاہور آئے۔ اور اس کے لیے راستے

---

❶ دیکھیں صحیح بخاری، کتاب الصوم، حدیث: ۱۹۵۰.

❷ اگر دوران سفر روزہ رکھنے میں آسانی ہو تو اصلاً دونوں صورتوں کا جواز ہے کہ انسان روزہ رکھ لے اور چاہے تو چھوڑ دے، تاہم افضل روزہ رکھنا ہے یا چھوڑنا تو یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور سلف سے ہی اختلافی چلا آ رہا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما روزہ چھوڑنے کو افضل سمجھتے تھے۔ جبکہ سیدنا انس، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما روزہ رکھنے کو افضل سمجھتے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سنن کبری بیہقی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں سحر و افطار کا انتظام ممکن نہ ہو تو وہ بس، کار اور ریل کی عصری سہولتوں کے باوجود روزہ چھوڑ دے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ وہ اس چھوڑے ہوئے روزے کی گنتی بعد میں پوری کر لے۔

فدیہ اور اس کی منسوخی:

﴿وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ﴾ (البقرہ: ١٨٤)

''اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیے میں ایک مسکین کو کھانا دیں۔ اور وہ جو اپنی خوشی سے کچھ زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔''

روزے کی فرضیت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے صاحب حیثیت لوگوں کو یہ اجازت دے دی تھی۔ کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے روزے کے عوض میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ خواہ یہ بغیر کسی عذر کے ہی ہو تو ان سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ ہاں البتہ اگر وہ روزے رکھ لیں تو ان کے حق میں یہ بہت بہتر ہے۔ یعنی جو شخص اللہ کی خوشنودی چاہتا ہے، اللہ کا قرب چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کا طلب گار ہے اسے روزہ رکھنا ہی زیادہ مناسب ہے۔ بہر حال فدیے کے بدلے میں روزہ چھوڑنا ایک رخصت تھی بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ہر شخص کے لیے روزہ رکھنا ضروری قرار دے دیا گیا۔

روزے کا اجر و ثواب:

روزے کا اجر و ثواب اس قدر زیادہ ہے کہ اللہ رب العزت فرشتوں کو حکم دے گا کہ نماز کا جو بھی اجر و ثواب ہے نماز پڑھنے والوں کو دے دیا جائے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب بھی انہیں دے دیا جائے۔ رب تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے حج و عمرہ کرنے والوں کو بھی ان کا اجر و ثواب لوٹا دیا جائے۔ اس طرح زکوۃ کی ادائیگی کرنے والوں کو بھی۔ مگر جب روزے کی باری آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس بندے نے میرے لیے روزہ رکھا تھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کا اجر بھی میں خود ہی دوں گا۔ ❶ اس سے آپ اندازہ کریں کہ روزے کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کس قدر زیادہ ہے۔

رمضان اور قرآن:

اس کے بعد اگلی آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرہ:185)

''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔''

ماہ رمضان کی ایک بہت بڑی فضیلت ہے کہ اس میں قرآن حکیم اترا۔ اور دوسری بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں لیلۃ القدر جیسی عظیم الشان رات رکھی ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا:

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ (القدر : ۳)

''یہ رات عبادت گزاروں کے لیے ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل وبہتر ہے۔''

نزول قرآن کی مدت:

مگر دوسری طرف حدیث و سیرت کی تصریحات واضح کرتی ہیں کہ قرآن حکیم تیئس (23) سالوں میں نازل ہوا۔ محدثین کرام ان دونوں باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دراصل قرآن کریم سارے کا سارا لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر اتار دیا گیا تھا پھر وہاں سے وقتاً فوقتاً حسب ضرورت یہ محمد کریم ﷺ کی ذات اقدس پر تیئس برسوں تک اترتا رہا۔ ❷ اس طرح مذکورہ دونوں باتوں میں کوئی تضاد باقی نہیں رہتا۔

لیلۃ القدر کی تلاش:

لیلۃ القدر رمضان المبارک کی آخری پانچ طاق راتوں میں سے ایک رات ہے۔ ❸

❶ صحیح مسلم، کتاب الصیام، حدیث : ۱۱۵۱ .

❷ دیکھیں: صحیح بخاری، حدیث : ٤٤٦٤ ، ٤٩٧٩ .

❸ صحیح بخاری، کتاب الاذان، حدیث : ۸۱۳ .

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قرآن وسنت میں اس کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔اس لیے ان پانچوں راتوں میں سے اسے تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ عظیم البرکت رات فقط تلاش وجستجو کرنے والوں کو ہی ملتی ہے۔اس طرح اس رات کے اجر وثواب کے علاوہ چار اضافی راتوں کی عبادت ومشقت کا بھی انہیں اجر وانعام مل جاتا ہے۔

قرآن —— سراپا ہدایت:

اس کے بعد فرمایا گیا ہے:

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ﴾ (البقرہ:۱۸۵)

”(یہ قرآن) انسانوں کے لیے ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راستہ دکھانے والی اور حق وباطل میں فرق کر دینے والی ہیں۔“

یہ کتاب لوگوں کے لیے سراپا ہدایت ہے۔اس میں راہ حق سے بھٹکنے والوں کے لیے کتنی ہی نشانیاں ہیں جو بکھری پڑی ہیں۔اور یہ کتاب حق وباطل میں، سچ اور جھوٹ میں اور گمراہی اور ہدایت میں واضح طور پر فرق کر دینے والی ہے۔

اعجاز القرآن:

یہ کتاب اللہ کی نشانی اور معجزہ ہے۔کوئی شخص اگر قرآن جیسا کلام پیش کرنے کی کوشش کرے تو اسے سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔قرآن حکیم جیسا سارا کلام پیش کرنا تو دور کی بات ہے کوئی شخص ایک سورت بلکہ ایک آیت بھی اس طرح کی پیش نہیں کر سکتا جو قرآن جیسی فصاحت وبلاغت رکھتی ہو، جو قرآن ہی کی طرح معانی وحکمت کی فراوانی اپنے اندر رکھتی ہو۔ قرآن مجید نے اپنے نزول کے وقت ہی چیلنج کر دیا تھا:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۝﴾

(بنی اسرائیل:۸۸)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی سورت لانے کی کوشش کریں تو نہ لاسکیں گے۔ چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں۔''

یعنی تمام انسان آپس میں مل کر اور ایک دوسرے کی مدد و معاونت سے بھی ایسا کلام لانے سے عاجز و بے بس اور قاصر ہی رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے قرآن کا یہ چیلنج برابر گونج رہا ہے۔ مگر کوئی شخص اس کے مقابلے میں نہ آسکا، حالانکہ ان پندرہ سو سالوں میں عالم عرب کے اندر اور باہر سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں عربی زبان و ادب کے بڑے بڑے ادیب و نثر نگار اور شاعر و خطیب پیدا ہوتے رہے۔ مگر قرآن کے چیلنج کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ عربی کے اِن بڑے ادیبوں میں نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی شامل ہیں۔ وہ بھی قرآن کے مقابلے میں نہ اتر سکے۔

قرآن کا چیلنج:

یہ چیلنج نہ صرف انسانوں کے لیے بلکہ جنوں کے لیے بھی ہے۔ چاہے جن انسانوں کے مددگار ہو جائیں یا انسان جنوں کے معاون بن جائیں۔ دونوں جنسیں مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ قرآن حکیم جیسا فصیح و بلیغ اور حکمت و موعظت سے لبریز ایک جملہ بھی نہیں بنا سکتے۔ قرآن کی یہ تحدی انسانوں کے ساتھ ساتھ جنوں کے لیے بھی برابر گونج رہی ہے۔

انسانوں اور جنوں کی تخلیق:

جن ایک علیحدہ جنس ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۝﴾ (الحجر:٢٧)

''اور ان سے پہلے ہم جنوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کر چکے تھے۔''

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آگ کے چار حصے ہوتے ہیں پہلا زرد پھر تھوڑا سا سرخی مائل اور پھر کالا اور پھر انتہائی سیاہ رنگ پر مشتمل۔ آخری حصہ سب سے زیادہ گرم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے جنات کو اسی آخری حصے سے پیدا کیا ہے جو سب سے زیادہ حدت رکھتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا۔ اللہ کریم نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ﴾ (المومنون:١٢)

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ یعنی انسان کو اس مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری والی ہے۔"

اگر آپ کبھی دیہات میں جائیں تو وہ چکنی مٹی دیکھیے جو عورتیں چھپڑوں سے نکالتی ہیں۔ اور اسے گھروں کی کچی دیواروں اور اپنے گھر کے صحنوں پر آرائشی طور پر پھیرتی ہیں۔ اگرچہ یہ رواج اب کافی کم ہو گیا ہے مگر بعض پسماندہ علاقوں میں کہیں کہیں اب بھی باقی ہے۔ یہ وہ مٹی ہے جو بھیگ کر سڑانڈ پیدا کرنے لگتی ہے اور چکنی ہونے کی وجہ سے اگر ہاتھوں سے چپک جائے تو پھر اسے اتارنے کے لیے ہاتھوں کو خوب رگڑ رگڑ کر دھونا پڑتا ہے۔

جن شریعت کے مکلّف ہیں:

جس طرح روزے ہم پر فرض ہیں اسی طرح جنات بھی روزے رکھنے کے پابند ہیں۔ جس طرح ہم شریعت کے مکلّف ہیں اسی طرح وہ بھی ہیں۔ ہاں البتہ انسانوں کو یہ شرف حاصل ہے کہ جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے وہ سب انسانوں میں سے تھے۔ شریعت انسانوں پر ہی اتاری گئی ہے۔ جنات میں سے کوئی نبی نہیں آیا۔ جنات نے انسانی شریعت کو ہی اپنایا ہے۔ یہ چیز انسانوں کو جنات پر برتری اور فوقیت دلاتی ہے۔ سورت جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًاۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًاۙ﴾

(الجن:١، ٢)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اے محمد ﷺ آپ کہہ دیں کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں (اب) ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے۔"

نبی کریم ﷺ جب وادی طائف سے واپس آرہے تھے تو راستے میں ایک جگہ نماز کے لیے رکے اور اللہ کے حضور کھڑے ہو کر نماز میں بلند آواز کے ساتھ قرآن حکیم کی تلاوت فرمانے لگے۔ اسی اثنا میں جنوں کی ایک جماعت وہاں سے گزر رہی تھی۔ انہوں نے قرآن کی آواز سنی تو ٹھہر گئے اور پورے غور وانہماک کے ساتھ تلاوت قرآن سنتے رہے۔ اور اس درجہ قرآن سے متاثر ہوئے کہ پکار اٹھے کہ یہ کلام تو بڑا ہی عجیب ہے جو ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ چنانچہ وہ قرآن کی حلاوت اور اثر آفرینی کی وجہ سے مسلمان ہو گئے۔ جنوں کی اس جماعت میں کتنے افراد شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

روزہ ضروری ہے:

اب گزارش یہ ہے کہ جو شخص بھی رمضان المبارک کو پائے اس کے روزے ضرور رکھے۔ کیونکہ اب اللہ تعالیٰ نے پہلا حکم بدل کر نیا ضابطہ یہ اتارا ہے کہ:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

"جو شخص بھی رمضان کا مہینہ پائے وہ اس کے روزے رکھے۔"

خواہ وہ امیر ہو یا غریب اب کسی کے لیے رعایت باقی نہیں رہی۔ ہاں البتہ مرض اور سفر کی بنیاد پر عارضی رخصت اب بھی موجود ہے۔

روزے کی رخصت کن کے لیے ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرہ: ۱۸٤)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی گنتی پوری کرلے۔“

اس قرآنی حکم کے مطابق مریض اور مسافر کے لیے رخصت ہے کہ وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ مگر اس طرح سے چھوڑے ہوئے روزے اسے معاف نہیں ہو جاتے بلکہ اسے آئندہ رمضان سے پہلے پہلے رکھنا ہوں گے۔ قرآن مجید نے ان دو افراد کو رخصت دی ہے مگر حدیث رسول ﷺ سے کچھ اور افراد کے لیے بھی رخصت ثابت ہوتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ حدیث بھی وحی الٰہی کی ایک صورت ہے۔ اس لیے یہ بھی اسی طرح حجت ہے جس طرح قرآن۔ حدیث نبوی میں ہے کہ اگر حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کو خدشہ ہو کہ روزے کی وجہ سے ان کے بچے کو نقصان پہنچے گا تو انہیں بھی روزے چھوڑ دینے کی اجازت ہے۔ ❶

حجیت حدیث:

قرآن وسنت کی روشنی میں چار قسم کے افراد کے لیے روزہ چھوڑ دینے کی رخصت موجود ہے۔ دو افراد کے لیے رخصت کا تعین قرآن نے کیا ہے اور دو کو رخصت حدیث سے ملتی ہے۔ ایک مسلمان جس طرح قرآن کی دی گئی رخصت کو حق جانتا ہے اسی طرح حدیث رسول ﷺ سے ملنے والی رخصت کو بھی درست تسلیم کرتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ ناطق قرآن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝﴾ (النجم: 3، 4)

”اور وہ (نبی ﷺ) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتا یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔“

نبی کریم ﷺ نے اگر حاملہ اور مرضعہ کو اجازت دی ہے تو اللہ کے حکم سے دی ہے۔

---

❶ سنن نسائی، کتاب الصیام، حدیث: ۲۲۷٤، سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، حدیث: ۲٤۰۸۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

قرآن کا معجزہ:

قرآن اللہ کا معجزہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کو قیامت تک کے لیے دیا گیا ہے۔ سب نبیوں کو ملنے والے معجزے ان کے دنیا سے جانے کے ساتھ ہی ختم ہو گئے لیکن قرآن ایسا زندہ وجاوید معجزہ ہے جو آج بھی موجود ہے۔ جو اپنی اعلیٰ درجے کی لسانی خوبیوں اور اپنی بے مثال حکمت و دانش کے اعتبار سے آج بھی اہل علم وفکر کو ورطہ حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔ قرآن سے پہلے اترنے والی آسمانی کتابیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اصل پر قائم نہ رہ سکیں۔ تورات، زبور، انجیل آج الٰہی کلام ہونے کی بجائے انسانی افکار کا ملغوبہ بن چکی ہیں مگر قرآن مجید کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر:9)

''ہم نے اس قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ اب کوئی شخص خواہ کتنا چاہے زور لگا لے۔ وہ قرآن کے اندر ایک زبر زیر کی بھی تبدیلی نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے باوجود اس میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں آئی۔ ① اس لیے کہ اللہ نے اتنی بڑی کتاب، خوش بخت بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے سینوں میں محفوظ کر دی ہے۔ اب اگر کوئی شخص قرآن کے تلفظ میں ذراسی بھی غلطی کرے تو سینکڑوں ہزاروں زبانیں اسے ٹوکنے والی موجود ہوں گی۔

---

① قرآن مجید دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جو اپنے زمانہ نزول سے لے کر اب تک جوں کی توں موجود ہے۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال گزر جانے کے باوجود بھی یہ اپنی اصل شکل وصورت میں محفوظ ہے۔ اس میں کہیں ذرہ برابر بھی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس ضمن میں ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جرمنی کی میونخ یونیورسٹی نے قرآن مجید کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے ایک ادارہ قائم کیا۔ اور قرآن مجید کے قدیم ترین نسخے جمع کرنے شروع کر دیے۔ ان مصاحف کے جمع کرنے کا سلسلہ تین نسلوں تک جاری رہا۔ 1933ء تک اس کے بیالیس ہزار نسخے جمع ہو گئے۔ پھر محققین نے ان کے درمیان مقابلے ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آمدِ رمضان:

اب رمضان کا رحمتوں بھرا مہینہ ہم پر سایہ فگن ہونے ہی والا ہے۔ اس حوالے سے ایک حدیث بیان کی جاتی ہے جس میں سنداً کچھ کمزوری موجود ہے مگر فضائل میں اسے بیان کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ نے رمضان کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے اس کا پہلا حصہ رحمت ہے۔ دوسرا بخشش ہے۔ اور تیسرا حصہ جہنم سے آزادی کا ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس ماہ مبارک میں جنت کو خوب سجایا جاتا ہے۔ اس کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ اور اللہ کی طرف سے یہ اعلان عام ہوتا ہے کہ جو شخص جنت کا طلب گار ہے وہ آئے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور آئندہ میری فرماں برداری کا عہد کرلے تو اسے جنت ضرور ملے گی۔ ❶

کامیاب کون؟

اللہ تعالیٰ روزے داروں کے لیے جنت کا ایک نہیں آٹھوں دروازے کھول دیتا ہے اور جو شخص جہنم سے بچا کر جنت میں بھیج دیا جائے گا اس کی خوش قسمتی اور سعادت مندیوں کا کیا

⇦ اور موازنے کا کام شروع کیا۔ برسوں کی شدید محنت و کاوش کے بعد ایک عارضی رپورٹ مرتب ہوئی تھی کہ اس دوران دوسری عالم گیر جنگ میں ایک امریکی بم اس عمارت پر گرا جس سے عمارت، کتب خانہ اور عملہ سب کچھ برباد ہوگیا۔ مگر اس سے پہلے عارضی طور پر مرتب ہونے والی رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں۔ ”قرآن مجید کے نسخوں میں مقابلے کا جو کام ہم نے شروع کیا تھا وہ ابھی مکمل تو نہیں ہوا۔ لیکن اب تک جو نتیجہ نکلا ہے وہ یہ ہے کہ ان نسخوں میں کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں تو ملتی ہیں لیکن اختلافات روایت ایک بھی نہیں“

اس رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید من وعن اپنی اصل ہیئت میں موجود ہے کیونکہ اس کی حفاظت ونگہداشت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔

❶ جامع الترمذی، سنن ابن ماجه، صحیح الترغیب والترهیب، حدیث: ۹۹۸.

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کہنا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (آل عمران:185)

''جو شخص جہنم سے بچا لیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ بے شک وہ کامیاب ہو گیا۔ رہی یہ دنیا تو یہ محض ظاہر فریب کی چیز ہے۔''

جنت میں داخلہ ہی سب سے بڑی اور حقیقی کامیابی ہے۔ دنیا میں اگر کسی شخص کو اس کی خواہش کے مطابق سب کچھ مل جائے تو یہ بھی حقیقی کامرانی نہیں ہے۔ اصل کامیابی یہی ہے کہ کوئی شخص جہنم سے بچ کر جنت میں چلا جائے۔ اس کے برعکس دنیا تو دھوکا ہی دھوکا ہے۔ عارضی طور پر اللہ تعالیٰ کسی کو مال دیتا ہے، کسی کو صحت دیتا ہے، کسی کو علم کی نعمت سے سرفراز کرتا ہے مگر یہ سب کچھ چند روزہ ہے۔ یہ چند روز اس طرح گزر جاتے ہیں جس طرح ایک جمعے کے بعد دوسرا جمعہ گزر جاتا ہے۔

دنیا کی زندگی کی حقیقت:

اسی طرح جو شخص دنیا میں آیا ہے۔ اسے بہر حال اس دنیا کی زندگی چھوڑ کر اپنے اللہ کے پاس چلے جانا ہے۔ اس دنیاوی زندگی کا معاملہ بھی کچھ اس طرح کا ہے کہ پہلے بارہ چودہ سال تو بچپن میں گزر جاتے ہیں۔ پھر بیس بائیس سال جوانی کے گزرنے کے بعد بڑھاپے کا عالم شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر شدید بڑھاپا آ جاتا ہے جو انسان کو بالکل ناکارہ کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس کے بعد پھر موت آتی ہے جس سے انسان کی دنیاوی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پھر ایک مدت کے بعد حساب کتاب ہوگا، اگر نیک اعمال کیے ہوں گے تو جنت ملے گی۔ اگر بُرے کام کیے ہوں گے تو جہنم کی سزاؤں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور جہنم کا عذاب کوئی چھوٹا عذاب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس شخص کو جہنم میں داخل کر دے گا وہ سمجھ لے کہ اس پر مصیبتوں کے اتنے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ جن کا کبھی کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اہل جہنم کی بے بسی:

اللہ تعالیٰ جہنم میں جانے والوں سے پوچھے گا کہ اگر میں تمہیں پوری زمین کے برابر سونا دے دوں اور پھر تمہیں یہ اختیار دوں کہ اگر تم چاہو تو جہنم سے آزادی کے لیے اسے صدقہ کر دو۔ تو کیا تم ایسا کرنے کے لیے تیار ہو؟ ہر شخص اس پر آمادگی ظاہر کرے گا کہ اگر پوری زمین کے برابر سونا دے کر بھی دوزخ سے نجات اور خلاصی مل جائے تو یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تم سے دنیا میں اس سے بہت کم چاہا تھا۔ اگر تم خلوص نیت کے ساتھ ایک کھجور بھی صدقہ کر دیتے تو میں تمہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیتا۔ حالانکہ ایک کھجور کی کیا حیثیت ہے۔ اس سے آدمی کا پیٹ تو نہیں بھرتا مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک کھجور کا صدقہ بھی آدمی کو جہنم سے بچا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی خوشنودی کے لیے اس کی راہ میں دی گئی ایک کھجور احد پہاڑ سے بھی زیادہ اجر وثواب رکھتی ہے۔

جہنم سے آزادی کے دِن:

محترم سامعین! رمضان کا تیسرا حصہ یعنی آخری دس ایام۔ جہنم سے آزادی حاصل کرنے کے دن ہیں۔ جن لوگوں نے گناہ کر کر کے، بد اعمالیاں کر کر کے، حرام کھا کھا کے اور اللہ تعالیٰ سے بغاوتیں کر کے جہنم کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ ان کے لیے یہ سنہری موقع ہے وہ ان دنوں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ وہ اس حصے کی طاق راتوں کو بیداری کا پروگرام بنائیں، خوب عبادتیں کریں لیلۃ القدر کی تلاش میں پوری جستجو کریں۔ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اللہ کے سامنے روئیں اور گڑگڑائیں تو وہ یقیناً جہنم سے آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہریں گے۔

دخول جہنم کا سبب:

جہنم کی آگ سے نجات بہت بڑی کامیابی ہے جہنم کی آگ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ جہنمیوں سے پوچھے گا:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَمۡ تَكُنۡ اٰيٰتِىۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فَكُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ۝﴾

(المؤمنون : 105)

''کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔''

کیا صاحب علم لوگوں نے تمہیں میری آیتیں نہ سنائی تھیں۔کیا دین کی دعوت دینے والوں نے تمہیں میرا پیغام نہ پہنچایا تھا۔اور تمہارا طرز عمل یہ تھا کہ تم اس دعوت اور اس پیغام کا مذاق اڑاتے تھے۔ اور دین کی طرف بلانے والوں کی ہنسی اڑاتے تھے۔اور کہتے تھے کہ یہ مولوی تو ہمیں ہر وقت خوف زدہ کرنے، ڈرانے دھمکانے اور روکنے ٹوکنے میں ہی لگے رہتے ہیں۔انہیں تو کوئی اور کام ہی نہیں ہے۔لیکن یہ لوگ جہنم کا ہولناک منظر دیکھ کر پکار اٹھیں گے۔

جہنمیوں کے ترلے:

﴿قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ۝﴾

(المؤمنون : 106)

''کہیں گے اے ہمارے رب ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی تھی۔ہم واقعی گمراہ لوگ تھے۔''

اس دن یہ اپنے نصیبوں کو کوسیں گے کہ ہمارے تو نصیب ہی گندے تھے، ہم بہت بدبخت تھے، آج تو ہمارے نصیب ہی ڈوب گئے اور ہم جہنم میں چلے گئے۔پھر اس دن اپنے ظلم کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے:

﴿رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ۝﴾ (المومنون:107)

''اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نجات دے۔ اگر پھر بھی ہم ایسا ہی کریں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے۔''

اے اللہ ایک دفعہ تو ہمیں جہنم سے نکال لے۔ دوبارہ ہم کبھی تیری نافرمانی نہیں کریں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

گے۔کبھی تیرے حکموں سے سرتابی کی جرأت نہیں کریں گے۔حدیث میں ہے کہ ایک ہزار برس تک وہ اپنی درخواست پر انتظار کریں گے۔اتنے طویل انتظار کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

﴿قَالَ اخْسَـُٔوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ﴾ (المؤمنون: ۱۰۸)

''اللہ تعالیٰ جواب دے گا دور ہو جاؤ میرے سامنے سے پڑے رہو اسی میں اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔''

دفعہ ہو جاؤ تم نے دنیا کی زندگی کا قیمتی موقع کھو دیا۔اب تمہارے لیے مزید کوئی موقع نہیں۔یہ رب ذوالجلال کی ناراضگی کا شدید اظہار ہوگا۔پھر یہ سب اکٹھے ہو کر جہنم کے نگران فرشتے مالک کے پاس جائیں گے۔اور اس سے عرض گزار ہوں گے:

﴿وَنَادَوْا يَامَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ (الزخرف: ۷۷)

''وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے تو اچھا ہے۔''

دنیا میں جب ہماری مصیبتوں کے دن لمبے ہو جاتے تھے تو ہم ان سے گلوخلاصی کے لیے خودکشی کر لیتے تھے۔اس طرح موت ہماری مصیبتوں اور تکلیفوں کا خاتمہ کر دیتی تھی۔اس لیے اے مالک تو ہماری سفارش کر دے کہ اللہ ہمیں موت دے دے۔فرشتہ کہے گا کہ میں اللہ سے کہہ تو سکتا ہوں مگر حکم تو اسی کا چلنا ہے۔اس کے بعد مزید ایک ہزار برس تک منتظر رہنے کے بعد اللہ کی طرف سے حکم ہوگا:

﴿قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ﴾ (الزخرف:77)

''وہ فرمائے گا تم یوں ہی یہاں پڑے رہو گے۔'' [1]

موت کا خاتمہ:

کہ تم ہمیشہ جہنم میں ہی رہو گے۔اس کے بعد موت کو ایک مینڈھے کی صورت میں لا کر جہنمیوں اور جنتیوں کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔یوں موت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو

[1] جامع الترمذي، ابواب صفة جهنم، حديث: ۲۵۸٦.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔ اس طرح جہنمیوں کی مرنے کی یہ آخری خواہش بھی دم توڑ جائے گی۔ اور انہیں چاروناچار جہنم ہی میں رہنا ہوگا۔ جب جلتے جلتے جلد جل جائے گی تو اسے پھر صحیح وسالم کر دیا جائے گا تاکہ انہیں اذیت اور تکلیف کا برابر احساس ہوتا رہے۔ ❶

جہنم کی ہولناکیاں:

محترم بھائیو! آج ہمارے پاس بہترین موقع ہے کہ ہم اپنے دل سے یہ عہد کریں کہ کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ یہ دنیا کی بھوک پیاس تو برداشت ہوسکتی ہے لیکن جہنم کی آگ ناقابل برداشت ہے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر موسم شدید گرم تھا۔ مدینہ کے منافقین نے اسی رعایت سے مسلمانوں کو جہاد سے بددل کرنے اور روکنے کے لیے یہ کہنا شروع کر دیا کہ

---

❶ یہاں قرآن مجید کی صداقت اور آج کے جدید سائنسی حقائق بھی ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن مجید کی سورہ النساء کی آیت نمبر 56 میں کہا گیا ہے:

﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ﴾ (النساء: ٥٦)

"جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو ہم اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب خوب عذاب کا مزہ چکھیں۔"

یہ آیت مبارکہ اہل جہنم کے جلنے کی کیفیت کی وضاحت کرتی ہے۔ اس سے ایک بہت بڑا انکشاف سامنے آتا ہے کہ تکلیف و اذیت کا احساس صرف جلد کو ہوتا ہے اور اگر جلد مکمل طور پر جل جائے تو درد کا احساس معدوم ہو جاتا ہے۔ اس لیے تکلیف کے احساس کو تازہ رکھنے کے لیے جہنمیوں کی جلدیں بدلی جاتی رہیں گی۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کا اظہار ڈیڑھ ہزار سال پہلے کیا تھا مگر آج جدید میڈیکل سائنس کی ترقیوں نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اس طرح قرآن کی حقانیت اہل علم ونظر کے سامنے مزید واضح ہو گئی ہے۔ تھائی لینڈ کی چیانگ مائی یونیورسٹی کے شعبہ تشریح الاعضاء (ANATOMY) کے چیئرمین پروفیسر تیجاسن نے جلد میں پائے جانے والے پین ریسپٹرز پر ایک لمبا عرصہ تحقیق کی اور بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ درد کا احساس صرف جلد تک محدود ہوتا ہے۔ جلد کے بعد یہ احساس کلیتاً ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن جب پروفیسر تیجاسن کو بتایا گیا کہ قرآن مجید میں بھی یہ بات اسی طرح کہی گئی ہے تو وہ حیران ہوگیا۔ اور قرآن مجید کی صداقت سے اس قدر متاثر ہوا کہ سعودی عرب میں جا کر اسلام کا کلمہ پڑھ لیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ﴾ (التوبہ:۸۱)

''انہوں نے لوگوں سے کہا کہ اس سخت گرمی میں نہ نکلو''

مسلمانوں گرمی میں نہ نکلو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا:

﴿قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا﴾ (التوبہ:۸۱)

''ان سے کہو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ سخت ہے۔''

جہنم کی آگ اس گرمی سے بہت سخت ہے۔ اس گرمی سے ہلاک ہو بھی جاؤ گے تو کوئی بات نہیں، تم جہنم کی ہمیشہ جلنے والی اور کبھی نہ بجھنے والی آگ کے عذاب سے بچ جاؤ گے اور پھر جہنم کی آگ کا دنیاوی آگ سے کیا مقابلہ، وہ تو دنیا کی آگ سے بھی ستر گنا زیادہ تیز اور سخت ہے۔ دنیا کی آگ کا ٹمپریچر جب آٹھ سو سینٹی گریڈ ہو جائے تو اس پر ہر قسم کا کھانا پکتا ہے اور بارہ سو سینٹی گریڈ ٹمپریچر پر تو لوہا بھی پانی ہو جاتا ہے۔ بھلا اس ٹمپریچر پر جہاں لوہا بھی مانند آب ہو جاتا ہے انسان کا گوشت پوست کیسے محفوظ رہ سکتا؟ یہ تو دنیا کی آگ ہے۔ ذرا جہنم کی آگ کی ہولناکیوں کا اندازہ کیجیے۔ اس کے لیے ایک اور مثال دیکھئے کہ زمین سے اٹھنے والے راکٹ جب زمینی کشش ثقل کے دائرے کو توڑ کر باہر نکلتے ہیں تو اس کے اوپر لگی ہوئی سوئی پچیس ہزار گریڈ ٹمپریچر ظاہر کر رہی ہوتی ہے۔

شفاعت کا غلط تصور:

آج اللہ تبارک وتعالیٰ کہتے ہیں کہ میری فرماں برداری کر لو۔ روزے رکھو اور اپنے آپ کو بخشوا لو۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہیں وہ ہمارے گناہوں کے باوجود ہمیں بخش دیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بخش دینے پر نہ بھی آمادہ ہوا تو ہمارے پیر اور فقیر اپنی سفارش سے اللہ میاں سے ایسا کروالیں گے۔ اس طرح ہمیں جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ حالانکہ یہ عقیدہ سراسر وہم وگمان کی پیداوار ہے۔ جن پیروں سے اتنی امیدیں وابستہ کر لی گئی ہیں انہیں تو خود اس بات کا علم نہیں کہ اللہ کے ہاں ان کا معاملہ کس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرح کا ہے۔

جنت کی مہمانی:

اب گزارش یہ ہے کہ جمعہ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ آئندہ جمعہ کو اس سلسلہ کی بقیہ گزارشات پیش کی جائیں گی۔ بھائیو جنت اللہ کی رحمت ہے اور جہنم اللہ کا عذاب ہے۔ جس طرح اس کی ذات عظمت اور بزرگی والی ہے اسی طرح اس کا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔ اور جس طرح اس کی ذات بزرگی والی ہے اسی طرح اس کا انعام بھی بہت بڑا ہے۔ جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ○﴾ (حم السجدہ: 31، 32)

”وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر وہ چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمہاری ہوگی۔ یہ ہے سامان ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور رحیم ہے۔“

دنیا میں تو بعض اوقات تمہیں افطاری اچھی نہیں ملتی، پانی صحیح نہیں ملتا۔ کھانا حسب خواہش میسر نہیں آتا، مگر جنت میں تم اللہ رب العزت کے مہمان بنو گے تو تمہاری خوب مہمانی ہوگی اور تمہاری ہر خواہش کو پورا کیا جائے گا۔ ایک غریب آدمی اپنے مہمان کی اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق خدمت کرتا ہے۔ اور جہاں تک اللہ کی مہمان نوازی کی بات ہے تو وہ تو ساری کائنات کا رب ہے۔ صرف زمین کا رب نہیں، آسمانوں کا بھی رب ہے، سورج کا بھی رب ہے، وہ اربوں کھربوں زمینوں اور ستاروں کا رب ہے۔ اس لیے اس کے ہاں جو مہمان نوازی ہوگی وہ اس کے شایان شان ہوگی۔ اور اس کی عظمت کی آئینہ دار ہوگی۔

اپنے رب سے عہد کریں:

محترم بھائیو! یہ مہینہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے رحمت و بخشش کا مہینہ بنایا ہے۔ لہٰذا اس کو ضائع نہ جانے دو۔ غریبوں مسکینوں پر اپنا مال خرچ کرو۔ روزے داروں کی افطاریاں

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کرواؤ۔ ہر وقت نمازیں پڑھو۔ اور جو کوتاہیاں پہلے ہوتی رہی ہیں ان کو نہ دہراؤ۔ آج عہد کرو کہ کلمے کے مطابق توحید پر عمل پیرا ہوں گے۔ اپنے مالوں سے زکوۃ دو گے۔ مال اللہ کا دیا ہوا ہے اگر اس سے غریب کا حصہ نہیں نکالو گے تو یہ سانپ بن کر تمہیں ڈسے گا۔ اسی طرح رمضان کے روزے رکھو اور اگر زاد راہ پاس ہے تو بیت اللہ کا حج کرو۔ جب تم یہ کام بجا لاؤ گے تو اللہ رب العزت کی طرف سے تمہیں حکم ہوگا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مساجد کی شان وعظمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ وَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۳۰ تا ۱۳۲)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متبع کون؟ مسلمان یا یہود ونصاریٰ:

سورۂ بقرہ کی یہ آیات مبارکہ پہلے پارے کے آخری رکوع کی ہیں، ان آیات میں اللہ رب العزت نے ساری دنیائے انسانیت کو اور بالخصوص اہل کتاب کو مخاطب فرمایا ہے۔

﴿وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾ (البقرہ: ۱۳۰)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اے اہل کتاب تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں، ابراہیم علیہ السلام کے دین کے پیروکار ہیں اور مسلمان بھی یہ دعویٰ رکھتے ہیں کہ حقیقتاً ہم دین ابراہیمی کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اب دونوں گروہوں میں کون اپنے دعوے میں سچا ہے؟ یہ جاننے کے لیے ہمیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سرگزشت حیات پر ایک نظر ڈال لینا ہوگی۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سرگزشتِ حیات:

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾ (البقرہ: ۱۳۱)

اے ابراہیم! تو میرا فرمانبردار ہو جا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام فوراً اپنے رب کے حضور جھک گئے اور کہنے لگے، اے اللہ میں تیرا فرماں بردار ہو گیا۔ حالانکہ اس حکم سے پہلے بھی آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار ہی تھے۔ یہ حکم دراصل مزید تاکید کے لیے تھا۔

اس کے بعد اللہ کریم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر کئی آزمائشیں ڈالیں۔ جان کی آزمائش، مال کی آزمائش، وطن چھوڑنے کی آزمائش اور اولاد کی آزمائش۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ان سب آزمائشوں میں پورے اترے اور اپنی فرماں برداری کا پورا پورا حق ادا کر دیا، اپنے رب کو جو قول دے چکے تھے اُس کی ٹھیک ٹھیک پاسداری کی۔

﴿وَ وَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ﴾ (البقرہ: ۱۳۲)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دونوں بیٹوں اور پوتے یعقوب علیہ السلام کو بھی وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! اپنی زندگی رب تعالیٰ کی فرمان برداری میں بسر کرو اور ہر حال میں اللہ کے شکر گزار بندے بنے رہو۔

﴿يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝﴾ (البقرہ: ۱۳۲)

اے میرے بیٹو! اللہ نے دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کر لیا ہے، تمہیں موت نہ آئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مگر اس حال میں آئے کہ تم اپنے رب کی فرماں برداری میں ہمہ تن مصروف عمل ہو۔

ایک مسلمان کے لیے اسلام کا فلسفۂ حیات یہ ہے کہ اس کی پوری زندگی اللہ رب العزت کی اطاعت وفرماں برداری میں گزرے، کوئی شخص خواہ کتنا ہی صاحب علم ہو۔ معاشرے کے اندر خواہ کتنا ہی اونچا مقام رکھتا ہو۔ اگر وہ اپنے رب کا فرماں بردار نہیں ہے تو اللہ کے نزدیک اُس کی قدر وقیمت مچھر کے ایک پَر کے برابر بھی نہیں ہے۔ اللہ کریم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو فرمان برداری کا یہ گراں قدر انعام دیا کہ

﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ (النساء : ۱۲۵)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنالیا۔ آج اس مسجد کا افتتاح ہے۔ مسجدیں اللہ کی بندگی کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ یہ اللہ کی فرمانبرداری کے لیے تربیت گاہ کا کام دیتی ہیں۔ اگر یہاں آکر بھی رب کریم کی فرماں برداری نہ کی جائے تو بلاشبہ یہ ہماری حرماں نصیبی ہے۔

لفظ ''مسلمان'' کا معنی اور اُس کے تقاضے:

مسلمان کے تو لفظی معنی ہی فرماں بردار ہونے کے ہیں، اب ہر شخص اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہ وہ اپنے رب کا کس قدر فرماں بردار ہے۔ کیا وہ خشوع وخضوع اور عجز وانکسار کے ساتھ پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے۔ ہمارے معاشرے کا یہ بھی ایک بڑا المیہ ہے کہ اسی (۸۰) فیصد لوگ نماز جیسے اہم ترین فرض سے روگردانی کرتے ہیں۔ اب ایسی صورت حال میں بحیثیت مجموعی ہم کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم واقعتاً اپنے رب کے فرماں بردار ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

(الانعام : ۱۶۲)

''بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العزت کے لیے ہے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہر مسلمان یہ خواہش رکھتا ہے کہ اسے زندگی ملے تو اللہ کے لیے ملے، اس کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی فرماں برداری میں گزرے، اس کا اٹھنے والا ہر قدم اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہو۔ اس کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ اللہ ہی کی خوشنودی کی طلب میں ہو اور اگر اسے موت آئے تو اللہ ہی کی راہ میں آئے۔ اگر کوئی شخص ایسی عمدہ خواہش نہیں رکھتا تو اس کا زندہ رہنا عبث اور بے کار ہے۔ وہ تو ان لوگوں میں شامل ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ﴾ (الاعراف: ۱۷۹)

''جنوں اور انسانوں کی اکثریت کو ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔''

﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا﴾ (الاعراف: ۱۷۹)

''ان کے دل تو ہیں مگر ان سے سوچنے اور سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔''

﴿وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا﴾ (الاعراف: ۱۷۹)

''ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے فہم وبصیرت کے ساتھ نہیں دیکھتے۔''

﴿وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ (الاعراف: ۱۷۹)

''وہ کان رکھتے ہیں مگر سمع وطاعت کے تقاضوں سے پہلو تہی کرتے ہیں۔''

موجودہ مسلمانوں کی بے حسی:

اگر قرآنی تصریحات کو پیش نظر رکھا جائے تو آج کا مسلمان بلاشبہ دینی معاملات میں سخت بے حسی کا شکار ہے اور غفلت واعراض کی زندگی گزار رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں آج ساری مسلم دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ دنیا میں اس وقت ساٹھ ممالک ایسے ہیں جہاں مسلمانوں کی اپنی حکومتیں ہیں۔ مسلمان مجموعی طور پر ایک ارب ساٹھ کروڑ کی کثیر آبادی رکھتے ہیں، آبادی کی اس قدر فراوانی اور وسیع مملکتوں کے باوجود ہم ہر جگہ پٹ رہے ہیں۔ اس کا سبب کیا ہے؟ جب ہم اللہ کے لیے نماز نہیں پڑھتے، اللہ کے لیے قربانیاں دینے سے دریغ کرتے ہیں اور ہماری موت وحیات اللہ کے لیے نہیں ہے تو ہماری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ درگت نہیں بنے گی تو اور کیا ہوگا؟

دنیا میں جو پہلا گھر اللہ تعالیٰ کی عبادت و پرستش کے لیے بنایا گیا، وہ بیت اللہ ہے جسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں نے تکمیل تک پہنچایا۔ بعد کی بننے والی ساری مساجد اسی کے تابع ہیں۔ اسی لیے ان کا رخ بیت اللہ کی طرف رکھا جاتا ہے۔

تعمیر کعبۃ اللہ اور دعائے خلیل علیہ السلام:

اللہ رب العزت نے بیت اللہ کی تاسیس وتعمیر کی نقشہ کشی ان الفاظ میں کی ہے۔

﴿وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ (البقرہ: ۱۲۷)

جب باپ بیٹا بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔ جب بڑے بڑے پتھروں کو تراش تراش کر اللہ کے گھر کی دیواریں بلند کر رہے تھے تو ساتھ ہی عجز وانکسار سے دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ تو ہماری اس محنت وجستجو کو قبول فرما لے۔

اللہ کے گھر کی بنیادیں اٹھانے والے یہ لوگ کون تھے؟ اللہ کے دو جلیل القدر نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے۔ ان دونوں کی سرگزشت سے پتہ چلتا ہے کہ بڑے لوگ مساجد بھی بناتے ہیں۔ مسجدوں کو چندے بھی دیتے ہیں اور اپنے مال بھی خرچ کرتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسی موقع پر اللہ تعالیٰ سے ایک دعا مانگی تھی۔

﴿رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾

(البقرہ: ۱۲۸)

اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا مطیع وفرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ ایسا ہو جو زندگی کے تمام معاملات میں شیوۂ تسلیم ورضا کی خصوصیت رکھتا ہو۔

﴿وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾

(البقرہ: ۱۲۸)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اے اللہ ہمیں معلوم نہیں کہ تیری عبادت کے طریقے کیا ہیں؟ اپنے فضل ورحمت سے ہمیں اپنی عبادت وبندگی کے طریقے سمجھا دے۔ اگر اللہ رب العزت نے نماز کا طریقہ ہمیں نہ سکھایا ہوتا تو ہمیں کیا معلوم تھا کہ قیام کیا چیز ہے؟ رکوع کیا ہے؟ سجدہ کسے کہتے ہیں اور تشہد سے کیا مراد ہے؟

اہلِ کتاب کی نماز:

جہاں تک اہل کتاب کا معاملہ ہے اس کے دونوں گروہ جو یہود ونصاریٰ کے نام سے موسوم ہیں۔ اول تو وہ مادہ پرستی کے باعث اپنے گرجوں میں جاتے ہی نہیں اور جو قلیل تعداد گرجوں کا رخ کرتی ہے، ان کی نماز کیسی ہوتی ہے؟ وہ کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ بڑا پادری آکر کچھ نظمیں پڑھتا ہے۔ یہ نظمیں خود ساختہ ہوتی ہیں جو تورات وزبور میں اپنے طور پر داخل کی گئی ہیں۔ بس یہی ان کی نماز ہے کہ چند منٹ کرسیوں پر بیٹھے بیٹھے چند نظمیں سن لی جائیں۔ اصل نماز کا انہیں پتہ ہی نہیں۔

رکوع وسجود اللہ کے لیے مخصوص ہیں:

پہلے بادشاہوں کو تعظیم دینے کے لیے کیا کام کیا جاتا تھا؟ سینے پر ہاتھ باندھے جاتے تھے اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ کھڑا ہوا جاتا تھا، بادشاہ کی تعظیم وتکریم کے لیے جھکا جاتا تھا، اللہ رب العزت نے قیام اور رکوع کو اپنے لیے مخصوص کر لیا، پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بادشاہوں کی تعظیم کی جاتی تھی، ہاتھوں کو کھلا چھوڑنا بھی نماز کے ادب میں شامل ہے۔ بادشاہوں کو سجدے کیے جاتے تھے۔ یہ سجدے بھی اللہ رب العزت کے لیے مخصوص ہو گئے۔ اب قیام، رکوع اور سجود سب اللہ کے لیے ہیں۔ اللہ رب العزت کے سوا یہ کسی اور کے لیے نہیں ہو سکتے۔ اس طرح نماز کے دوسرے ارکان ہیں وہ سب کے سب بھی اللہ کے لیے ہیں۔

جو شخص نماز کے کسی رکن کو بطور تعظیم دنیا کے کسی حکمران، وڈیرے یا کسی نواب کے لیے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرے گا وہ شرک میں مبتلا ہو جائے گا۔

مساجد اللہ کے گھر ہیں یہاں ہمہ وقت اللہ کی عبادت ہوتی ہے۔ اس لیے زمین پر یہ پاکیزہ ترین جگہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾

(آل عمران ۹۶۔۹۷)

تکمیل دین:

اللہ کا پہلا گھر مکہ مکرمہ میں تعمیر ہوا۔ اس کی بنیادیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اٹھائیں۔ نبی کریم ﷺ نے اگرچہ دین ابراہیمی کی پیروی کی مگر بالآخر دین ابراہیمی علیہ السلام کی تکمیل آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ہوئی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اس سلسلہ میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدہ : ۳)

اس آیت کے نزول کے بعد یہودی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ اگر یہ آیات ہماری کتب تورات، زبور وغیرہ میں نازل ہوتیں تو ہم ان کے یوم نزول کو عید کا دن قرار دے لیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلاشبہ یہ دن ہمارے لیے بھی تو عید ہی کا دن ہے کہ حج ہمارے لیے یوم عید ہی ہے۔ اللہ رب العزت نے ہمارے دین کی تکمیل کر کے ہمیں تحفہ دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہ مسجد قبا تھی۔ [1] اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[1] سیرۃ ابن ھشام، ص: ۲۲۸۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى﴾ (التوبہ : ۱۰۸)

''یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔''

مسجد نبوی کی حیثیت:

پھر اس کے بعد آپ مدینہ کے اندر تشریف لے گئے تو وہاں بھی آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی جو مسجد نبوی کہلائی، یہ دوسری مسجد تھی جو آپ ﷺ نے مدینہ میں تعمیر کروائی۔ یہ مسجد صرف نماز پڑھنے کے لیے نہ تھی۔ بلکہ یہ دنیا کی پہلی یونیورسٹی تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس مسجد میں کتاب و حکمت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اسی مسجد میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کیے جاتے تھے۔ دوسری قوموں کے ساتھ خارجہ تعلقات کی پالیسیاں بنتی تھیں، رزم گاہوں میں فوجیں بھیجنے کے احکامات اسی مسجد سے بھیجے جاتے تھے۔ گویا مسجد نبوی ایک یونیورسٹی بھی تھی، پارلیمنٹ بھی تھی، عدالت عالیہ بھی تھی، ایک آرمی ہیڈ کوارٹر بھی تھی اور تمام حکومتی امور نپٹانے کے لیے ایک آفس کی حیثیت بھی رکھتی تھی۔ شوریٰ کے اجلاس بھی یہیں ہوتے تھے۔

غزوۂ تبوک کے لیے چندہ کی اپیل:

نبی کریم ﷺ جب کسی قوم کے ساتھ لڑنے کا فیصلہ کرتے تو ممبران شوریٰ مسجد نبوی میں ہی اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے۔ جنگ تبوک میں اہل روم کے ساتھ مقابلہ تھا، مسلمانوں کو مالی طور پر شدید بحران کا سامنا تھا، نبی کریم ﷺ نے فوجی اخراجات کے لیے چندہ کی اپیل کی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا اثاثہ لا کر پیش کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا آدھا سامان لا کر خدمت اقدس ﷺ میں رکھ دیا۔ ❶ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے نو سو اونٹ، ایک سو گھوڑے اور تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونا پیش کیا۔ ❷ اسی طرح دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، حدیث : ۱۶۷۸، جامع الترمذی، ابواب المناقب، حدیث : ۳۶۷۵.

❷ مسند احمد : ۱۶۶۹۶، ۱۶۶۹۷، ترمذی : ۳۷۰۰.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی حتی المقدور چندہ فراہم کیا۔

مسجدِ نبوی ﷺ کی اہمیت:

مسجدیں اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں، بلاشبہ یہ نماز روزے کی ضروریات بھی پوری کرتی ہیں اور مسلمانوں کے دوسرے اجتماعی امور کو نپٹانے کی بھی ضرورت بخوبی پوری کرتی ہیں، باہمی مشاورت، جہاد کے فیصلے اور تعلیم وتربیت کی غرض سے مسجدوں کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں جو لوگ معرکۂ کارزار سے گرفتار ہوکر آتے تھے انہیں مسجد نبوی ﷺ میں ہی رکھا جاتا تھا۔ ثمامہ بن اثال کو مسجد نبوی ﷺ میں ہی رکھا گیا تھا۔ تین دن تک اسے مسجد کے ستون سے باندھ کر رکھا گیا، پھر اسے چھوڑ دیا گیا، بعدازاں اس نے اسلام قبول کرلیا۔

اسی طرح ٦ ہجری میں قریش نے وہ مشہور معاہدہ توڑ دیا تھا جو قریش اور مسلمانوں کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر ہوا تھا۔ مسجد نبوی میں فیصلہ ہوا کہ اب مکہ پر حملہ کیا جائے گا اور اللہ کے گھر کو مشرکین مکہ سے واگذار کرایا جائے گا، جب ابوسفیان کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بھاگتے ہوئے مدینہ آئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملے مگر آپ ﷺ نے اپنا فیصلہ تبدیل نہ کیا۔ اور ٨ھ میں مکہ پر لشکرکشی کرکے اسے فتح کرلیا۔

اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کو دین کی تعلیم بھی مسجد نبوی ہی میں دی جاتی تھی۔ قرآن مجید کا ایک بڑا حصہ مسجد نبوی میں ہی اترا۔ اس کے علاوہ اگر کسی مجرم کو سزا دی گئی تو اس کا فیصلہ بھی مسجد نبوی میں ہی کیا گیا۔

سیدنا ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کی سچی توبہ:

ماعز [1] بن مالک رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے، جن سے حدود اللہ کے سلسلہ میں ایک غلطی سرزد

[1] ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کا تعارف اسی واقعہ سے ملتا ہے کہ احساس گناہ کی خلش کے باعث انہوں نے توبۃ النصوح کی ایک نہایت اچھی مثال قائم کی۔ ماعز مدینہ کے باشندے تھا اور قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے زیادہ حالات نہیں ملتے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوگئی تھی۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے چار دفعہ آپ ﷺ کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول مجھے اس گناہ سے پاک کر دیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تو ایک دیوانہ تو نہیں، کیونکہ دیوانہ مرفوع القلم ❶ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں اے اللہ کے رسول، میں ہرگز دیوانہ نہیں ہوں، بلکہ عقل وشعور رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا اسے لے جاؤ اور رجم کر دو۔ پھر ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا ❷ تھیں انہوں نے بھی مسجد میں آ کر اپنے گناہ کا اقرار واعتراف کیا، نبی کریم ﷺ نے ان کو بھی رجم کرنے کا حکم دیا، ان دونوں واقعات کے ساتھ ایسی ایمان افروز باتیں وابستہ ہیں کہ جن کو سن کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

جب ماعز رضی اللہ عنہ کو پتھر مارے گئے تو وہ تکلیف کی شدتوں سے گھبرا کر بھاگے مگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں پکڑ کر سنگسار کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا، اگر وہ بھاگا تھا تو اسے بھاگ جانے دیتے۔ وہ اللہ کے پاس توبہ کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق یہ الفاظ کہے۔ اللہ نے اس شخص کا پردہ رکھا تھا، مگر یہ کتے کی موت مارا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ الفاظ سن لیے تھے۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لا رہے تھے تو راستے میں بکری کا ایک مردہ بچہ پڑا تھا۔ آپ ﷺ نے ان صحابی کو بلایا جنہوں نے ماعز رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلط قسم کے الفاظ کہے تھے اور انہیں کہا اس مردہ بکری کے بچے کو کھاؤ، انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول میں اس مردہ اور بدبودار بکری کے بچے کو کیسے کھا سکتا ہوں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اپنے اس بھائی کے بارے میں جو الفاظ کہے تھے وہ اس مردہ بکری کے گوشت کھانے سے بھی بدتر تھے۔

---

❶ مرفوع القلم سے مراد ایسے افراد ہیں جو کسی دماغی عارضہ کے سبب عقل وشعور کا احساس کھو بیٹھیں۔ اس حالت میں ان سے جو اعمال سرزد ہوں ان پر اسلامی نقطہ نظر سے کوئی گرفت نہیں۔

❷ اس عورت کا یہ واقعہ صحیح مسلم میں مذکور ہوا ہے۔ جہاں اس کے نام کی تصریح نہیں ملتی، البتہ اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کا تعلق قبیلہ ازد کی شاخ غامد سے تھا۔ اس عورت کا واقعہ ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے بعد پیش آیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رجم ہونے والا شخص اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرنے والا اور اللہ کے خوف سے اس قدر لرزہ براندام تھا کہ انسانی تقاضوں کے تحت اس سے ایک غلطی سرزد ہوگئی تو وہ اپنے آپ کو گناہ کی نحوست سے پاک کرنے کے لیے خود چل کر میرے پاس آیا کہ اسے گناہ سے پاک کر دیا جائے تاکہ اس کی عاقبت خراب نہ ہو جائے اور اللہ اسے جنت میں بھیج دے۔ اس شخص نے ایسی مخلصانہ اور سچی توبہ کی ہے کہ اگر اسے مدینے کے ستر افراد پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کی مغفرت ہو جائے گی۔ ❶

اسی طرح اعتراف گناہ کرنے والی عورت کے سر پر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پتھر مارا اس کے سر سے خون کا فوارہ چھوٹا اور چند قطرے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر پڑ گئے۔ اس پر خالد رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ جملہ نکلا، گناہ گار عورت! مرتے ہوئے میرے کپڑے پلید کر گئی۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو بلا کر ڈانٹا اور کہا تم اس پاکباز عورت کے بارے میں یہ الفاظ کہتے ہو جس نے اتنی سچی توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ مدینہ کے ستر گناہ گاروں پر تقسیم کر دی جائے تو سب کی بخشش ہو جائے۔

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایران پر فوج کشی کا فیصلہ:

قوموں کے فیصلے بھی مسجدوں میں ہوتے تھے، جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ارتداد کا فتنہ پھیلا تو اس وقت مشاورت کہاں ہوئی تھی؟ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں، جب تک ارتداد کا فتنہ رفع نہ ہو گیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تلوار نہ رکھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس سلسلے میں مشاورت طلب کی کہ میں قیصر و کسریٰ سے جہاد کرنا چاہتا ہوں مجھے اس بارے میں مشورہ دو، بلاشبہ وہ عالمی طاقتیں ہیں، ان کے پاس بڑی قوت ہے، بڑی بڑی فوجیں ہیں اور ہر قسم کے وسائل موجود ہیں، مجھے مشورہ دیجیے کہ میں ان کا مقابلہ کیسے کروں؟

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الحدود، حديث: ١٦٩٥.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرے دل میں اب یہ خیال اٹھ ہی رہا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی توحید کو اطراف عالم میں پھیلانے کے لیے اور بندوں کی چوکھٹوں پر جھکی ہوئی گردنوں کو اٹھا کر اللہ واحد کے در پر لانے کے لیے وقت کی ان دونوں طاغوتی طاقتوں کے خلاف جہاد کرنا چاہیے، تاکہ بندگی اور عبودیت صرف اللہ ذوالجلال کے لیے باقی رہ جائے۔

اے خلیفۂ رسول! اللہ رب العزت نے یہ خیال مجھ سے پہلے آپ کے دل میں ڈال دیا۔ آپ سبقت لے گئے۔ وسائل کی پرواہ نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عزم و ہمت اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پرجوش تقریر کے باوجود کوئی عرب سپاہی ایرانیوں سے لڑنے کے لیے تیار نہ ہوتا تھا، اس کی وجہ بالکل واضح تھی، ایران ایک بہت بڑا ملک تھا، تہذیب و تمدن کا حامل تھا۔ اس کے پاس منظم فوجیں تھیں، وسائل کی بہتات تھی اور وہ ہزار سال کے فخر و پندار کی ایک تاریخ رکھتا تھا، صحرائے عرب کے رہنے والے اس سے ٹکر لینے کی کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

بالآخر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حامی بھری، وہ پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ نکلے، بعد میں کچھ اور فوجیں ان کے ساتھ مل گئیں تو ان کی مجموعی تعداد ۳۲ ہزار ہوگئی۔ جب دونوں طرف سے فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو عجیب منظر تھا۔ ایک طرف لاکھوں کی تعداد میں منظم فوجیں تھیں، ان کی پشت پر پوری ایرانی قوم تھی جو ان کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی، ایرانی ہر قسم کے جدید ترین اسلحہ سے لیس تھے، دوسری طرف ریگزار عرب کے چند ہزار سپاہی تھے جن کی فوجی تنظیم بھی زیادہ اچھی نہ تھی، جن کے پاس اسلحۂ جنگ اور وسائل کا فقدان تھا۔ یہ لوگ کل تک ایرانیوں سے مرعوب تھے۔ مگر آج ان کے دل میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی تڑپ تھی، مال و دولت کا حصول یا حکومت وسلطنت ان کی خواہش نہ تھی یہ تو اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کو نافذ کرنے نکلے تھے۔

جب ان دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی تو رب کی راہ میں بے لوث لڑنے والوں نے مادیت کے لاکھوں پرستاروں کو شکست دے دی، اس شکست کے نتیجے میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایران کی ہزار سالہ عظمت وشوکت قصۂ پارینہ بن گئی اور جب عرب فاتحانہ لوٹے تو ان کے پاس سونے چاندی کے ذخائر اور دولت وثروت کے ڈھیر تھے۔ اس مال کا پانچواں حصہ صحن مسجد نبوی میں رکھا گیا تو وہ کھچا کھچ بھر گیا اور مسجد نا کافی محسوس ہونے لگی، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اس مال غنیمت کا پہرہ دار مقرر کیا گیا۔ [61]

یہ جہاد کی برکت تھی، جہاد سنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ جو جہاد آج کل بم دھماکوں سے ہوتا ہے، جس میں بے گناہوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ خود مسلمان ہی ان کا نشانہ بنتے ہیں۔ یہ جہاد نہیں بلکہ جہاد کے صاف ستھرے تصور کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔ جہاد خلیفۂ وقت کرتا ہے اور مسلمان اس کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں کثرت سے فتوحات ہوئیں۔ سارا ایران مسلمانوں کے قدموں میں گر پڑا۔ مسلمانوں سے بار بار بدعہدی کرنے والا اور بار ہا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والا ایک ایرانی لیڈر ہرمزان گرفتار ہوا تو اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے پتھریلے صحن میں آرام فرما تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اس دشمن اسلام کو قتل کر دینا چاہتے تھے مگر اس نے ایک ایسی چال چلی کہ جس کی بدولت اس کی زندگی کا چراغ گل ہونے سے محفوظ رہ گیا۔ [62]

اسلام سے دُوری کا نتیجہ:

آج انڈیا پاکستان کے مقابلے میں رقبے کے اعتبار سے چار گنا بڑا ملک ہے اور آبادی کے اعتبار سے تو ایک اور چھے کی نسبت ہے۔ انڈیا اپنی اس حیثیت سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔ مسلمانوں کی مسجدیں مندروں میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ دوسری طرف وہ پاکستان کے حصے کا پانی روک کر ہمارے کھیت وکھلیان کو بنجر بنا دینا چاہتا ہے۔

---

[61] تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ طبری، فتوح البلدان، البدایۃ والنہایۃ۔

[62] اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آج ہماری عزت و آبرو پر جو پے در پے حملے ہو رہے ہیں۔ اس کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسلام کی تعلیم سے انحراف کیا ہے۔ اللہ رب العزت نے مسلمانوں سے سربلندی اور سرفرازی کا جو وعدہ کیا ہے وہ اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ مشروط ہے۔ جب ہم نے اطاعت وانقیاد سے ہاتھ کھینچ لیا تو عزت وشوکت سے محرومی یقینی تھی جو بالآخر ہمارا مقدر بن گئی۔

جنگِ احزاب میں مسلمانوں کی کیفیت:

جب جنگ احزاب کے موقع پر سارے عرب نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کرلیا تو صورت حال یہ تھی کہ قرآن کہتا ہے:

﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ﴾ (الاحزاب: ۱۰)

مسلمانوں کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اوپر سے بھی فوجیں چڑھ آئی ہیں اور نیچے سے بھی دشمنوں نے ہم پر حملہ کردیا ہے۔ ❶

﴿وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾ (الاحزاب: ۱۰)

مسلمانوں کی آنکھیں پتھرا کر رہ گئیں اور ان کے دل سینوں سے اچھل اچھل کر حلقوم کی طرف آرہے تھے۔ یہ ایک حقیقت پسندانہ تجزیہ ہے جو قرآن مجید نے سورۂ احزاب میں مسلمانوں کی صورت حال پر کیا ہے۔

کلمہ توحید۔ نجات کی ضمانت:

آقائے دو جہاں سیدنا محمد ﷺ نے جب اسلام اہل عرب کے سامنے پیش کیا تو درج ذیل الفاظ کے ساتھ پیش کیا۔

---

❶ مطلب یہ ہے کہ ہر طرف سے دشمن ان پر ٹوٹ پڑے، اوپر سے مراد بنو غطفان، ہوازن اور نجد وغیرہ کے مشرک ہیں اور نیچے سے مراد قریش اور ان کے اعوان وانصار ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یاایّھا الناس قولوا لا الہ الا اللّٰہ۔

لوگو! اس بات کی گواہی دو کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے بے مثل ہے۔ اس نے اپنی صفات نہ صالحین کو منتقل کی ہیں، نہ شہداء کو اور نہ صوفیاء کو منتقل کی ہیں۔ اس کی صفات اس کی ذات کا حصہ ہیں۔ وہ اپنی صفات میں بھی بے مثال ہے اور ذات میں بھی بے مثال اور لاثانی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر تم یہ کلمہ کہو گے تو عرب وعجم کے مالک بن جاؤ گے اور مرنے کے بعد جنت میں تمہیں بادشاہت ملے گی، ہماری زمین [1] کا محیط تقریباً چالیس ہزار کلومیٹر ہے۔ ایک ایک جنتی کو اس سے دس گناہ زیادہ وسیع وعریض جنت ملے گی۔

کیا ہم نے عہد کی پاسداری کی:

نبی کریم ﷺ کی یہ بشارت اس شخص کے لیے ہے جو دل کی پوری تصدیق کے ساتھ یہ کلمہ پڑھے۔ مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم دل کی تصدیق کے ساتھ کلمہ پڑھتے ہی نہیں، کیا پاکستان بننے کے ایام میں ہم نے اس مقدس کلمے کو ایک نعرے کی حیثیت سے برسوں استعمال نہیں کیا تھا؟ کیا ہم نہیں کہتے تھے کہ ہم ایک ایسا خطۂ ارض چاہتے ہیں جس پر کلمے کی حکمرانی ہوگی، مگر کیا پھر ہم نے اپنے اس عہد کی پاسداری کی؟ کیا آپ کی اسمبلیوں اور قانونساز اداروں نے اس عہد کو عملی جامہ پہنایا؟ کیا ہم بحیثیت مجموعی اپنے عمل وکردار سے

---

[1] زمین نظام شمسی میں سورج کے قریب ہونے کے اعتبار سے تیسرا اور جسامت کے اعتبار سے پانچواں بڑا سیارہ ہے اور سورج سے 150 ملین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ خطِ استوا پر اِس کا قطر 12760 کلومیٹر اور محیط 40000 کلومیٹر ہے۔ کرۂ ارض کی سطح خشکی اور زیرِ آب علاقوں میں منقسم ہے۔ خشکی کا کل رقبہ 148.9 ملین مربع کلومیٹر ہے جبکہ زمین کا 361.3 ملین مربع کلومیٹر علاقہ سمندروں سے ڈھکا ہوا ہے۔ اس طرح زمین کا کل رقبہ 510.072 ملین مربع کلومیٹر بنتا ہے۔

مذکورہ اعداد وشمار سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہماری زمین کس قدر وسیع وعریض ہے۔ جب ایک عام جنتی کو اِس سے دس گناہ زیادہ بڑی جنت ملے گی تو اِس سے جنت کی لامحدود وسعتوں کا بھی ایک خاکہ ہمارے ذہنوں میں ثبت ہو جاتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس عہد کی نفی نہیں کر رہے اور اپنے رب کے ساتھ ایک طرح کا مذاق نہیں کر رہے؟

مسجدِ نبوی ﷺ کے اہم فیصلے:

اسلام کے دور اول میں بڑے بڑے فیصلے مسجدوں کے صحن میں بیٹھ کر ہوتے تھے۔ مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو سب سے پہلے مسجد بنائی۔ یہودیوں کے ساتھ جو پہلا معاہدہ ہوا تھا جو سیرت کی کتابوں میں میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ وہ مسجد نبوی میں بیٹھ کر ہی لکھا گیا تھا۔ اسی طرح مہاجرین وانصار کے درمیان جو بھائی چارے کا معاہدہ ہوا تھا وہ بھی مسجد نبوی میں طے پایا تھا۔

مقاصدِ جہاد:

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا، جہاد کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے لڑنا۔ ❶ لیکن اگر ہم اس لیے لڑتے ہیں کہ ہماری حدود مملکت میں توسیع ہو جائے تو بلاشبہ یہ جہاد کا عمل نہیں ہے۔ جہاد تو فقط دین کی سربلندی کے لیے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑنے کا نام ہے۔

مسلمان جوش جہاد سے لبریز ہو کر اور توحید الٰہی کا پرچم تھام کر سسکتی ہوئی انسانیت کو ظالم حکومتوں کے چنگل سے آزاد کرانے کے لیے اور بندوں کی غلامی وعبودیت سے نکالنے کے لیے خلافت راشدہ ہی کے زمانے میں حدود عرب سے باہر نکل آئے تھے، روم وایران کی حکومتوں کو زیر کرتے ہوئے پہلی صدی ہجری کے اختتام تک معلوم دنیا کے ایک بڑے حصے کو فتح کر چکے تھے۔

مسلمانوں کا جوشِ جہاد:

ولید بن عبدالملک اموی کے زمانے میں تو مسلمان چار دانگ عالم میں پھیل چکے تھے،

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، حدیث: ۲۸۱۰، صحیح مسلم، کتاب الامارة، حدیث: ۱۹۰۴.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سپین سے ہندوستان تک اور نیل کی وادیوں سے کاشغر تک کے علاقے مسلمانوں کے زیر کنٹرول تھے۔ ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے بڑے بڑے علاقے مفتوح ہو چکے تھے۔ حتیٰ کہ معروف مسلمان سپہ سالار عقبہ بن نافع نے بحراوقیانوس کے پانیوں میں گھوڑا ڈال کر کہا تھا، اے اللہ! تیری زمین ختم ہوگئی ہے، اگر زمین آگے تک اجازت دیتی تو اسلام کا جھنڈا وہاں تک بھی لے جاتا۔

جہاد سے پہلوتہی اور رسوائی:

یہ سب جہاد کی برکت سے ہوا تھا اور جہاد کا مقصد محض اللہ کے کلمے کو بلند کرنا ہے۔ یہ ہماری ماضی کی شاندار تاریخ تھی، یہ ہمارا عہد زریں تھا، اور آج ہماری تاریخ کیا ہے؟ آج ہندو بنیا جب چاہتا ہے ہمارا پانی روک لیتا ہے اور جب چاہے سرحدی خلاف ورزی کر کے اشتعال انگیزی پھیلانے لگتا ہے اور ہم خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف بائیس عرب ممالک ہیں اور ان کے درمیان میں گھرا ہوا ساٹھ لاکھ آبادی کا ایک چھوٹا سا ملک اسرائیل ہے۔ وہ جس عرب ملک کو چاہے گردن سے دبوچ لیتا ہے اور بائیس عرب ممالک اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

ہم دعائیں بھی کرتے ہیں مگر بے اثر ہیں۔ ہم عالمی فورمز پر دہائی دیتے ہیں مگر کہیں بھی ہماری شنوائی نہیں ہوتی۔ یہ اس لیے ہے کہ ہم نے اپنے مذہب کے سنہری اصولوں کو چھوڑ دیا ہے، ہماری روزی حلال کی نہیں رہی۔ مگر یہودیوں کی طرح ہمارے دعوے بھی بہت بڑے بڑے ہیں، یہودی کہتے تھے:

﴿وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾ (البقرہ : ۸۰)

ہم جہنم میں کبھی نہیں جائیں گے، اگر گئے بھی تو ہمارا جانا محض چند روز کے لیے ہوگا، کیونکہ ہم اللہ کے پیارے ہیں۔ آج ہمارا معاملہ بھی کچھ اس طرح کا ہے کہ ہم شرک کریں، توحید کی جڑیں کاٹیں، نماز نہ پڑھیں، غیر اللہ کی قربانی کریں۔ اس سب کے باوجود اللہ ہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جگہ ہماری مدد کرے گا، یہ ہے ہمارا بے جا دعویٰ۔

''مسلمان'' کا مطلب اور ہمارے روّیے:

اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے اور مسلمان کا مطلب ہے اپنے رب کا فرماں بردار، یہاں چند سو افراد بیٹھے ہیں۔ آپ خود اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچیں کہ آپ کتنے فرماں بردار ہیں؟ کیا آپ رزق حلال کماتے ہیں؟ آپ وراثت میں اللہ رب العزت کی نافرمانی تو نہیں کر رہے؟ کیا آپ پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے پڑھتے ہیں؟ کیا آپ اسلام کے دوسرے احکامات کو اپنی ذات پر لاگو کرتے ہیں؟ ان سوالوں کا جواب کچھ زیادہ تسلی بخش نہیں ہے۔

عصر حاضر میں ہماری تذلیل:

آج ہماری تذلیل کی کوئی انتہا نہیں رہی، آج قوموں کی برادری میں ہمارا کوئی مقام نہیں رہا، یہودیوں کا مقام ہے، بت پرستوں کا مقام ہے، عیسائیوں کا مقام ہے، ملحدوں اور لادینوں کا مقام ہے۔ مگر ہمارے لیے عزت کی کوئی جگہ نہیں۔

آج برما میں روہنگیا مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ ذبح کیا جا رہا ہے، عراق اور افغانستان میں مسلمانوں کے زخموں سے خون رس رہا ہے، سارا مشرق وسطیٰ آگ اور خون کی لپیٹ میں ہے، کشمیر ظلم و بربریت تلے کراہ رہا ہے، فلسطینی مسلمان بدترین مظالم کا شکار ہیں، ایشیاء، افریقہ اور مغرب ہر جگہ مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔

﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ۝﴾

(البروج:۸)

ان کا گناہ صرف یہ ہے کہ وہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لائے ہیں۔

سورۂ حج میں ہے:

﴿وَالَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ﴾

(الحج : ٤٠)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلمان اگر مکہ سے نکالے گئے تو اس جرم کی پاداش میں کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے، جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے تو پھر ہماری زندگی اس کی فرماں برداری میں ہونی چاہیے۔ ہمارا اٹھنا بیٹھنا اللہ رب العزت کی مرضی کے مطابق ہو۔

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝﴾

(الانعام : ۱۶۲)

اگر آج بھی ہم اپنی اصلاح کر لیں۔ اپنے اندر اخوت و یگانگت اور اتفاق و اتحاد پیدا کر لیں تو ساری دنیائے کفر مل کر بھی ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ کریم خود ایسے اسباب پیدا کر دے گا کہ ہمارا کھویا ہوا وقار بحال ہو جائے گا اور ہم دنیا کی قوموں میں سر اٹھا کر عزت سے جی سکیں گے۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توبہ وانابت الی اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝﴾ (التحریم : ۸)

محترم سامعین!

یہ آیت مبارکہ جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت فرمائی ہے۔ سورۂ تحریم کی آٹھویں آیت ہے۔ اس آیت مقدسہ میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو خصوصی طور پر حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں سچی اور پکی توبہ کریں۔ اللہ کو ایسی توبہ بہت پسند ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

’’انسان‘‘ کا معنی ومفہوم:

’’انسان‘‘ کا لفظ نسیان کے مادہ سے نکلا ہے۔ جس کے معنی بھول چوک کے ہیں۔ بھول چوک آدمی کی فطرت کا ایک ضروری حصہ ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی شخص کبھی بھولتا نہ ہو۔ اس لیے آدمی انسان کے نام سے متصف ہوا۔ ہمارے باپ آدم علیہ السلام بھولے تھے۔ اس لیے ہم سب اکثر وبیشتر بھول جاتے ہیں۔ ہم اپنے کاروبار میں، گھر والوں کے معاملات میں اور ملازمت کے فرائض میں اکثر بھول چوک کا شکار ہوجاتے ہیں اور بعض اوقات بڑی فاش غلطیاں کر جاتے ہیں۔

رمضان اور توبہ وانابت:

میرے بھائیو! رمضان کا مقدس اور رحمت وبرکت کا مہینہ ہم پر سایہ فگن ہے۔ جو شخص اس ماہ مقدس کے روزے پورے اہتمام کے ساتھ رکھتا ہے۔ اللہ رب العزت اس کے سارے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ لیکن پھر بھی انسان گناہوں کا پتلا ہے۔ ہزار کوشش کے باوجود اس سے غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ رمضان المبارک اور توبہ وانابت کا آپس میں خصوصی اور گہرا تعلق ہے۔ اس لیے اس وقت سے فائدہ اٹھائیں۔ بارگاہ رب العزت میں جھک جائیں، اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کریں اور اپنے رب سے ان کی معافی کے خواستگار بنیں، تو ان شاء اللہ وہ تمہارے سارے قصور اور سارے گناہ معاف کر دے گا۔

شرط یہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں سچی اور پکی توبہ کی جائے، سچی اور پکی توبہ وہ ہوتی ہے جو دل کے قصد وارادہ کے ساتھ کی جائے، جو پوری عزیمت واستقلال کے ساتھ کی جائے اور پھر اس توبہ پر استقامت اختیار کی جائے اور اس توبہ کو توڑا نہ جائے، جس گناہ سے توبہ کی ہے اس کے قریب بھی نہ پھٹکا جائے۔

رسمی توبہ:

مگر ہمارے معاشرے میں رسمی توبہ کا رواج عام ہے۔ رسمی توبہ کرتے ہیں مگر گناہ نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھوڑتے، حیلوں بہانوں سے اپنی غلط عادات کو جاری رکھتے ہیں۔ایک مسلمان ہونے کے ناطے جب خیال آیا تو توبہ کر لی اور جب گناہ کی عادت نے زور دیا، بلا سوچے سمجھے پھر اس میں ملوث ہو گئے۔ ایک لمحہ رکے بغیر اپنی خواہشات کے پیچھے قدم اٹھا دیے اور جب تک سیری نہ ہوئی، اپنی غلط روش پر بھاگے چلے گئے۔

میرے عزیزو، دوستو! توبہ کا یہ انداز کچھ زیادہ سود مند نہیں۔اس طرح انسان کبھی گناہ سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا اور ہمیشہ گناہ کی نحوست کا شکار رہتا ہے۔حقیقی توبہ تو یہ ہے کہ آدمی صمیم قلب کے ساتھ پکی اور سچی توبہ کرے اور پھر اپنے مالک و خالق سے جو عہد و اقرار کیا ہے۔ا س پر پوری طرح ہمت و استقامت اور عزم و استقلال سے قائم رہے۔

اب جو ماہ مقدس ہم پر سایہ فگن ہے، ہم روزے رکھ کر اس کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفید ہو رہے ہیں مگر دوسری طرف ایک دوسرے کی چغلی کھا رہے ہیں، ایک دوسرے کی غیبت کرتے ہیں، ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں، کھانے پینے سے تو پرہیز کرتے ہیں مگر گناہ نہیں چھوڑتے، ہم توبہ بھی کرتے ہیں اور گناہ پر بھی اڑے رہتے ہیں۔اس کا مطلب ہے ہماری توبہ محض رسمی قسم کی ہے۔ہم نے پکی توبہ نہیں کی۔اگر پکی اور سچی توبہ کرتے تو کبھی چھوڑے ہوئے گناہوں کے قریب نہ پھٹکتے۔

رمضان اور گناہوں کی معافی:

آج ماہ مقدس کا آخری جمعہ ہے۔اس کے بعد رمضان میں کوئی اور جمعہ نہیں آئے گا۔ چند دن بعد رحمت و برکت کا یہ مہینہ ہم سے رخصت ہو جائے گا۔اب اللہ کی رحمت جوش میں ہے اس لیے اب بہترین موقع ہے کہ توبہ کر لی جائے۔اپنے گناہوں کی اپنے رب سے معافی مانگ لی جائے تا کہ گناہ کی نحوست سے ہماری جان چھوٹے اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔

حدیث میں ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے، خطبہ دینے کے لیے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو آمین کہی، دوسری سیڑھی پر چڑھے تو آمین کہی،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس طرح تیسری سیڑھی پر قدم زن ہوئے تو بھی آمین کہی۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے آج خلاف معمول آمین کیوں کہی ہے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا آج جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جس شخص نے بڑھاپے کی حالت میں اپنے والدین کو پایا اور پھر ان کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل نہ کی۔ اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور نبیوں کی لعنت ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے میرا نام سنا اور مجھ پر درود نہ بھیجا، اس پر بھی لعنت ہے۔ اللہ کا اس بارے میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب: ٥٦)

اور تیسرا شخص وہ ہے جس نے رمضان کا مہینہ پایا مگر اس مغفرت و بخشش کے مہینے میں اپنے لیے اپنے رب سے بخشش حاصل نہ کر سکا اور اپنے گناہ معاف نہ کروا سکا، اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔ (41) حالانکہ اس ماہ مقدس میں تو اللہ تعالیٰ بہانے تلاش کرتا ہے کہ کسی بہانے بندے کے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ ایک مسلمان اللہ کی رضا کے لیے بوقت سحر اُٹھتا ہے۔ سحری کا انتظام کرتا ہے۔ کھانا تناول کرتا ہے اور سارا دن بھوکا پیاسا رہتا ہے، گناہوں سے پرہیز کرتا ہے شام کو جب اللہ کے حکم پر روزہ افطار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اب جو شخص اس ماہ غفران و رحمت میں بھی اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت حاصل نہ کر سکا اور رمضان کا مہینہ یونہی گزر گیا۔ معاملہ صرف یہی نہیں کہ وہ اجر و ثواب سے محروم ہو گیا بلکہ وہ رحمت الٰہی سے دور اور اللہ کی لعنت و پھٹکار کا بھی مستحق ٹھہرا۔

ابھی آپ کے سامنے جو آیت مبارکہ تلاوت کی گئی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی کوتاہی ہو گئی ہے۔ آپ کسی غلطی کے مرتکب ہو گئے ہیں اور بشری تقاضوں کے باعث کسی گناہ میں ملوث ہو گئے ہیں۔ اب تمہارا احساس ندامت تمہیں بے چین کیے ہوئے ہے تو

---

(41) مسند احمد: ٧٤٥١، ٨٥٥٧۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گھبرایئے نہیں۔ تمہارے رب کی رحمت و بخشش کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ گناہ گاروں کے لیے اس کے عفو و کرم کا اعلان عام ہے۔ اس کی بارگاہ عالی قدر میں سر جھکا کر معافی کے طلب گار بنیں، دل سے سچی اور پکی توبہ کریں تو اللہ رب العزت تمہیں ضرور معاف فرما دے گا۔

حقیقی عید کس کی ہے:

اگر آپ رمضان المبارک کی مقدس ساعتوں میں اپنے لیے بخشش کا اہتمام کر لیں۔ اپنے آپ کو گناہوں کی نحوست سے بچالیں اور اپنے دل و دماغ کو برے خیالات سے صاف کر لیں اور پھر عید منائیں۔ یقین کیجئے یہی تمہاری حقیقی عید ہے۔ عید تو حقیقت میں گناہوں کی معافی کا نام ہے۔ عید نئے اور قیمتی کپڑے پہننے کا نام نہیں، زرق برق کے لباس زیب تن کرنے کا نام نہیں اور نہ بہترین اور لذیذ کھانے کھانے کا نام ہے۔ عید تو اس کی ہے جس کو بارگاہ رب العزت سے گناہ کی معافی اور مغفرت کا پروانہ مل گیا۔ یہی شخص حقیقت میں سرخرو اور کامیاب ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے:

"لیس العید لمن لبس الجدید انما العید لمن خاف الوعید"

''اس شخص کی کوئی عید نہیں جس نے محض اپنے آپ کو لباس فاخرہ سے مزین کر لیا، بلکہ عید تو اس شخص کی ہے جو اللہ سے ڈرا اور اس کی بارگاہ میں توبہ کی۔''

توبہ کرنے والے کی کامیابی:

یہ آیت کریمہ بڑی اپیل کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ (تحریم: ۸)

''اے لوگو! اللہ کی بارگاہ میں پکی اور سچی توبہ کرو۔''

﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ (التحریم: ۸)

یقیناً اللہ تعالیٰ پکی اور سچی توبہ کرنے کی وجہ سے تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور گناہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی آلودگیاں تمہارے دامن سے ڈھل جائیں گی۔

﴿وَيُدۡخِلَكُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ﴾ (التحریم : ۸)

اللہ تمہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گے۔

﴿يَوۡمَ لَا يُخۡزِي ٱللَّهُ ٱلنَّبِيَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُۥ﴾ (التحریم : ۸)

روز قیامت اللہ تعالیٰ نبیوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو ذلیل و رسوا نہیں کرے گا۔ دنیا میں کوئی شخص دوست و احباب میں، رشتہ داروں میں یا کہیں بھی رسوا ہو جائے تو وہ سخت شرمندگی محسوس کرتا ہے، مگر اصل رسوائی تو قیامت کے دن کی رسوائی ہے۔ جس دن آدم علیہ السلام اور قیامت تک آنے والی انسانیت جمع ہوگی۔ جو شخص سب کے سامنے رسوا ہو گیا، وہ حقیقی طور پر ذلیل و رسوا ہو گیا، لہٰذا قیامت کی رسوائی سے بچنے کے لیے ابھی پکی اور سچی توبہ کریں۔

﴿نُورُهُمۡ يَسۡعَىٰ بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَبِأَيۡمَٰنِهِمۡ﴾ (التحریم : ۸)

قیامت کے دن سخت اندھیرے کا دن ہوگا، مگر سب کے لیے نہیں۔ صاحب ایمان لوگوں کو رب تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشنی ملے گی، یہ نور ان کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چلتا ہوگا۔ ان کے لیے ہر طرف اجالا ہوگا۔ یہ نور انہیں ان کی منزل دکھائے گا، اللہ تعالیٰ یہ نور ان لوگوں کو عطا کرے گا جن کو ذلت اور رسوائی سے بچائے گا۔ یہ روشنی اور اجالے میں چلنے والے کون لوگ ہیں؟ یہ وہی لوگ ہوں گے جو نمازیں پڑھنے والے، زکوٰۃ ادا کرنے والے، روزہ رکھنے والے، حج کرنے والے اور گناہوں سے توبہ کرنے والے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز رسوا نہ کرے گا، ان کا نور ان کے آگے پیچھے دوڑتا ہوگا۔

﴿رَبَّنَآ أَتۡمِمۡ لَنَا نُورَنَا﴾ (التحریم : ۸)

ان صاحب ایمان لوگوں کے دلوں میں یہ خدشہ ہوگا کہ یہ نور کہیں بجھ نہ جائے۔ ہماری یہ روشنی کہیں بھسم نہ ہو جائے تو وہ اپنے رب کے حضور استدعا کریں گے۔ اے ہمارے رب! ہمارے نور کو کامل کر دے۔ اس روشنی کو قائم کر دے کیونکہ اگر یہ نور بجھ گیا تو ہمیں ہماری منزل نظر نہیں آئے گی۔ جب کوئی روشنی نہیں ہوگی تو ہمیں راستے کا کیسے پتہ چلے گا، اے اللہ! ہمارے نور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو پورا کر دے اور ہمارے گناہ معاف کر دے تو ہر چیز پر قادر ہے۔ انسان کا اصل امتحان تو قیامت کے دن ہوگا جو اس امتحان میں کامیاب ہو گیا اسی کی کامیابی حقیقی اور یقینی ہے۔

روزہ اور اُس کا اجر:

قیامت کے روز روزہ بڑی قدر و قیمت رکھے گا، اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ باقی سب نیکیوں کا ثواب لوگوں کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دو اور روزہ میرے لیے ہے، میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

((اَلصَّوْمُ لِیْ وَأَنَا أَجْزِیْ بِہٖ)) ❶

میرے بندے نے روزہ میرے لیے رکھا، میرے لیے بھوکا پیاسا رہا اور گناہوں سے پرہیز کرتا رہا اور اب اس کا بدلہ بھی میں خود ہی دوں گا، یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے اور کتنا بڑا انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مغفرت فرما دے، اس کے گناہ معاف کر دے اور اپنی رضامندی سے اسے جنت میں بھیج دے اور جہنم سے بچا لے۔

اگرچہ اس دنیا میں بھی لوگوں کو بہت سی کامیابیاں ملتی ہیں مگر یہ وقتی اور عارضی ہیں۔ اصل کامیابی تو یہ ہے کہ انسان جہنم سے بچا لیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

یہ دنیا دھوکے کا سامان ہے، یہاں جو شخص پھنس گیا، شیطان بالآخر اسے پھسلا کر دوزخ میں پہنچا کر ہی دم لے گا، وہ پوری کوشش کرتا ہے کہ یہ شخص جنت میں نہ جا سکے۔

گزارش ہے کہ آج ۲۷ رمضان المبارک ہے اور اتفاق سے جمعۃ المبارک کا دن بھی ہے۔ اس ماہ مبارک کی مقدس ساعتوں کے گزر جانے میں صرف دو یا تین دن باقی ہیں۔ یہ جو دو تین روزے باقی ہیں ان کو غنیمت سمجھئے، توبہ و استغفار کیجئے۔ صدقہ و خیرات کیجئے اور نیکیوں کو جاری رکھیں، اللہ کی عبادت کریں اور جس طریقے سے نیکی کا کوئی کام سرانجام دیا

❶ صحیح مسلم، کتاب الصیام، حدیث: ۱۱۵۱۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جا سکتا ہے۔ اسے ضرور کریں۔ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور جود وکرم دیکھیے کہ وہ بندے کے نیکی کرنے اور مغفرت طلب کرنے کو بہت پسند کرتا ہے، اللہ رب العزت اپنے بندے سے کہتا ہے کہ اے میرے بندے! اگر تو ایک قدم میری طرف چل کر آئے گا تو میں دو قدم تیری طرف آؤں گا، تو میری طرف پیدل آئے گا تو میں تیری طرف دوڑ کر آؤں گا۔

توبہ اور تمثیل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

اللہ تعالیٰ اس بات کو بہت پسند کرتا ہے کہ کوئی بندہ اس کے حضور توبہ وانابت کے لیے ہاتھ پھیلا دے۔ اپنے گناہوں کا اعتراف کرے اور اپنی غلطی اور قصور پر پشیمان ہو۔ اپنے گناہوں پر معافی کا طلب گار ہو۔ اس سے اللہ بہت خوش ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کے توبہ کرنے سے اتنی خوشی ہوتی ہے جیسے ایک شخص اونٹ پر سوار ہے اور لق ودق صحرا میں سے گزر رہا ہے۔ اونٹ کے اوپر ہی اس کا زاد راہ رکھا ہے۔ سفر کرتے کرتے وہ تھک جاتا ہے۔ ایک ٹیلے پر سایہ دیکھتا ہے تو وہاں اتر جاتا ہے۔ اونٹ کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے اور خود تھوڑی دیر ستانے کے لیے لیٹ جاتا ہے۔ اس دوران اس کی آنکھ لگ جاتی ہے۔ جب آنکھ کھلتی ہے تو وہ نظریں گھما کر دیکھتا ہے اور اونٹ کو غائب پاتا ہے۔ اب اس شخص کے تو گویا پاؤں تلے سے زمین نکل جاتی ہے۔

اس شخص کی پریشانی کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں جس کا نہ صرف اونٹ غائب ہے بلکہ کھانے پینے کا جملہ سامان بھی غائب ہے۔ وہ ایک وسیع وعریض صحرا سے کیسے باہر نکل سکتا ہے جو خود بھوک سے نڈھال اور پیاس سے جاں بلب ہے۔ اونٹ تو پھر بھی کچھ دن بھوکا پیاسا رہ سکتا ہے مگر انسان بہت کمزور واقع ہوا ہے۔ وہ ایک دن رات بھی بھوک اور پیاس کی شدت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اب یہ شخص جب دیکھتا ہے کہ اونٹ غائب ہے تو گھبرا کر ٹیلے پر چڑھتا ہے۔ دور تک دیکھتا ہے مگر اسے اونٹ کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ اب دھوپ کی تیزی اور جھلسا دینے والی گرمی نے اس کا برا حال کر دیا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب اس کا مقدر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صرف موت ہے۔ اب اسے موت کا انتظار کرنا چاہیے۔ اب اپنے آپ کو تھکانے اور پریشان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

اب یہ شخص موت کے انتظار میں لیٹ جاتا ہے۔ اس پر نیند طاری ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلتی ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کا اونٹ زادِ راہ کے ساتھ اس کے پاس موجود کھڑا ہے۔

یہ مثال بیان فرمانے کے بعد آقائے دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا! اے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم! تمہارا کیا خیال ہے کہ اس شخص کو اونٹ کے ملنے کی کتنی خوشی ہوگی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے اللہ کے سچے رسول ﷺ! اس شخص کو صرف اونٹ نہیں ملا بلکہ زندگی دوبارہ مل گئی ہے، کیونکہ اگر اسے اونٹ نہ ملتا تو وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا۔ اب اسے اس کا اونٹ مل گیا، کھانے پینے کا سارا سامان مل گیا، گویا اُسے ایک نئی زندگی مل گئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اونٹ کے مل جانے سے اس شخص کو اتنی خوشی ہوئی کہ شدت فرحت وانبساط سے اور بے قابو خوشی کے جذبات سے وہ اونٹ کو پکڑتا ہے اور کہتا ہے، اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب، خوشی و مسرت کے بے پناہ جذبات میں اسے یہ ہوش ہی نہیں رہا کہ وہ الٹے کلمات کہہ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اس مثال کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اس شخص کو اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی کہ اللہ کو اپنے اس بندے کے اعتراف گناہ سے ہوتی ہے جو کہتا ہے، اے اللہ میں بھولا رہا، تیری ناراضگی کے کام کرتا رہا اور تیری نافرمانی کے کاموں میں لگا رہا، اے اللہ میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد تیری نافرمانی نہیں کروں گا، اللہ کو اس اونٹ کے ملنے والے سے بھی زیادہ اس بندے کے متعلق خوشی ہوتی ہے جو سچی اور پکی توبہ کرتا ہے۔ (1)

یہ مثال کس نے بیان فرمائی؟ آقائے دو جہاں ﷺ نے، اس سے بہترین مثال کون بیان کرسکتا ہے۔ ایسا شخص جو زندگی کی امید سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ ایک دم اونٹ کے ملنے کی وجہ سے اس میں حیات و زیست کی امید جگ مگا اٹھتی ہے۔ بھلا اس شخص کی خوشی کا کوئی

(1) صحیح بخاری، کتاب الدعوات، حدیث: ٦٣٠٩، صحیح مسلم، کتاب التوبة، حدیث: ٢٧٤٧.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ٹھکانہ ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت کو اپنے بندے کے متعلق خوشی ہوتی ہے جو اللہ کی راہ میں سچی توبہ کرتا ہے۔

توبہ کی ایک اور مثال:

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ایک اور مثال بیان فرمائی۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص نے نناوے قتل کیے۔ اس کے بعد اسے توبہ کا خیال آیا۔ لیکن قتل تو بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے، قرآن اس بارے میں اس گناہ کی ہولناکی کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ (النساء: ۹۳)

''جو شخص جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کر دے، اس کی جزا اور اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔''

بتائیے یہ تو ایک بندے کے قتل کا گناہ ہوا۔ جس بدبخت نے ننانوے افراد سے ناحق طور پر زندگی کا حق چھین لیا ہو، اس کے گناہوں کی نحوست کا کیا عالم ہوگا، اب اس شخص نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ میرے جیسے گناہ گار بندے کی بھی توبہ قبول کرے گا؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ فلاں بندہ بڑا عبادت گزار ہے، اُس سے پوچھو، وہ تمہیں صحیح مسئلہ بتائے گا، یہ گناہ گار شخص اس کے پاس پہنچا، اسے اپنی سرگزشت سنائی اور اپنی توبہ کے بارے میں پوچھا، یہ شخص چونکہ عالم نہیں تھا، اس لیے اس نے کہا جہنم میں جانے کے لیے تو ایک قتل ہی کافی ہے اور تم نے ننانوے قتل کیے ہیں، تیری توبہ کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ مسئلہ پوچھنے والے نے غصے میں آکر اسے بھی قتل کر دیا، اسی طرح سو کی گنتی پوری کر دی۔

یہ شخص اگرچہ قاتل تھا، جلاد تھا مگر پھر بھی اس کے ذہن و ضمیر میں ایمان کی روشنی موجود تھی، جو اگرچہ اس شخص کی بداعمالیوں کی وجہ سے بہت مدہم ہو چکی تھی، اب ایک مرتبہ پھر اس کے ضمیر میں خلش پیدا ہوئی، اس نے پھر لوگوں سے پوچھا، اس بار اسے بتایا گیا کہ فلاں جگہ ایک عالم دین رہتا ہے۔ اس کے پاس جاؤ، وہ تمہیں صحیح مسئلہ بتائے گا، وہ اُس عالم کے پاس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہنچا اور عرض کیا کہ مجھ سے سو قتل ہو گئے ہیں۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرنی چاہیے اور جس بستی میں تم نے یہ گناہ کیے ہیں اسے چھوڑ کر نیک لوگوں کی بستی کی طرف ہجرت کر جا، امید ہے اللہ رب العزت تیرے گناہ معاف کر دے گا۔

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ اے اللہ کے حبیب ہم نے زمانہ جاہلیت میں اتنے گناہ کیے کہ ہم انہیں گن نہیں سکتے۔ اب ہم ایمان لے آئے ہیں، تو کیا اللہ تعالیٰ ہمارے گزشتہ گناہ معاف فرما دے گا؟ اب ہم نے جاہلیت کی زندگی سے توبہ کر لی ہے، کیا اللہ ہماری توبہ کو شرف قبولیت بخشے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں اسلام قبول کرنے اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لینے اور توبہ کر لینے سے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۝﴾ (الزمر: ۵۳)

''اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہو، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، اللہ سب گناہوں کو بخش دینے والا ہے، وہ تو بہت ہی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

بنی اسرائیل کے مذکورہ شخص کا حال بیان ہو رہا ہے، اس شخص نے سچی اور پکی توبہ کی اور نیک لوگوں کی بستی کی جانب سفر ہجرت شروع کر دیا، اس شخص کا سفر ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ اسے موت نے آلیا۔ اس کی موت پر جنت اور جہنم کے فرشتوں میں جھگڑا ہوا۔ جنت کے فرشتے کہتے تھے کہ اس شخص کے توبہ کرنے کے بعد جنت اس پر واجب ہو گئی ہے۔ لہٰذا ہم اس کو جنت میں لے جائیں گے اور جہنم کے فرشتے کہتے تھے اس شخص نے اتنے گناہ کیے ہیں کہ جو اتنی آسانی کے ساتھ دھل نہیں سکتے۔ یہ جہنم کا مستحق ہے، لہٰذا ہم اس کو جہنم میں لے کر جائیں گے۔

فرشتوں کا یہ جھگڑا اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! دونوں طرف سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زمین کی پیمائش کرو، جس بستی سے آیا ہے اس کے راستے کی بھی پیمائش کرو اور جدھر جا رہا ہے، اس کی بھی پیمائش کرو، حدیث میں ہے کہ اس شخص نے برے لوگوں کی بستی سے ابھی تھوڑا ہی سفر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ سکڑ جا اور نیک لوگوں کی بستی کے قریب ہو جا اور برے لوگوں کی بستی سے دور ہو جا۔ زمین نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ نیک لوگوں کی بستی کے قریب ہوگئی۔ اللہ رب العزت نے حکم دیا کہ اسے جنت میں لے جاؤ۔ (1) اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر سو بندوں کا قاتل بھی سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی معاف کر دیتے ہیں۔

حجاج بن یوسف کی توبہ کا واقعہ:

اب اسی سلسلے کا ایک واقعہ تاریخ اسلامی سے سماعت فرمایئے، حجاج بن (2) یوسف کا نام

(1) صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث: ۳٤٧٠.

(2) حجاج بن یوسف 41ھ میں طائف میں پیدا ہوا۔ اِس کا تعلق بنو ثقیف سے تھا۔ اپنی جوانی میں اُس نے اپنے وطن ہی میں بطورِ معلم خدمات سرانجام دیں۔ بعد ازاں عبدالملک کے دورِ حکومت میں دمشق آیا اور جلد ہی اپنی صلاحیتوں کی بنا پر خلیفہ کی نظروں میں اہم مقام حاصل کر لیا۔ کیونکہ اُس نے بعض باغی گروہوں کی سرگرمیوں کا خاتمہ کر کے نظم و ضبط بحال کر دیا تھا۔ اِس کے بعد 72ھ میں حجاج نے سیدنا مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں عراق کے معرکوں میں فتح حاصل کی۔ عراق کی اِس کامیابی کے بعد عبدالملک نے اُسے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں مکہ روانہ کیا۔ حجاج نے 72ھ میں اُسے بھی اموی خلافت کے راستے سے ہٹا دیا۔ اِس پر عبدالملک نے اُسے حجاز، یمن اور یمامہ کا گورنر بنا دیا۔ 75ھ میں انہیں عراق کی شورشوں کو دبانے کے لیے بھیجا گیا تو اُس نے 77ھ میں خارجی سردار شبیب بن یزید کو شکست دے کر یہاں امن و امان کی صورتِ حال بہتر بنا دی۔ اِس کارنامے کی وجہ سے عبدالملک نے 78ھ میں خراسان اور بجستان کے علاقے بھی حجاج کے کنٹرول میں دے دیے۔ اِس طرح حجاج پورے اسلامی مشرق کا بلا شرکت غیرے حکمران بن گیا۔ عبدالملک کے بعد ولید خلیفہ بنا تو اُس نے حجاج کے اختیارات میں مزید توسیع کر دی۔ اموی دورِ حکومت میں مشرق کی بیشتر فتوحات حجاج ہی کی مرہونِ منت ہیں۔ قتیبہ بن مسلم اور محمد بن قاسم کو اُسی نے مشرقی مہمات پر بھیجا تھا اور ہر طرح سے انھیں مدد بہم پہنچائی تھی۔ ⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو آپ نے سنا ہوگا، یہ متضاد صفات کا حامل شخص تھا۔ اس کے نامۂ اعمال میں اسلام کی خدمات کے بھی کچھ اعمال ہیں تو دوسری طرف یہ شخص انتہائی سفاک قاتل تھا۔ اس نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ جیسے تابعی کو شہید کیا۔ مزید برآں مجموعی طور پر ایک لاکھ بیس ہزار افراد اس کی خون آشام تلوار کا نشانہ بن گئے۔ بالآخر حجاج بن یوسف کے پیٹ میں ایک زہر آلود پھوڑا نکلا۔ جس سے وہ شدید بیمار ہوگیا، اس کی حالت دن بدن تیزی سے بگڑنے لگی، اسی حالت میں ایک دن اس کی والدہ اُسے ملنے آئی، وہ حجاج کے پاس بیٹھ کر افسوس کرنے لگی کہ حجاج تیرا کیا بنے گا، تو نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو قتل کر دیا، ایک مسلمان کو قتل کرنا جہنم کے لیے کافی ہے اور تو نے تو سوا لاکھ مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

⇦ حجاج بن یوسف کی عسکری اور انتظامی خدمات کے علاوہ کچھ اور بھی خدمات ہیں۔ اُس نے قرآن مجید پر اعراب لگوائے اور اُسے اجزا (پاروں) میں تقسیم کیا۔ اُس نے 76ھ میں خالص عربی سکے ڈھلوائے جنھوں نے بہت جلد بازنطینی اور ساسانی سکوں کی جگہ لے لی۔ 83ھ میں اُس نے کوفے اور بصرے کے درمیان واسط شہر تعمیر کروایا۔ زراعت کے شعبے میں اصلاحات کیں اور محاصل کے دیوان کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کروایا۔

مزید برآں حجاج اعلیٰ اَدبی ذوق بھی رکھتا تھا اور خالص عربی کو بڑی اہمیت دیتا تھا۔ وہ شاعروں اور ادیبوں کا سرپرست تھا اور خود عربی زبان واَدب کا بے مثال خطیب ومقرر تھا۔ کوفے میں حجاج نے جو پہلا خطبہ دیا وہ عربی اَدب کا شاہکار تسلیم کیا جاتا ہے۔ اِس میں بلا کی فصاحت وبلاغت پائی جاتی ہے۔

حجاج کی زندگی کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اُس کی تیغ بے نیام نے باغیوں، سرکشوں اور شورش پسندوں کا قلع قمع کیا، وہاں اِس سے کچھ بے گناہوں کے گلے بھی کٹ گئے۔ مگر اِس ضمن میں زیادہ تر افسانے اُس کے دشمنوں کے تراشے ہوئے ہیں۔

حجاج بن یوسف بلا شبہ اپنے دور کا نامور سیاست دان، تجربہ کار سپہ سالار، شعلہ بیان مقرر اور ایک غیرت مند مسلمان تھا۔ مگر اُس کی طبیعت میں عدم تحمل، ضبط نفس کی کمی اور حلم وبردباری کا فقدان تھا۔ اِس طرح جہاں وہ اعلیٰ درجے کی خوبیاں رکھتا تھا وہاں کچھ خامیوں نے بھی اُس کے دامن کو داغدار کر رکھا تھا۔ اگر اُس کی طبیعت کے بعض ناموزوں پہلوؤں کو ہدف تنقید بنایا جاسکتا ہے تو اُس کے بعض محاسن اور خوبیوں سے بھی صرفِ نظر ممکن نہیں۔ حجاج نے 95ھ میں واسط میں انتقال کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حجاج بن یوسف اموی خلافت کے دور میں بلاد عراق کا گورنر تھا۔ یہ علاقہ شورش زدہ تھا۔ یہاں آئے روز بغاوتوں کے لاوے پھوٹتے رہتے تھے۔ حجاج نے یہاں امن و امان بحال کرنے اور شورشوں کو دبانے کے لیے تلوار کا کچھ بے جا استعمال کیا، جس سے شورش پسندوں کے ساتھ ساتھ بہت سے بے گناہ لوگ بھی حجاج کی تلوار کا نشانہ بن گئے۔

حجاج چونکہ حکومت میں تھا اور حکومت ایک ایسی چیز ہے کہ جب کسی شخص کو حکومت و اقتدار کا نشہ چڑھ جائے تو وہ اپنے مخالفوں کو ختم کرنے کے لیے ظلم بھی کرتا ہے۔ لہٰذا حجاج بھی ظلم و تشدد سے اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا۔

حجاج کی والدہ نے بہت واویلا کیا کہ بیٹا تو مر کر سیدھا جہنم میں جائے گا تو نے اتنا ظلم کیا ہے کہ جو بھی تیرے سامنے آیا تیری تلوار کا نشانہ بن گیا۔ حجاج اپنی والدہ کی باتیں سنتا رہا اور بالآخر بڑی حاضر جوابی کے ساتھ کہنے لگا، اے میری ماں! اگر قیامت کے روز میرا معاملہ اللہ تعالیٰ تیرے سپرد کر دے تو تو میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی اور میرے متعلق تیرا کیا فیصلہ ہوگا، ماں سوچ میں پڑ گئی، کہنے لگی یہ صحیح ہے کہ تو نے ایک خلق کثیر کو تہ تیغ کیا ہے مگر میں ایک ماں ہوں۔ میں تجھے کبھی جہنم میں نہیں پھینک سکتی۔ میں تو پوری کوشش کروں گی کہ تیری بخشش ہو جائے۔ یہ سن کر حجاج تڑپ کر بولا، میری ماں! میں جس ذات کی طرف جا رہا ہوں وہ تجھ سے کہیں زیادہ شفیق و رحیم ہے۔ میں اس کی رحمت و رافت سے قطعاً مایوس نہیں ہوں۔ اگر تو میرے بارے میں اتنی شفقت کا جذبہ رکھتی ہے کہ مجھے چھوڑ دے گی تو میرا خالق و رب بھی مجھے معاف کر کے میری مغفرت فرما دے گا کیونکہ وہ تو نہایت رحیم اور غفور ہے۔

اللہ قادر مطلق ہے وہ جس کو چاہے بخش سکتا ہے۔

﴿وَيَغْفِرُ لِمَن يَشَآءُ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ﴾ (المائدہ : ٤٠)

ہر شخص کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ وہ اپنے بندے سے جیسا چاہے ویسا سلوک کرے، کون اس کا ہاتھ پکڑ سکتا ہے، مگر یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کے ہاں کسی طرح کی بے انصافی نہیں ہوگی، وہ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرے گا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بندۂ مومن اور خوف وامید کی کیفیت:

حدیث میں ہے کہ ایک صحابیٔ رسول جب دنیا سے جانے لگا، اس کے نزع کے وقت نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا، اب تیرے دل کی کیفیت کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے اپنے گناہوں سے ڈر لگتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے گناہوں اور میری بداعمالیوں کو دیکھا تو پھر میری بخشش ناممکن ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دیکھتا ہوں تو امید بندھ جاتی ہے کہ وہ میرے سارے گناہ معاف کر کے مجھے اپنے سایۂ رحمت میں لے لے گا۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ یہ شخص مومن ہے، مومن کی یہی کیفیت ہوتی ہے وہ امید ورجا میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بے خوف بھی نہیں ہوتا، وہ اللہ کی رحمت وبخشش کی امید بھی رکھتا ہے اور اپنے گناہوں سے ڈرتا اور لرزتا بھی ہے۔ ❶ کوئی شخص اپنے آپ کو حتمی طور پر نہ جہنمی کہہ سکتا ہے اور نہ جنتی اور نہ کوئی دوسرا کسی شخص کے حتمی طور پر جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ کرسکتا ہے۔ سوائے اس شخص کے کہ مرتے ہوئے اس کی زبان پر کفریہ کلمات ہوں تو اس کو جہنمی کہا جاسکتا ہے اور جس شخص کی زبان پر دم واپسیں ایمان کے کلمات ہوں، اسے جنتی کہا جاسکتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

((من کان اٰخر کلامه لا اله الا اللّٰه دخل الجنة)) ❷

''جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔''

قبولِ ایمان کی برکات:

ایک شخص منافقین میں بیٹھا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اسے ایمان کی دعوت دیتے تو وہ کہتا کہ اس کو قبول کرنے سے میرا دل انکار کرتا ہے۔ جب جنگ احد کا آغاز ہوا تو اس شخص نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر کوئی شخص پہلے ایمان لائے اور پھر جہاد میں شامل ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اس شخص کی طرح کر دیتا ہے جو ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کا دل ایمان ویقین کی روشنی سے بھر گیا۔ وہ معرکۂ کارزار میں گیا۔ بڑی بہادری اور جرأت کے

❶ ترمذی، ابواب الجنائز، حدیث: ۹۸۳، سنن ابن ماجه، حدیث: ۴۲۶۱.

❷ سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، حدیث: ۳۱۰۰.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ساتھ لڑا، کئی کافروں کو قتل کیا اور بالآخر اس طرح گرا کہ وہ آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اس حالت میں ایک شخص اُسے ملا اور پوچھا۔ اے فلاں تو تو منافق تھا۔ کلمہ پڑھنے سے انکاری تھا تو یہاں کیسے آ گیا۔ اس نے کہا کہ بے شک پہلے ایسا ہی تھا، میرے دل میں خیال آیا کہ ایمان قبول کرلوں اور پھر جہاد کروں۔ اس خیال سے میں نے ایمان قبول کرلیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ سن رکھو کہ میں کلمہ توحید پر جان دے رہا ہوں لا الہ الا اللہ کہا اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس شخص کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا جس نے ابھی نماز بھی نہیں پڑھی، روزہ بھی نہیں رکھا، زکوٰۃ بھی نہیں دی اور حج بھی نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، بلاشبہ یہ شخص جنتی ہے۔ کیونکہ یہ دل سے مسلمان ہوا، جہاد میں شریک ہوا اور اپنی جان کی بازی لگا دی، اللہ تعالیٰ نے اس کے سارے گناہ معاف کردیئے اور اسے جنت میں داخل کردیا ہے۔ [1]

رمضان کے بعد رحمتِ الٰہی:

آپ خواہ کتنے ہی گناہ گار ہیں۔ اپنے رب کی رحمت کے امیدوار رہیں۔ رمضان کی ان بابرکت گھڑیوں میں سچی اور پکی توبہ کریں اور اپنے گناہوں سے پاک صاف ہو جائیں۔

اس حالت میں جب ہم عید پڑھنے کے لیے نکلیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا، میرے یہ بندے کیوں اکٹھے ہوئے ہیں، فرشتے کہیں گے اے اللہ انہوں نے پورے ایک مہینے تک مزدوری کی ہے، بھوک پیاس برداشت کی ہے۔ اللہ اب یہ اپنی مزدوری کی اجرت چاہتے ہیں، تو اللہ کہے گا، فرشتو! تم سب گواہ ہو جاؤ۔ میں نے ان سب کو بخش دیا ہے۔ ان کے سارے گناہ بخش دیئے ہیں، اور ان کی سب کوتاہیوں سے صرف نظر کرلی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی طرف رجوع کرنے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور پکی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

[1] سنن نسائی، حدیث: ۱۹۵۵.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ ذوالحجہ کے فضائل اور اہم واقعات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ○﴾

(النساء: ٦٩ـ٧٠)

محترم سامعین!

یہ آیات جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت فرمائی ہیں، ان کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرے گا، وہ قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکو کار لوگوں کے ساتھ ہوگا، یہ سب کی سب انسانی جماعتیں اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ اور انعام یافتہ لوگوں کی ہیں۔ ان کی رفاقت اور معیت یقیناً ایک بہت بڑا اعزاز

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ کسی شخص کو اس عظیم اعزاز واکرام کا ملنا بلاشبہ اللہ کا بہت بڑا فضل اور انعام ہے اور اللہ اپنے بندوں کے دل ودماغ میں اٹھنے والے ہر خیال کو خوب خوب جاننے والا ہے۔

میرے عزیزو اور دوستو!

یہ ذوالحجہ کا مہینہ ہے جو بہت محترم اور بابرکت مہینہ ہے۔ اس کے ابتدائی دس ایام پورے سال کے سب سے زیادہ بابرکت دن ہیں، ان دنوں میں ہم عید الاضحیٰ بھی مناتے ہیں اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے قربانیاں بھی کرتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ توفیق دے وہ حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کر لیتا ہے۔ اس ماہ مقدس سے اسلامی تاریخ کے چند اہم واقعات بھی وابستہ ہیں۔

شہادتِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ:

اس مہینے کی اٹھارہ تاریخ کو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار تھے۔ اس لیے انہیں ذوالنورین بھی کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ راشد تھے۔ جن کو باغیوں اور منافقوں نے مدینہ طیبہ کی سرزمین پر بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اسلامی تاریخ کا مظلوم ترین شہید کہا جا سکتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سانحہ شہادت نے اسلامی تاریخ پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ [1]

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک پیش گوئی:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے کچھ وقت پہلے اپنی خداداد بصیرت کی بناء پر ایک پیش گوئی فرمائی تھی کہ اگر تم نے مجھے شہید کر دیا تو یاد رکھو! اس کے بعد تم قیامت تک کبھی متحد نہ ہوسکو گے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی یہ پیش گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی اور آج صدیاں بیت جانے کے بعد بھی سب مسلمان کسی ایک عقیدہ اور فکر سے منسلک نہیں ہو سکے۔ مختلف گروہوں

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ طبری، البدایۃ والنہایۃ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور جماعتوں میں بٹ کر رہ گئے ہیں۔ بہت سے متشدد گروہ اور فرقے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کے روادار نہیں۔ بلکہ مذہبی منافرتوں کی بنیاد پر ایک دوسرے کا خون تک بہانے سے نہیں چوکتے۔

جنگِ صفین کا حادثہ:

اسلامی تاریخ میں محض غلط فہمیوں کی بنیاد پر اسلام کے صدر اول میں ایک خونریز جنگ برپا ہوئی جس نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا۔ آپس میں بپا ہونے والی یہ جنگ تاریخ میں ''صفین'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس جنگ میں ۷۰ ہزار مسلمانوں کا خون بہہ گیا۔ جس سے امت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ یہ جنگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکروں کے درمیان منافقین اور اسلام دشمن افراد کی کارستانیوں کے نتیجہ میں برپا ہوئی تھی۔ صفین سے پہلے روم و ایران سے ہونے والی ۴۵ جنگوں میں مسلمانوں کا اتنا جانی نقصان نہ ہوا تھا جتنا صرف ایک بلا وجہ کی جنگ میں ہو گیا تھا۔ اس جنگ کا ایک اور عظیم نقصان یہ ہوا کہ فتوحات کا سلسلہ رک گیا۔ مسلمانوں پر ضعف و انحطاط کے سائے منڈلانے لگے، اگر مسلمانوں کی افرادی قوت کو یہ بڑا نقصان نہ پہنچا ہوتا تو مسلمان رومی دارالحکومت قسطنطنیہ کو فتح کر کے یورپ پر ٹوٹ پڑتے جس کے نتیجے میں اسلام کے دور اول ہی میں پورا یورپ اسلام کے زیر نگیں ہوتا اور مشرق میں چین، جاپان اور ہندوستان اسلام کے قدموں میں ہوتے۔

بہر حال مسلمان صفین میں ایک گہری سازش کا شکار ہو کر اپنی قوت سے ہاتھ دھو بیٹھے، حالانکہ اس سے قبل مسلمانوں نے ۳۶ ہزار کے اسلامی لشکر سے پورے ایران کو فتح کر لیا تھا اور اتنے ہی لشکر سے رومیوں سے بہت سے علاقے چھین لیے تھے۔ روم اس زمانے میں یورپ، افریقہ اور ایشیاء کے پندرہ ممالک پر مشتمل تھا۔ شام اور ترکی سے لے کر بلغاریہ، رومانیہ، یوگوسلاویہ، ہنگری اور اٹلی تک اس کی حکومت پھیلی ہوئی تھی اور مصر بھی اس کے ماتحت تھا۔ [1]

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ طبری، البدایۃ والنہایۃ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن سبا کی سازشیں:

صفین کی جنگ ایک پروپیگنڈے کا نتیجہ تھی۔ اس پروپیگنڈے کا مرکزی لیڈر معروف فتنہ پرور عبداللہ بن سبا تھا۔ یہ بہت سازشی اور عیارانہ طبیعت رکھتا تھا۔ پہلے اس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف پروپیگنڈا کیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر اقرباء پروری اور کچھ دوسرے شدید الزامات عائد کیے۔ اس کا مقصد لوگوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بدگمان کرنا تھا۔ یہ الزامات محض اتہامات تھے۔ حقیقت کی دنیا میں جن کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ [1]

میڈیا کا پروپیگنڈہ

جرمن ڈکٹیٹر ہٹلر کا ایک وزیر بوبل پروپیگنڈے کا ماہر تھا، وہ اس ماہرانہ انداز اور چابک دستی سے جھوٹ بولتا کہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھاتا۔

آج ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، اخبارات، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے۔ آج باطل قوتیں پروپیگنڈے کے زور پر اپنے افکار ونظریات کو پھیلا رہی ہیں اور اس مقصد کے لیے تمام دستیاب ذرائع استعمال کر رہی ہیں، جھوٹی خبریں بنتی ہیں اور پھر میڈیا کے پروپیگنڈے سے انہیں درست باور کرانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ ایک ہی خبر جب دنیا بھر کے ٹی وی چینلز پر نشر ہونے لگتی ہے تو دنیا اسے سچ سمجھنے لگتی ہے۔

اقوام متحدہ کا دوہرا معیار:

آج اہل کفر نے مل کر مسلمانوں کو نشانہ بنایا ہوا ہے۔ عراق میں مسلمان قتل کیے جا رہے ہیں۔ کشمیریوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہے اور فلسطین میں مسلمانوں کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ لیکن کوئی نوٹس نہیں لیتا۔ اس ظلم اور تشدد کے خلاف یونائیٹڈ نیشن میں کوئی قرارداد پاس نہیں ہوتی۔ ایک مسلمان کا قتل اتنا ارزاں ہے جیسے کسی جانور کو ذبح کرنا۔

---

[1] ان اعتراضات کے جواب کے لیے دیکھیں: حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کی کتاب خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے معاملے میں اقوام متحدہ سستی، مداہنت اور لیت ولعل سے کام لیتی ہے اور عدل وانصاف کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔ مگر جب معاملہ غیر مسلموں کا ہو تو اسے انصاف یاد آ جاتا ہے اور وہ محکوم قوموں کی آزادی وحریت کے حقوق کا برملا واویلا کرنے لگتی ہے۔ مثلاً انڈونیشیاء کے جزیرے مشرقی تیمور میں عیسائیوں کی تھوڑی سی آبادی تھی۔ اقوام متحدہ نے مغربی طاقتوں کے ایما پر فوراً قرارداد پاس کر لی کہ یہاں عیسائیوں کی اکثریت ہے۔ اس لیے یہاں ایک عیسائی حکومت قائم ہونی چاہیے۔

اسی طرح سوڈان جو براعظم افریقہ کا سب سے بڑا ملک ہے اور رقبے کے لحاظ سے اسلامی دنیا میں اسے اولیت حاصل ہے۔ اس ملک کے جنوبی حصہ میں عیسائیوں کو اکثریت حاصل تھی۔ لہٰذا وہاں پر بھی ایک عیسائی حکومت قائم کر دی گئی، مگر دوسری طرف کشمیر اور فلسطین میں مسلم اکثریت کے باوجود انہیں طویل عرصے سے حق خود ارادیت سے محروم رکھا ہوا ہے۔ آخر یہ دوعملی کیوں ہے؟ کشمیر اور فلسطین میں انسانی حقوق کی پامالیوں پر اقوام متحدہ کی عدل وانصاف کی پیشانی پر کیوں بل نہیں پڑتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں کوئی مجرم ہے تو مسلمان ہوتا ہے، اگر پاکستان میں مسلمان نہ ہوتے بلکہ کوئی دوسری قوم یہاں آباد ہوتی تو اس کے نیوکلیئر پاور بننے پر ساری دنیا میں امریکہ سمیت خوشی کے شادیانے بجائے جاتے چونکہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، اس لیے کسی کو کوئی خوشی نہیں۔ بلکہ وہ پاکستان کو اپنے لیے خطرہ سمجھے ہوئے ہیں اور حیلوں بہانوں سے اسے ایٹمی قوت سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔

اس وقت امریکہ ہم پر الزام لگاتا ہے کہ ہم دوہری پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ وہ اس طرح کہ ہم امریکہ کو لاجسٹک سپورٹ بھی دیتے ہیں اور خفیہ طور پر طالبان کی مدد بھی کرتے ہیں۔ اگر ہم مسلمان ہونے کی بجائے عیسائی ہوتے تو ہماری پیٹھ ٹھونکی جاتی کہ تم انسانیت کی بڑی خدمت بجالا رہے ہو۔ ہر طرف ہماری تحسین وآفرین کے ڈونگرے برس رہے ہوتے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلم اتحاد۔ وقت کی اہم ضرورت:

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ساری دنیا میں مسلمان ایک امتحان سے گزر رہے ہیں۔ آج کا دور ہمیں دعوت فکر دیتا ہے کہ ہم اس دنیا میں عزت و وقار کے ساتھ جینے کے آرزومند ہیں تو پھر ہمیں اپنی صفوں میں کامل اتحاد و یک جہتی پیدا کرنا ہوگی۔ ورنہ ہم اسی طرح ذلیل وخوار ہوتے رہیں گے۔ اگر یونائیٹڈ سٹیٹ آف امریکہ ۵۲ ریاستوں کے اوپر ایک سٹیٹ بن سکتی ہے تو ۵۷ اسلامی ممالک کی ایک مشترکہ حکومت کیوں نہیں بن سکتی۔ اگر ایسا ہو سکے تو ہم عزت وسربلندی کے ساتھ جی سکیں گے۔ ہم دنیا سے اپنے حقوق مانگ سکیں گے اور کسی کو ہماری عزت نفس اور ہماری آزادی پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں ہوگی۔

عالم کفر کی سازشیں:

ہم اس وقت ایک نیوکلیر پاور ہیں، مگر اس کے باوجود ہماری بے بسی کا عالم یہ ہے کہ ہم ستر سال گزر جانے کے باوجود کشمیر حاصل نہیں کر سکے۔ حالانکہ وہاں نوے فیصد آبادی مسلمان ہے اور یہ علاقہ تین اطراف سے پاکستان سے ملتا ہے۔ اس لیے یہ پاکستان کو ملنا چاہیے تھا مگر کفریہ طاقتوں کی دوغلی پالیسی کی وجہ سے کشمیر ہمیں نہ مل سکا۔ اسی طرح بنگلہ دیش کو ایک سازش کے تحت ہم سے الگ کر دیا گیا۔ ہم اس کو بھی واپس نہیں لے سکتے۔

عالم کفر باتیں تو کرتا ہے انسانی حقوق کی، انسانی آزادیوں کی اور انسان دوستی کی، مگر اندر ہی اندر مسلمانوں سے عداوت اور بغض بھی رکھتا ہے۔ اس لیے وہ ہمیں کوئی حقوق دینے کے لیے تیار نہیں، اگر ہم اپنے حقوق حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کتاب اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا ہوگا، سنت رسول ﷺ سے تمسک کرنا ہوگا اور اپنے اختلافات ونزاعات کو خیر باد کہنا ہوگا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور فرقہ بندی:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

''اے لوگو! سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹ جاؤ۔''

مگر ہم نے اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت پر عمل نہ کیا اور مختلف فرقوں، جماعتوں اور گروہوں میں بٹ کر امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ (البقرہ: ۲۱۳)

مسلمانو! تم ایک امت واحدہ تھے۔ اللہ نے تمہاری طرف پیغمبر اور رسول بھیجے تاکہ وہ تمہیں خوش خبریاں دیں اور اللہ کے عذاب سے ڈرائیں اور اللہ کی کتاب کی تعلیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے تمہارے باہمی اختلافات رفع کریں۔ اس واضح حکم کے باوجود تم نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال کر محض ضد اور ہٹ دھرمی سے اختلاف و نزاع کو اپنا وطیرہ بنا لیا۔

آج اگر تمہیں کہا جائے کہ نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے تو تم کہتے ہو ہم نے اپنی فقہ پر چلنا ہے تو پھر بتایا جائے کہ آپ نے نبی کریم ﷺ کا حکم مانا یا اپنے امام کا؟ اگر آپ ائمہ کے نام پر اختلافات کرتے چلے جائیں گے تو پھر کبھی بھی اتفاق و اتحاد کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔ پھر فرقوں پر فرقے بنتے چلے جائیں گے اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں ہمیں فرقوں میں بٹ جانے سے روکا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اہل

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حدیث یہ سوچ کر کہتا ہے کہ وہ ایک فرقہ ہے تو میں اس کو بھی غلط سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر وہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کی طرف نسبت کرے تو یہ بلاشبہ درست ہے۔ لیکن اگر فرقہ سمجھ کر اپنے آپ کو اس کی طرف منسوب کرے تو یہ غلط ہے۔

فرقہ بازی کا یہ رجحان یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ ایک ایک فرقے میں دس دس، بیس بیس فرقے مزید بن گئے ہیں۔ تقسیم در تقسیم کے اس عمل نے مسلمانوں کو بہت چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بانٹ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہماری قوت و شوکت ایک قصۂ پارینہ بن کر رہ گئی ہے۔ آج اہل کفر اگر ہماری پٹائی کر رہے ہیں، ہماری تذلیل و توہین کر رہے ہیں تو اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم ایک نہیں ہیں۔ خود اپنے ملک کے مختلف مسالک فکر پر نگاہ ڈال کر دیکھ لو کہ ان کے مذہبی، سیاسی اور تنظیمی بنیادوں پر کتنے کتنے ذیلی فرقے بن چکے ہیں۔“

اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی سب کا یہی حال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کی ابتدائی دور میں قلت تعداد اور کمزور پوزیشن کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (الانفال: ٢٦)

”اے اہل ایمان اس وقت کو یاد کرو جب تمہاری تعداد بہت کم تھی، تمہیں زمین میں کمزور اور بے بس سمجھا جاتا تھا اور تمہیں خدشہ رہتا تھا کہ اہل کفر اپنی کثرت تعداد اور قوت کے بل بوتے پر تمہیں مٹا ہی نہ دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کے ساتھ تمہارے ہاتھ مضبوط کیے۔“

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ہے کہ جب مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کی پہلی بار مردم شماری کی گئی تو اس وقت ان کی کل تعداد ۱۵۰۰ تھی۔ جن میں چھ سو مرد، آٹھ سو عورتیں اور باقی بچے

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ مگر آج مسلمانوں کی مجموعی تعداد ایک ارب ساٹھ کروڑ ہے۔ اس کے باوجود دنیا میں ہمیں کمزور سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ ایمان کی کمزوری اور باہمی نااتفاقی اور ناچاکی ہے۔ اگر آج بھی ہم عملاً کتاب اللہ کی تعلیمات کو اپنائیں اور اپنی فرقہ بندیاں ختم کر دیں تو پھر سے دنیا کی ایک عظیم قوت بن سکتے ہیں۔

فرقہ بندی کی نحوست:

لیکن ہمارا المیہ ہے کہ ہمارے اندر فرقہ واریت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ہمارے اندر اتنا تعصب بھرا ہوا ہے کہ جب کسی شخص کے سامنے کتاب اللہ کی آیت پیش کی جاتی ہے تو وہ محض ضد، ہٹ دھرمی اور سرکشی کی وجہ سے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور بے دھڑک کہہ دیتا ہے کہ میں اسے اس لیے تسلیم نہیں کرتا کہ یہ میری فقہ کے مطابق نہیں ہے۔ اب ایسے ظالم اور بدبخت سے کوئی پوچھے کہ تمہیں کس نے یہ حق دیا ہے کہ تم قرآن مجید کی کسی آیت کا یوں کھلم کھلا انکار کر دو؟ حالانکہ قرآن کی کسی ایک آیت کا انکار آدمی کو اسلام کے دائرے سے نکال دیتا ہے۔

مسلمانوں میں فرقہ وارانہ ذہن نے کیا کیا گل کھلائے ہیں؟ اور کس طرح فرقہ واریت کا زہر مسلم امہ کے جسم میں سرایت کر گیا ہے۔ یہ جاننے کے لیے مذہبی جماعتوں کے پرجوش خطیبوں کو سنو۔ ان کے شعلہ بیان مقرروں کی آگ برساتی تقریروں کو سماعت فرماؤ۔ ان کے قلم کاروں کی زہر میں بجھی ہوئی تحریروں کو پڑھو، ان کے مناظروں کی غلط بیانیوں کو ملاحظہ کرو اور ان کے مفتیانِ کرام کے فتووں کو ذرا دیکھو۔ انہوں نے کس کس طرح ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالا ہے اور اسلام کے نام لیواؤں کو کس کس نہج سے کفر وشرک کا مرتکب قرار دے کر مسلمانوں کی صفوں ہی سے باہر نکالنے کی ناروا کوششیں کی ہیں۔

اگر ہمارے اندر اتفاق ہو تو ہماری اتنی بڑی تعداد کے ہوتے ہوئے کیا ممکن ہے کہ کوئی ہم سے کشمیر چھین لے اور ہم سے فلسطین غصب کر لے؟ مسلمانو! اپنی تاریخ پر نظر ڈالو، یہی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فلسطین کبھی عیسائیوں نے خود خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پیش کیا تھا۔

اسی ذوالحجہ کے مہینے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ایک بد باطن مجوسی ابولولو فیروز نے قاتلانہ حملہ کیا تھا جس سے آپ رضی اللہ عنہ جانبر نہ ہو سکے اور اپنے رب کے پاس سدھار گئے، آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ ایک دفعہ تو ایسا محسوس ہوا کہ گویا اسلام دولخت ہو گیا ہے، ایک انگریز مؤرخ کہتا ہے کہ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسا ایک اور خلیفہ مسلمانوں کو مل جاتا تو روئے زمین پر کوئی کافر حکومت برقرار نہ رہ پاتی اور ساری دنیا اسلام میں داخل ہو جاتی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف ضرب المثل تھا۔ آپ کے مثالی انصاف کے بہت سے واقعات اسلامی تاریخ کے صفحات پر تابندہ نقوش کی طرح جگمگا رہے ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے انصاف کا ایک واقعہ:

جبلہ بن ایہم غسانی شام کے سرحدی علاقوں کا حکمران تھا، اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ میں اسلام قبول کرنے کی غرض سے مدینہ طیبہ آرہا ہوں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کو حکم دیا کہ جبلہ کی آمد پر سب لوگ ان کے استقبال کے لیے نکلیں۔ چنانچہ بڑی گرم جوشی کے ساتھ ان کا استقبال کیا گیا۔ اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ جانے لگے تو جبلہ بن ایہم نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا، چنانچہ اس نے بیت اللہ پہنچ کر طواف شروع کیا، دوسرے لوگ بھی طواف کر رہے تھے کہ عالم بے خودی میں جو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے اہل ایمان پر جو رقت عموماً طاری ہو جاتی ہے، ایک بدوی کا پاؤں جبلہ کی چادر پر پڑ گیا۔ جبلہ غصے سے بے قابو ہو گیا کہ ایک بدوی نے میری چادر کو پاؤں تلے روند دیا۔ اس نے حکمرانی کے نشے میں اور اپنی شان و شوکت کے زعم میں اس غریب بدوی کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔ بدوی نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو شکایت کی، آپ رضی اللہ عنہ نے جبلہ کو بلایا، تحقیق احوال کے بعد بدوی کی شکایت درست نکلی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جبلہ تمہیں اس کا بدلہ دینا ہوگا۔ جس طرح تم نے ایک غریب شخص کو تھپڑ مارا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح تمہیں بھی ایک تھپڑ کھانا ہوگا۔ یہ سن کر جبلہ حیران و ششدر رہ گیا اور کہنے لگا اس میں بدلے والی کون سی بات ہے؟ اگر ایک حکمران نے ایک اعرابی کو ایک طمانچہ مار لیا ہے تو اس سے کون سی قیامت آ گئی ہے؟ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اسلام نے تمہیں اور اس کو برابر کر دیا ہے، اب تمہیں قصاص دینا ہوگا، یا اسے راضی کرنا ہوگا، اسلام امیر وغریب میں قانون کے معاملے میں کوئی فرق روا نہیں رکھتا۔ اس نے کہا مجھے ایک رات کی مہلت دے دیجئے اور پھر راتوں رات شام کی جانب فرار ہو گیا اور مرتد ہو گیا۔ یہ اس کی بدنصیبی اور قسمت کی محرومی تھی۔ اپنے ارتداد کے بعد اس نے ایک دفعہ ایک عرب مسلمان کو اپنے دربار میں بلایا اور اپنے سابقہ طرز عمل پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے عربی کے چند اشعار پڑھے کہ کاش میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات مان لیتا تو اسلام کی برکتوں اور رحمتوں سے محروم نہ ہوتا، میری انا نے مجھے ارتداد کی جانب دھکیلا۔

آج آپ ایک ارب ساٹھ کروڑ ہو کر اگر قوت و شوکت سے محروم ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا طاقت ور شخص اپنے سے کمزور کی زمین دبا تا ہے، حقوق دبا تا ہے، طرح طرح سے ظلم کرتا ہے اور بدلہ نہیں دیتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاف کا واقعہ:

اس ضمن میں ذرا اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو دیکھو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر نظر ڈالو، غزوہ بدر میں صفیں سیدھی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ذرا سی چھڑی لگا کر صف کو سیدھا کر دیا۔ بعد میں اس شخص نے عدالت نبوی میں اپنا مقدمہ اٹھایا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنی چھڑی سے میرے پیٹ پر ٹھونکا دیا تھا۔ مجھے اس سے تکلیف ہوئی تھی۔ میں اس کا بدلہ چاہتا ہوں۔ اس شخص کی بات سن کر ایک دفعہ دربارِ نبوی میں سناٹا چھا گیا کہ یہ شخص نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ مانگ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اگر تمہیں مجھ سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تکلیف پہنچی ہے تو آؤ بدلہ لو۔ میں حاضر ہوں۔

یہ ہے اسلام کے عدل و انصاف کا فلسفہ کہ یہاں سب برابر ہیں اور سب کے حقوق ایک جیسے ہیں۔ یہاں بڑے چھوٹے کے لیے الگ الگ مراعات اور مدارج نہیں ہیں اور نہ یہاں رشوت ستانی اور سفارشوں کا دور چلتا ہے۔

مسلم ملکوں کے حکمران اپنی لوٹ کھسوٹ کے ساتھ اربوں کھربوں روپیہ جمع کرتے ہیں پھر یورپ وامریکہ کے بینکوں میں رکھ دیتے ہیں۔ یہ خطیر رقمیں بعض اوقات جمع کرانے والوں کو بھی واپس نہیں ملتیں۔ مغربی ملکوں کے بینک انہیں دبا لیتے ہیں اور کہتے ہیں اب یہ ہماری دولت ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ بڑی بڑی رقمیں کون سی ان کے خون پسینے کی کمائی کا نتیجہ ہیں۔ یہ پیسہ انہوں نے بھی تو اپنی عوام کا خون نچوڑ کر حاصل کیا ہے اور بدترین لوٹ کھسوٹ سے اکٹھا کیا ہے۔ لہٰذا ایسے کو تیسا کی ضرب المثل کے مطابق یہ رقمیں ضبط کر لی جاتی ہیں۔

ہماری بدعملی اور بے اتفاقی کے نتائج:

گزارش ہے کہ عدل وانصاف کے معاملہ میں ہماری صورت حال بہت مخدوش اور ناگفتہ بہ ہے۔ نہ ہم اللہ کے معاملہ میں انصاف کرتے ہیں، نہ بندوں کے معاملے میں انصاف کرتے ہیں، نہ خود اپنی ذات کے معاملہ میں انصاف کرتے ہیں اور نہ دین کی بتائی ہوئی صاف ستھری راہ پر چلتے ہیں۔ ان خرابیوں اور قباحتوں کی وجہ سے ہم ایک ارب ساٹھ کروڑ کی عظیم افرادی قوت کے باوجود اپنی حفاظت کرنے سے قاصر ہیں۔ ہم پاکستانی ایک نیوکلیئر طاقت ہونے کے باوجود بھارت کی شرانگیزیوں سے محفوظ نہیں۔ بائیس عرب ممالک اسرائیل کے ایک چھوٹے سے ملک کے مظالم سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے۔

نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر صاحب ایمان و یقین اور صاحب عزت و حوصلہ مسلمانوں کا فقط دس ہزار کا لشکر ہو تو قلت تعداد کے باوجود وہ کبھی شکست و ہزیمت کا سامنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرے گا۔ آج بیسیوں اسلامی ملکوں کی اپنی اپنی افواج ہیں جو بلا مبالغہ لاکھوں میں ہیں۔ مگر اس کے باوجود نہ ہم دشمن سے اپنی حفاظت کر سکتے ہیں، نہ اپنے ملکوں میں امن و امان قائم کر سکتے ہیں اور نہ اپنے دین و مذہب کی اور نہ اپنی اقدار کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

بہر حال ۱۸ ذوالحجہ کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی یہ شہادت سبائی پروپیگنڈے کا نتیجہ تھی۔ اس کے دس سال بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سانحہ شہادت پیش آیا۔ ایک وقت تھا جب عیسائیوں نے خود فلسطین کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ صدیوں مسلمانوں کے پاس رہنے کے بعد بیسویں صدی عیسوی میں مغربی طاقتوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے باعث فلسطین پر یہودیوں کا قبضہ ہو گیا۔ ۱۹۶۷ اور ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگوں میں اسرائیل نے اپنے علاقوں میں مزید توسیع کر لی اور آج صورت حال یہ ہے کہ ہم اسرائیل سے بیت المقدس ❶ واپس نہیں لے سکتے۔ وہ چاہیں تو ہمیں بیت المقدس میں داخل ہونے دیں، چاہے نہ ہونے دیں، یہ سارا معاملہ سراسر ان کی مرضی پر منحصر ہے۔ ہم اس سلسلے میں بے بس ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ذوالحجہ کے بعد ماہ محرم آ رہا ہے۔ یکم محرم کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دل فگار واقعہ پیش آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی غلام ابولؤلؤ فیروز نے شدید زخمی کر دیا تھا۔ شدید زخموں کی تاب نہ لا کر آپ رضی اللہ عنہ شہادت کے رتبے پر فائز ہو گئے۔ اسی ماہ کی دس تاریخ کو سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کا دل گداز واقعہ رونما ہوا۔ اس واقعہ نے تاریخ اسلام پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔ دنیا اس پر آنسوؤں اور اشکوں کے سیلاب بہا چکی ہے۔ مگر اس اندوہناک واقعہ کی سنگینی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

❶ اب حال ہی میں اسرائیل نے مسلمانوں کی بے حسی کو دیکھ کر بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت بنا لیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذوالحجہ اور محرم الحرام کے مہینے ایسے ہیں جن میں اسلامی تاریخ کے بڑے واقعات رونما ہوئے جنہوں نے اسلامی تاریخ پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر چلنے اور عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے دین پر استقامت اور ثابت قدمی عطا فرمائے اور باہمی اختلافات، نفرتوں اور کدورتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

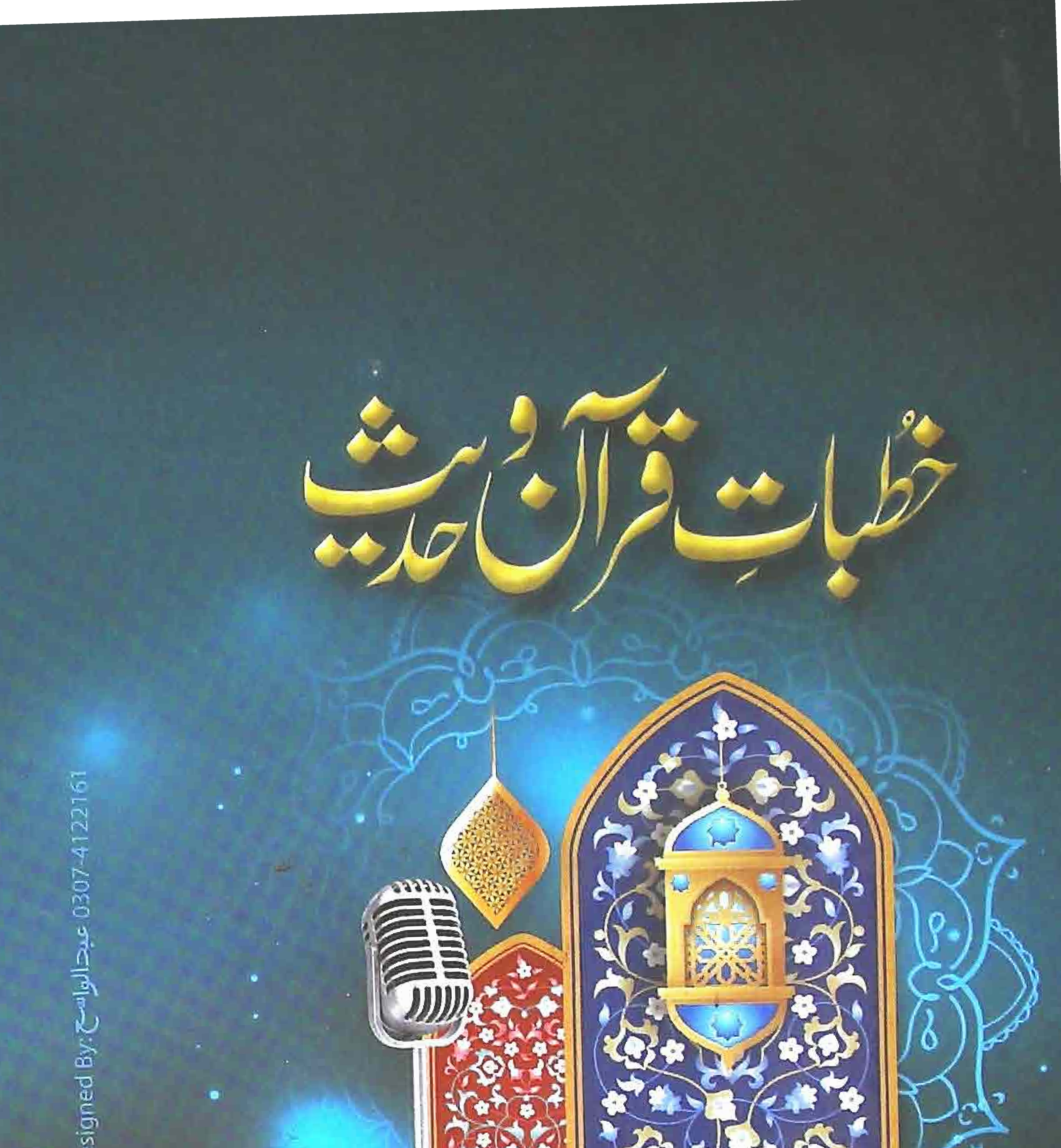

مکتبہ قدوسیہ